قالوا اخرجوھم من قریتکم انھم اناس یتطھرون

مُولیدن

یعنی

فاضل اجل مسٹر ہنری چارلس لی کی بے نظیر کتاب

"مورسکوز"

کا

اُردو ترجمہ

مترجم

(منشی) محمد خلیل الرحمٰن صاحب

سپرنٹنڈنٹ دفتر ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور

(مترجم ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ ونفح الطیب تاریخ الخلفاء وغیرہ)

۱۳۴۰ ہجری

معتمد ولی الرحمٰن ایم اے نے نفیس کا تحفہ ریتی گن روڈ لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ مترجم

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا
اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ
لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا
وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَیِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَرَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَشَفِیْعِ
الْمُذْنِبِیْنَ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

میرے سلسلہ تاریخ اندلس کی یہ تیسری کڑی ہے

ہمسایہ شنید نالہ ام گفت
خاقانی را دگر شب آمد

سرورق کے لوح پر آپ کلام مجید کی ایک آیت ملاحظہ فرمائینگے یہ کتاب اسی آیت شریف کی تفسیر ہے۔ مظلوموں کا اگر کچھ قصور تھا تو صرف اتنا کہ وہ "قَوْمٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ" سے تعلق رکھتے تھے مگر اس عداوت شدید کا یہ نتیجہ ہوا کہ "نادیدہ ماند و نے نادری" آج اسپین ہے کہ یورپ بھر میں پست و ذلیل ترین ملک ہے ؞

مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب نہایت دلچسپی سے پڑھی اور سُنی جائیگی۔ اگر اس داستانِ درد و قصۂ ماتم کو پڑھتے ہوئے کسی کے آنسو نکل آئیں تو میں کہونگا کہ "فُزت برب الکعبہ" اور اگر کسی ہندی مسلمان نے اُن مظلوموں کے حق میں ہاتھ اُٹھا کر دُعاءِ مغفرت کر دی تو میں سمجھونگا کہ "ہذا فوزاً کبیرا"۔ کسی عرب شاعر نے گویا ان ہی کے لئے کہا ہے۔ ؎

کانی بالدیار قد خربت و بالدموع الغزار قد سکبت

کیا اب بھی آپ کو اُن پر رحم نہ آئیگا؟ کیا اب بھی آپ اُن کو دعاءِ مغفرت سے محروم رکھینگے؟

مسٹر سکاٹ کی کتاب کے بعد ممکن ہے کہ یہ کتاب ازرُوءِ انشاء پھیکی معلوم ہو، مگر میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ مسٹر لی جیسے عالمِ کامل نے اس مرثیہ کے لئے کسی خاص نے کی ضرورت نہیں دیکھی۔ اُنھوں نے پُوری دادِ تحقیق دی ہے اور اپنی تحریر میں ہر جگہ اسناد درج کئے ہیں ان میں سے اکثر اسپین کی زبان میں ہیں اور کمتر دُوسری زبانوں کی۔ اسپینی زبان پر مجھے اتنا عبور نہیں ہے کہ میں اُن کا تمام و کمال ترجمہ کر دیتا، مگر جہاں تک میری استعداد نے مجھے مدد دی میں نے اُن کا ترجمہ نہیں چھوڑا۔ دُوسری یوروپی زبانوں کو تو میں مطلق نہیں جانتا اس لئے میں نے اُن کو مجبوری حذف کر دیا ہے، نیز ظاہر ہے کہ میرے ناظرین کو غالباً اُن اسناد کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ جو دلچسپ حواشی انگریزی میں ہیں اُن کا میں نے ترجمہ کر ہی دیا ہے ؛

کتاب کے آخر میں بطورِ ضمیمہ اسپینی زبان میں بعض اصل کاغذات کی مسٹر لی نے نقل چھاپی ہے یہ نہایت دلچسپ اور اہم ہیں۔ مجھے اپنی کم مائگی پر افسوس ہوتا ہے کہ میں اُن کا ترجمہ نہ کر سکا میں نے کوشش کی تھی کہ اُن کا بھی ترجمہ ہو جائے، مگر کوئی صاحب ایسے میسر نہ آئے جو مجھے ترجمہ کر دیتے۔ لے دے کر ایک رومن کیتھولک پادری صاحب ملے، اور انھوں نے ترجمہ کر دینے کا وعدہ بھی کیا۔ مگر اُنھوں نے یہ شرط لگائی کہ اگر اُن کے اسقفِ اعظم (بشپ آف لاہور) اجازت دیدیں تو وہ ترجمہ کر دینگے۔ جیسا کہ یقین تھا،

جناب ممدوح نے اجازت عطا نہیں فرمائی میں نے پادری صاحب سے عرض کیا کہ وہ مجھے اسپینی زبان پڑھا دیں، اور اس کے معاوضہ میں میں اُنہیں عربی فارسی یا اُردو پڑھا دُونگا؛ مگر اس کو بھی انہوں نے اسقف موصوف الشان کی اجازت پر محمول فرمایا۔ میری اُمید کے موافق یہ اجازت بھی انہیں نہ ملی! مسلمانان اندلس کی قسمت پر مجھے افسوس ہوتا ہے کہ غیروں کو اُن سے یہ عداوت، اور اپنوں کی یہ بے اعتنائی کہ اُن کے لئے دُعاء مغفرت کرنا تو کجا، اُن کے حالات سُننے کے بھی روادار نہیں!

اسی ضمیمہ میں مسٹر لی نے ایک عربی نظم کا انگریزی ترجمہ درج کیا ہے۔ مجھے باوجود تلاش اصل نظم نہیں ملی میں جانتا ہوں کہ ترجمہ در ترجمہ میں کوئی خوبی نہیں رہ سکتی، مگر چونکہ وہ بوجوہ دلچسپ ہے، اس لئے میں نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے ۔

بہرحال مسٹر لی کا تمام مسلمانوں پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے مولدین کے متعلق بہترین مواد جمع کر دیا ہے۔ میرے دل سے تو اُن کے لئے دعائیں نکلتی ہیں میں ذاتی طور پر اُن کے صاحبزادہ کا ممنون و مرہون احسان ہوں کہ اُنہوں نے مجھے بلا کسی شرط کے اپنے والد کی اس کتاب کے ترجمہ کی اجازت عنایت فرمائی صرف یہی نہیں بلکہ مجھے اُن کی تصویر اور سوانح عمری بھی لطف فرمائی۔ سوانح عمری کا خلاصہ میں منسلک کرتا ہوں، اس سے جناب ممدوح کی عظمت معلوم ہو گی ۔

ایک امر کی طرف میں خاص طور پر ناظرین کی توجہ مبذول کرتا ہوں کہ اس کتاب میں مولدین کے اکثر، بلکہ تمام تر، نام عیسائیوں کے سے ملینگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کو اسلامی نام رکھنے سے حکماً منع کر دیا گیا تھا۔

فاما الذی قدمات و الذکرناشر   فمیت له دین به: افضل ینعت

ناظرین ہر پہلو سے یہ دیکھینگے کہ مسلمانانِ اندلس، بالخصوص مولدین، کا انجام بہت ہی دردناک ہے۔

بیکیک قلبی بعد عینی حسرۃً   وتقطعاً منہ علیك اذا بکی

کاش یہ مسلمانوں کے لئے باعث عبرت ہو۔

میں بار بار اُس احکم الحاکمین کا شکر کرتا ہوں کہ ہم مسلمانانِ ہند کو' باوجود عیسائی بادشاہ کی رعایا ہونے کے اس قسم کے واقعات پیش آنے کا وہم وگمان بھی نہیں۔ الحمدللہ کہ ہم ایسی سلطنت کے افراد ہیں جو ہمیں کسی حالت میں بھی گرفتار الم نہیں دیکھ سکتی۔ مجھے اگر احسان فراموش نہ سمجھا جائے (اور میرے نزدیک احسان فراموشی سے زیادہ کوئی گناہ نہیں ہے) تو میں عرض کرونگا کہ یہ مکافاتِ عمل ہے۔ اندلس، ٹرکی وغیرہ میں ہم نے عیسائیوں کے ساتھ مراعات کیں، یہاں ہندوستان میں ہم کو اس کا معاوضہ مل رہا ہے۔

آخر میں میری التجا ہے کہ مسلمان اس کتاب کو بغور ملاحظہ فرمائیں اس سے کچھ سبق حاصل کریں اور میرے لئے دعاءِ حسنِ عاقبت فرمائیں۔

لاہور
یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء

الراجی للغفران
محمد خلیل الرحمن

سوانح عُمری جنابِ مصنف



ہنری چارلس لی بمقام فلیڈلفیا (امریکہ) ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد، آیزک لی تاریخ طبعی کے عالم تھے؛ اور والدہ میتھیو کاری کی بیٹی تھیں؛ اور چند قدیم زبانیں جانتی تھیں؛ چنانچہ (ہنری چارلس) لی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے چھ برس کی عمر میں زبان یونانی اپنی والدہ ہی سے شروع کی تھی۔ بڑے ہوئے تو اُنہیں یوتی بن اس نٹی جیسے پُرانی وضع کے سخت محنتی عالم زبانہاء قدیمہ مل گئے؛ اُن ہی سے مختلف زبانیں ہنری چارلس نے تحصیل کیں۔ ۱۸۳۲ء میں پیرس کے ایک مدرسہ میں داخل ہوئے۔ یہیں انہوں نے فرنچ میں وہ مہارت حاصل کی کہ عمر بھر بے تکان بولتے اور لکھتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ پیرس میں بغاوت ہوئی تھی؛ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ چارلس دہم تخت سے اُتار اگیا تھا۔

۱۸۳۷ء میں جب اُن کی عمر بارہ برس کی تھی تو اُن کا ہاتھ ایسا تنگ ہوا کہ وہ صرف بارہ سینٹ خرچ کر کے یونانی زبان کی ایک کتاب نہیں خرید سکے؛ مجبور ہو کر انہوں نے اس کو نقل کیا۔ یہ پہلی قلمی کتاب ہے جو اُن کے کتب خانہ کی سنگ بنیاد اور باعث زینت ہونے والی تھی۔

ابھی اُن کی عمر تیرہ ہی برس کی تھی کہ انہوں نے بہت کچھ مطالعہ کے بعد ایک موقت الشیوع رسالہ میں "منتنیس ورائس کے نمک" پر ایک مضمون لکھا۔ اُن کی عمر کو دیکھئے اور اتنے بڑے مضمون پر قلم اُٹھانا دیکھئے! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو نہ صرف مختلف زبانوں ہی سے شوق تھا بلکہ سائنس سے بھی ویسا ہی ذوق تھا؛ نیز یہ کہ وہ محض کتابی کیڑا ہی نہ تھے؛ بلکہ تحریر کا مادہ بھی اُن میں تھا۔

اُن کی اٹھارہ برس کی عمر تھی کہ ۱۸۴۳ء میں انہیں اپنے والد کی دُکان کتب فروشی میں کام کرنا پڑا؛ اور ۳۷ برس یعنی ۱۸۸۰ء تک یہی شغل رہا۔ ابتدائی چار برس بہت کاوش

سے کاٹے۔ ایک طرف تو بسر اوقات کا فکر تھا، دوسری طرف شوق مطالعہ چین نہ لینے دیتا تھا
دن کو اشغال تجارت ہوتے تھے، اور بڑی رات گئے تک، نیز صبح کو مطالعہ ۱۸۴۳ء سے
۱۸۴۶ء تک اکثر موقت الشیوع رسائل میں اُن کے مضامین نظر آتے ہیں، اور تعجب ہوتا ہے
کہ ایک کثیر المشاغل نوجوان کتب فروش اتنا وقت نکال لیتا ہے کہ لوگوں کو اپنی دقت نظر سے
متحیر کردے۔ ۱۸۴۳ء اور ۱۸۴۴ء میں جتنے مضامین اُن کے قلم سے نکلے وہ سائنٹفک تھے، لیکن
آخر ادبی مذاق غالب آیا، اور ۱۸۴۶ء کے شروع میں اُنہوں نے ایک سلسلہ مضمون "آخری
زمانہ کے شعرا پر نظر" چھیڑا، جو چھ مہینوں میں جاکر ختم ہوا۔ حقیقت میں تو یہ مضمون صرف تین شاعروں
کے اشعار پر تنقید تھی، مگر اس کے دوران میں نہایت قابل قدر باتیں اُنہوں نے لکھی ہیں۔ اسی
اثنا میں انہوں نے یونانی، لاطینی اور فرینچ شعرا پر بھی قلم فرسائی کی۔

ایسی محنت شاقہ کا جو کچھ انجام ہوتا ہے اس سے سٹرلی کیونکر محفوظ رہ سکتے تھے، چنانچہ
۱۸۴۷ء میں وہ بیمار ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کو ادبی مشاغل چھوڑ کر اپنی صحت بحال کرنے میں
غلطاں و پیچاں رہنا پڑا۔ اس وقت بیکاری کو بھی انہوں نے ضائع نہ ہونے دیا، بلکہ اپنی تجارت
کے بڑھانے، تبدیل آب و ہوا کے لئے سفر کرنے اور شادی سے فراغت حاصل کرنے میں گزارا۔

دس برس یوں گزار کر آخر وہ پھر ادبی کاموں پر مائل ہوئے، اور جنوری ۱۸۸۹ء کے
ایک رسالہ میں اُنہوں نے جرمن کے ایک مورخ کی تاریخ پر ریویو لکھا۔ یہ ریویو نہ تھا، بلکہ
قرون وسطیٰ کی طرق عدالت وغیرہ پر ایک عالمانہ مضمون تھا۔ اس کے چھ ماہ کے بعد ایک
اور کتاب پر ریویو کرتے ہوئے "دوران تحقیقات جرائم میں اذیتیں دینا" پر انہوں نے ایک
تاریخی مضمون لکھا۔ ۱۸۹۶ء میں انہی مضامین پر انہوں نے نظر ثانی کر کے اور کچھ اور بڑھا کر
ایک کتاب کی صورت میں بنام نہاد "واہمہ پرستی اور جبر و زیادتی" شائع کیا۔ یہ اُن کی سب سے
پہلی کتاب ہے۔ اس کے بعد اسی موضوع پر اُن کی اور کتابیں بھی نکلیں۔ ۱۸۶۷ء میں
"تاریخ تجرد اہالی کلیسا" نکلی، اور ۱۸۶۹ء میں "تاریخ کلیسا پر ایک نظر" شائع ہوئیں۔ ان

کتابوں کے نام ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مسٹر لی نے وہ زمین چھوڑ دی جس میں وہ اب تک تگ و دو کرتے رہے تھے۔

جب امریکہ میں خانہ جنگی شروع ہوئی ہے تو مسٹر لی کو اپنی کتاب اور قلم چھوڑنا، جنگ کی گتھی کو سلجھانا اور اس میں دخل دینا پڑا۔ عہدہ ہا سرکاری اور میونسپل کے متعلق جو اصلاحیں ہوئیں اُن سب میں اُن کی خدمات بہت نمایاں رہیں۔

غلامی کے متعلق جب ابحاث شروع ہوئیں اور اسقف ہاپکنس نے ایک رسالہ موسومہ "غلامی کے متعلق بائبل کی رائے" لکھ کر غلامی کی تائید کی، تو مسٹر لی نے ایک رسالہ موسومہ "تعدد ازدواج کے متعلق بائبل کی رائے" لکھ کر دنیا کو یہ دکھلایا کہ جہاں اناجیل میں تعدد ازدواج کا جواز معلوم نہیں ہوتا وہاں اس کے جائز ہونے کے دلائل بھی ملتے ہیں۔ اہالی امریکہ نے جب وہاں کے اصلی باشندوں پر ظلم و ستم کیا ہے تو مسٹر لی نے "اصلی باشندگان امریکہ کے متعلق اہالی سپین کی پالیسی" لکھی۔ سپین میں لڑائی شروع ہوئی تو انہوں نے جولائی ۱۹۰۸ء کے ایک موقت الشیوع رسالہ میں اہالی سپین کے زوال کے اسباب پر مفصل بحث کی۔ اہالی امریکہ نے جزائر فلپائن لئے تو مسٹر لی نے ایک رسالہ موسومہ "دستِ مردہ" لکھ کر شائع کیا، اور اُس میں کیتھولک بادشاہوں کے تجربات دکھلا کر یہ ثابت کیا کہ کسی ملک کو کلیسا کے ہاتھ میں دے دینا سخت خرابی کا باعث ہوتا ہے۔ تدبیر مدن و سیاست میں جو کچھ تاریخ کی مدد سے مسٹر لی نے کیا اُس کا یہ ادنٰے کرشمہ ہے۔

امریکہ میں قانونِ تحفظِ حقِ تصنیف پیش ہوا تو مسٹر لی سے اُس میں بہت مدد لی گئی؛ کیونکہ وہ مورخ ہونے کے علاوہ کتب فروش بھی تھے اور مصنف بھی۔

اُنہوں نے اتنا بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا کہ امریکہ میں اُس کی مثال بہت کم ملیگی۔ مختصراً یہ خیال کر لینا چاہئے کہ مسٹر لی جیسے فاضل مورخ، ادیب اور ماہر سائنس کو کسی اَور کتب خانہ میں جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کتابیں جمع کرنے میں انہوں نے کبھی روپیہ

کی پروا نہیں کی قلمی کتابیں بہم پہنچانے میں انہوں نے مصارف کثیر برداشت کیئے۔ کتنی خوش نصیب ہے وہ یونیورسٹی جس کو مسٹرلی کا کتب خانہ بروے وصیت مل گیا!

سنہ ۱۸۶۵ء سے سنہ ۱۸۸۰ء تک انہوں نے ایسی محنت کی کہ اُن کی صحت نے جواب دے دیا۔ اور چار برس کامل وہ معذور رہے۔ اس پر بھی اُن کا کام کرنے والا دماغ اور بے چین دل کب بیٹھنے دیتا تھا۔ اس عرصہ میں انہوں نے فرینچ جرمن' اٹالین' سپینی' لاطینی اور یونانی زبان کی نظموں کا نظم ہی میں ترجمہ کر ڈالا؛ اور خود بھی نظمیں لکھیں۔

سنہ ۱۸۸۴ء کے بعد انہوں نے پھر اپنا ادبی اور تاریخی کام شروع کیا۔ اسی زمانہ میں انہوں نے ہزارہا روپیہ رفاہ عام کے کام میں صرف کیا؛ اور مختلف سوسائٹیوں کے وہ ممبر اور پریزیڈنٹ ہوئے۔

میں اُن کے اور اوصاف کو چھوڑ کر صرف اُن کی تصانیف کا ذکر کرتا ہوں۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں اُن کی تاریخ "قرونِ[1] متوسطہ میں احتساب و محنہ" تین جلدوں میں نکلی۔ اس کے دو برس بعد دو جلدوں میں "تاریخ سپین[2] متعلقہ احتساب و محنہ" نکلی۔ پھر دو برس کے بعد تین جلدوں میں "تاریخ خفیہ اقبال جرائم اور مغفرت" شائع ہوئی۔ اس کے دس برس بعد تک مسٹرلی خاموش رہے۔ یہ خاموشی "مولدین سپین" سے ٹوٹی جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کے علاوہ کئی مضامین رسالوں میں نکلے۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ دس برس انہوں نے ضائع کیئے۔ اس عرصے میں انہوں نے اپنی سب سے بڑی تصنیف "تاریخ احتساب[5] و محنہ سپین" چار جلدوں میں سنہ ۱۹۰۶ء اور سنہ ۱۹۰۷ء میں شائع کی۔ یہ کتاب میں نے دیکھی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ قابل دید چیز ہے۔ مسلمانوں کو اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ افسوس ہے کہ ملک کا مذاق اس کا متحمل نہ ہوگا ورنہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ترجمہ کر کے اُردو دان حضرات کے سامنے رکھی جائے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں "تاریخ احتساب[6] و محنہ ممالک سپین" شائع ہوئی۔ یہ اگرچہ مختصر ہے مگر دیکھنے کے لائق ہے۔

کاش مسلمانوں کو اس طرف توجہ ہو۔ آخر عمر میں وہ "تاریخ سحر" لکھنا چاہتے تھے، اور اس کے لئے مواد بھی جمع کر چکے تھے، مگر مکمل نہ کر سکے۔

تعجب ہے کہ باوجود ایسی شدید محنتوں کے مسٹر آلی نے چوراسی (۸۴) برس کی عمر پائی۔ اُن کے انتقال کے بعد امریکہ میں بہت سے ماتمی جلسے ہوئے۔ بڑے بڑے علماء نے واقعی اُن کا ماتم کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر آلی جیسی ہستیاں کہاں پیدا ہوتی ہیں۔ اُن کی اگر کوئی نظیر ملتی ہے تو قدیم زمانہ کے مسلمانوں میں، مگر

مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب!

فہرست مضامین

باب اوّل

مدجلین

باب دوئم

شیمینیس

باب سوئم

جرمانیا

سلطنت ارغون اور اُس کی آزادی۔ فرڈی نینڈ حلف اُٹھاتا ہے کہ وہ مدجلین کے معاملات میں دست اندازی نہ کریگا۔ محنہ کی بلنسیہ میں کارروائی۔ جرمانیا کی بغاوت۔ مدجلین کو بجبر عیسائی کیا جاتا ہے۔ محکمہ احتساب و محنہ نوعیسائی کو ستاتا ہے۔ نوعیسائی بنانے کے کام کو مکمل کرنے کی کوشش۔ اصطباغ دینے کا کام مٹنے والا نہ تھا۔ کارروائی اصطباغ کے متعلق تحقیقات۔ مرتدین پر مقدمات قائم کئے گئے۔



باب چہارم

بذریعہ فرمان شاہی عیسائی بنایا جانا



چارلس پنجم اس پر زور دیتا ہے کہ ملک میں ایک ہی مذہب ہونا چاہئے۔ پوپ کلیمنٹ ہفتم اُس کو اپنے حلف کی خلاف ورزی کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ شاہی فرمان کہ مدجلین اصطباغ لے لیں یا جلاوطن ہو جائیں۔ ارغون کی طرف سے تنبیہ۔ بلنسیہ میں مقابلہ۔ مدجلین اصطباغ لینے اور مولدین میں شامل ہو جانے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ ۱۵۲۸ء کا معاہدہ۔ احتساب و محنہ کی جدوجہد احتساب و محنہ کو معطل کیا جاتا ہے۔ صلح کی کوشش۔ قشتالہ میں احتساب و محنہ کی جدوجہد۔



باب پنجم

احتساب و محنہ

محکمۂ احتساب و محنہ کی کارروائی کی صورت۔ میری گومز کا مقدمہ ایک نمونہ ہے ضبطی جائداد اور مالی مجاہدہ۔ بلنسیہ میں محکمۂ احتساب و محنہ نے قانون نافذالوقت کو بالائے طاق رکھ دیا۔ ایک رقم مقررہ سالانہ ادا کرنے پر ضبطی جائداد معاف ہوسکتی تھی۔ مالی مجاہدہ کا بُرا استعمال۔ چھوٹے چھوٹے جرائم پر مقدمات قائم ہونا۔ اُمرا پر اپنی رعایا کو پناہ دینے کے جرم میں مقدمات قائم ہوئے کہیں کہیں مقابلہ کیا گیا۔

باب ششم

بذریعہ ترغیب نوعیسائی کیا جانا

مذہبی تعلیم دینے میں غفلت کی گئی۔ مالی ضروریات۔ ہر شخص لالچی تھا۔ دارالعلوم مذہبی قائم کرنے کی کوشش۔ بلنسیہ میں مولدین کے لئے ایک کالج قائم ہوا۔ ہر کام میں دیر اور غفلت۔ مذہبی دارالعلوموں کی افسوسناک حالت۔ پند و وعظ کی کوشش۔ عربی سے لاعلمی۔ مختلف اقوام کا اختلاط۔ تعلیم دینے کی ازسرنو کوشش۔ پوپ کا حکم کہ جو لوگ دین عیسوی سے رُوگردان ہوکر پھر عیسائی ہوجائیں وہ قابل معافی ہیں۔ تعلیم کی کوشش ناکام رہی۔ روپیہ کے نہ ہونے سے کوئی سعی کامیاب نہیں ہوئی۔ تدابیر و ابحاث ۱۵۹۹ء میں فرمانِ معافی جاری ہوا اور اُس میں بھی ناکامی ہوئی۔ جو مذہبی دارالعلوم قائم ہوئے اُن میں روپیہ کی کمی رہی۔

باب ہفتم

مولدین کی حالت

دونوں اقوام میں تخالف و تضاد۔ لوگوں کو عیسائی کرنے سے اَور بھی بار بڑھ گیا۔ محکمہ احتساب و محنہ ہی محافظ تھا۔ اُمراء کی چھین جھپٹ۔ رعایا صحیح معنوں میں غلام ہو گئی۔ غیر ممالک میں جانے کی ممانعت ہتھیاروں کا چھینا جانا۔ اختلاط خون کی وجہ سے مصائب۔ کلیسا کے تعلقات۔ کفن و دفن اصطباغ، آپس ہی میں شادیوں کی ممانعت۔ مولدین کی برادری۔ مولدین کے خلاف شکایات۔ ہر ایک کو اُن سے نفرت تھی ؞

باب ہشتم

غرناطہ کی بغاوت

سنہ ۱۵ء کی بغاوت کے بعد غرناطہ کی حالت۔ سنہ ۱۵۲۶ء کا فرمان اور اس کا تعطل۔ محکمہ احتساب و محنہ کے مصائب سے بچنے کے لئے نامہ و پیام ظلم میں ترقی۔ سنہ ۱۵۲۶ء کے فرمان کی سنہ ۱۵۶۶ء میں تجدید۔ فوجی احتیاطوں میں غفلت کی گئی۔ مولدین میں گھبراہٹ۔ بغاوت کا مادہ یک لخت پھوٹتا ہے۔ سپین کے فوجی انتظامات۔ جنگ کی حالت۔ مونڈیجار بہت جلد لوگوں کو مطیع کر لیتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو امن و امان نہ چاہتے تھے۔ فوج کی نافرمانی اور لوٹ مار۔ مونڈیجار کی جگہ ڈان جان آف آسٹریا مقرر کیا جاتا ہے۔ بغاوت کا از سر نو شروع اور باغیوں کا کامیاب ہونا۔ مولدین اسپین سے نکال دئے جاتے ہیں۔ فلپ دوئم انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ ڈان جان خود میدان جنگ میں جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ بغاوت کو دبایا جاتا ہے۔ مولدین کی جلاوطنی کا حکم اور اُس کی تعمیل۔ ابن ابو کا قتل اور

جنگ کا خاتمہ۔ ملک کو پھر آباد کرنے کا انتظام - جو لوگ ادھر اُدھر جلا وطن ہوئے تھے اُن پر بہت سی پابندیاں عاید کی جاتی ہیں - یہ کوشش و اطمینان کہ وہ غرناطہ واپس نہ آسکیں۔

بابِ نہم

ممالکِ غیر سے خطرات

بربریوں اور تُرکوں سے خط و کتابت بحری قزاقوں کی ساحل پر تاخت و تاراج۔ غیر ممالک کی مدد سے بغاوت کرنے کی سازش۔ فرانس سے مدد مانگی گئی۔ سپین کے اربابِ حل و عقد کو سخت فکر دامنگیر ہوا۔ مولدین نے ہنری چہارم سے خط و کتابت کی۔ مولاء سیدان کے متعلق تشویش ہنری چہارم کی از سرِ نو تدابیر۔

بابِ دہم

جلا وطنی

سپین کے اربابِ حل و عقد کی پریشانی - اس عقدہ کے مختلف حل سوچے گئے۔ کلیسائیوں کی خونخواری۔ جلاوطنی بعض لوگوں کے مقاصد کے خلاف تھی۔ جلاوطنی کے متعلق طول طویل بحث - فلپ ثانی کی موت۔ ڈیوک آف لرما، فلپ ثانی پر حاوی تھا۔ اسقف اعظم ربی بیرا کے عرائض ۱۶۰۲ء میں تدابیر ۱۶۰۸ء میں جلا وطنی کا فیصلہ کر لیا گیا۔ ۱۶۰۹ء میں جلاوطنی کی تیاریاں کی گئیں۔ ۲۲ ستمبر ۱۶۰۹ء کو فرمان کا اعلان کر دیا گیا۔ مولدین کے بچوں کے متعلق پریشان کن سوالات - مولدین نے اطاعت کا ارادہ کیا۔ اُن میں سے بیشتر وہ لوگ تھے جو ملک سے باہر جانے پر خوش تھے۔ ڈیل ایگیوار اور میولاڈی کورٹس کی بغاوت فرو کی گئی۔ ارغون اور قطلونیہ سے جلاوطنی۔ فرانس

سے جلاوطنوں کا گزرنا۔ غرناطہ اور اندلوشیہ سے جلاوطنی۔ تستالیہ سے جلاوطنی۔ عیسائی شدہ مولدین کو جو رعایت دی گئی تھی وہ منسوخ کر دی گئی۔ جلاوطنوں اور اُن کی اشیاء متروکہ کی تلاش کی گئی۔ جو مولدین غلام بنا لئے گئے تھے اُن کو جلاوطن نہیں کیا گیا۔ مرسیہ سے جلاوطنی۔ جلاوطنوں کی تعداد۔ جلاوطنوں کے مصائب۔ جو مولدین کہ عیسائی ہو چکے تھے وہ مراکش میں قتل کر دئے گئے بہت سے مولدین واپس آ گئے اور انہوں نے غلام بننا منظور کر لیا۔

※

باب یازدہم

نتائج

اہالی کلیسا کی خوشیاں۔ اُن کی وجہ تسلی۔ ملک کی آمدنی کم ہو گئی۔ ملک کو ازسر نو آباد کرنے کی مشکلات۔ زمین اور ذاتی ٹیکس میں کمی۔ بادشاہ کو کیا فائدے پہنچے۔ اور قسم کے مشکلات۔ محکمۂ احتساب و محنہ بھی مفلس ہو گیا۔ سکۂ قلب۔ فائدہ کی کچھ صورت۔ محنت و مشقت سے نفرت۔ پادریوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ۔ سیوڈاڈ ریال کی مثال۔ تکالیف کی تخفیف کی تدابیر۔ پیچیدگیاں برابر بڑھتی گئیں۔ مذہب اسلام کا سپین سے نام و نشان بھی مٹ گیا۔ بدنیت اور خائن۔ مولدین کی آخری نشانیاں۔ زمانۂ حال کی رائیں۔ مکافات عمل۔ کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو بدل یا تحلیل ہو سکتی۔

※

دیباچۂ جناب مصنّف

جس مواد پر یہ کتاب مبنی ہے، وہ میری کتاب "محنۃ الاندلس" (Spanish Inquisition) کے ایک باب کے لئے جمع کیا گیا تھا۔ اس پر نظرثانی کرنے کے وقت مجھے یہ خیال آیا کہ یہ مواد خود اس قدر دلچسپ اور اہم ہے کہ بجائے اس کے کہ اس کو ایک بڑی کتاب کا باب بنایا جائے، اسی کو ذرا تفصیل سے لکھ دیا جائے۔ کیونکہ اس میں نہ صرف وہ قصۂ درد ہی ہے، کہ جو کوئی اس کو پڑھیگا، اس کے دل میں مظلوموں سے ہمدردی پیدا ہوگی؛ بلکہ یہ بالاجمال اُن تمام غلطیوں، غلط کاریوں اور رجحان طبائع کو ظاہر کرتا ہے، جنھوں نے مل کر ایک صدی سے کچھ زیادہ عرصہ میں سپین کو ذلیل کر دیا۔ جو شان و شوکت اس ملک کو چارلس پنجم کے زمانہ میں نصیب ہوئی تھی وہ ان ہی اسباب کی بدولت کارلوس ثانی کے دَورِ حکومت میں نکبت سے بدل گئی۔

زمانۂ حال کے علماء سپین کی محنتوں نے دنیا کے سامنے وہ تحریری شہادتیں پیش کر دی ہیں، جو اُن تحریکات کی اندرونی تاریخ کو روشنی میں لے آئی ہیں، جن کا نتیجہ آخر یہ نکبت و ذلت ہوئی ہے۔ لیکن یہ شہادتیں بیشتر سرکاری کاغذات پر مبنی ہیں، جو غیر سامحت اور محنہ کے نتائج کو نادانستہ کم کر کے دکھلاتے ہیں۔ اسی لئے، ایک حد تک، میں نے علماء مذکور

کی تفحیص وتحقیق پر بہت کچھ ازادکیا ہے، اور اُن امور کو زیادہ نمایاں کردیا ہے جو شاید سب سے بڑا ذریعہ دونوں قوموں کے اتحاد و اتفاق کو ناممکن بنا دینے کا ہوا ہے، حالانکہ یہی اتفاق و اتحاد ملک کے امن اور صلاح و فلاح کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ میں نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اُن متواتر مساعی کو بھی بیان کیا ہے جو اذعای نوعیسائیوں کو مذہبی تعلیم وتلقین کے لئے کی گئیں، اور اُن اسباب کو بھی ظاہر کیا ہے کہ جن کی وجہ سے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

جو مواد کہ اب تک شائع نہیں ہُوا اُس کے جمع کرنے میں مجھے سینور ......

اور ...... نے مدد دی۔ ان دونوں صاحبوں کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جنوری سنہ ۱۹۰۱ء　　　　مقام فلیڈیلفیا



بكى عليك الحُسَامُ والقَلمُ

وانفجع العِلمُ فيك والعَلَمُ

وضجّت الارض فالعباد بها

لاطِمةٌ والبلادُ تلتَطِمُ

جب غرناطہ کو مسلمانوں نے فرڈی نینڈ اور ازابیلا کے سپرد کیا ہے تو ان سے حسب ذیل شرائط کی گئی تھیں۔ یہ شرائط صرف غرناطہ ہی کے لئے نہ تھیں بلکہ ہر شہر پر قبضہ کرتے وقت مسلمانوں سے کم و بیش یہی شرائط کی جاتی تھیں:۔

"کیتھولک بادشاہوں نے خود اپنے آپ اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ کے لئے اس کا پابند قرار دیا کہ مسلمانوں کو اس کی اجازت ہوگی کہ وہ اپنی دینی و دنیاوی مراسم کو ادا کریں اور اپنے ہی قوانین کے پابند رہیں؛ اس میں نہ کسی قسم کی دست اندازی کی جائیگی، نہ کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائیگا۔ اُن کی مسجدیں ہمیشہ اُن ہی کی عبادت کے لئے مخصوص و محفوظ رہینگی، اُن مسجدوں کو ہرگز کبھی ناپاک نہیں کیا جائیگا، اور کسی غیر مسلمان کو اُن میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائیگی۔ تمام موجودہ آئین و قوانین، جو معابد و مقامات مقدسہ کے فائدہ کے لئے محاصل کی وصولی کے متعلق نافذ ہیں، وہ برابر قائم و برقرار رہینگے۔ حکام عدالت مسلمان ہی رہینگے جائداد غیر منقولہ کے انتقال، وراثت اور حقوق عامہ کے متعلق جتنے موجودہ قوانین ہیں وہ بدستور جاری رہینگے۔ صیغۂ تعلیمات کے متعلق یہ حتمی وعدہ کیا گیا کہ آزادی کامل رہیگی، مدارس یا اُن کے متعلق کسی چیز پر دست اندازی نہیں کی جائیگی۔ مسلمانوں کی جتنی اولاد عیسائی عورتوں سے تھی اُن کے متعلق صاف طور پر بلا کسی شرط کے، یہ اقرار کیا گیا کہ وہ اپنے اعتقادات کے معاملہ میں بالکلیہ آزاد رہینگے۔ قبل از تفویض غرناطہ جتنے قرضے لئے جا چکے یا پابندیاں عاید ہو چکی ہیں وہ ادا اور ایفا کی جائینگی، اور تاوان وغیرہ وصول کئے جائینگے۔ جو تنازعات کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان میں ہونگے وہ بذریعہ ثالثی فیصل کئے جائینگے۔ مسلمانوں کے قانون کے موافق مقررشدہ حکام و عمال بدستور بحال رہینگے، اور اپنے فرائض ادا کرتے رہینگے۔۔۔۔۔"

علامہ سکاٹ (باب بست و دوئم اخبار الاندلس)

فافھم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

مدجلین

یہ کچھ رسم سی ہوگئی ہے کہ اُن لڑائیوں کو، جو جنگہاء بازیافت" کہلاتی ہیں، اور جن کے ذریعہ سے سرزمین اندلس کو ایک ایک چپہ کرکے مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا گیا، مذہبی جنگ کیا جاتا ہے جس زمانہ میں کہ یہ لڑائیاں ہورہی تھیں، اُن دنوں عیسائی بادشاہوں کے مفید مطلب یہی ترکیب تھی کہ وہ ان جنگوں کو مذہبی جنگیں ظاہر کریں، کیونکہ وہ اسی ذریعہ سے سپاہیان صلیب مہیا کرسکتے، اور اپنے آپ کو حامی وحافظ صلیب کہلا سکتے تھے۔ روم میں بھی یہی سمجھا جاتا تھا، بلکہ یہاں تو یہ خیال تھا کہ مسلمانان اندلس سے لڑنے کا اُتنا ہی ثواب ہے جتنا کہ فلسطین میں لڑنے کا، پیشوایان فرقہاء ٹمپل اور ہاسپٹل کو اپنی سپاہیانہ حمیت اپنے غیرعیسائی ہمسایوں کے خلاف استعمال کرنے کا شوق دلایا جاتا تھا، لیکن سپین کی اُس زمانہ کی تاریخ پر غور کیا جائے تو حقیقی حالت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس آخری کشمش و کوشش میں قومی یا مذہبی مخالفت بہت ہی کم تھی۔ جب مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا ہے تو یہاں کے باشندوں نے حملہ آوروں کی اطاعت بطیب خاطر قبول کرلی۔ کیونکہ مسلمان بادشاہ بمقابلہ گاتھ بادشاہوں کے سخت نہ تھے۔ فاتحین نے اپنی نئی رعایا کے مذہبی معاملات میں کوئی دست اندازی نہیں

کی وہ اپنے مذہب اور اپنے کلیسائی نظام کو برابر اُس وقت تک قائم رکھے رہے کہ جب تک جو شیلے وحشیوں یعنے المرابطین اور الموحدین کا گروہ گیارھویں اور بارھویں صدی میں یہاں نہ آگیا۔ ان ہی لوگوں نے رفتہ رفتہ اس مذہبی آزادی کو کم کر دیا۔ اسی طرح جب عیسائی کسی حصۂ ملک کو فتح کرتے تھے تو اس کے امن پسند باشندوں کو وہ کچھ نہ چھیڑتے تھے میدان جنگ میں جو لوگ بلا کسی شرط اور معاہدہ کے گرفتار ہوتے تھے وہ غلام بنا لئے جاتے تھے۔ لیکن عیسائیوں کی یہ "فتوحات" فی الحقیقت بغیر لڑے بھڑے اطاعت قبول کر لینے کا نتیجہ نہیں۔ ان میں باشندگان علاقۂ مفتوحہ کو یقین دلا دیا جاتا تھا کہ اُن کی جائدادیں محفوظ رہیں گی اور اُن کے مذہب اور قوانین میں کوئی مداخلت نہ ہوگی۔ مسلمان ان لوگوں کو از رو تحقیر "مدجلین" کہتے تھے۔ یہ لفظ "دجل" سے مشتق ہے اور "دجّال" (مسیح کذاب) اسی سے نکلا ہے۔ جو قیدی کہ غلام بنا لئے جاتے تھے، وہ رفاہ عام کے متعلق کام کر کے آزادی حاصل کر سکتے تھے۔ اصطباغ پانے سے آزادی نہیں مل سکتی تھی۔ ہاں البتہ اگر کسی غلام کا آقا مسلمان یا یہودی ہوتا تھا تو وہ غلام عیسائی بن کر غلام نہیں رہ سکتا تھا۔ کسی کو جبر عیسائی بنانے کی اجازت نہ تھی؛ ترغیب اور افہام و تفہیم کا مضائقہ نہ تھا۔ جو شخص کہ عیسائی ہو جاتا تھا اس کو پرانے عیسائیوں کے حقوق حاصل ہو جاتے تھے؛ البتہ اُس کو کلیسا میں مذہبی پیشوا کے عہدے نہیں دئے جاتے تھے۔ حکم تھا کہ نو عیسائیوں کی تحقیر نہ کی جائے، بلکہ احترام کیا جائے*۔

مسامحت جو اس طرح قومی پالیسی کی جزو بن گئی تھی، اس وجہ سے اور بھی مضبوط ہو گئی کہ عیسائی بادشاہ اپنے ہمسایہ مسلمان بادشاہوں سے آئے دن اتحاد کرتے اور ان سے

---

* مسلمان غلام بیشتر ذہین و طباع ہوتے تھے۔ اور اُن کے آقاؤں کو اُن پر بہت اعتماد ہوتا تھا۔ ایک قانون کے موافق یہ حکم تھا کہ اگر کوئی آقا اپنے ان غلاموں سے کسی کو کسی دکان، جہاز یا کسی تجارتی معاملہ میں لگائے تو وہ آقا اُن تمام معاہدات کی پابندی کریگا جو اس سے اس کا غلام کرے۔ قرون وسطیٰ کی حالت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اہالی سپین محنت و مشقت سے جان چرُاتے تھے اور تمام صنعت و حرفت کے اجارہ دار یہودی اور مسلمان ہی بنے ہوئے تھے۔ (مصنف)

اپنی خانہ جنگیوں میں مدد لیتے رہتے تھے کہیں بغاوت کرانے یا اس کے رفع کرنے کے لئے غیر عیسائیوں سے مدد لینے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا جاتا تھا۔ جب ۱۲۷۰ء میں الفانسو دہم نے پرتگال کو لیون کی باجگزاری سے آزاد کر کے لوگوں کو بیدل کیا ہے تو اُس کے بھائی 'ان فنٹی فلپ' نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر بہت سے قوی لوگوں کے ساتھ سازش کی۔ ان لوگوں کی نگاہ سب سے پہلے ابو یوسف بادشاہ مراکش کی طرف گئی اور انہوں نے بڑی خوشی کے ساتھ فلپ کو مدد دینے کا وعدہ کر لیا۔ قشتالہ کے مذہبی پیشواؤں نے اس تحریک میں اپنے اقتدار سے مدد دی۔ سازش کرنے والوں نے اپنا مستقر غرناطہ کو قرار دیا اور مسلمانان افریقیہ و اندلس کے ساتھ ایک تباہ کن جنگ کا احتمال تھا۔ مگر ملکہ ویلوینٹی بر روئے کار آئیں اور باغی امراء کو بہت سی رعائتیں دیکر گویا خرید لیا۔ اس واقعہ کے بارہ برس بعد جب سینکوال بریود نے تمام امرائے باستثناء والی کالٹروا اور تمام شہروں باستثناء اشبیلیہ سے مدد لیکر اپنے باپ الفانسو سے بغاوت کی ہے تو الفانسو نے یہ دیکھ کر کہ وہ بے یار و مددگار رہ گئے ہیں اپنا تاج سلطان ابو یوسف کے پاس گرو رکھ دیا تھا سلطان نے فوراً ساٹھ ہزار دینار الفانسو کو بھیج دئے اور خود بہت بڑی جمعیت لے کر اُن کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ سینکو نے سلطنت غرناطہ کے ساتھ اتحاد کر لیا تھا۔ اس موقع پر جو لڑائی ہوئی اُس میں ہر دو فریق میں عیسائی اور مسلمان ملے جلے ہوئے تھے۔ یہ لڑائی الفانسو کے مرنے تک برابر جاری رہی۔ ایسی بلکہ اس سے بھی بڑے پیمانے کی مثالیں بہت سی بیان کی جا سکتی ہیں۔ مگر ایک چھوٹا سا واقعہ اُس زمانہ کے عیسائیوں کے جذبات کو زیادہ اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ ۱۲۹۹ء میں مذہبی فوج سین ٹیاگو کے اُمراء نے اپنے فرقہ کے چند قلعوں پر جو مسلمانوں کی سرحد پر واقع تھے قبضہ کر لیا اور اُن میں مسلمانوں کی فوج کو بھر دیا اور اپنے پیشوا اور مجلس کو یہ دھمکی دی کہ اگر بعض چیزوں کو دواماً اُن کے قبضہ میں

نہ دے دیا جائیگا تو وہ قلعے دشمنوں کے حوالے کر دئے جائینگے۔ اُن کی شرائط مان لی گئیں،
اراضی متنازعہ پر اُن اُمرا کا قبضہ کرا دیا گیا اور از رُوے قانون یہ یقین دلایا گیا کہ اُن کا
قبضہ دائمی رہیگا۔ باوجود اس کے پوپ بونی فیس ہشتم سے شکایت کی گئی۔ انہوں نے اسقف
طلیطلہ کو حکم دیا کہ وہ اراضی بروۓ اختیارات کلیسای فوراً مالکان اصلی کو دلادی جائیں۔
حقیقت یہ ہے کہ کلیسا ہمیشہ اس بات سے ناراض رہا کہ الفانسو ششم نے نہایت بے
پروائی کے ساتھ اپنے لئے "دو دینوں (یا دو تہذیبوں) کا بادشاہ" خطاب تجویز کیا ہے۔
اُس نے اس سے اپنا اطمینان کر لیا کہ وہ اپنی مسلمان رعایا کو امن کے ساتھ اپنے مراسم
مذہبی ادا کرنے دیگی۔ ۱۲۱۲ء میں جب الفانسو نہم نے صلیبی سپاہیوں کی ایک جمعیت کے
کرلاتوس ڈی ٹولوسا کی جنگ میں فتح پائی ہے اور وہ اُبیڈا کی طرف بڑھے ہیں تو انہوں نے
پایا کہ ستر ہزار مسلمانوں نے وہاں پناہ لی ہے۔ اُن تمام مسلمانوں نے مدجلین میں شامل ہونا
اور دس لاکھ اشرفی فدیہ دینا منظور کر لیا۔ الفانسو نے ان شرائط کو منظور کر لیا، لیکن صلیبی
سپاہیوں کے پادریوں کے افسر راڈریگو آف ٹولیڈو اور ارناڈ آف ناربون، نے اُن کو مجبور
کیا کہ وہ اپنی منظوری کو منسوخ کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ مزید گفتگو وشنود کے بعد تمام
مسلمانوں کو قتل کرا دیا گیا، صرف وہی لوگ باقی رکھے گئے جن کو غلام بنالیا گیا تھا۔ اسی
طرح پوپ انوسینٹ چہارم نے ۱۲۴۸ء میں جیم اول، شاہ ارغون، کو حکم دیا کہ کسی مسلمان
کو، سواء غلاموں کے جزائر بلیارک میں، جن کو انہوں نے ۱۲۲۹ء میں فتح کیا تھا، نہ رہنے
دیں۔ امید نہیں پڑتی کہ جیم اول نے اس حکم کی تعمیل کی ہو۔ کیونکہ جب ۱۲۳۸ء میں شاہ جیم
نے بلنسیہ کا اپنے مقبوضات میں اضافہ کیا تو انہوں نے وہاں مسلمانوں کو بحیثیت مدجلین
رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ ۱۲۶۶ء میں پوپ کلیمنٹ نے پھر اس ادعا کا اعادہ کیا اور
ایک حکم کے ذریعے سے جیم کو ترغیب دلائی کہ تمام مسلمانوں کو قلمرو ارغون سے جلا وطن کر دیں۔
جناب پوپ نے جیم سے کہا کہ اگر دُنیاوی فائدے کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے احکام الٰہی

کی خلاف ورزی کو اور زیادہ عرصہ تک اپنی سلطنت میں جاری رکھا تو اُن کی شہرت کو سخت نقصان پہنچیگا اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے میل سے جو اولاد ہوگی اُس کا تعدیہ تمام دنیائے مسیحی میں پھیلیگا۔ اور اگر وہ اُن کو نکال دینگے تو گویا اپنے بدخواہوں کا مُنہ بند کرینگے اور اُس عہد کو پُورا کرینگے جو خدائے تعالیٰ سے وہ کر چکے ہیں نیز اُن کا ہوش مذہبی بھی ظاہر ہو جائیگا۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ جیم نے کلیسا کے محاصل کا ایک عشر حاصل کرنے کے عوض میں پوپ سے یہ عہد کر لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے یہاں سے نکال دینگے۔ لیکن وہ اتنی دنیوی عقل رکھتے تھے، کہ وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ ۱۲۷۵ء میں انہوں نے اور مسلمان آبادکاروں کو اس وعدے پر اپنے یہاں بُلا کر آباد کر لیا کہ ایک سال کا لگان اُن کو معاف کر دیا جائیگا۔ لیکن ۱۲۷۶ء میں جب وہ اپنے بستر مرگ پر پڑے تھے تو کچھ مسلمانوں کی بغاوت سے متاثر ہو کر، اور کچھ خود اپنے میلان مذہبی کے جوش سے اُنہوں نے اپنے بیٹے پیڈرو کو وصیت کی کہ پوپ کے حکم کی تعمیل کریں۔ جو وصیت نامہ انہوں نے لکھا تھا اُس میں پھر یہی تاکید کی تھی۔ لیکن بیٹا باپ سے بھی زیادہ عقیل و فہیم نکلا، اس لئے اُس نے اس پر عمل نہیں کیا۔*

فی الحقیقت پوپ کے حکم کی تعمیل سلطنت کی صلاح و فلاح کے لئے نقصان رساں تھی، اور اسی لئے ایک حکمران اس سے گھبراتا تھا۔ باستثناء اس کے کہ مدجلین فوجی خدمت کے ناقابل تھے، وہ رعایا بھر میں سب سے زیادہ قیمتی اور قابل قدر تھے اور جنگ کے موقع پر اُن کی خدمات سے بھی فائدہ اُٹھایا جاتا اور اُن پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب پیڈرو ۱۲۸۳ء میں فلپ لی ہارڈی کے مقابلے کے لئے فوجیں جمع کر رہے تھے تو اُنہوں نے اپنے وفادار مسلمانان بلنسیہ سے اپنی جمعیت کو تقویت دی تھی اور ۱۲۸۵ء

* کہا جاتا ہے کہ جب جیم نے بلنسیہ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے تو اس نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ کسی مسلمان کو وہاں باقی نہ رہنے دینگے۔ (مصنف)

میں پرتگال کے مقابلہ کے لئے مسلمانانِ مرسیہ کی ہر جمعیت سے ایک تعداد مقررہ میں سپاہی لئے تھے۔ اس کے علاوہ ملک کی دولتمندی کا انحصار زیادہ تر اُن کی صنعت و حرفت پر تھا سلطنت کے اور ذرائع آمدنی اتنے معتبر نہ تھے جتنے کہ مدجلین کے واجب الادا لگان و محاصل۔ جتنے کہ یہ محاصل جاگیرات و مہر وغیرہ کے لئے سب سے زیادہ قابل اعتماد ضمانت تھے۔ ان ہی پر پادریوں اور جماعتہاء مذہبی کی آمدنیوں کا انحصار تھا۔ اُن اُمراء کے لئے تو اُن کا وجود لابدی تھا جن کی یہ لوگ رعایا تھے کیونکہ فن زراعت میں یہ فرقہ بہت بڑا ماہر تھا اور محنت سے تھکنا جانتا ہی نہ تھا۔ اُن کی یہ خصوصیات علوم و فنون کی ہر شاخ اور صنعت و حرفت کے ہر شعبہ میں ظاہر ہوتی تھیں۔ فن طب میں وہ یہودیوں کے ہمسر سمجھے جاتے تھے۔ ۱۳۲۵ء میں جب تعداد فرقہ سینٹیا گو نے نیوسٹرا سے نورا ڈی یوکلس کا* گرجا بنایا گیا ہے تو انھوں نے مسلمان معمار اور دیندار عیسائی سنگ تراشوں کو جمع کر کے اس کی عمارت کو مکمل کرایا تھا۔ فن جہاز سازی میں بھی وہ کسی سے کم نہ تھے۔ چنانچہ کتلان کی جو بحری طاقت بحر رُوم میں تھی وہ ان ہی لوگوں کی محنت و مشقت کی شرمندۂ احسان تھی۔ اُن کا وہ حیرت انگیز طریقۂ آبپاشی جس کے ذریعہ سے اُنھوں نے بلنسیہ کو یورپ کا سرسبز باغ بنا دیا تھا، اب بھی اپنی وسعت اور منصفانہ تقسیم آب کے ساتھ موجود ہے۔ اُن ہی نے ملک میں شکر، رُوئی اور چاول کی کاشت شروع کی حتے کہ زمین کا ذرا سا گوشہ بھی ایسا باقی نہ رہا جس کو اُن کے کسی طرح نہ تھکنے والے دست و بازو نے تردد سے سینچ دیا ہو۔ ان ہی کی بدولت ریشم کے کیڑے ملک میں آئے اور اس صنعت کو ترقی ہوئی۔ شریعت اسلامی کے موافق محنت و مشقت دینی فرض ہے۔ اس کی تعمیل حرفاً حرفاً یہاں کے مسلمانوں نے کی۔ دُنیا کا کوئی کام ایسا نہ تھا کہ جس میں ہر گھر اور ہر خاندان کا ہر فرد مددگار نہ ہوتا ہو۔ کلوں کے ایجاد و استعمال میں کوئی شخص یا کوئی قوم اُن کی برابری نہیں

---

* Nuestra Senora de ucles

کر سکتی تھی۔ ملاغہ کے مٹی کے برتن وغیرہ، مرسیہ کے کپڑے، المیریا اور غرناطہ کے ریشمی پارچات، قرطبہ کے چرمی پردے وغیرہ، طلیطلہ کے ہتھیار ہر جگہ مشہور تھے؛ ممالک غیر میں اُن کی بڑی قیمت پڑتی تھی، اور تاجران اشیاء سے بڑا نفع اُٹھاتے تھے۔ اس تجارت کو اس لئے اور بھی زیادہ فروغ ہوا کہ ان لوگوں کی دیانت و امانت، اور اُن کے عہد کا دُور و نزدیک وثوق تھا۔ یہاں تک کہ یہ ایک ضرب المثل ہو گئی تھی کہ "باشندۂ غرناطہ کا قول و قرار اور باشندۂ قشتالہ کے عقاید مذہبی اگر ایک شخص میں جمع ہو جائیں تو وہ سچا عیسائی بنتا ہے"۔ ہرنینڈو ڈی ٹلاویرا (غرناطہ کے مقدس اسقف اعظم) ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ "اُن کو ہمارا مذہب اور ہم کو اُن کے عادات و اخلاق اختیار کر لینے چاہئیں"۔ وہ کھانے پینے میں اعتدال کو ملحوظ رکھتے تھے اور خرچ و معاملات میں نہایت سلامت رو تھے۔ اُن کی شادیاں نوعمری ہی میں ہو جاتی تھیں۔ لڑکیاں گیارہ برس کی اور لڑکے بارہ برس کی عمر میں بیاہ دئے جاتے تھے؛ کیونکہ ایک پلنگ اور دس روپیہ کافی جہیز سمجھا جاتا تھا۔ اُن میں سے بھیک مانگنے والا ایک بھی نظر نہ آتا تھا؛ کیونکہ وہ اپنی قوم کے غربا و یتامیٰ کی نہایت شوق سے خبر گیری کرتے تھے۔ وہ اپنے مناقشات کو آپس ہی میں طے کر لیتے تھے؛ کیونکہ وہ اس کو خلاف شرع سمجھتے تھے کہ ایک مسلمان دوسرے کے اوپر کسی عیسائی عدالت میں نالش کرے۔ مختصر یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ تھے کہ کسی ملک کے آدمی اُن سے بہتر ہو نہیں سکتے؛ اوراق مابعد میں ہم کو یہ ظاہر کرنے کا موقع ملیگا کہ اُن اوصاف حسنہ کو، ایک عجیب ناراستی و کجروی سے، مسیحی ایذا دہندگان نے مسلمانوں کے برخلاف الزامات کی شکل میں تبدیل کر دیا۔

جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اُس پر غور کرنے سے یہ قیاس لگانے میں آسانی ہوگی کہ اس صفات کی رعایا کو اگر اُن کے درشت خو فاتحین بتدریج اپنے ساتھ مل جانے دیتے، اور دوستانہ سلوک سے اُن کے مذہب پر بھی فتح پا لیتے، تو آج ملک سپین کی کیا حالت ہوتی، اور وہ کتنا فلاح یافتہ ہوتا۔ مگر قرون وسطیٰ کے ایک دیندار مسیحی کو غیر مسیحی سے دوستانہ تعلقات رکھنے ایسے

ہی تھے جیسے کہ خود مسیح (علیہ السلام) کا انکار کرنا۔ کوئی غیر مسیحی بجبر عیسائی نہیں بنایا جا سکتا تھا۔
مگر یہ فرض عین تھا کہ اُس پر ایسا بار ڈالا جائے کہ اُس کو سوا اس کے چارہ نہ رہے کہ وہ اصطباغ
لے لے۔ سپین کی جو یہ پالیسی تھی کہ مسامحت و استمالت سے کام لیا جائے۔ روم میں اس کی
نہایت شد و مد سے مخالفت کی جاتی تھی؛ اور یہ کوشش کی جاتی تھی کہ جہاں تک ہو سکے دونو
(مسلمان اور عیسائی) اقوام کو ایک دُوسرے سے علیٰحدہ رکھا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ
ذلیل کُن خوف لگا رہتا تھا کہ ان دونوں کے خلا ملا سے مذہب مسیحی بجائے کچھ حاصل کرنے کے اپنی
گرہ سے بہت کچھ کھو دیگا۔ یہاں تک کہ معمولی تجارتی تعلقات، جن کی از روئے قانون سپین اجازت
تھی، اچھی نظر سے نہ دیکھے جاتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۲۵۰ء میں فرقہ آرڈر آف سنیٹیاگو نے پوپ
انوسینٹ چہارم کو یہ درخواست دی کہ اُن کے پاس بہت سے مسلمان مزارعین ہیں؛ ان کے
ساتھ بیع و شرا کی اجازت دی جائے۔ اس پر جناب پوپ نے اُن کو اجازت دے دی تھی۔
دونوں اقوام کو ایک دُوسرے سے جُدا رکھنے کی ایک اَور تدبیر جس پر کلیسا ہمیشہ زور دیتا رہا
ہے، وہ تھی جو لیٹیرون* کی کونسل نے سنہ ۱۲۱۶ء میں نکالی تھی؛ یعنی تمام یہودی اور مسلمان ایک خاص
قسم کا لباس پہنیں اور بِلّا لگائے رہیں۔ یہ ذلیل کُن ہی نہ تھا بلکہ خوفناک بھی تھا کیونکہ جو شخص یہ
لباس پہنے یا یہ بِلّا لگائے ہوتا اس کی ہر وقت توہین اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جا سکتی تھی؛
خاص کر اُن مسافروں کی حالتیں جنہیں بحیثیت تاجر یا خچربان کے ایسے راستوں سے گزرنا پڑتا
تھا جو غیر محفوظ مشہور تھے۔ اس قانون مجریہ پوپ کے نفاذ کے متعلق کلیسا اور بادشاہان
سپین کے درمیان سخت اور طویل کشاکش ہوئی۔ انجام کار سنہ ۱۳۰۰ء میں ارغون میں اس
ضمن میں کچھ کوشش شروع ہوئی، اور ایک فرمان جاری ہُوا جس کے موافق مدجلین کو ایک
خاص قسم کے بال رکھنے پڑتے تھے۔ اور قشتالہ میں سنہ ۱۳۷۱ء میں کورٹس آف ٹورو نے ہینری ثانی
سے حکم نکلوایا کہ تمام یہودی اور مسلمان ایک بِلّا لگائے رہیں۔ لیکن اس کی کسی نے پوری تعمیل

---

* Lateran [illegible]

نہیں کی، اس لئے کئی بار اس حکم کی طرف توجہ دلانی پڑی۔ بہرحال حکم آخر حکم تھا، جب اس کا پوری طرح نفاذ ہُوا تو کہا جاتا ہے کہ اس کا یہ نتیجہ ہُوا کہ شوارع عام پر بے تعداد آدمی قتل کیئے گئے۔

کلیسا رفتہ رفتہ جذبات غیر مسامحت کے اُبھارنے میں کامیاب تو ہو گیا مگر اُس کی رفتار ترقی بہت ہی دھیمی رہی۔ ۱۳۱۲ء میں کونسل آف وین* نے یہ شکایت کی کہ جو مسلمان عیسائی ملوں کے علاقے میں رہتے ہیں اُن کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے مقتدایان دینی کا اتباع کریں، مسجدوں کی میناروں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام (مبارک) باواز بلند پکاریں اور حضوؐر کی تعریفیں کریں، اس کے علاوہ اُن کو یہ بھی اجازت ہے کہ وہ ایک شخص کی قبر پر جمع ہوں جس کو وہ ولی سمجھتے ہیں۔ کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ جن کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ چنانچہ اُس نے بادشاہان مسیحی کو حکم دیا کہ اُن دونوں باتوں کو روک دیں اور اُن سے صاف کہ دیا گیا کہ یا تو وہ ایسا کر کے نجات اُخروی حاصل کر لیں، یا ایسی سزا کے لئے تیار رہیں جو اوروں کے لئے باعث عبرت ہو گی۔ یہ حکم بالخصوص بادشاہان سپین کو دیا گیا مگر انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی۔ ۱۳۲۹ء میں طرکونہ کی کونسل نے یہ شکایت کی کہ یہ بادشاہ اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ اس پر ایک تہدیدی حکم ان بادشاہوں کو دیا گیا کہ یا تو دو مہینے کے اندر اس کی تعمیل کی جائے ورنہ وہ کلیسا سے خارج کر دئے جائیں گے۔ اور اُن کو مردُود قرار دیا جائیگا۔ اس تنبیہ و تہدید کا بھی کچھ اثر نہ ہُوا۔ آخر ایک صدی کے بعد ۱۴۲۹ء میں طرطوشہ کی کونسل نے شاہ ارغون کے تمام پادریوں اور اُمرا کی خوشامد کی اور خدا کا واسطہ دیا کہ حکم متذکرہ بالا اور احکام متصدرہ دیگر کونسلہاء پر عمل کریں جن سے دین مسیحی کی علوشان ہوا اور یہودیوں اور مسلمانوں کی ذلت۔ نیز اُن کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اُن کی رعایا سختی کے ساتھ ان احکام کی پابندی کرے۔ بصورت خلاف ورزی یہ بادشاہ غضب الٰہی اور اس سے بھی زیادہ

---

* Council of Vienne.

غضب پوپ سے نہیں بچ سکتے۔ یہ حربہ بھی بے اثر رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ فخر تو فرڈی نینڈ اور ازابیلا ہی کے لئے محفوظ تھا۔ چنانچہ ۱۴۸۲ء کے قریب ان دونوں نے کونسل آف وین کے احکام کی اس شدت کے ساتھ تعمیل کرائی کہ قسطنطنیہ سے اُن کو تہدید کرائی گئی۔

کونسل آف وین نے ایک اور قانون بھی نکالا تھا، جو سپین کے یہودیوں کی مراعات کے خلاف تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سپین کے جو اُسقف اس کونسل میں شامل تھے اُن پر ان جذبات کا بڑا اثر پڑا ہوگا، جو اُن کے ہمسر پادریوں کے تھے، اور بلاشبہ اُن کو یہ سمجھایا گیا ہوگا کہ سپین کی مسامحت کو ہر جگہ بہت بُری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سپین کا کلیسا اب تک آزاد تھا، مگر اب اُس کے تعلقات دیگر ممالک مسیحی کے ساتھ شروع ہونے لگے تھے، اور اس نے وہ جذبات مسامحت جس سے سپین مُمیز تھا، چھوڑنے شروع کر دئے تھے۔ مگر ابھی تک اُس کی تمام کوششوں کا رُخ زیادہ تر یہودیوں ہی کے برخلاف رہا۔ حالانکہ بغیر کد و رعایت اصل کوشش اس امر کی تھی کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے خلاف عام نفرت پھیل جائے اور یہ غیر مسیحی آدمی عیسائیوں کے گرجاؤں میں نہ آئیں، اور عیسائی اُن کی شادیوں اور عیدوں میں شریک نہ ہوں۔ علاوہ ازیں ۱۳۳۷ء میں ہی اس پالیسی کی تجویز اور شروعات ہو چکی تھیں کہ غیر مسیحی رعایا کو ملک بدر کر دیا جائے۔ یہ ترکیب آرنلڈ، اُسقف طرکونہ کو سوجھی تھی، اور ان ہی نے پوپ بے نے ڈکٹ دوازدہم کو، بہ الحاح وزاری لکھا تھا کہ وہ بادشاہ ارغون کو حکم دیں کہ ان لوگوں کو حکماً نکال دیا جائے۔ اُسقف مذکور نے دلیل میں یہ پیش کیا تھا کہ اس جلاوطنی کے خلاف جتنے عذرات ہوسکتے ہیں اُن کی تردید ایبٹ (راہب) آف پوبلٹ نے اس طرح کر دی ہے کہ انہوں نے مدجلین کو اُن علاقوں سے نکال دیا ہے جو اُن کے دیر کے زیر انتظام تھے، اور آمدنی میں کسی طرح کی کمی نہیں آئی۔ اُمرا اگر اس معاملہ میں مخالفت کریں تو اس کے دفعیہ کی یہ تدبیر ہوسکتی ہے کہ اُن کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ مسلمانوں کی ذات اور مال کو اس بنا

× Abbot of Poblet

پر فروخت کر ڈالیں کہ وہ ملک کے دشمن اور غیر مسیحی ہیں؛ اور اُن کا زرِ ثمن سلطنت کی حمایت وحفاظت میں خرچ کردیا جائے۔ یہ تجویز ظاہر ہے کہ خلاف انسانیت تھی؛ مگر آگے چل کر یہ معلوم ہوگا کہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں کلیسا نے اپنے اختیارات کے مواقق سرکاری طور سے اس کی منظوری دیدی تھی۔

شُدہ شُدہ اہالی کلیسا کے یہ متواتر دباؤ حکمرانوں پر موثر ہونے لگے؛ اور یہ مہلک پالیسی اختیار کی گئی کہ جہاں تک ہوسکے اقوام کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے؛ اور اُن کے آپس میں جو تعلقات اور آمدو شد تھے اُس کو انتہا کی پرلے آیا جائے۔ مجالس نوابان سپین منعقدہ ۱۳۸۵ء و ۱۳۸۶ء میں ایک قانون وضع کیا گیا؛ اور کونسل پے لینشیا نے ۱۳۸۸ء میں ایک حکم دینی نکالا؛ کہ جو شخص کہ یہودیوں اور مسلمانوں سے بے ضرورت گفتگو کریگا وہ سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہوگا؛ اور ان دونوں پر یہ فرض عاید کیا گیا کہ اگر کہیں عشاء ربانی لےجایا جاتا ہو؛ اور یہ لوگ راستہ میں مل جائیں؛ تو فوراً گھٹنا ٹیک کر کھڑے ہو جائیں (جو بمنزلہ سجدہ کرنے کے ہے) نیز یہ کہ یہ دونوں قومیں عیسائیوں کے تیوہاروں کا احترام کریں؛ اور اُس روز کوئی کام نہ کریں؛ بلکہ تعطیل رکھیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حکم ہُوا کہ یہ لوگ نہ سرکاری عملہ میں ملازم رکھے جائیں؛ نہ محصل مقرر کئے جائیں جیسا کہ پہلے بھی کئی مرتبہ ہوچکا تھا؛ اس پُرانی رسم کی پھر تجدید کی گئی کہ شہروں میں ہر ایک فرقہ کے الگ محلہ ہوں؛ جو مسلمانوں اور یہودیوں سے منسوب ہوں۔ اس رسم کی سختی کے ساتھ پابندی کرائی گئی اور یہ حکم ناطق* قرار دیا گیا؛ چنانچہ ۱۴۱۲ء کے قانون انسدادی میں اس معاملہ کو ایک ممتاز جگہ دی گئی ہے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے محلہ ہر شہر

---

* واضح رہے کہ اس معاملہ میں جو کارروائی ہوئی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بمقابلہ مسلمانوں کے اس وقت یہودیوں سے بہت ہی زیادہ دشمنی کا اظہار کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ موخرالذکر روپیہ کا لین دین کرتے تھے اور بے حد سود لیتے تھے؛ اس کے علاوہ وہ لگان اور ہر طرح کے ٹیکس وصول کرنے پر بھی مقرر کئے جاتے تھے۔ (مصنف)

میں بنائے گئے، عیسائیوں کے محلے سے اُن کو علیحدہ رکھنے کے لئے اُن کے گرد فصیل بنا دی گئی، اور اُن میں آمد و برآمد کے لئے صرف ایک ہی دروازہ رکھا گیا، یہ حکم دیا گیا کہ جو شخص آٹھ روز کے اندر اندر ان محلوں میں جا کر آباد نہ ہو اُس کی کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ ضبط کر لی جائے اور اگر بادشاہ چاہے تو اُس کو جسمانی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ دُوسری طرف یہ حکم دیا گیا کہ اگر کوئی عیسائی عورت ان محلوں میں جائے تو اُسے سخت ترین سزا دی جائیگی۔ قانون کا وضع کر دینا آسان ہے، مگر اُس کا نفاذ اور تعمیل مشکل ہے۔ ۱۴۸۰ء میں ازابیلا اور فرڈی نینڈ نے یہ بیان کیا کہ اس قانون کی طرف سے سخت غفلت کی گئی ہے، اسی لئے انھوں نے اس کی تجدید کی، دو برس کی میعاد دی گئی جس کے اندر اندر یہودیوں اور مسلمانوں کو وہاں جا کر آباد ہو جانا چاہئے، اگر وہ میعاد مقررہ کے بعد بھی اس حکم کی تعمیل نہ کریں تو انہیں مقرر سزا دی جائے۔ یہ بھی حکم تھا کہ کوئی عیسائیہ کبھی اس محلہ میں نظر نہ آئے۔ فرڈی نینڈ اور ازابیلا کے وضع کردہ قوانین و احکام سے نہ غفلت ہو سکتی تھی نہ رُوگردانی کیونکہ وہ اپنی طبیعی و معمولی شدت کے ساتھ اُن کی تعمیل کرایا کرتے تھے۔

ان تمام قوانین میں یہودیوں اور مسلمانوں دونوں کا نام تھا، مگر پادریوں کو بہ لحاظ یہودیوں سے زیادہ نفرت و عداوت تھی، اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ عوام الناس کو بھی ان ہی سے زیادہ ضد اور بغض ہو، خاص کر اس لئے کہ یہ لوگ سُود در سُود لیا کرتے تھے اور بحیثیت محصلین بہت سختی کرتے تھے۔ یہ خیال کہ محصلین کے برخلاف دشمنی پھیلانا مشکل کام تھا، اُس نہایت خوفناک قتل عام سے ثابت ہوتا ہے جو ۱۳۹۱ء میں فیرن× مارٹی نیز اسقف اسےسیجا کرانے میں کامیاب ہُوا۔ اس شخص کی آتش فشان تقریروں کے مواد یہودی ہی تھے، چنانچہ جون سے لے کر ستمبر تک تین مہینوں کے اندر قشتالہ اور ارغون کے شہروں کے یہودی محلوں میں قتل و غارت کا بازار گرم رہا، صرف وہی لوگ محفوظ رہ سکے جنھوں نے اس گرما گرمی میں اصطباغ لے لیا ورنہ

× Ferran Martinez.

کوئی بھی دیہات مسلمانوں کے محلے بچے رہے؛ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عیسائیوں کو اس خوف نے مسلمانوں کے محلوں پر حملہ کرنے سے باز رکھا کہ مبادا بربر میں جو عیسائی ہیں اُن سے یہاں کے مسلمانوں کا انتقام لے لیا جائے×۔ لیکن اس امر کا ثبوت کہ مدجلین اس جوشیانہ مذہبی دیوانگی سے خائف تھے اس سے ملتا ہے کہ اُن میں سے قریباً دس ہزار آدمی اُس بے تعداد گروہ میں شامل ہو گئے جن کو سان والے سینٹ فیرر نے یہودیوں سے عیسائی بنایا تھا۔ یہ شخص اُس خوفناک اختلال کے موقع پر عیسائیوں کی فوج کا مذہبی سرگروہ٭ بنا ہوا تھا۔

اگرچہ مدجلین اس موقع پر قتل و غارت سے بچ گئے مگر اس واقعہ کا اثر اُن کی آیندہ قسمت پر بہت ہی زبون پڑا۔ جو یہودی کہ تعداد کثیر میں بجبر عیسائی بنائے گئے تھے اُن کا سپین کی سوسائٹی میں ایک نیا فرقہ پیدا ہو گیا جو نو عیسائی کہلاتا تھا؛ یہ باور کرنے کی وجہ موجود تھی کہ اُن لوگوں کے نئے عقاید مذہبی مشکوک تھے۔ یہودی رہ کر اُن پر بہت سی پابندیاں تھیں، بہت سے کام وہ نہیں کر سکتے تھے؛ اب یہ قید ٹوٹ گئی۔ تجارت و معاملات کی اُن میں پوری قابلیت تھی ہی چند ہی روز میں وہ اور اُن کی اولاد کلیسا اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہو گئے، جس سے اُن کے ساتھ وہ نفرت و حسد جو پہلے ہی اُن سے کم نہ تھا، اور بھی بڑھ گیا۔ پہلے جو مخالفت و معاندت تھی وہ بربناء مذہب تھی، اب یہ قومی ہو گئی۔ اُدھر ماتحتی لوگوں سے دینی عداوت کا زور ہو گیا اور سپین، جہاں یورپ بھر میں سب سے زیادہ مسامحت روا رکھی جاتی تھی، وہاں اب مذہبی دیوانگی کا وہ جوش ہوا کہ کسی طرح گوارا ہونے کے قابل نہ تھا۔ ان نو عیسائیوں سے بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ اُن گوناگوں رسوم و رواج کو بالکل چھوڑ دیں جو نسلاً بعد نسل سے یہودی ربّی اُن کو سکھلاتے چلے آ رہے تھے۔ جن لوگوں کو کہ

× اب یہ بھی خوف کہیں نہیں رہا۔ مسلمانو! یہ تمہاری کمزوری کا نتیجہ ہے۔ مگر یہ کمزوری کیوں پیدا ہوئی؟ غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ آپ کی کفر گردی کا اس میں بہت زیادہ دخل ہے۔ ہمدردی باہمی کا خون اسی کفر گردی کی گردن پر ہے۔ (مترجم)

٭ میں نے ۱۳۹۱ء کے اس قتل عام کے حالات تفصیل کے ساتھ امریکن ہسٹاریکل ریویو جلد اول صفحہ ۲۰۹ میں لکھے ہیں۔ (مصنف)

کلیسا نے اپنے نزدیک عیسائی بنا لیا تھا، اُن میں یہ رسوم اُن کے ارتداد کا یقینی ثبوت تھا۔ الونزو دی ایس پینا[x] جیسے آتش بار واعظوں کی یہ بتلانے کے لئے کمی نہ تھی کہ ان نو عیسائی مرتد یہودیوں سے اختلاط رکھنے میں سپین کی مسیحیت کو سخت خطرہ ہے کہ کہیں وہ خود ہی یہودی نہ ہو جائے۔ آخر یہ ہوا کہ فرڈی نینڈ اور ازابیلا کو ایک ضرورت ظاہر کے سامنے جھکنا پڑا اور انہوں نے اُس کا صرف یہ علاج کیا کہ ۱۴۸۰ء میں محکمہ احتساب و محنہ قائم کر دیا۔ جو یہودی کہ ابتک عیسائی نہیں ہوئے تھے وہ اس محکمہ کے اختیارات سے اس شرط پر مستثنےٰ رکھے گئے کہ وہ کسی کو بہکائیں نہ مذہب کی بے حرمتی کریں۔ مگر وہ عوام الناس کے خونخوارانہ جوش مذہبی سے تو کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتے تھے جو بظاہر یوماً فیوماً ترقی کر رہا تھا۔ جو قانون کہ ابھی وضع ہوا تھا اس سے اُن کی تشفی نہ ہوئی کیونکہ اُس کے موافق وہ سخت تکالیف اور ناقابلیتوں میں پھنس گئے تھے۔ ان تمام باتوں میں یہ حسد کام کر رہا تھا کہ غیر عیسائی اقوام میں بڑی بڑی استعدادیں کیوں موجود ہیں؟ کیونکہ باوجود ان تمام پابندیوں کے اُن کی محنت و مشقت اور صنعت و حرفت کے نتائج عیسائیوں کو دہشت زدہ کئے ہوئے تھے اور اُن (عیسائیوں) کو ہر وقت مشتعل ہونے کا موقع دیتے تھے۔ ۱۴۵۳ء میں قصبہ ہرو کی مجلس لبت و کشاد نے یہ حکم جاری کیا کہ کوئی عیسائی اپنی جائداد یہودی یا مسلمان کے ہاتھ فروخت نہ کرے۔ اس کے نفاذ کی یہ وجہ بیان کی گئی کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو عیسائیوں کے پاس اتنی زمین باقی نہ رہ جائیگی کہ وہ کاشتکاری کر سکیں کیونکہ مسلمانوں نے بہترین سیر حاصل زمین پر پہلے ہی قبضہ کر رکھا ہے۔ بلاشبہ یہی حسد تھا جس نے کہ ۱۴۶۰ء میں باغی امرا سے شاہ ہنری چہارم کو یہ درخواست دلوائی کہ اُن کی مملکت میں جتنے یہودی اور مسلمان ہیں سب کو جلا وطن کر دیا جائے کیونکہ وہ مذہب کو ناپاک اور اخلاق کو خراب کرتے ہیں۔ اس معاندت میں جو کچھ کمی رہ گئی تھی اُس کو جناب پوپ نے پورا کر دیا۔ پوپ یوجی نی اس چہارم نے ۱۴۴۲ء میں اور نکولس پنجم نے ۱۴۴۷ء میں

x Alonso de Espena.

احکام دینی صادر کئے جس میں سپین کے خوفناک قوانین کا بدترین عنصر موجود تھا۔ پھر پوپ سکسٹس چہارم نے ۳۱ مئی ۱۴۸۴ء کو ایک نیم سرکاری تحریر میں اس سے اظہار ناخوشی کیا کہ سپین، اور بالخصوص اندلشیہ میں احکام متذکرہ صدر کی تعمیل نہیں ہوتی۔ اس لئے انہوں نے تمام حکام و عُمالِ دینی و دُنیاوی کو سختی کے ساتھ حکم دیا کہ اُن دینی احکام کی جو "ملعون" اقوام کے متعلق جاری ہوئے ہیں، فوراً تعمیل کی جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی عوام الناس کی مخالفت کا زیادہ رجحان یہودیوں یا یہودی نوعیسائیوں کی طرف رہا۔ ۱۴۴۹ء اور ۱۴۶۷ء میں طُلیطُلہ میں، ۱۴۷۰ء میں وے لے ڈالڈ اور قرطبہ میں، اور ۱۴۷۳ء میں سپین کے اور شہروں میں خوں فشاں فسادات ہو گئے۔ اُن میں مدجلین سے کچھ سروکار نہیں رکھا گیا یہ صحیح ہے کہ الفانسو ڈی بورجا اسقف بلنسیہ (از ۱۴۲۹ء تا ۱۴۵۵ء) جو پوپ کیلکسٹس سوئم کے لقب سے تخت پاپائی پر بیٹھے، شاہ جُوان ثانی والی ارغون پر یہ زور ڈالتے رہے کہ مدجلین کو صوبہ بلنسیہ سے نکال دیا جائے۔ اسقف مذکور کے ساتھ کارڈینل جُوان ڈی ٹورکومیڈا بھی شریک تھے۔ ان دونوں نے مل کر بادشاہ کے دل پر وہ اثر ڈالا کہ وہ اُن کے مشورہ پر کاربند ہونے کے لئے تیار ہو گئے، یہاں تک کہ مدجلین کے خارج البلد ہونے کی ایک تاریخ بھی مقرر ہو گئی۔ مگر جب انہوں نے اس مسئلہ پر اچھی طرح غور کیا تو اس سے باز رہے۔ لیکن مسلمانوں پر جو بہت بڑی مہربانی کی گئی وہ اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے کہ ۱۴۸۰ء میں ملکہ ازابیلا نے یہ حکم دیا کہ اندلسیہ سے جہاں یہودیوں کی آبادی زیادہ تھی، یہودی جلاوطن کر دئے جائیں؛ البتہ اگر وہ عیسائی ہو جائیں تو اُن کو رہنے دیا جائے۔ ۱۴۸۶ء میں فرڈی نینڈ نے یہی حکم ارغون میں جاری کیا۔ غالباً یہ احکام اس غرض سے جاری کئے گئے تھے کہ کچھ زرنقد یہودیوں کی جائدادیں فروخت کر کے ہاتھ لگ جائیگا، کیونکہ اُن احکام پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ مدجلین کے خلاف جو ایسا ہی حکم جاری نہیں ہوا، ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ پُرانے معاہدات کے موافق وہ محفوظ رہ سکتے تھے۔ اور اگر کوئی حکم اُن کے

خلاف جاری بھی ہوتا تو وہ یہ عذر کر سکتے تھے کہ اُن معاہدات کے موافق اُن کو حقِ توطن حاصل ہے اور اُن کا مذہب کسی قسم کی دست اندازی سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ برخلاف اس کے نہ یہودیوں کو کوئی حق حاصل تھا نہ کوئی رعایت، حتیٰ کہ اُن کا توطن بھی بادشاہِ وقت کی رائے پر منحصر تھا۔ سب سے بڑی مصیبت تو ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں سے غرناطہ کے فتح کرنے کے بعد آئی؛ اس فتح کی خوشی میں یہ خیال آیا کہ یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے؛ چنانچہ نہایت بے انصافی کے ساتھ یکبار ان کو نکال دیا گیا، اور ملک سپین سے کئی لاکھ نہایت ذہین اور جزرس رعایا نکال باہر کر دی گئی*۔

طبیعتِ انسانی کا تناقض شاید اس سے زیادہ کبھی ظاہر نہ ہوا ہوگا کہ ایک طرف تو سپین کے مذہب کو بے غل و غش رکھنے کے لئے یہودیوں کو نکالنے میں فوری جبر و تشدد اختیار کیا جاتا ہے، دوسری طرف فرڈی نینڈ اور ازابیلا سلطنتِ غرناطہ کو بتدریج ۱۴۸۲ء سے لے کر ۱۴۹۲ء تک دس برس کے عرصہ میں لڑ لڑ کر فتح کرتے ہیں۔ معاملہ فتح میں وہی پرانی روائتی تدبیر اختیار کی جاتی ہے، جنگ میں بے انتہا سختی کی جاتی ہے، شہروں پر بزورِ شمشیر قبضہ کیا جاتا ہے، یا وہاں کے باشندوں کو اتنا تنگ کیا جاتا ہے کہ وہ خود ہی اپنے آپ کو اپنے دشمن کے سپرد کر دیں۔ فرڈی نینڈ اور ازابیلا ہر وقت اس پر آمادہ رہتے تھے کہ جو معاہدات کئے جائیں اُن میں نہایت فیاضانہ رعائتیں دی جائیں۔ مسلمان پہلے بادشاہوں کو عُشر ادا کیا کرتے تھے۔ ۱۴۸۵ء میں پوپ سکسٹس چہارم نے یہ حکم دیا کہ یہ عُشر اب اُن کو ادا کیا جائے جس کے یہ معنی تھے کہ گویا ممالکِ مفتوحہ کلیسا کی ملکیت تھی۔ اس حکم کے برخلاف

---

* ۱۴۹۲ء میں جو یہودی سپین سے نکالے گئے ان کی تعداد آٹھ لاکھ یا اس سے کچھ کم بتلائی جاتی ہے۔ آئی سی ڈور لوئب نے عیسائی اور یہودی تحریرات سے سخت کدوکاوش کے بعد یہ تعداد قرار پائی ہے :-

جلاوطن	۱۶۵۰۰۰	(ایک لاکھ پینسٹھ ہزار)
جلاوطنی کے خوف سے عیسائی ہوگئے	۵۰۰۰۰	(پچاس ہزار)
مر گئے	۲۰۰۰۰	(بیس ہزار)
کُل	۲۳۵۰۰۰	(دو لاکھ پینتیس ہزار)

(مصنف)

فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے یہ عذر کیا کہ اگر اس میں مسلمانوں پر زیادہ سختی ہوئی تو وہ ان کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ اس سے زیادہ روپیہ ادا کریں جو وہ اپنے بادشاہوں کو ادا کرتے تھے۔ ہر ایک معاہدہ میں ہمیشہ یہ شرط ہوتی رہی ہے کہ مسلمانوں کو اُس سے زیادہ محاصل ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا جتنا کہ وہ پہلے ادا کرتے رہے ہیں، نیز یہ کہ اگر سلطنت کو یہ عُشر نہ ملا تو پھر کوئی ایسا ذریعہ نہ رہیگا کہ مفتوحہ شہروں میں فوج محافظ رکھی جا سکے۔ ان دونوں نے یہ بھی کہا کہ ارغون اور بلنسیہ میں یہی طے ہوا ہے، اور اسی بنا پر انھوں نے پوپ سکسٹس سے یہ درخواست کی کہ اسی اصول پر غرناطہ میں بھی عمل کیا جائے۔ پوپ نے اس کو مان لیا، اور تمام اہالی کلیسا کے نام حکم جاری کر دیا کہ مسلمانوں کے عُشر پر وہ اپنا دعوی نہ کریں۔ چنانچہ جب ۱۴۸۹ء میں سلطان مصر کی نے پوپ سے یہ شکایت کی کہ غرناطہ کے علاقے کو عیسائی فتح کرتے چلے آ رہے ہیں، اور اس پر توجہ دلائی کہ اُن کی سلطنت میں بہت سے مسیحی رہتے ہیں، جن کا دین بالکل محفوظ ہے اور یہ دھمکی دی کہ اگر جنگ موقوف نہ کی گئی تو وہ مجبور ہو کر اپنی عیسائی رعایا سے اس کا انتقام لینگے۔ اس کا فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے یہ جواب دیا کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی چیزیں کو لینے کی کوشش کر رہے ہیں، نیز یہ کہ جتنے مسلمان اُن کی مملکت میں ہیں اُن کے مذہب اور جان کی پوری حفاظت کی جاتی ہے۔

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ مساحت کا نتیجہ تھا کیونکہ جب موقع آیا تو کوئی خونخواری اُن کی مذہبی دیوانگی سے زیادہ سخت نہ تھی۔ ان ہی دونوں نے جب اگست ۱۴۸۷ء میں مالقہ کو تین مہینہ کے سخت مقابلہ و مقاتلہ کے فتح کیا ہے تو جتنے عیسائی مرتد وہاں ملے سب کو سخت ایذائیں دے دے کر مارا، جتنے تو عیسائی تھے سب کو جلا دیا اور جتنے باشندگان شہر تھے سب کو غلام بنا لیا۔ ملکۂ ازابیلا کے خاص خزانچی ابراھیم یہودی نے بیس ہزار ڈوبلاس* دے کر ساڑھے چار سو یہودیوں کو چھڑوایا۔ رہ گئے مسلمان، ۴ ستمبر کو ایک فرمان شاہی نافذ ہوا کہ وہ صرف

---

* ایک سپینی سکہ تھا۔ اس کا چلن اب نہیں رہا۔ (مترجم)

اس شرط پر چھوڑے جا سکتے ہیں کہ وہ اپنی ذات اور اپنے مال کے عوض تیس ڈوبلاس فی کس ادا کریں۔ اس خون بہا کے ادا کرنے میں نہ عمر کا کوئی لحاظ تھا نہ پیشہ کا جس کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص مستثنے نہ تھا*؛ زر خون بہا کی ادائگی کے لئے اُن کو بطور یرغمال یا ضمانت کچھ آدمی بادشاہ کے پاس بھیجنے پڑے؛ جو لوگ کہ ملک بربر میں جانا چاہتے تھے اُن کو خرچ شاہی پر وہاں پہنچانے کا وعدہ کیا گیا؛ جو باقی رہ گئے اُن کو اجازت تھی کہ سواء صوبہ غرناطہ کے جہاں چاہیں چلے جائیں؛ اور اس غرض کے لئے اُن سے حفاظت اور آزادی کا اقرار کیا گیا۔

جیسے جیسے لڑائی خاتمہ کے قریب آتی جاتی تھی شرائط معاہدہ میں پُرانے معاہدات کی نسبت اور بھی زیادہ فیاضی دکھلائی جاتی تھی۔ ۷ دسمبر ۱۴۸۹ء کو الی پور چینا نے اپنے آپ کو اور المنذورا جیسی اہم وادی اور سیرا ڈی فلابریس کو حوالہ کیا ہے تو وہاں کے باشندوں سے ایک معاہدہ کیا گیا جس کے موافق تمام رعایا، تمام حکام اور فقہاء کو شاہی حفاظت و حمایت میں لے لیا گیا؛ تمام مرجلین جو یہاں کے باشندوں کی کمک کے لئے آئے تھے مع اپنے احمال و اثقال کے آزادی کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں؛ جو مال و متاع یہاں اُن کے ہاتھ آیا تھا اور جسے وہ اپنے ساتھ لے جا رہے تھے اس کا کوئی جائزہ نہیں لیا جائیگا۔ ان میں سے بعض کو ملک بربر تک مع اُن کے دوستوں اور رفیقوں کے مفت پہنچا دیا جائیگا۔ ان کو یہ اجازت ہے کہ جب چاہیں چلے جائیں؛ مسلمانوں کو حاکم دیوانی و فوجداری مقرر کیا گیا۔ اُن کو یہ اختیارات دئے گئے کہ جتنے مقدمات مابین رعایاء شہر اور عیسائیوں کے ہوں اُن سب کی سماعت و فیصلہ کریں۔ بارہ ہزار ریال اُن ایک سو بیس قیدیوں کا خونبہا دینے کا اقرار کیا گیا؛ جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے؛ یہ وعدہ کیا گیا کہ جو لوگ عیسائی ہو کر مسلمان ہو گئے ہیں اُن کو پھر عیسائی ہونے پر مجبور نہ کیا جائیگا؛ یہ اقرار کیا گیا کہ اُن لوگوں سے اُس سے زیادہ ٹیکس نہ لیا جائیگا جتنا کہ وہ بادشاہ غرناطہ کو دیتے تھے؛ اُن کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ اپنے

---

* اس کی تفصیل اخبار الاندلس میں ملاحظہ ہو۔ بقول مسٹر سکاٹ یہ بھی سخت چالاکی اور بے ایمانی تھی۔ (مترجم)

ہی قانون اور اپنے ہی مذہب کے پابند رہیں، اور کتاب و سنت کے موافق اُن کے مقدمات فیصل کئے جائیں؛ اس معاہدہ میں یہ بھی درج تھا کہ اُن کے مکانات میں کوئی شخص بجبر داخل نہیں ہوگا، نہ اُن کا کوئی مکان سپاہیوں کے لئے لیا جائیگا؛ یہ اقرار تھا کہ وہ اپنے گھوڑے اور ہتھیار اپنے قبضہ میں رکھیں، اُن کو خاص قسم کا بِلّا لگانے پر کبھی مجبور نہ کیا جائیگا؛ سب سے آخر یہ کہ اراضی علاقہ قبضہ شاہی سے نکال کر کسی اَور کو نہ دی جائینگی۔ یہ معاہدہ بحلف شدید لکھا گیا تھا، اور اس پر خود بادشاہ مسیحی کے ایمان اور قول کو گواہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اَور معاہدہ ۱۱ فروری ۱۴۹۰ء کو اُس وقت لکھا گیا جب شہر المیریا نے اپنے آپ کو تفویض کیا؛ اسی معاہدہ کی شرائط بعد کو تمام مفتوحہ علاقوں پر حاوی کی گئیں۔ یہ مفصلہ بالا عہد نامہ سے بھی زیادہ فیاضانہ تھا، اس میں، علاوہ اُن شرائط کے جو اُوپر لکھی جا چکی ہیں، نئے مدجلین پر سے بھی وہ بار اُٹھا لئے گئے جو خود اُن کے بادشاہوں نے ڈالے تھے نیز یہ کہ مسلمانوں کی وہ اولاد جو عیسائی عورتوں سے ہو اُسے یہ رعایت دی گئی کہ وہ بارہ برس کی عمر پر پہنچ کر جس مذہب کو چاہیں اختیار کریں؛ کوئی یہودی یا تو عیسائی کبھی اُن پر حاکم نہ بنایا جائیگا؛ کوئی عیسائی کبھی اُن کی جامع مسجدوں میں داخل نہ ہو سکیگا؛ مفرور مسلمان غلام، جو بازا یا وادیش میں آئیگا وہ آزاد سمجھا جائیگا؛ مسلمانوں کے جو غلام ملک بربر میں ہونگے اُن پر آقاؤں کے حق مالکانہ سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائیگا۔ اس معاہدہ میں یہودیوں کو بھی شامل کر لیا گیا تھا؛ وہ بھی مدجلین کے مساوی قرار دئے گئے تھے، بشرطیکہ وہ غرناطہ کے باشندے ہوں، اگر وہ عیسائی ہو کر پھر گئے ہوں تو ایک سال کے اندر یا تو وہ پھر عیسائی ہو جائیں، ورنہ افریقیہ چلے جائیں۔

جو تفصیل معاہدات کے اُوپر بیان ہو چکی ہے اُس سے یہ معلوم ہوگا کہ مفتوحہ مسلمانوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ جو حقوق و مراعات اُن کو اپنے بادشاہوں کی طرف سے حاصل تھے وہ اس سے مستفیض رہینگے لیکن جب غرناطہ کے تفویض ہونے یا ابو عبداللہ کے تخت چھوڑنے اور تمام سرزمین سپین پر عیسائیوں کے قبضہ ہونے کا وقت آیا تو اَور بھی زیادہ رعائتیں عطا فرمائی گئیں۔

یہ معاہدہ بھی جو مورخہ ۲۔ اکتوبر ۱۴۹۱ء سے حلفی تھا، اور تین روز کے بعد لکھا گیا تھا۔ اس کے چالیس روز کے بعد شہر تفویض کیا جانے والا تھا۔ یہ عہدنامہ فرڈی نینڈ، ازابیلا اور ان کے بیٹے، ان فینٹے جوان کی طرف سے تھا اور اس میں اپنی اولاد اور جانشینوں کو بھی پابند کیا گیا تھا، اس میں تمام مسلمانوں کو اپنی معمولی رعایا قرار دیا گیا تھا، جو بادشاہ کی زیر حمایت تھی، اُن کو اپنی اراضی پر قبضہ دائمی دیا گیا، ہر قسم کے جبر و ظلم سے انہیں محفوظ رکھا گیا۔ اور اُن کی وہی عزت و توقیر قائم رکھی گئی جو عام رعایا کی ہوتی ہے۔ اُن کی عادات اور رسم و رواج سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جانے والا تھا، جو لوگ کہ ملک بربری جانے والے تھے اُن کو اجازت تھی کہ وہ اپنی اراضی کو فروخت کر جائیں، یا اپنے مختاروں کے ہاتھ میں چھوڑ جائیں، تین برس کے اندر اندر اگر وہ ملک چھوڑنا چاہیں تو اُن کا خرچ سلطنت کے ذمہ رکھا گیا، اس کے بعد وہ خود اپنا خرچ برداشت کریں۔ اُن کو کبھی خاص قسم کا بلا پہننے کا حکم نہ دیا جائیگا، نہ یہودیوں کو اُن پر کوئی حقوق حاکمانہ دئے جائینگے نہ وہ (یہودی) محصل مقرر کئے جائینگے۔ مساجد پر اُن کا قبضہ برابر رہیگا اور اُن میں کوئی عیسائی داخل نہ ہو سکیگا۔ جن مقدمات میں کہ دونوں فریق مسلمان ہوں اُس کا فیصلہ شرع شریف کے موافق ہوگا، اور جس میں ایک فریق مسلمان اور دوسرا عیسائی ہو، وہ ایسی عدالت میں پیش ہوگا جس میں ایک عیسائیوں کا قاضی ہو، دوسرا مسلمانوں کا۔ عیسائیوں کے جو مسلمان غلام غرناطہ بھاگ آئے ہیں اُن کو پھر واپس لینے کا دعوےٰ نہ کیا جائیگا۔ لگان اس سے زیادہ نہ لگایا جائیگا جو بادشاہان اسلام کو دیا جاتا تھا۔ جو لوگ کہ ملک بربری میں بھاگ گئے تھے اُن کو تین برس کی میعاد واپس آجانے کے لئے دی گئی، وہ اس عرصے کے اندر اگر آجائیں تو اُن تمام رعائتوں سے مستفیض ہو سکینگے۔ اُن کو پوری اجازت تھی کہ ملک بربری نیز تمام مقامات واقعہ قشتالہ و اندلسیہ کے ساتھ تجارت کریں، اُن کو اُس سے زیادہ محصول نہ دینا پڑیگا جو عیسائی ادا کرتے تھے۔ نو مسلم عیسائیوں کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی قولاً یا فعلاً، نہ کی جائیگی، جو عیسائی

عورتیں مسلمانوں کے نکاح میں ہیں اُن کو اختیار ہے کہ جو مذہب چاہیں رکھیں، مسلمان اگر کسی کو نومسلم بنانے کے لئے ترغیب دیں تو اُن کو نہ روکا جائیگا؛ جو مسلمان عورت کسی عیسائی کی محبت کی وجہ سے اپنا دین بدلنا چاہیگی اُس کو ایسا کرنے کی اجازت نہ ہوگی کہ جب تک وہ عیسائی اور مسلمان قاضیوں کے سامنے اپنا بیان نہ دیدے، اگر وہ اپنے ساتھ کوئی چیز لے گئی ہو تو اس سے واپس دلادی جائیگی، اور اس کو سزا دی جائیگی۔ تمام عیسائی قیدی بغیر زرِ فدیہ کے چھوڑ دئے جائینگے، اسی طرح تمام مسلمان قیدی جو قشتالہ اور اندلسیہ میں ہونگے بغیر خونبہا کے آزاد کئے جائینگے۔ مساجد، مدارس اور اوقاف کی آمدنیاں، جمع کر کے فقہا کو دی جائینگی؛ جو گورنر یا حکام نئے بادشاہ مقرر کرینگے، اُن کو حکم دیا جائیگا کہ وہ مسلمانوں سے نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آئیں؛ اگر وہ ایسا نہ کرینگے تو اُن کو وہ سزائیں دی جائینگی جن کے وہ مستحق ہوں۔ ان شرائط سے بھی، جو احتیاط اور تفصیل کے ساتھ مرتب کی گئی تھیں، مسلمانوں کو پوری تسلی نہیں ہوئی۔ اس پر فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے ۲۹ نومبر کو ایک اور عہد نامہ لکھا اور اس میں خدا کی قسم کھائی کہ تمام مسلمانوں کو اپنی زمینوں پر کام کرنے، یا تمام مملکت سپین میں اپنے نفع کے لئے کاروبار کرنے کی پوری آزادی رہیگی۔ وہ اپنے مراسم مذہبی آزادی کے ساتھ ادا کر سکینگے، مساجد حسب دستور سابق اُن کے قبضہ میں رہینگی، جو لوگ اپنی جائداد فروخت کر کے بربری جانا چاہینگے اُن کو اجازت ہوگی +

ان کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے کس احتیاط کے ساتھ اپنی دینی آزادی کو قائم رکھا اور کیتھولک بادشاہوں (فرڈی نینڈ اور ازابیلا) نے حقوق مذہبی کو حقوق ملکی کے کس قدر ماتحت کر دیا۔ اگر ان معاہدات پر پوری طرح عمل کیا جاتا اور ان کا نقض نہ کیا جاتا تو ملک سپین کا مستقبل موجودہ حالت سے بالکل جدا گانہ ہوتا؛ مسلمانوں اور عیسائیوں میں ربط وضبط دوستانہ بڑھ جاتا اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کا دین خود بخود اُس ملک سے مفقود ہو جاتا۔ چونکہ یہ لوگ فنون صلح وجنگ میں بہت بڑے ماہر تھے، اور عیسائیوں پر اس خصوص میں ہر طرح کا تفوق رکھتے تھے، سلطنت

سپین کی دولت و شوکت کو قیام و دوام ہوتا لیکن یہ بات تو اُس زمانہ کے خیالات و جذبات کے بالکل خلاف تھی، دینی جنون اور لالچ ظلم و تشدد کا باعث ہوگئے اور قشتالی غرور نے مسلمانوں کی وہ اہانت کی جو سخت ہی تلخ تھی۔ دونوں اقوام کی کشیدگی مغائرت یوماً فیوماً بڑھتی اور اُن کے درمیان جو خلیج تھی وہ دن بہ دن ناقابل عبور بنتی چلی گئی، یہاں تک کہ حالت ناقابل برداشت ہوگئی اور اس مرض کا جو کچھ علاج کیا گیا اُس نے سپین کے صلاح و فلاح کو والنگ کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً تو یہ نیت رہی کہ ان معاہدات کی ایمانداری اور نیک نیتی کے ساتھ پابندی کی جائے۔ چنانچہ جب فرڈی نینڈ اور ازابیلا غرناطہ سے جاتے ہوئے یہ ہدایت کرتے گئے کہ ان معاہدات کی پابندی میں رفق و ملاطفت کو ملحوظ رکھا جائے اور مصالحت و مسالمت اور عیسائی اور مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کو نصب العین بنایا جائے۔ اینگو لوپیز* ڈی مینڈوزا کاونٹ آف ٹینڈلا (جو بعد میں مارکوئیس آف مدجلین ہوئے) کو گورنر مقرر کیا گیا، اور اُن کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ اسی پالیسی پر کاربند رہیں۔ جو مسلمان کہ بربری جانا چاہتے تھے اُن کے لئے فوراً انتظام کر دیا گیا، اور بکثرت مسلمان جن میں بہت سے اُمرا بھی شامل تھے، چلے بھی گئے۔ سنہ ۱۴۹۲ء کی ایک عرضداشت، موسومہ شاہ فرڈی نینڈ اور ازابیلا میں یہ اطلاع دی گئی کہ خاندان بنو سراج کے تمام آدمی چلے گئے، اور علاقۂ البجارہ میں بہت ہی کم آدمی سوا مزدوروں اور عُمال کے رہ گئے ہیں۔ اس ہجرت کے جاری رہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے آقاؤں کی نیک نیتی پر اعتماد نہیں تھا۔ سنہ ۱۴۹۸ء میں فرڈی نینڈ نے ایک تنقہ میں یہ لکھا تھا کہ یہ ہجرت اب بھی جاری ہے اور وہ خود یہ چاہتے ہیں کہ اس میں ترقی ہو۔ بہرکیف اگر وہ اپنی رعایا کو اس نظر سے دیکھتے تھے کہ یہ لوگ رکھنے کے قابل نہیں ہیں، تو اس کے یہ معنی تھے کہ وہ مدجلین کی آبادی کو بڑھانا چاہتے ہیں، یاد ہوگا کہ یہ وہ فرقہ ہے کہ جو کئی نسل متواتر سے عیسائیوں کے ساتھ مخلوط تھے اور اپنی حالت اور حیثیت پر قانع

* Inigo Lopez de Mendoza.

وصابر۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ملک کے لئے نہایت مفید فرقہ تھا۔ جب منوایل
پرتگالی نے یہ حکم دیا کہ سلطنت پرتگال سے تمام مسلمان نکل جائیں تو فرڈی نینڈ اور ازابیلا
نے ایک فرمان جاری کیا کہ ان لوگوں کو مع اپنے تمام احمال و اثقال کے سپین میں آنے
کی اجازت ہے، اُن کو اختیار ہے کہ خواہ وہ یہاں کی سکونت اختیار کر لیں، یا کہیں جانے
کے لئے ملک میں سے گزر جائیں کہیں اور جانے کی صورت میں وہ سونا، چاندی، یا وہ چیزیں
جن کی برآمد یہاں سے ممنوع ہے، اپنے ساتھ نہ لے جا سکینگے۔ یہ سب لوگ زیر حمایت و
حفاظت شاہی لے لئے گئے تھے، اور تمام رعایاء سپین کو حکم دیا گیا کہ کسی طرح اُن سے
متعرض نہ ہوں*۔

یہ امر دیکھنے اور مقابلہ کرنے کے قابل تھے کہ ایک طرف تو ایک بادشاہ کی طرف لوگوں
کو دعوت دی جاتی ہے، اور دُوسری طرف دُوسرا بادشاہ (فلپ دوئم) وہ کارروائی کرتا ہے جو
ایسی احمقانہ ہے کہ اُس کے اثر سے دوست اور وفادار رعایا دشمن بن جاتی ہے۔ معاہدات
غرناطہ کی عہد شکنی سے یہ سوء تدبیری شروع ہوگئی تھی۔ ابوعبداللہ کو اتنی عقل ضرور تھی کہ وہ
عیسائیوں کا اعتبار نہ کرتے تھے، اور یہ چاہتے تھے کہ ان معاہدات کی تصدیق پوپ کردیں،
مگر انہیں مجبور ہو کر اپنے اس مطالبہ سے باز رہنا پڑا×۔ نقض عہد اس طرح شروع ہوا کہ ڈان پیڈرو[1]
وے نے گاس کو، جو تو عیسائی تھا، فوجی افسر مقرر کیا گیا۔ وہ پہلی ہی مرتبہ شہر کی گلیوں میں نکلے
تو مسجد طلتابین کو سین جوآن ڈی لوس ریس[2] کا گرجا بنا لیا۔ اتنا ہی غنیمت ہے کہ ہرنینڈو[3]
ڈی زفرا، بادشاہ کے سکرٹری نے جو ان معاہدات کی صحیح تاویل کرنے پر مقرر ہوئے تھے، اس کوشش کو

---

* جب ۱۴۹۷ء میں عیسائی بادشاہوں کے کہنے سے منوایل نے پرتگال سے تمام یہودیوں اور مسلمانوں کو جنہوں نے اصطباغ لینے سے انکار کیا تھا، نکالا ہے تو انہوں نے یہ حکم دیا تھا کہ یہودی اپنی اولاد کو جو چودہ سال سے کم تھی اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ ان بچوں کو رخصت کرنا ایسا دلدوز نظارہ تھا کہ بہت سے عیسائیوں کو بھی رحم آگیا اور وہ رو پڑے۔ منوایل نے اس مصیبت سے مسلمانوں کو بس لئے مستثنے رکھا کہ اس کو یہ خوف تھا کہ جو عیسائی مسلمان بادشاہوں کے ملک میں ہیں اُن سے اس کا انتقام لیا جائے (مصنف بسند ڈمیو ڈی گومیٹس)

× مجبوری یہ تھی کہ ابوعبداللہ کے مسلمان وکیل نے انہیں دھوکا دیا۔ (مترجم)

[1] Don Pedro Venegas [2] San Juan de los Reyes
[3] Hernando de Zafra

نہ چلنے دیا کہ مدارس اور شفاخانوں کی آمدنیوں کو ضبط کر لیا جائے، اور قشلاق کا قانون جاری
کیا جائے؛ لیکن اس پر بھی یہ ہوا کہ علاوہ اس دس فیصدی کے جو وہ اپنے بادشاہ کو ادا
کرتے تھے اُن پر ساڑھے دس فیصدی اور محصول لگا دیا۔ آزار پہنچانے کے لئے ایک اور
تدبیر یہ کی گئی کہ تحصیل وصول کا اجارہ مسلمان محصلین کو دیدیا گیا، جو اپنے ہمقوموں کی حیثیت
سے واقف تھے، اور جن کی طمع و آز کی وجہ سے تحصیل کا کام سخت تکلیف دہ ہو گیا۔ اسی پر بس
نہیں ہوا، خزانہ شاہی نے اس روپیہ میں سے بہت کچھ بچایا جو مسلمانوں کے فریقیہ جانے
میں خرچ ہونے والا تھا۔

یوں یکے بعد دیگرے وہ تمام وعدے بلکہ ضمانتیں جو معاہدات میں کی گئی تھیں، وہ
فاتحین کی ضرورتوں کے مقابلہ میں ایک بے حقیقت اور بیکار بہانہ ثابت ہوئیں۔ جہاں تک
کہ دُنیاوی اغراض و مقاصد کا تعلق ہے تیقنیں ہرگز قابل اعتماد نہ تھیں، لیکن اب تک عیسائی
بادشاہوں نے مذہبی معاملات میں اپنے قول و اقرار کا احترام کیا تھا۔ ابھی یہ دیکھنا باقی
ہے کہ وہ اس دباؤ کا کب تک مقابلہ کرتے رہینگے کہ ملک بھر میں ایک ہی مذہب ہونا چاہئے۔

۱۸- اکتوبر ۱۹۲۰ء

تعلیقات باب اول

(۱) میں نے Excommunication کا ترجمہ "کلیسا سے خارج کر دیا جانا" کیا ہے۔ اس رسم کی تفصیل مسٹر سکاٹ نے کی ہے۔ یورپ میں یہ رسم رومیوں کے زمانہ سے چلی آتی ہے۔ وہ ۹ بجے مذہب کے مجرمین کو اپنے بیت خانوں میں داخل ہونے سے منع کر دیتے تھے۔ یہودیوں کے یہاں بھی رسم ہے۔ اور اُس کی تین قسمیں تھیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ مجرم کو اپنے معبد میں تیس روز کے لئے نہیں آنے دیتے تھے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ تیس روز تک وہ کسی معبد میں داخل ہو نہ کوئی کسی شخص سے ملنے پائے بعض وقت اس کی منادی کر دی جاتی تھی۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ شخص ہمیشہ کے واسطے نہ کسی معبد میں جائے، نہ دینی معاملات سے کوئی تعلق رکھے نہ اُسے کوئی حقوق حاصل رہتے تھے اس کے علاوہ اس پر سخت ترین لعنت بھیجی جاتی تھی اور اُس کو خدائے تعالےٰ کے قہر کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ یہودیوں کے یہاں کوئی بات ہو تو پھر بھلا عیسائی کیونکر پیچھے رہ سکتے تھے۔ اُن کے یہاں بھی قدیم الایام سے یہ رسم چلی آتی ہے۔ عہد جدید سے اس کا جواز نکال لیا گیا ہے۔ ان کے یہاں دو صورتیں ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ مجرم عشاء ربانی کی میز پر نہیں بیٹھ سکتا، اور کلیسا کی کسی رسم میں شامل نہیں ہو سکتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اصل الاصول مذہب سے منکر ہو (مثلاً پروٹسٹنٹ) تو اُس کا تعلق کلیسا سے بالکل توڑ دیا جاتا تھا۔ جرم کی معافی کے لئے سخت ترین مجاہدات دینی اور علی رُؤس الاشہاد کو اپنے گناہ کا اعتراف کرنا پڑتا تھا پھر بھی اُن کے گناہ یا تو مرتے وقت معاف ہوتے تھے یا کسی "شہید" کی سفارش سے۔ پہلے تو حقوق ملکی سے وہ لوگ محروم نہ کئے جاتے تھے بعد میں تو یہ حقوق بھی سلب کر لئے جاتے تھے اور وہ کسی عہدہ پر بحال نہیں رکھے جاتے تھے پہلے تو تمام کلیسا کے ممبر جمع ہو کر خارج کرتے تھے۔ بعد میں یہ اختیارات اُسقف کو دیدئے گئے۔ پھر جناب پوپ کا حق خاص قرار پا گیا بس پھر کیا تھا ہر قسم کی رنگینی کے لئے مسالا ہاتھ آ گیا حیوانات سے لے کر حشرات تک "خارج اور ممنوع" ہونے لگے کبھی ایک ہی فرد "خارج" ہوا کبھی کسی فرقہ کی شامت آئی کبھی ملک بھر کی مصیبت نے گھیرا۔

یہ رسم عجیب لطف سے ادا ہوتی ہے (تفصیل اخبار الاندلس میں ملاحظہ فرمائیے) نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص یا اشخاص کسی عیسائی سے نہیں مل سکتا کوئی کام نہیں کر سکتا، کوئی عہدہ نہیں پا سکتا۔ ۱۸۰۹ء میں نپولین اول خارج کیا گیا اور ۱۸۶۰ء میں وکٹر ایمانوئیل بادشاہ اٹلی، مگر دونوں نے پروا تک نہیں کی جناب پوپ نے بھی یہ عقلمندی کی تھی کہ ان دونوں کا نام نہیں لیا تھا بلکہ یہ کہا کہ "وہ لوگ جو پوپ کے مقدس مقامات پر حملہ کرتے اُس کے حقوق پر دست درازی کرتے یا اُن کے آزادانہ اختیارات پر پابندیاں عاید کرتے ہیں وہ خارج ہیں۔ پوپ انوسینٹ سوم کا یہ فتوےٰ تھا کہ "خارج شدہ لوگوں کے تمام حقوق سلب ہو جاتے ہیں، وہ کسی عہدہ پر قائم نہیں رہ سکتے نہ اُن کے قبضے میں کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ رہنے دی جا سکتی ہے" اتنا غنیمت ہے کہ جب کوئی بادشاہ "خارج" کیا جاتا ہے تو اُس کی رعایا محفوظ رہتی ہے۔ جناب پوپ کے یہ اختیارات نہ تھے، بلکہ اندھے کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، پوپ نے کسی کو بھی نہ چھوڑا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اس تلوار میں کاٹ ہی نہیں رہی۔ جہاں اسلام کے طفیل میں اور بہترا روں اصلاحیں ہوئیں، وہاں پروٹسٹنٹ مذہب بھی پیدا ہوا۔ اس نے بھی "خارج کرنا" جاری رکھا، مگر اُس میں کوئی سختی نہیں رہی۔ (مترجم)

(۲) میں نے *Interdict* کا ترجمہ "ممنوع" قرار دیا ہے۔ رومن کیتھولک کلیسا میں ایک قسم کی سرزنش یا تاوان ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی جگہ یا مقام ممنوع قرار دیا جاتا ہے جو لوگ وہاں رہتے ہیں وہ بھی بلا استثنا اسی زگید میں آجاتے ہیں۔ دوم ذاتی یعنی کوئی شخص یا اشخاص یہ "ممانعت" اُسی تک محدود رہتی ہے، خواہ وہ کہیں رہیں۔ سوم مخلوط یعنی کسی شخص یا مقام کا ممنوع قرار دیا جانا۔ یہاں سے اگر کوئی باہر چلا جائے تو مصیبت اور آجائے تو شامت۔ یہ تاوان کلیسا کی عظمت قائم رکھنے کے لئے قائم ہوا تھا۔ مگر بعد میں تو یہ کمائی کا ذریعہ بن گیا۔ سکاٹ لینڈ، پولینڈ، فرانس، انگلستان سب ہی تو "ممنوع" قرار پا چکے ہیں +

عیسائیوں میں خارج کرنا اور ممنوع قرار دیا جانا ہوتا ہے۔ ہندوستان کی ادنیٰ ذاتوں میں حقہ پانی بند ہوتا ہے مسلمانوں میں سرے سے کافر بنا دیا جاتا ہے۔ نہ معلوم ان سب میں بڑھا ہوا کون ہے؟ (مترجم)

باب دوئم

یشمینیس

فرڈی نینڈ اور ازابیلا ابھی اپنے مقبوضہ علاقوں پر پوری طرح قابض بھی نہ ہونے پائے تھے کہ دربار شاہی کے پرجوش پادریوں نے یہ تقاضا کرنا شروع کیا کہ ان دونوں کو شکرانہ ابھی میں اپنی نئی رعیت کے سامنے یہ دو شرطیں پیش کرنی چاہئیں کہ یا تو وہ عیسائی ہو جائیں یا جلاوطن ہونا منظور کریں۔ کسی نہ کسی طریقۂ استدلال سے انھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ان شرائط کے پیش کرنے سے اُن معاہدات کا نقض نہیں ہوتا جو مسلمانوں سے کئے جا چکے ہیں۔ یہ دکھلا دینا تو بہت آسان تھا کہ اس ذریعہ سے مسلمانوں کو نجات ابدی مل جائیگی اور ملک کو دائمی امن و امان حاصل ہو جائیگا مگر فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے اس مشورہ پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ انکار اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ عادل یا ایماندار تھے، بلکہ اس لئے تھا کہ نئی رعایا کو ابھی تک پوری طرح سکون نہیں ہوا تھا، اور سب لوگوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے تھے۔ اگر پادریوں کی راء پر عمل کیا جاتا تو از سرِ نو لڑائی شروع ہو جاتی۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ اُن کی نگاہ میں ابھی اور بھی فتوحات تھیں، اسی لئے وہ کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہتے تھے کہ جو ان کے صدق وصفا پر اضراراً موثر ہوتی، اور چونکہ نو عیسائی بنانے کا کام امید افزا طریق پر شروع ہو چکا تھا اس لئے اُن کو توقع تھی کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ انجام کو بھی پہنچ ہی جائیگا۔

حقیقت یہ ہے کہ ابتداءً یہ دل خوش کن امید پیدا ہو گئی تھی کہ مسلمانوں پر دین مسیحی کا اثر

ہو جائیگا' اور وہ اس کی گود میں آجائینگے۔ برنینڈو ڈی ٹلا ویرا* فرقۂ جیرونی مائٹ کے پادری تھے' وہی ملکۂ ازابیلا کا اعترافِ گناہ کرانے والے تھے' ملکہ ہی نے اُن کو اویلا کا اسقف بنا دیا تھا۔ محاصرۂ غرناطہ میں وہ ملکہ کے ہمرکاب تھے۔ جب شہر والوں نے اپنے آپ کو تفویض کیا ہے تو ٹلاویرا کو یہ خیال پیدا ہُوا کہ تبلیغ مذہبی کے لئے ایک بہت بڑا میدان اُن کے سامنے ہے۔ اس لئے انہوں نے ملکہ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنے عہدہ سے استعفادے کر یہ مقدس کام شروع کریں۔ رُومی اور گاتھوں کے زمانہ میں غرناطہ ایک استقفیہ تھا پندرھویں صدی تک اُس کی یادگاریُوں قائم رکھی گئی' کہ کسی نہ کسی کو برائے نام اُسقف بنا دیا جاتا تھا۔ ازابیلا کو یہ مبارک خیال پیدا ہوا کہ وہاں پھر اُسقفیہ قائم کیا جائے اور ٹلاویرا کو وہاں کا اُسقف مقرر کر دیا جائے۔ انہوں نے بھی اس کو منظور کر لیا؛ مگر اس خیال سے کہ طمع و آز کا شایبہ بھی نہ ہو' انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اُسقفیہ جدید کی آمدنی متوسط ہونی چاہئے۔ چنانچہ ان ہی کے خواہش کے موافق بیس لاکھ مراودی* کی جاگیر مقرر کی گئی' جو استقفیہ اویلا× سے بہت کم تھی۔ ٹلاویرا سے بہتر انتخاب ہونا ناممکن تھا۔ وہ صحیح معنی میں حواری مسیح تھے' اُن کا جوش مذہبی مروت اور شفقت میں سمویا ہوا تھا۔ انہوں نے بہت جلد اپنے مقلدین کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اپنی ذاتی مشقّت اور استقفیہ کی آمدنی سے محتاجوں کی مدد کی' اور عملی طور پر احکام انجیل کی مثال قایم کر دی۔ چونکہ انہوں نے اصل و صحیح مذہب مسیحی کو مجسّم کر کے دکھلا دیا اس سے مسلمانوں کے دل میں اُن کا احترام پیدا ہو گیا' اور لوگوں کو عیسائی بنانے کا جو کام انہوں نے اپنے ذمے لیا تھا اس میں کامیابی ہوتے نظر آنے لگی۔ انہوں نے اپنا مآلِ زندگی ہی اسی کو سمجھا ہوا تھا۔ بہت سے لوگ تو خود بخود ہی اصطباغ لینے کے لئے گئے

---

* سپین کا ایک سکہ تھا۔ اب اس کا چلن نہیں رہا۔ (مترجم)

× اویلا کا اُسقفیہ کا سپین بھر میں کم آمدنی کا تھا۔ اس کی آمدنی آٹھ ہزار ڈوکیٹ تھی۔ استقفیہ غرناطہ کی آمدنی پانچ ہزار سے کچھ زیادہ قرار پائی' لیکن ۱۵۰۰ء تک یہ دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ (مصنّف)

فقہا بخوشی خاطر اُن کا وعظ سُنتے تھے؛ اُنھوں نے ایک مکان اس غرض سے علیحدہ کر رکھا تھا کہ جس کا جی چاہے اُن سے تعلیم حاصل کرے۔ اُنھوں نے نہ صرف اپنے ماتحت پادریوں کو عربی پڑھنے کا حکم دیا بلکہ خود بھی بڑھاپے میں اتنی عربی پڑھ لی کہ جو اُن کی ضرورت کو کفایت کرتی تھی؛ اور ایک عربی صرف و نحو اور لغات کی کتاب مرتب کی۔ اُن کی مسیحی شفقت و محبت کی سرگرمی سے مسلمانوں کے سخت دل بھی پگھل گئے، اور نو عیسائیوں کی تعداد بہت سرعت کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ عقدہ جو سپین کے اہل سیاست کے سامنے اشکال کی صورت رکھتا تھا بآسانی حل ہو جائیگا۔ صدی کے آخر میں نو فی الحقیقت یہ معلوم ہونے لگا کہ عام طور پر لوگوں کا رجحان تبدیل مذہب کی طرف ہو گیا ہے۔ ارغون کے علاقہ میں ایک بڑا قصبہ کیپیپے نامی تھا؛ وہاں کے تمام مسلمان ۱۴۹۹ء میں عیسائی ہو گئے۔ اضلاع ٹیریول اور البراسین کے مسلمان بعد میں نہایت شورہ پشت اور ضدی مشہور ہو گئے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ۱۴۹۲ء میں ایک مسجد شاوث کا گرجا بنالی گئی تھی؛ مگر ۱۵۰۲ء میں یہاں کے تمام باشندے عیسائی ہو گئے؛ خواہ وہ چند ہی روز کے لئے ہوئے ہوں۔ اس خیال سے کہ نو عیسائیوں کو شوق پیدا ہو اور پادریوں کو تقویت ہو فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے ۳۱ اکتوبر ۱۴۹۹ء کو ایک فرمان جاری کیا؛ جس کے موافق تمام مسلمان غلام جو عیسائی ہو چکے تھے آزاد کر دئے گئے، اور اُن کے آقاؤں کو خزانۂ شاہی سے معاوضہ دلا دیا گیا۔ اسی زمانہ میں حکم تھا کہ مسلمان کا جو بچہ عیسائی ہو جائے وہ باپ کی جائداد میں سے حصہ پا سکیگا، اور اس کے مرنے کے بعد اُس جائداد کا وارث ہو سکیگا؛ جو بصورت دیگر بحق سرکار ضبط ہوتی۔

اس کے ساتھ ہی ایسی منحوس علامات پائی جاتی تھیں کہ اشاعت دین مسیحی کے لئے جو تدابیر اختیار کی گئی ہیں اس میں ترغیب کا دخل کم تھا اور ترہیب کا زیادہ۔ چنانچہ ۲۸ جنوری ۱۴۹۸ء کو فرڈی نینڈ نے محاسب اعظم کو ایک رقعہ میں یہ لکھا کہ بلنسیہ کا حاکم محکمہ احتساب و محنہ از راہ تمرد اپنے اختیارات کو مسلمانوں پر بھی ساوی سمجھتا ہے؛ اور یہ کوشش کر رہا

ہے کہ مسلمانوں کو عربی لباس پہننے سے مانع آئے؛ حالانکہ اس کے متعلق قانون بالکل صاف
اور ناطق ہے کہ اُس کو کسی ایسے شخص پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے کہ جو عیسائی ہو کر
زیر اقتدار کلیسا نہ آگیا ہو۔ البتہ اگر کوئی مسلمان مذہب مسیحی کی توہین کرے یا کسی عیسائی
کو مسلمان کرنے کی کوشش کرے تو اُس پر اُس کے محکمہ کو اختیار حاصل ہو جائیگا۔ موجودہ
صورت میں اگر حکام بلنسیہ کسی کو عربی لباس پہننے سے مانع آئیں تو اُن کا فعل سراسر خلاف
قانون ہے۔ ان حکام نے جو چند آدمیوں کو سیرا کی اُن عورتوں کے گرفتار کرنے کو بھیجا
ہے، جو عربی لباس پہنتی ہیں، اور اُن کے حکم کی تعمیل نہیں کرتیں، یہ فعل اپنے اختیارات سے
تجاوز کر کے کیا گیا ہے۔ بہرکیف، جو لوگ کہ سیرا بھیجے گئے تھے اُن کو وہاں کے آدمیوں
نے ذی اختیار تسلیم نہیں کیا، ان کے ساتھ بدسلوکی کی اور اُن عورتوں کو وہاں سے ہٹا
دیا۔ اس پر حکام احتساب ومحنہ نے یہ جبر کیا کہ وہاں کے اُن تمام باشندوں کو، جو بلنسیہ
آئے تھے، یا آنے والے تھے، گرفتار کر لیا۔ قریب تھا کہ وہ علاقہ غیر آباد ہو جائے اس حد
سے زیادہ جوش مذہبی پر اُن کو بادشاہ نے سرزنش کی اور یہ حکم دیا کہ آیندہ کے لئے وہ
اعتدال کو زیادہ ملحوظ رکھیں۔ لیکن جو کچھ بھی ہوا ہو، جن لوگوں نے کہ ان حکام کے احکام کی
خلاف ورزی کی اُن کے سرگروہوں کو تین سال قید، ضبطی جائداد اور جلاوطنی کی سزا
دی گئی۔ اس کے متعلق بڑی طول طویل خط وکتابت ہوئی اور فرڈی نینڈ نے یہ قابل
تعریف خواہش ظاہر کی کہ حکام محکمہ احتساب ومحنہ کو اپنی سختی میں بہت کمی کرنی چاہیے
ایک شخص گیلسران* ڈی ابیلا نے فراغہ کے مسلمانوں کی جائداد ضبط کر لی تھی، اور سرقسطہ
کے مسلمانوں کو اس جرم میں تکالیف دی تھیں کہ انہوں نے ایک کنیزک کو، جو بورجا سے
بھاگ گئی تھی، پناہ دی تھی۔ ان دونوں معاملوں میں بھی فرڈی نینڈ نے متذکرہ بالا کارروائی کی
غرناطہ کی ایک اور بدبختی یہ ہوئی کہ ۱۴۹۹ء میں وہ محکمہ احتساب ومحنہ کے زیر اثر

* Galceran de Abella.

کو [illegible] کے ماتحت کر دیا گیا۔ اس سے زیادہ بدقسمتی یہ کہ، ستمبر کو بدنام ڈائی گو⁂
راڈ [illegible] حاکم محکمہ احتساب محنہ مقرر ہوا۔ ۲۷ جولائی سنہ ۱۵۰۰ء کو اُس کو کچھ رقم بطور حق المحنت
نیز اُس روپیہ کو پورا کرنے کے لئے عطا کی گئی جو غرناطہ وغیرہ کے دورے میں اُس نے خرچ کیا تھا۔ ان
علاقوں میں وہ اس لئے گیا تھا کہ اپنے محکمہ کو مرتب اور اپنے ماتحتوں کو مقرر کرے۔ اس شخص نے
اپنی بے دھڑک کارگزاریوں کی وجہ سے بہت جلد شاہ فرڈی نینڈ کا انتہائی اعتماد حاصل کر لیا
اُس نے بہت سی ضبطیاں کیں۔ اس کی زندگی کا تار و پود نہایت شرمناک جعل و فریب اور بے رحمی
کا تھا۔ سنہ ۱۵۰۶ء میں اُسی کی عنایت سے قرطبہ میں بغاوت ہوگئی، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ موقوف
کر دیا گیا۔ غرناطہ میں جو کچھ اصطباغ یافتہ یا غیر اصطباغ یافتہ مسلمانوں کے ساتھ اس نے کیا اس
کی کوئی تحریری شہادت نہیں ملتی لیکن یہ معلوم ہے کہ اسقف ٹلاویرا جیسے شخص اور اُن کے خاندان
کو اس نے اس بیہودہ اور لاطائل جرم میں خوب ہی ستایا کہ وہ جادو کے ذریعہ سے تمام سپین کو یہودی
بنانا چاہتے ہیں۔ یہ واقعہ خود اس امر کا شاہد ہے کہ کم درجہ کے لوگوں کو جن سے وہ ناراض ہو جاتا، یا
جن کا وہ دشمن بن جاتا اُس کی ذات سے رحم کی کیا امید ہو سکتی تھی؟ ×

اس اثنا میں ٹلاویرا غریب کو اس کی خبر ہی نہ تھی کہ ایسے اسباب پیدا ہو رہے ہیں کہ جو اُس کی
آخری عمر کو تلخ کر دینگے۔ وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ تبلیغ کا کام برابر کر رہے تھے، اور اس خصوص میں
اُن کی کامیابی بڑھتی چلی جاتی تھی۔ فرڈی نینڈ اور ازابیلا جولائی سے لے کر وسط نومبر سنہ ۱۴۹۹ء تک غرناطہ
میں قایم رہے، بدقسمتی سے اُن کے خیال تبلیغ کے کام کی ترقی کی رفتار تسلی بخش نہ تھی دونوں چاہتے
تھے کہ اس میں کسی طرح عجلت کی جائے، اس لئے اُنہوں نے طلیطلہ کے اسقف فرانسسکو شیمینیس ⊗

⁂ Diego Rodriquez Lucero.

× اس شخص کے حالات اور اس کی کارروائیوں کو میں نے بتفصیل اُس مضمون میں لکھا ہے جو امریکن ہسٹاریکل ریویو جلد دوئم صفحہ ۶۱۱ پر چھپا ہے۔ (مصنف)

⊗ Francisco Ximenes de Cisneros.

افسوس ہے کہ مجھے مسٹر لی کے اس مضمون تک دسترس نہیں ہوئی۔ مگر میں اخبار الاندلس میں "ابلیس آدم رو" کے حالات لکھ آیا ہوں (مترجم)

ڈی سسس نیروس کو جو اس وقت القلعہ میں یونیورسٹی قایم کرنے میں لگے ہوئے تھے ٹلاویرا کی مدد کے لئے بلالیا۔ شیمینیس ایک عجیب و غریب آدمی تھے سپین اُن کا بہت کچھ شرمندۂ احسان ہے مگر جس حد پر اُن کو متقرر کیا گیا تھا اُس کے وہ ہرگز قابل نہ تھے یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے وہ ناقابل تلافی نقصان پہنچایا کہ اُن کے احسانات سب بیکار گئے اِس میں کوئی کلام نہیں کہ شیمینیس کو کسی سے لگاؤ نہ تھا' نہ اُنکی شیفتگی مذہب میں' جیسا کچھ بھی وہ اُسے سمجھتے تھے' شک و شبہ کی گنجائش تھی مگر وہ جبار' سخت ضدی اور اِس طبیعت کے آدمی تھے کہ کسی کو معاف کرنا جانتے ہی نہ تھے اُن کے ایک مداح سوانح عمری نگار تک کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ اُن کے مزاج میں اس درجہ تحکم اور جبر تھا کہ اپنے احکام کی تعمیل کرانے میں وہ ہمیشہ تشدد سے کام لیتے تھے۔ جب اُن پر غصہ کا جنون سوار ہوتا تھا تو اُن کے پاس پھٹکنا مشکل تھا' اس لئے وہ اکثر عقل سے کام نہ لیتے تھے بلکہ غصہ میں جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے اِس کی مثال غرناطہ کے تمام مسلمانوں کو یک لخت عیسائی بنا لینا' اور افریقیہ کو فتح کر لینے کی کوشش* ہے ؛

یہ تھا وہ رفیق و جلیس' جو ٹلاویرا جیسے مقدس آدمی کو ملا تھا' جن کی حلیم الطبعی کی یہ کیفیت تھی کہ وہ ہر قوی آدمی کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے تھے۔ چند روز تک تو یہ دونوں کامیابی کے ساتھ متفقاً کام کرتے رہے جب فرڈی نینڈ اور ازابیلا غرناطہ چھوڑ کر اشبیلیہ جانے لگے تو دونوں یہ تاکید کرتے گئے کہ جو کچھ کریں نرمی کے ساتھ کریں' نیز یہ کہ کوئی ایسا فعل نہ کریں کہ بغاوت ہو جائے شیمینیس نے اپنی عادت کے موافق نہایت گرمجوشی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ اُنہوں نے بیش قرار رقم قرض لے کر اُس کو اُن بڑے بڑے مسلمانوں پر خرچ کیا' جن کو وہ اپنے کام کا سمجھ چکے تھے' اسی قسم سے اُن کو ریشمین خلعت اور قرمزی ٹوپیاں عطا کیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمان اس خلعت کو پہن کر فخر کرتے تھے۔ ٹلاویرا کے ساتھ مل کر اُنہوں نے مسلمان فقہا اور واعظین کی جماعت سے ربط و ضبط شروع کیا' اُنہیں دین

---

* شیمینیس کا جوش مذہبی اُن کی عقل پر جو پردہ ڈال دیتا تھا اُس کو دیکھنا ہو تو اس کو یاد کرنا چاہئے کہ اُنہوں نے ۱۵۰۶ء میں فرڈی نینڈ' ہنری ہفتم اور مینویل والی پرتگال کو متحد کر کے صلیبی جنگ کی طرف مایل کرنے کا قصد کر لیا تھا۔ (مصنف)

مسیحی کی تلقین کی اور ان میں سے اکثروں کو اپنے اپنے مقلدوں کو دینِ حقہ (مسیحیت) کی تعلیم دینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ تبدیل مذہب کے لئے بیشمار درخواستیں آنے لگیں۔ حتےٰ کہ ایک ہی دن میں یعنی ۱۸ دسمبر ۱۴۹۹ء کو تین ہزار مسلمانوں کو اس طرح اصطباغ دیا گیا کہ سب کو ایک جگہ بٹھا کر اُن پر پانی چھڑک دیا گیا۔ اور البیسن کی مسجد کو سان سالواڈور کا گرجا بنا دیا*۔

یہاں تک تو جو کچھ ہوا جایز تھا۔ مگر جب مسلمانوں نے یہ کیفیت دیکھی کہ اُن کے بھائی اتنی تعداد میں عیسائی ہوئے چلے جا رہے ہیں تو وہ گھبرا گئے اور اُنہوں نے بذریعۂ افہام و تفہیم اس کو روکنا چاہا۔ شیمینیس نے جب یہ سنا تو اُن کو غصہ آ گیا۔ اُنہوں نے فوراً ان سب مسلمانوں کو پابجولاں قید کر دیا اور اُن پر بہت ہی سختی کی۔ ان سب میں زیادہ نمود کے آدمی ایک شخص غزی نامی تھے۔ اُن کو اس پر فخر تھا کہ وہ شاہی خاندان سے ہیں اور یوں بھی اُن کی ذاتی لیاقت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ شیمینیس نے ان کو اپنے ایک ماتحت پادری پیڈرو لیون کے سپرد کر دیا کہ اُن کی اچھی طرح خبر لیں۔ چنانچہ اس پادری نے زغری کو فاقہ مارنا شروع کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ غریب زغری نے خود ہی یہ درخواست کی کہ اُن کو کسی پادری کے پاس پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ بہت ہی پھٹے حالوں، میلے کچیلے کپڑوں، ہاتھ میں ہتکڑی اور پیروں میں بیڑیاں پڑے ہوئے وہ شیمینیس کے سامنے پیش کئے گئے۔ اُن سے زغری نے یہ درخواست کی کہ اُن کی زنجیریں اُتار دی جائیں تاکہ وہ آزادی سے گفتگو کر سکیں۔ جب زنجیریں اُتار دی گئیں تو انہوں نے کہا کہ "مجھے رات الہام ہوا ہے کہ میں مذہب مسیحی اختیار کر لوں۔ اسی لئے میں ابھی اصطباغ لینے کو تیار ہوں"۔ اپنی اس فتح سے شیمینیس بہت ہی خوش ہوئے۔ اُن کو فوراً غسل کرایا، ریشمین کپڑے پہنا کر اصطباغ دیا اور اُن کا مسیحی نام گونزیلو اس لئے رکھا گیا کہ وہ اس نام کے ایک شخص سے محاصرہ غرناطہ میں لڑتے رہے ہیں۔ زیمینیس نے زغری پر ایک یہ

---

* ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور نو عیسائیوں کو بجبر الگ الگ رکھنا شروع ہو گیا تھا۔ مسلمان ایک چھوٹے سے محلہ میں آباد کئے گئے، جس میں قریباً پانچ سو مکانات تھے۔ بڑے محلہ میں پانچ ہزار مکان تھے۔ اُس وقت البیسن میں چار ہزار مسلمانوں کی آبادی تھی۔ (مصنف)

احسان اور کیا کہ پچاس مراودی اُن کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

شیمینیس کو جب غصہ آ جاتا تھا تو پھر اس کا ضبط کرنا محال تھا۔ اُن کو اتنا صبر کہاں تھا کہ وہ مذہب مسیحی کی رفتار کو اتنا سست دیکھیں۔ انہوں نے یہ سوچا کہ ایک ہی وار میں اس جھگڑے کا خاتمہ کیوں نہ کر دیا جائے۔ جن لوگوں نے اُن کو نرمی کرنے اور اعتدال ملحوظ رکھنے کا مشورہ دیا اُن کی انہوں نے ایک نہ سُنی۔ تمام فقہا کو بلا کر انہوں نے حکم دیا کہ اُن کے پاس جتنی مذہبی کتابیں ہیں سب اُن کے سامنے پیش کریں، چنانچہ پانچ ہزار کتابیں جمع ہوئیں۔ ان میں سے بہت سی مُطلا و مذہب اور ایسی مزین تھیں کہ اُن کی قیمتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ متعدد لوگوں نے مسلمانوں کی اس صنعت و حرفت کے نمونوں کے خریدنے کی درخواستیں کیں، مگر شیمینیس نے ان سب کو نامنظور کر کے باستثناء چند طبی کتابوں کے، جو القلعہ کے کتب خانہ کے لئے بچالیں باقی سب کتابوں کو جلوا ڈالا۔ یہ جو کچھ بھی ہوا اس بات کی دلیل تھی کہ ابھی اور بھی زیادہ ظالمانہ کارروائی ہونے والی ہے۔ مسلمان، یہ دیکھ کر کہ جو معاہدات اُن سے کئے گئے ہیں اُن کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، رفتہ رفتہ مضطرب ہوتے چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی کہ ایک چنگاری اس آگ کو بھڑکا دینے کو کافی تھی۔

اس چنگاری کے ڈالنے میں شیمینیس کو زیادہ دیر نہیں لگی۔ یہ یاد ہو گا کہ معاہدوں میں ایک یہ شرط تھی کہ جو لوگ تبدیل مذہب کے بعد پھر مسلمان ہو جائیں گے اُن کو تعذیب سے محفوظ رکھا جائیگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد زیادہ تھی، اور یہ لوگ اپنی اولاد سمیت "الچے" کہلاتے تھے۔ کسی پادری کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا کہ جو شخص ایک مرتبہ اصطباغ لے کر کلیسا کا غلام ہو چکا ہو، یا اس کی اولاد جن کو اصطباغ لینا چاہئے، کلیسا کے اختیارات سے آزاد رہیں۔ ایسے مقدمات و معاملات محکمہ احتساب و محنہ کے اختیارات سماعت سے باہر نہیں ہو سکتے تھے۔ کوئی دنیاوی قانون، یا معاہدہ ایسا نہ تھا کہ جو اس محکمہ کے اختیارات پر حاوی ہو۔ شیمینیس نے محاسب اعظم ڈیزا سے یہ اختیارات اپنی ذات کے لئے منتقل کرا لئے تاکہ وہ ایسے معاملات کا فیصلہ خود کر سکیں۔ ان اختیارات کے رو سے انہوں نے اُن

لوگوں کو گرفتار کرایا، جو کسی طرح اُن کے قبضہ میں آئے تھے۔ شدہ شدہ ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ شیمینیس کے ایک نوکر نے سیڈو* اور شاہی فوج کے ایک سپاہی بلاسکو ڈی برینوو نامی نے البیسن میں ایک ملنے کی ایک جوان لڑکی کو گرفتار کیا۔ اس لڑکی کو باب البنوت کے ایک چوک میں سے، جو البیسن میں سب سے بڑا چوک تھا گھسیٹے ہوئے لئے جاتے تھے کہ اُس نے یہ چلانا شروع کیا کہ "معاہدات کے برخلاف مجھے زبردستی عیسائی بنانے کے لئے یہ لوگ کھینچے لئے جاتے ہیں"۔ یہ سن کر ایک جم غفیر وہاں جمع ہو گیا، اور اُنھوں نے اُس سپاہی کا تعاقب کرنا شروع کیا۔ لوگ اُس سے پہلے ہی اس وجہ سے ناراض تھے کہ وہ گرفتاریوں میں بہت کچھ سرگرمی دکھلایا کرتا تھا۔ اس کے جوابات سے نفرت اور نخوت ٹپکتی تھی، جس سے طرفین کو غصہ آگیا۔ اس دار و گیر میں کسی نے اُس کے ایسا پتھر مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ سیڈو کا بھی یہی حشر ہوتا، مگر ایک مسلمان خاتون نے اُس کو چھڑا لیا، اور آدھی رات تک اپنے پلنگ کے نیچے چھپائے رکھا۔ مگر بہر حال یہ آگ پھیل گئی؛ مسلمانوں نے ہتھیار اُٹھا لئے، عیسائیوں کے ساتھ خوب جدال و قتال کیا، اور یہ سمجھ کر کہ شیمینیس ہی معاہدات کی خلاف ورزی کرا رہے ہیں، اُن کا اُن کے گھر ہی میں محاصرہ کر لیا۔ اُن کے محل پر دو سو محافظین کا ایک دستہ رہتا تھا، یہی رات بھر مسلمانوں سے لڑتے اور اپنے آقا کی حفاظت کرتے رہے۔ صبح کو قصر الحمراء سے ٹینڈیلا فوج لے کر آئے تب کہیں یہ محاصرہ اُٹھا۔ دس روز تک دونوں اسقف اور ٹینڈیلا مسلمانوں سے گفت و شنید کرتے رہے۔ اُنھوں نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ اگر اندلسیہ سے فوج آنے کے پیشتر اُنھوں نے اطاعت قبول کر لی تو اُن کو سخت سزائیں بھگتنی پڑیں گی۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم نے بادشاہ کے خلاف ہرگز ہتھیار نہیں اُٹھائے بلکہ ہم تو معاہدہ شاہی کو قایم رکھنے کے لئے لڑتے ہیں؛ نیز یہ کہ اس جدال و قتال کے اصل بانی و مبانی وہ حکام وقت ہیں کہ جو معاہدات کی خلاف ورزی کرتے ہیں، سو اگر اُن معاہدات پر عمل کیا جائے تو ابھی سارا معاملہ رفت و گزشت ہو جائیگا۔ آخر ٹلاویرا نے جرأت کی اور وہ اپنے پادری اور

Blasco de Burrionuevo. x Sacedo. *

چند غیر مسلح نوکروں کو لے کر باب النبوت کے چوک میں جا پہنچے۔ اُن کی متبرک صورت اور حلیم الطبعی کو دیکھ کر مسلمانوں میں سکون ہوگیا، اور وہ اپنی عادت کے موافق اُن کی آستینوں کو چومنے لگے۔ ٹینڈیلا بھی اپنے تیر اندازوں کو لئے ہوئے وہاں پہنچ گئے، اور اُنہوں نے جاتے ہی اپنی قرمزی ٹوپی کو سر پر سے اُتار کر اُس مجمع میں پھینک دیا؛ جس کے یہ معنی تھے کہ وہ صلح کرنے کے لئے آئے ہیں، اور اپنے آپ کو مسلمانوں کی امان میں دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے اُن کی ٹوپی اُٹھا اور چوم کر اُن کو واپس دیدی۔ یوں ایک عارضی صلح ہوگئی۔ ٹلاویرا اور ٹینڈیلا نے مسلمانوں سے ہتھیار رکھ دینے کے لئے کہا، اور یہ وعدہ کیا کہ اُن کو معافی دے دی جائیگی؛ کیونکہ یہ سمجھ لیا جا چکا ہے کہ اُنہوں نے بغاوت نہیں کی؛ بلکہ وہ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ معاہدات کی پابندی کی جائے؛ اس لئے آیندہ ایسا ہی ہوگا۔ مسلمانوں کو اطمینان دلانے کے لئے ٹینڈیلا نے اپنی بیوی اور بچوں کو ایسے مکان میں لا رکھا جو جامع مسجد سے ملحق ملتا۔ یوں شہر میں امن و امان ہوا۔ قاضی سیدی سیبونا* نے یہ وعدہ کر لیا کہ جن لوگوں نے اُس سپاہی کو قتل کیا ہے وہ عدالت کے سپرد کر دیئے جائینگے؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان میں سے چار کو عدالت نے پھانسی دیدی اور باقیوں کو حفظ امن کے خیال سے چھوڑ دیا۔ مسلمانوں نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور سب اپنے اپنے کام میں لگ گئے ۔

ایسی رعایا کو اپنے سے مایوس کر کے اپنا مخالف بنا لینا اور بغاوت پر مایل کرنا کسی غلط کار اوندھی عقل کے آدمی کا کام تھا۔ مگر اس قسم کے آدمیوں کی وہاں کمی نہ تھی۔ ٹینڈیلا اور ٹلاویرا نے جو کچھ کیا تھا اُس میں شیمینیس کا کوئی دخل نہیں تھا۔ مگر اب موخر الاسم نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ میرا اثر زایل نہیں ہوا ہے۔ اس اثنا میں اشبیلیہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ غرناطہ نے اس لئے بغاوت کی ہے کہ شیمینیس تمام مسلمانوں کو دفعتاً عیسائی کرنا چاہتے ہیں۔ فرڈی نینڈ اب تک ازابیلا سے اس لئے ناخوش تھے کہ اُنہوں نے اپنے اعتراف کرنے والے کو ۱۴۹۵ء میں ترقی دے کر طلیطلہ

---

* Cisbona. بظاہر کسی مسلمان کا نام ہے ۔ (مترجم)

کے اسقفیہ کا اسقف اعظم مقرر کر دیا ہے، جس عہدے پر وہ اپنے بیٹے الفونسو آف سرگوسہ کو مقرر کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ موقعہ ان کو ہاتھ آیا اور اُنہوں نے اپنی بیوی کو سخت ملامت کی٭ اس پر ملکہ نے شیمینیس کو سخت فہمایش کی۔ دربار شاہی کو غرناطہ کی خبروں کا سخت انتظار تھا۔ بلوہ کے تیسرے روز شیمینیس نے اپنے غلام کے ہاتھ خط بھیجے۔ اس غلام کی نسبت یہ مشہور تھا کہ وہ ایک دن میں بیس فرسنگ چل لیتا ہے۔ مگر وہ پہلی ہی منزل پر پہنچ کر شراب پی کے ایسا بدمست ہوا کہ بجائے دو روز کے پانچ روز میں بادشاہ کے پاس پہنچا۔ اُدھر ازابیلا کی تہدید شیمینیس کو پہنچ گئی اُنہوں نے فوراً اپنے معتبر فرانسسکو ریوز کو ملکہ کی خدمت میں خط دے کر بھیجا اور یہ عرض کیا کہ بلوہ کے فرو ہوتے ہی وہ خود حاضر ہوتے ہیں۔ پہلی خبروں سے ملکہ کے دل پر جو اثر بد ہوا تھا اُس کو ریوز نے محو کر دیا۔ جب شیمینیس نے حاضر ہو کر اپنی طرف سے جواب پیش کیا تو وہ اور بھی زیادہ عزت کے مستحق سمجھے گئے کیونکہ اُنہوں نے ایسے مشکل معاملہ کو آسانی اور خوش اسلوبی سے سلجھا لیا۔ شیمینیس نے یہ کہا کہ چونکہ مسلمان بغاوت کر کے اپنی جان و مال کو بروۓ قانون کھو چکے ہیں، اس لئے اب جو اُنہیں معافی دی جائے تو اس شرط پر کہ یا تو وہ عیسائی ہو جائیں، یا مملکت سپین کو چھوڑ دیں۔ فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے اُن کے دلایل سن کر اُن سے اتفاق کیا، ٹینڈیلا نے جتنے وعدے کئے تھے اُن سب سے روگردانی کی گئی، اور یہ قرار پایا کہ معاہدات کے توڑنے کا جو موقعہ ہاتھ آگیا ہے اُس کو نہیں چھوڑنا چاہئے اس کے صاف معنی یہ تھے کہ مسلمانوں کو یہ سکھلا دیا جائے کہ عیسائیوں کے اقرار و مدار پر ہرگز اعتماد نہ کیا جائے۔ اگرچہ اس کے متعلق فرمان جاری کرنا آٹھ ماہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا لیکن عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ایسی ناقابل عبور خلیج پیدا ہو گئی کہ آیندہ کی کارروائیوں سے وہ عمیق و عریض ہی ہوتی چلی گئی ۔

شیمینیس غرناطہ میں واپس آگئے اور اُنہوں نے آتے ہی باشندگان البیس کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں کہ یا تو وہ عیسائی ہونا منظور کریں، ورنہ سزا پائیں۔ ایک خاص حکم اس غرض سے

٭ ن ہوں یا سکاٹ کسی کو صاف بات کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اصل یہ ہے کہ ازابیلا اور اس اسقف کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا۔ فرڈی نینڈ نے اس پردہ میں اپنا غصہ ظاہر کیا ۔ (مترجم)

بھیجا گیا کہ جو لوگ اب تک باغی ہیں اُن کو سزائیں دے۔ اُس نے یہاں پہنچ کر بہت سے آدمیوں کو سزاءِ موت دی، اور بہت سوں کو قید کر دیا۔ اس سے اصطباغ لینے والوں کی تعداد میں خوب اضافہ ہو گیا۔ ٹلاویرا کی مدد سے شیمینیس نے نوعیسائیوں کو تعلیم دینا شروع کیا، اور اُن کو بادلِ ناخواستہ اس کو منظور کرنا پڑا۔ ان لوگوں نے یہ درخواست کی کہ ہمیں ہماری مادری زبان عربی میں تعلیم دی جائے۔ ٹلاویرا نے انجیل کے کچھ حصے عربی میں چھپوا کر ان کو دیئے اِس کی شیمینیس نے نہایت سختی کے ساتھ مخالفت کی، اور کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ موتی سُوروں کے سامنے ڈالے جائیں، کیونکہ بیہودہ گنواروں کا یہ قاعدہ ہے کہ جس حصّہ کو وہ سمجھ لیتے ہیں اُس سے نفرت کرتے ہیں، اور جو حصّہ ان کی سمجھ سے بالاتر یا مرموز ہوتا ہے اُس کا احترام کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ شیمینیس کو اس کی پروا نہ تھی کہ اعتقاد بھی راسخ ہوا یا نہیں، اُس کے نزدیک یہی کافی تھا کہ ظاہری طور پر مذہبی اصول کی پابندی ہونے لگے۔ اُسے خدا نے ایک تعذیب کرنے والا بنایا تھا نہ کہ مبلغ۔ اِس لئے کچھ تعجب نہیں ہے کہ ٹلاویرا نے مجبور ہو کر اُن کو بغیر تعلیم علم دین، یا ہدایات مذہبی کے اصطباغ دیدیا، کیونکہ عیسائی ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اور وقت بہت کم تھا، اس لئے اس قسم کے مبادیات کے پورا کرنے کا موقعہ ہی نہ تھا۔ اس سے تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ تقدیس الٰہی کی اس بے ادبی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ مذہب تبدیل کرنے والے دل میں ویسے ہی مسلمان رہے، جیسے کہ پہلے تھے۔ اُن کے دل میں وہ نفرت و عداوت پیدا ہو گئی، جو کسی طرح کم ہونے والی نہ تھی بلکہ یہ دشمنی وراثتہً اُن کی اولاد کو پہنچنے والی تھی۔ وہ مذہب اُن کے نزدیک سخت مبغوض تھا کہ جس کے قبول کرنے پر وہ یوں مجبور کئے گئے تھے، اور اُن ظالموں کے تو وہ سخت معاند تھے جنھوں نے اپنے معاہدات کے توڑنے میں نہایت سختی سے کام لیا۔ یہ نفرت کبھی کم ہونے والی بھی نہ تھی، کیونکہ محاسبین، جن کو مسلمانوں پر اختیارات کامل دیدیئے گئے تھے متواتر ایک صدی تک اُن کو ستاتے رہے، کبھی اُن پر جاسوس چھوڑے، کبھی اُن کی ضبطیاں کیں، کبھی اُن کو زندہ جلایا۔ مسلمانوں نے اپنی مصیبت ٹالنے کے لئے ایک ناکام کوشش کی کہ اپنے آدمی٭ سلطان مصر کے پاس اس غرض سے

٭ سلطان مصر کے پاس نہیں بلکہ سلطان روم کے پاس آدمی گئے تھے۔ مصنف علام کو دھوکا ہوا ہے۔ (مترجم)

بھیجے کہ وہ اُن کی حالت زار اُن سے بیان کریں اور کہیں کہ اُن کو بجبر عیسائی بنایا جارہا ہے اس لئے وہ بھی اپنی عیسائی رعایا کو یہ دھمکی دیں کہ اُن سے مسلمانان سپین کا انتقام لیا جائیگا۔ سلطان مصر نے اپنے سفیر فرڈی نینڈ اور ازابیلا کے پاس بھیجے۔ یہاں اُن کی تشفی کردی گئی کہ جو کچھ شکایات اُن کی مسلمان رعایا کرتی ہیں وہ غلط ہیں، اور اس سفارت کے جواب میں پیٹر مارٹر آف الغایرا* جیسے عالم کو ملک بربر کے قاضی کا صداقت نامہ لے کر بھیج دیا، جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو مسلمان سپین سے نقل مکان کر کے وہاں آنا چاہتے تھے وہ بعافیت وہاں پہنچ گئے۔ فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے ایک چالاکی یہ کی تھی کہ جلاوطنوں کے ساتھ اپنے کچھ افسر بھیج دیئے تھے وہی اُن کو پہنچا کر یہ صداقت نامہ لے آئے تھے۔ پیٹر مارٹر نے اپنی سفارت نہایت کامیابی کے ساتھ پوری کی۔ اس کے بعد مصر کی طرف سے کوئی صدا نہیں آئی۔ سویلا میں جو مسلمان عیسائی بنائے گئے اُن کو ملا کر تمام نو عیسائیوں کی تعداد پچاس ہزار سے ستر ہزار تک بتلائی جاتی ہے×۔

---

* Peter Martyr of Alghaira.

× میں نے ان تمام واقعات کو مارمول کرواجل (Marmol Carvajal.) سے ماخوذ کیا ہے، کیونکہ اُنہوں نے نہایت تفصیل سے کام لیا ہے اور اُن کے ماخذ اور اسانید بھی نہایت صحیح ہیں۔ (مصنف) مصنف علام نے ان مصنفین کے نام اور اُن کی تصانیف کو بقید صفحات یہاں درج کیا ہے۔ میں ان کو حذف کرتا ہوں۔ (مترجم)

پیٹر مارٹر نے غالباً اُن قصوں کا اعادہ کر دیا ہے جو دربار شاہی میں گھڑے گئے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے یکم مارچ ۱۵۰۰ء کو یہ لکھا ہے کہ مسلمانان البیسن نے بغاوت کر کے محافظین شہر کو بے قابو کر دیا، اور اُن کے افسر کو قتل کر ڈالا۔ پھر اُنہوں نے سپین کے اور مسلمانوں سے مدد لی، وہاں کے مسلمانوں نے بھی بغاوت کی، اور چند روز تک یہ حالت رہی کہ جو عیسائی اُن کو مل جاتا تھا اُس کو قتل کر ڈالتے تھے۔ جو لوگ پائین شہر میں بستے تھے وہ ہر وقت اپنی جان سے خائف تھے لیکن ٹینڈیلا نے اپنی فوج، اُس فصیل پر تعینات کر رکھی تھی جو شہر کو مسلمانوں سے جدا کرتی تھی، اور ٹلاویرا نے اپنے آپ کو باغیوں میں پہنچا دیا۔ چونکہ اُن کی عام طور پر عزت و حرمت کی جاتی تھی اس لئے اُنہوں نے باغیوں کے سرگروہوں کو بیم و رجا سے اس طرح اپنے قابو میں کر لیا کہ اُنہوں نے معافی مانگ لی۔ (دیکھو ان کی کتاب کا صفحہ ۲۱۲۔ نیز دوسری تصنیف کے صفحات ۲۱۵ و ۲۲۱)۔

ابتداءِ زمانہ کے بعض مصنفین شمینیس کے جوش مذہبی پر نکتہ چینی کرنے میں کچھ تامل نہیں کرتے۔ حالانکہ اُنہوں نے جو کچھ بھی کیا وہ ایک مقدس کام کے لئے کیا۔ اس سے فرے بلیڈا (Fray Bleda.) (ملاحظہ ہو القیہ حاشیہ صفحہ ۴۰ پر)

جو تدابیر کہ شروع کی گئی تھیں اُن کو کامیاب بنانے کے لئے فرڈی نینڈ نے غرناطہ آکر ۲۶ فروری ۱۵۰۰ء کو نو عیسائیوں کے نام ایک معافی نامہ عام جاری کر دیا جس کے موافق وہ تمام جرائم معاف کر دیئے جو اُن سے اصطباغ پانے سے پہلے سرزد ہوئے تھے۔ ان تمام حقوق کو جو ایسے جرائم کی وجہ سے سلطنت کو ان کے جان و مال پر حاصل ہو گئے تھے نظر انداز کر دیا گیا۔* لوگوں کو عیسائی بنانے میں جو خلاف قانون ذرائع اختیار کئے گئے اُن پر فرڈی نینڈ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اُس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نیپلس پر حملہ کرنے والے تھے جس کے لئے اُن کو اپنی تمام فوج کی ضرورت تھی مگر چونکہ گھر ہی کی حالت مخدوش ہو گئی تھی اس لئے اُن کو فوراً ادھر متوجہ ہونا پڑا۔ گو غرناطہ کے بہت سے مسلمان جلاوطن ہو چکے تھے مگر بہت سے مسلمان الفجارہ کے پیچ در پیچ پہاڑوں میں چلے گئے تھے جہاں پہنچ کر اُنہوں نے وہاں کے محنت کش اور سخت دل پہاڑیوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیا تھا۔ اس امید سے کہ اس تحریک کا انسداد ہو جائے فرڈی نینڈ نے ۲۰ جنوری کو مسلمانوں کے رؤساء کو لکھ کر یہ یقین دلایا کہ یہ خبریں کہ اُن کو بجبر مسلمان کر لیا جائیگا بالکل غلط ہیں اور اپنا یہ شاہی قول دیا کہ ایک شخص بھی اصطباغ لینے کے لئے مجبور نہ کیا جائیگا۔ مگر مسلمان اچھی طرح جانتے تھے کہ عیسائیوں کے قول و قرار کی کیا قدر و قیمت ہے اس لئے اُنہوں نے اُن کی میٹھی میٹھی باتوں کو گویا سنا ہی نہیں۔ اُن کو خود بھی یہ یقین نہ تھا کہ اُن کی بات مانی جائیگی اس لئے اُنہوں نے بہت ہی جلد اتنی فوج جمع کر لی کہ گویا اُن کو از سرِنو اس ملک کو فتح کرنا ہے۔ اس فوج کو لے کر وہ یکم مارچ کو بڑھے اور بہت ہی جلد مسلمانوں کی ضد کو توڑ دیا۔ باغیوں نے عیسائی ہونا اور پچاس ہزار ڈوکیٹ جرمانہ دینا منظور کر لیا مگر جس علاقہ میں اس قدر نشیب و فراز ہو وہاں یہ ہونا ہی تھا کہ اگر ایک جگہ بغاوت فرو کی جاتی تو دوسری جگہ شروع ہو جاتی تھی سال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) کو بہت غصہ آیا ہے اور اُنہوں نے لکھا ہے کہ "یہ وہ انعام ہے جو ہمیشہ اُن لوگوں کو ملا کیا ہے جو ان گمراہوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں خواہ ان مقدس لوگوں کی نیت کیسی ہی بخیر کیوں نہ ہو اور خواہ اُنہوں نے قواعد کلیسا کا کتنا ہی خیال کیوں نہ رکھا ہو بلکیوں کو عیسائی کرنے کے لئے مجبور کرنا اُن کی تعذیب کرنی اور زندہ جلانا بالکل جایز تھا کیونکہ اُن کے والدین ایک مرتبہ اصطباغ پا کر مذہب مسیحی سے برگشتہ ہو گئے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ اُن کی اولاد پر کلیسا کو ہر طرح کا حق حاصل تھا" (دیکھو بلیڈا کی تاریخ مسلمانان سپین مطبوعہ بلنسیہ ۱۶۱۸ء صفحہ ۶۲۶) + (مصنف)

* اس معاملہ میں قابل لحاظ امر یہ ہے کہ یہ معافی نامہ صرف فرڈی نینڈ کی طرف سے تھا اس میں ازابیلا کا نام تک نہ تھا حالانکہ غرناطہ کو سلطنت قشتالہ سے ضم کر لیا گیا تھا اور اس سلطنت کی مالک ازابیلا تھی نہ کہ فرڈی نینڈ + (مصنف)

گزر گیا مگر فرڈی نینڈ فوجی نقل و حرکت میں مصروف رہے۔ عیسائی واعظین کو بھی اپنی مدد کے لئے بلایا، اور ان لوگوں کو نو عیسائیوں کو کوہستان میں پند و نصیحت کے لئے بھیج دیا۔ یہ کام خطرہ سے خالی نہ تھا چنانچہ باوجود اس کے کہ ان کی حفاظت کے لئے فوج کے دستہ رکھے جاتے تھے مگر پھر بھی بہت سے پادریوں کو شرف شہادت حاصل ہو ہی گیا۔ جو ذرایع کہ (حضرت) مسیح (علیہ السلام) کا دین پھیلانے میں اختیار کئے گئے تھے وہ کسی طرح رفق و ملاطفت کے نہ تھے۔ اندراش کی جامع مسجد میں عورتوں اور بچوں نے پناہ لی تھی، اس لئے مسجد کو بارود سے اڑا دیا گیا۔ جب بلفیق پر قبضہ کیا گیا ہے تو تمام مردوں کو قتل، اور عورتوں کو کنیزکیں بنا لیا گیا۔ نجار اور گوئجار کو فتح کر کے وہاں کے تمام باشندوں کو غلام اور کنیزک قرار دے دیا گیا جتنے بچے گیارہ برس سے کم عمر کے تھے ان سب کو ان کے والدین سے چھین کر "نیک" عیسائیوں کے حوالے کر دیا گیا کہ ان کو دین سکھلائیں۔ یہ ایک نہایت اچھی تدبیر تھی، جس کا نتیجہ یہ بتلایا جاتا ہے کہ سیروں، ٹجولا اور دیگر مقامات کے دس ہزار مسلمان عیسائی بنا لئے گئے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ بغاوت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ ۱۴ جنوری ۱۵۰۱ء کو فوج موقوف کر دی گئی۔ لیکن جو مثال کہ بلفیق اور گوئجار میں قایم کی گئی تھی رونڈا اور سیرا برمیجا کی رعایا پر اس کا الٹا اثر پڑا۔ یہ لوگ ڈر گئے کہ کہیں ان کو بھی بجبر عیسائی نہ بنا لیا جائے۔ عیسائی جو ان پر آئے دن حملے کرتے رہتے تھے اس سے بھی وہ چڑ گئے تھے۔ یہ ایسی دایمی شکایت تھی کہ صلح و آشتی کی کوشش اگر خلوص کے ساتھ بھی کی جاتی تھی تو وہ بیکار ہو جاتی تھی۔ ان حملوں کے جواب میں مسلمان بھی انتقامی حملے کرتے رہتے تھے اس کے انسداد کے لئے ہر بار اندلسیہ کی فوج کو طلب کرنا پڑتا تھا۔ فرڈی نینڈ نے ایک اعلان عام جاری کر دیا کہ جو لوگ عیسائی نہیں ہونا چاہتے وہ دس روز کے اندر اندر ملک سے نکل جائیں؛ نیز یہ کہ جو عیسائی ہو جائینگے ان کی پوری حفاظت کی جائیگی؛ اور جو ملک سے نکلنا چاہینگے ان کو ایذا رسانی سے محفوظ رکھا جائیگا۔

سیرا برمیجا کے باغیوں نے اپنے آپ کو حکام کی تفویض میں دینے سے انکار کر دیا۔ ۲۲ فروری کو ایک فوج الونزو ڈی ایگیولار* (گونزالو ڈی کارڈووا کے بڑے بھائی) اور ایک اور مشہور و معروف سپینی افسر کی سر کردگی

Gonzalo de Cordowa. × Alonso de Aguitar. ※

میں رونڈا سے بھیجی گئی۔ مسلمان ایک ایسے قلعہ پر قبضہ کئے ہوئے تھے، جو کالاوئی کے علاقہ میں ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا، ۱۶ مارچ کو اس غیر قواعد دان فوج نے، جو لوٹ کھسوٹ کو اپنا مقصود اصلی سمجھے ہوئے تھی، بغیر کسی منظم طریقہ کے اِدھر اُدھر حملے کئے، مسلمانوں نے نہ صرف اس فوج کو شکست ہی دی، بلکہ بھاگتے ہوئے سپاہیوں کا تعاقب کیا۔ آخر ایگیولار نے بڑھ کر مسلمانوں کو مراجعت پر مجبور کیا۔ یہ دیکھ کر سپاہی پھر لوٹ کھسوٹ پر پڑ گئے۔ مسلمانوں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ واپس ہوئے، اور ایسا سخت حملہ کیا کہ ان لوٹیروں سے بھاگتے ہی بن پڑا۔ ایگیولار مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ رات کو اکیلا رہ گیا۔ مسلمانوں نے اُس کو گھیر لیا، اور سخت مقابلہ کے بعد اُس کو قتل کر ڈالا۔ یہ ایسی سخت مصیبت تھی کہ تمام سپین میں ایک سناٹا ہو گیا۔

فرڈی نینڈ دربار شاہی کی شجاعت کو لے کر غرناطہ سے بھاگے ہوئے آئے، اور یہ ارادہ کیا کہ جنگ کو سختی کے ساتھ جاری کریں لیکن جب اُنہوں نے اپنی فوج کی بزدلی اور پہاڑوں کی ناقابل تسخیر حالت پر غور کیا تو اُنہیں معلوم ہوا کہ فوج کے بل بوتے پر وہ کچھ بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ اُدھر ازابیلا کو نریاٹ تھی، اور وہ یہ چاہتی تھیں کہ مسلمان ایک ہی دن میں ملک بدر کر دیئے جائیں۔ عیسائی تو یوں بحالت تذبذب بیٹھے ہوئے کچھ سوچ رہے تھے کہ مسلمانوں نے صلح کے لئے خط و کتابت شروع کی، اور یہ درخواست کی کہ اُنہیں ملک چھوڑ دینے کی اجازت دی جائے۔ فرڈی نینڈ نے اس کو تسلیم کر لیا کہ خود اُن کی اور خداء تعالےٰ کی خدمت اسی میں ہے کہ ان لوگوں کا افریقیہ پہنچ کر مسلمان رہنا اس سے بہتر ہوگا کہ وہ سپین میں ایسے عیسائی رہیں جیسے کہ وہ ہیں لیکن باوجود اس کے اُنہوں نے ایک بڑے مزے کا سودا یہ کیا کہ جن لوگوں میں دس ڈوبلیٹ فی کس ادا کرنے کی استطاعت ہو وہ چلے جائیں، جو لوگ کہ ادا نہ کر سکیں، ان ہی کی تعداد زیادہ تھی، وہ یہیں رہیں، اور عیسائی ہونا منظور کریں، جو گروہ کہ ادائیگی تاوان جانے پر تیار ہو گیا اُس کے ساتھ فوج کا ایک دستہ کر دیا گیا کہ اُن کو ایسٹرے پونا کے بندر تک پہنچا آئے۔ وسط اپریل تک سیرا ڈوی نڈا کے مسلمانوں نے اسی شرط پر ہتھیار ڈال دیئے۔ سیرا برمیجا اور دیگر مقامات کے لوگوں نے یہ انتظار کر کے کہ جانے والے لوگ بعافیت ملک بربر پہنچ جائیں، اپنے آپ کو عیسائیوں کے سپرد کر دیا۔ علاقۂ زیرین کے نوعیسائی جو کوہستان میں چلے گئے تھے، فرڈی نینڈ کی اجازت سے اپنے وطن میں واپس چلے آئے،

اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور اپنی جایداد کی ضبطی منظور کرلی۔ رہ گئی اُن کی ذات اُس کو اُنھوں نے اپنے بادشاہ
کے رحم پر چھوڑ دیا۔ اتنا غنیمت تھا کہ اُن کی جانیں چھوڑ دی گئیں۔ غرض یوں وہ بغاوت جو شیمینیس
کی بیہودہ جوش مذہبی سے پیدا ہوئی تھی بمشکل تمام ختم ہوئی۔ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے تو بروۓ
معاہدہ اور چوری چوری ملک چھوڑ دیا اور ہزاروں مسلمان اپنے مصایب پر کُڑھنے اور اُس مذہب سے
نفرت کرنے کے لئے باقی رہ گئے جس کے اختیار کرنے پر وہ مجبور کئے گئے تھے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ
بناء فساد قایم رکھنے اور مسلمانوں کو چڑانے کے لئے یہ سخت احکام جاری کر دیئے گئے کہ نو عیسائی ملک
سے باہر نہ جا سکیں، جو لوگ کہ اس کی کوشش کریں اُن کو گرفتار کر کے محکمۂ احتساب محنہ کے سپرد
کر دیا جائے۔ یہ حکم تھا کہ جو جہاز ران ایسے مسافروں کو لے جانے کا قصد کرے اُس کی جایداد ضبط کر
لی جائے اور اُس سے ہر طرح کے تعلقات قطع کر دیئے جائیں۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ چونکہ نو عیسائی
کلیسا کی آغوش شفقت میں آ چکے ہیں اس لئے وہ اُس کے حدود اختیارات سے باہر نہیں جا سکتے۔

الفجارہ کے علاقہ میں عیسائی بنانے کی تدابیر کو تقویت دینے کے لئے فرڈی نینڈ نے ۳ جولائی ۱۵۰۱ء
کو ایک فرمان جاری کیا جس کے موافق تمام نو عیسائیوں پر وہ ٹیکس معاف کر دیا جو مسلمانوں کو اپنی
جان و مال کے لئے ادا کرنا پڑتا تھا۔ اُس کے بعد اُن سے صرف عُشر اور چُنگی لینی قرار پائی، جو تمام عیسائیوں کو
دینی پڑتی تھی۔ وہ از روۓ قانون، ہر حال میں عیسائیوں کے برابر قرار پائے۔ اُن کے مقدمات کا فیصلہ عام حکام
کے سپرد کر دیا گیا*۔ اُن کو عیسائیوں میں ملا جلا دینے کی یہ اچھی تدبیر تھی لیکن جو ظلم کہ اُن پر ہو چکے تھے وہ ایسے
نہ تھے کہ یہ وعدے اُن کے زخموں کا مرہم بن سکیں کیونکہ نو عیسائی اب بھی شک کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے
یکم ستمبر ۱۵۰۱ء کو ایک فرمان جاری ہوا کہ یہ نو عیسائی ظاہر یا پوشیدہ طور پر ہتھیار نہ رکھنے پائیں۔ اگر کوئی
اس کا مرتکب ہو تو پہلے جرم میں ضبطی جایداد اور دو ماہ قید کی سزا دی جائے اور دوسری مرتبہ سزاء موت
پائے۔ اس فرمان کی تجدید ۱۵۱۱ء اور ۱۵۱۵ء میں کی گئی۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس"

* جو لوگ کہ بنجوران اور راندراش میں قتل ہوئے تھے اُن کی اولاد سے یہ بھی وعدہ کیا گیا کہ اُن کے مقتول یا قیدی رشتہ داروں کی
خود پیدا کردہ یا جدی جایداد بطور انعام تبدیل مذہب اُن کو عطا کر دی جائیگی۔ (مصنف)

اُس زمانہ میں ذرایع حفاظت خود اختیاری کی سخت ضرورت تھی، ہتھیار رکھوا لینا نہ صرف ذلیل کُن سزا تھی، بلکہ سخت ترین بے رحمی۔ مگر ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ ایک لمبے سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی تھی، کیونکہ غلط کاری تو ظلم ہی سے قایم رہ سکتی ہے۔

تاج قشتالہ کے زیر اثر جو دوسری کوشش "ملک بھر میں ایک ہی مذہب" رکھنے کی کی گئی اُس کے لئے ازابیلا عام طور پر مستحق توصیف سمجھی جاتی ہیں۔ یہ یقینی بات تھی کہ جو لوگ یوں جبراً عیسائی کئے گئے ہوں اُن کے خلوص پر کسی طرح اعتماد نہیں ہو سکتا تھا لیکن ساتھ ہی یہ کہا جاتا تھا۔ "کہ اصطباغ لینے سے مسلمانوں کو کم از کم نجات ابدی تو حاصل ہو جانا یقینی ہے، اب اگر وہ اس سے فایدہ نہ اٹھائیں تو نتایج کے وہ خود ذمہ وار ہونگے۔ اس کے علاوہ اگر ان مسلمانوں کے بیٹے دیندار نہیں ہیں تو نہ سہی جب پوتوں کی پرورش کلیسا کے زیر اثر ہوگی تو وہ اپنے باپوں سے بہر کیف بہتر ہونگے۔ امت محمدیہ (علے صاحبہا التحیتہ والسلام) کی تباہی سے خدا کی بادشاہت بڑھیگی، اور اگر ملک میں ایک ہی مذہب ہوگا تو امن و امان رہیگا" اس قسم کے دلایل وہ دیندار بزرگ پیش کیا کرتے تھے جو ہر وقت ملکہ ازابیلا کو گھیرے رکھتے تھے۔ یہ امید ہی نہ تھی کہ شیمینیس، جو ملکہ کے بڑے معتمدین میں سے تھے، اُس کام کو مکمل کرنے میں تامل کرینگے، جو اُنھوں نے ایسے خوش آیند طریقہ سے غرناطہ میں شروع کیا تھا۔ کسی کا ایسا ہی سخت رعب و اثر تھا کہ جس کی وجہ سے ملکہ اتنی اندھی ہوگئیں کہ اُنھوں نے وہ کام شروع کر دیا کہ جس کی وجہ سے وہ ابداً آباد تک کے لئے بدنام ہوگئیں۔ غرناطہ میں جو جبراً عیسائی بنانے کا کام شروع ہُوا تھا اُس کو یوں کہنا چاہئے کہ اتفاقیہ شروع ہوگیا تھا۔ بعد میں معاملہ اتنا بڑھ گیا کہ اُن لوگوں پر فوج کشی کرنی پڑی کہ جو بے چین ہو رہے تھے۔ کوہستانیوں کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ خواہ وہ عیسائی ہونا منظور کریں یا جلاوطنی۔ جن لوگوں نے کہ تبدیل مذہب سے انکار کیا، اور صاحب مقدرت تھے، اُن کو اس شرط پر کہ وہ اپنا خرچ خود برداشت کریں، ملک چھوڑنے کی اجازت دیدی گئی۔ قشتالہ کی سلطنت میں ایک زمانہ بعید سے مدجلین امن و امان سے قناعت کئے ہوئے پڑے تھے، اور جو معاہدات اُن کے ساتھ صدیوں پہلے ہو چکے تھے اُن کی پابندی میں سلطنت کی صلاح و فلاح میں مدد دیتے چلے آرہے تھے۔ یہی وجہ

تھی کہ اُن کا دین بچا ہؤا تھا' اور اُن کو اجازت تھی کہ وہ اپنے ہی قانون کے پابند رہیں۔ اب ان معاہدات کی کھلی کھلی مخالفت کرنا' اور بغیر کسی طرح کے بہانے کے اُن کو تبدیل مذہب پر مجبور کرنا' دینی و دنیاوی قوانین کی ایسی سخت خلاف ورزی تھی کہ اُس کو کسی عالم دینی کی زبان زوری بھی جایز قرار نہیں دے سکتی۔ اس کے علاوہ ایک وفادار اور قانع رعایا کو اس طرح بےچین کر دینا' اور سازشیں کرنے پر مجبور کرنا' کہ ملک کے سیاست دان کئی نسل تک آرام کی نیند نہ سو سکیں' محض دیوانہ پن تھا۔

یہ سب کچھ صحیح' لیکن ازابیلا اپنے اندھا دھند جوش مذہبی میں ہر طرح کی غلطی اور حماقت کی مرتکب ہونے پر تیار تھیں۔ چنانچہ ابتدا یوں ہوئی کہ ۲۰ جولائی ۱۵۰۱ء کو یہ لغو حکم جاری کیا گیا کہ کوئی مسلمان صوبۂ غرناطہ میں داخل نہ ہونے پائے' تاکہ نو عیسائی اُن کے تعدیہ اور صحبت سے نہ بگڑ جائیں۔ یہ تھا وہ طریقہ استدلال جو ان کی ضمیر کو بہکانے کے لئے کام میں لایا گیا۔ حکم جاری ہونے کو تو ہو گیا' مگر اُس کی تعمیل ہونی ناممکن تھی۔ کیونکہ باربرداری اور مال تجارت کو ادھر سے اُدھر پہنچانے کا کام مدجلین کے ہاتھ میں تھا۔ اور سینکڑوں باتیں تو ایک طرف' سخت مشکل یہ تھی کہ شہر غرناطہ' غلہ کے لئے علاقہ بیرونی کا محتاج تھا۔ اس لئے کچھ اور فوری تدبیر سوچنی پڑی۔ بہت غور و خوض کے بعد ۱۲ فروری ۱۵۰۲ء کو ایک اور فرمان جاری ہؤا جس کے اتنے دور تک پہنچنے والے نتائج برآمد ہوئے' جہاں تک انتہاء تعصب مذہبی کا خیال تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر مسلمانوں کو غرناطہ جانے سے نہ روکا جا سکا' تو سب سے بہتر تدبیر یہ سوچی گئی کہ وہ مسلمان ہی نہ رہیں' سب کو زیر حمایت سلطنت قشتالہ عیسائی بنا لیا جائے۔ رہ گئے مسلمان غلام' ان سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے' مگر اُن کو ممیز رکھنے کے لئے ہر وقت بیڑیاں پہنے رہنے کا حکم دیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا کہ چونکہ بطور شکرانۂ الٰہی غرناطہ کو اُس کے دشمنوں کی ناپاکی سے پاک کر دیا گیا ہے' تو نو عیسائیوں کو ان کفار کی چھوت سے محفوظ رکھنا ضروری ہے' اس لئے سلطنتہاء قشتالہ و لیون کو ان کے قدموں سے پاک رکھنا بھی لازمی ہے۔ چنانچہ یہ حکم جاری کر دیا گیا کہ آخر اپریل تک کوئی مسلمان باقی

نہ رہے، یعنی تمام مسلمان مرد، جن کی عمر چودہ برس سے زیادہ ہو اور تمام مسلمان عورتیں، جن کی عمر بارہ سال سے زیادہ ہو ملک بدر کردیئے جائیں۔ بظاہر بچوں کو رکھ لینے کا اس واسطے حکم تھا کہ وہ اپنے والدین سے جدا کرکے عیسائیوں کی تربیت میں رکھ کر عیسائی بنا لئے جائینگے۔ جلاوطنوں کو یہ اجازت دی گئی کہ سواء سونے اور چاندی کے، جو کچھ وہ اپنے ساتھ لے جانا چاہیں لے جائیں۔ جلاوطنی کی سزا کہنے ہی بھر کی تھی کیونکہ اس کے لئے ایسی ایسی شرطیں لگائی گئی تھیں کہ جلاوطنی بھی ناممکن تھی۔ حکم تھا کہ جلاوطن سواء بسکے کے بندر کے اور کہیں سے نہ جاسکیں، اگر کہیں اور سے جانے کی کوشش کرینگے تو ضبطی جایداد کے علاوہ سزاء موت دی جائیگی۔ اُن کو کسی ایسے مقام میں جانے کی اجازت نہ تھی جو سلطنتِ نوار یا ارغون میں واقع ہو، چونکہ ترکوں اور افریقیہ کے مسلمانوں میں لڑائی ہورہی تھی، اس لئے وہ ان دونوں میں سے کسی کے یہاں پناہ نہ لیں۔ اگر اُنہیں جانا ہی ہو تو مصر جائیں، یا کسی اور جگہ۔ وہ واپسی کا کسی حال میں بھی قصد نہ کریں۔ سلطنت قشتالہ میں قدم رکھنے کی ہمیشہ کے لئے اُنہیں ممانعت تھی، خواہ وہ عارضی ہی ہو۔ اگر وہ ان احکام کی خلاف ورزی کرینگے تو سزاء موت پائینگے، اور جایداد ضبط کی جائیگی، اور اس کے لئے باقاعدہ مقدمہ چلانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ جو شخص ماہ اپریل کے بعد اُنہیں اپنے یہاں پناہ دیگا اُس کی بھی جایداد ضبط کرلی جائیگی۔ ان احکام کا اگر اُس واقعہ سے مقابلہ کیا جائے کہ جب مسلمانان پرتگال کو ۱۴۹۷ء میں بڑے تپاک سے پناہ دی گئی تھی، تو تعجب ہوتا ہے کہ ازابیلا کی پالیسی میں شیمینیس کی جابرانہ ترکیبوں سے کتنا زمین و آسمان کا فرق آگیا تھا۔

جب غرناطہ کو جبراً عیسائی بنانے پر نکتہ چینی کی گئی اور یہ شک ظاہر کیا گیا کہ ایسی صورتوں میں اصطباغ دینا جایز بھی ہے یا نہیں، تو اس کا کچھ اثر پڑا؛ اور اسی لئے نئے فرمان میں یہ کارستانی کی گئی کہ کسی قسم کی کوئی شرط نہ رکھی۔ صرف اس کی عبادت سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا تھا کہ شہر بدر ہونے سے بچنے کی صورت تبدیل مذہب ہی ہے۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ مسلمانوں کا عیسائی ہو جانا ان کی اپنی مرضی اور پسند کا نتیجہ معلوم ہو۔ مکاری اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ ہم کو معتبر ذرایع

ماخذ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادھر تو جلاوطنی اختیاری قرار دی گئی' اُدھر اُس کے لئے ایک میعاد قرار دی گئی' اور جب یہ میعاد گزر گئی تو کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی گئی' بلکہ سب کو اصطباغ لینے پر مجبور کیا گیا۔* نام و نمود کو محض خانہ پُری کرنے کے لئے' ایک تنگ وقت میں' کچھ وعظ و تلقین کی گئی' تاکہ ملکہ کی راج ہٹ پوری ہو جائے' اور بدقسمت مدجلین گروہ در گروہ (حضرت) مسیح (علیہ السلام) کا دین قبول کرنے پر مجبور کئے گئے۔ ۲۴ ر اپریل کو اویلانے فرڈی نینڈ اور ازابیلا کو اطلاع دی کہ دو ہزار نفوس عیسائی ہو گئے ہیں' اور اُن میں سے کوئی شخص ملک بدر نہیں ہونا چاہتا۔ ازابیلا کو ان نوعیسائیوں کے خلوص پر تو کسی طرح اعتماد تھا ہی نہیں' وہ کسی طرح ان لوگوں کے دھوکے میں آ ہی نہ سکتی تھیں۔ چنانچہ جب ان نوعیسائیوں نے یہ چاہا کہ وہ کسی ایسے علاقے میں جا کر رہیں کہ جہاں اُن کی قیدوں میں کچھ کمی آئے تو ۷ ر ستمبر کو اُنہوں نے ایک یہ حکم جاری کیا کہ یہ لوگ دو برس تک نہ اپنی جایداد فروخت کر سکتے ہیں نہ سلطنت قشتالہ سے ارغون' بلنسیہ یا پرتگال جا سکتے ہیں' اور اگر جانا ہی چاہیں تو بحری سفر اختیار نہیں کر سکتے' بلکہ خشکی کے راستہ جائیں' اور یہاں اس کی ضمانت دے جائیں کہ جیسے ہی وہ اپنا کام کر چکیں پھر واپس آجائینگے ×

ازابیلانے اس معاملہ میں خدا تعالےٰ کی اتنی بڑی خدمت کی تھی کہ اُن کا یہ خیال صحیح تھا کہ وہ انعام الٰہی کی مستحق ہو گئی ہیں مگر اس میں سخت مایوسی ہوئی۔ ملک پر وہ مصایب آئے کہ جس کا کچھ حد و حساب نہیں ۱۵۰۳ء سے لے کر ۱۵۰۶ء تک ملک میں سخت قحط پڑا' اور ۱۵۰۷ء میں وبا آئی۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس وبا میں پادری ہی زیادہ مرے۔ چنانچہ برنیلڈیز⊗ کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا

* زیورٹا اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے عیسائی ہونے سے انکار کیا' وہ جلاوطن کر دیئے گئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ لوگ بخوشی خاطر عیسائی نہیں ہوئے + (مصنف)

× بحری سفر کی ممانعت بظاہر اس لئے کی گئی تھی کہ مسلمان افریقیہ نہ چلے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے آدمی چلے بھی گئے تھے۔ سفرے بلیٹا یہ یقین دلاتے ہیں کہ اگر ٹارکیومیڈا زندہ ہوتے تو جس طرح یہودیوں کو جلاوطن ہونا پڑا اُسی طرح مسلمانوں کو بھی ہونا پڑتا کیونکہ اُن کا جوش مذہبی ایسا اندھا تھا جیسا اُن لوگوں کا جنہوں نے بادشاہ کو اس پر مایل کیا کہ وہ تمام مسلمانوں کو عیسائی کریں' اور وہ بھی بغیر تعلیم و تلقین کے' جس کی تاکید نہ صرف قانون دینی کے موافق ہے بلکہ دنیوی قانون کے لحاظ سے بھی نہایت ضروری ہے + (مصنف)

⊗ Bernaldez.

ہے کہ القلعہ ڈی وڈیرا میں تیرہ پادریوں میں سے بارہ مر گئے، اٹریرا میں چار پادری مرے باقی تمام پادری بیمار تو ہوئے مگر اچھے ہو گئے۔ برنیلڈیز کے تحت میں پانچ سو آدمی تھے اُن میں سے ایک سو ساٹھ کو اُس نے اپنے ہاتھ سے دفن کیا۔ یہی کیفیت تمام اندلسیہ اور قشتالہ کی تھی ۱۵۰۷ء میں ایسی شدید وبا پھیلی کہ جس میں سپین کی آدھی آبادی رہ گئی۔ اُس کے بعد بھی سخت وباؤہاں آئی ۔ وبا کم ہوئی تو ۱۵۰۸ء میں ایساٹڈی دل آیا کہ اس نے سورج کو بھی چھپا دیا۔ چار یا پانچ فرسنگ لمبی اور دو یا تین فرسنگ چوڑی زمین کے سبزے کو اُس نے اس طرح چاٹا کہ سوا انگوروں کے درختوں کے کسی چیز کا نام ونشان بھی نہ چھوڑا۔

۲۶ نومبر ۱۵۰۴ء کو ازابیلا مر گئیں*۔ اُن کے بعد چند روز فلپ اور جوآن (۱۵۰۶ء تک) شاہ شطرنج رہے۔ حقیقت میں فرڈی نینڈ ہی قشتالہ اور ارغون کے بادشاہ تھے اگرچہ مذہب کے متعلق وہ پر جوش آدمی تھے لیکن ملکی سیاسیات کے مقابلہ میں وہ شدید تعصب یا کٹا پن سے کام نہ لیتے تھے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ قانع رعایا غیر قانع سے اچھی ہوتی ہے۔ وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ چھیڑ چھاڑ کر کے رعایا کو ستائیں بلکہ اُن کا رجحان امن و امان کی طرف تھا قشتالہ کے مدجلین اصطباغ پا کر مارسکو نز (مولدین) کہلائے (آئندہ ہم ان کو مولدین ہی کہینگے) اور یہ لوگ محکمہ احتساب و محنہ کے زیر اثر کر دیئے گئے۔ یہ مشہور بات تھی کہ انہوں نے محض ظاہری طور پر اپنا مذہب تبدیل کیا تھا، حقیقت میں وہ دل کے ساتھ اپنے آبا و اجداد کے دین پر قائم تھے حتےٰ کہ جہاں تک اُن سے ہو سکتا تھا وہ اپنے فرائض دینی چھپ کر ادا کرتے تھے حالانکہ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جاتا تو وہ مستوجب سزا ہوتے۔ قشتالہ کے محکمۂ احتساب و محنہ کے اُس زمانہ کے کاغذات بہت ہی کم ملتے ہیں، جتنے بھی ملتے ہیں اُن سے کوئی صحیح نتائج اطمینان کے ساتھ اخذ نہیں کئے جا سکتے۔ جتنے کاغذات مجھے ملے، اور اُن کو مطالعہ کرنے اور غور کرنے کا جب مجھے موقعہ ملا ہے

---

* یاد ہوگا کہ جب منصور اعظم نے (خدا تعالےٰ اُن پر اپنی رحمت واسعہ نازل کرے) میدان جہاد میں انتقال فرمایا ہے تو پادریوں نے کہا تھا کہ "منصور فی النار ہوا" ازابیلا کی نسبت میں اور سارے مسلمان کیا کہیں؟ (مترجم)

اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہالی کلیسا کی نظرِ عنایت اب تک بھی زیادہ تر یہودی الاصل نو عیسائیوں کی طرف تھی مولدین کو ابتداءً انہوں نے بہت ہی کم چھیڑا۔

ڈیزا اب تک محتسبِ اعظم تھے ۱۵۰۰ء میں اُن کو اپنے عہدہ سے مستعفی ہونے پر مجبور کیا گیا اور اُن کی جگہ شیمینیس کو مقرر کیا گیا۔ وہ ایک مدت سے اس کے خواہشمند چلے آتے تھے محتسب اعظم ہوتے ہی انہوں نے کلیسا کے تمام نو عیسائیوں اور اُن کی اولاد کے متعلق ہدایات جاری کیں کہ معاملات مذہبی میں اُن کا رویہ کیسا ہونا چاہئے؟ اُن کے گرجا میں باقاعدہ طور پر حاضر لانے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں؟ اُن کو مبادیات مذہب کی کس طرح تعلیم و تلقین کرنی چاہئے؟ مسلمانوں اور یہودیوں کے جو مراسم باقی ہوں وہ اُن لوگوں میں سے کس طرح نکالے جائیں اور جادو ٹونے اور اور توہمات کو اُن میں سے کیونکر نکالا جائے۔ یہ معلوم کرنا کچھ آسان نہیں ہے کہ شیمینیس کو یہ ہدایات جاری کرنے کی کیا ضرورت داعی ہوئی تھی لیکن یہ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کلیسا اور کلیسائی اختیارات کا ایک پُرجوش حامی مسلمانوں کے جلاوطنی کے حکم سے پانچ سال کے بعد ایسی ہدایات جاری کرنے کا اقدام کریگا جس سے یہ معلوم ہو کہ کلیسا نے نو عیسائیوں کے متعلق اپنے فرائض کے ادا کرنے میں غفلت کی ہے لیکن جو کچھ بھی ہو اس میں کلام نہیں کہ اہالی کلیسا اپنے دنیاوی اور مادی نفع سے کسی طرح غافل نہ تھے کیونکہ جب خزانۂ شاہی نے مساجد پر اُن کے بند کرا دینے کے بعد قبضہ کیا تو کلیسائیوں نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ جائیداد گو غلطی ہی سے سہی خدا کے کام کے لئے دی جا چکی ہے اس لئے وہ دنیاوی ضروریات کے لئے نہیں لی جا سکتی۔

یوں یہ شکایات شروع ہو گئیں کہ کلیسا نے اپنے فرض سے غفلت کی اور اُن لوگوں کو تعلیم نہیں دی جن کو محکمۂ احتساب محض اس لئے سزائیں دیتا رہا تھا کہ وہ مذہبی معلومات میں جاہل مطلق ہیں۔ یہ شکایت آخر تک برابر رہی، جیسا کہ اوراق مابعد سے ظاہر ہو گا۔ شیمینیس کے احکام پر معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم توجہ کی گئی کیونکہ ۲ مارچ ۱۵۱۰ء کو فرڈی نینڈ نے اُن کو یہ لکھا کہ وہ شقہاء شاہی کے ذریعہ سے اُن کے تمام ماتحت پادریوں کی توجہ اس طرف مبذول کرا رہے ہیں کہ مسلمان اور یہودی الاصل نو عیسائی اب تک مذہب کیتھولک کے مراسم سے بالکل ناآشنا ہیں۔ انہوں نے شیمینیس کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ ان نو عیسائیوں کو نماز میں شامل ہونے پر مجبور کریں اُن کی تعلیم و تلقین

کا انتظام کریں اور تمام پادریوں کو تاکیدی حکم دیں کہ اس معاملہ پر خاص طور سے توجہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی فرڈی ننڈ نے جولیس ثانی سے یہ درخواست کی وہ محتسبین کو یہ اختیارات دیدیں کہ وہ نوعیسائیوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کریں جو بروئے قانون کلیسا وہ پوپ کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے تھے چونکہ اس سے اُن تدابیر کا سلسلہ شروع ہوتا تھا جو مولدین کے متعلق اختیار کی گئی تھیں، اس لئے یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محتسبین کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ اُس قانون کا اعلان کر دیں جو ایڈکٹ آف گریس کہلاتا ہے اور جس کے موافق ایک ایسی میعاد مقرر کی جا سکتی ہے (جو عام طور پر تیس دن سے کم نہیں ہو سکتی تھی) کہ جس میں گمراہ عیسائی حاضر ہو کر اپنے اور غیروں کے گناہوں کا اعتراف کر کے ضبطی جایداد اور موت سے بچ سکتے تھے، اور اُن کے بدلے میں محتسبین کے اختیارات تمیزی کے موافق عقوبت بینیہ، مالی یا روحانی پا سکتے تھے۔ وہ اپنی غلط کاریوں کا اعتراف علی رؤس الاشہاد کرتے تھے اور سب کے سامنے ہی کلیسا سے رعایات پاتے تھے۔ مگر یہ رعایت خود ایک طرح کا تاوان تھا، کیونکہ اگر وہ پھر وہی غلطی یا گناہ کرتے تھے تو بروئے قانون کلیسائی اُن کی سزا صرف یہی تھی کہ وہ زندہ جلا دیئے جائیں۔ علاوہ بریں اُن پر اور بہت سی قیود ڈال دی جاتی تھیں، یہ قیود نہ صرف مرتکب گناہ پر ہی ڈالی جاتی تھیں، بلکہ اُس کی اولاد جو مردوں میں۔ دو نسلوں تک اور عورتوں میں ایک نسل تک قایم رہتی تھیں، یعنی وہ کسی معزز یا زیادہ تنخواہ کے عہدہ پر مقرر نہیں کیا جا سکتا تھا، اور ہر معاملہ میں اُس کو کلیسا سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ اس کے علاوہ سپین کے خاص قانون کے موافق وہ ہتھیار نہیں لگا سکتا تھا، نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتا تھا، نہ ریشمین کپڑے، جواہرات، سونے اور چاندی کے زیورات پہن سکتا تھا، نہ خاص قسم کے پیشے مثلاً طبابت، جراحی، عطاری وغیرہ ہی اختیار کر سکتا تھا۔ معلوم ہی ہوگا کہ کلیسا اپنے گنہگار بچوں پر کسی طرح کا رحم نہیں کرتا تھا، خواہ وہ اپنے گناہوں پر کتنے ہی شرمندہ کیوں نہ ہوں نظر بایں حالات مرتدات کی شرائط ایسی نہیں تھیں کہ اُن کی طرف کسی کو کشش ہو۔

چونکہ محکمہ احتساب و محتسبہ کو دینی قانون کے احکام میں کسی طرح کی رعایت دینے کا اختیار حاصل نہ تھا، اور چونکہ

---

* مسلمان اس پر تعجب کریں کہ مجرم کی اولاد کیوں مستوجب سزا ہوئی۔ وہاں انگریزوں کی سی منصفانہ حکومت تو تھی نہیں کہ صرف مجرم ہی مجرم ہے اولاد پر والدین کے قصور کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہاں تو خالص عیسوی حکومت تھی۔ کیا یسوع مسیح تمام دنیا کے گناہ کے عوض اٹھا کر سولی پر نہیں چڑھا دیا گیا؟ (مترجم)

فرڈی نینڈ یہ چاہتے تھے کہ کچھ نرم تدبیر اختیار کی جائیں جو بغیر پوپ کی اجازت کے اختیار نہیں کی جا سکتی تھیں، اس لئے انہوں نے جناب پوپ کو لکھا کہ سپین میں ۱۴۹۲ء سے بہت سے مسلمان اور یہودی عیسائی ہو گئے ہیں، جو بوجہ فقدان تعلیم دینی فرائض دینی کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے اور اُن گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں جو کفار کے لئے مخصوص ہیں۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ حال ہی میں عیسائی بنائے گئے ہیں اس لئے اُن کے خلاف سخت کارروائی کرنی خلاف انسانیت ہوگی، اسی واسطے انہوں نے پہلے یہ حکم دیا ہے کہ اُن کو دینی تعلیم دی جائے۔ اُن کو اس کا پورا موقعہ دینے کے لئے کہ وہ بخوشی خاطر اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیں اور عقوبت سے بچنے اختیار کر لیں اُن کو تین دن دیئے گئے تھے تاکہ ضبطی جایداد اور دیگر اقسام کی تعذیب دینے کی ضرورت لاحق نہ ہو جس سے بروئے قانون دینی کوئی شخص نہیں بچ سکتا تھا خواہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف ہی کیوں نہ کر لے۔ مقصود یہ تھا کہ اگر اس شخص سے پھر وہی گناہ سرزد ہو تو وہ بچایا جا سکے۔

یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ فرڈی نینڈ کی یہ درخواست منظور ہو گئی لیکن اس میں اگر کوئی کام کی بات ہے تو وہ اس زمانے کی حالت کا بیان اور فرڈی نینڈ کی پالیسی کا ذکر ورنہ ایڈکٹ آف گریس پر تو ایسی پابندیاں عاید تھیں کہ اکثر حالتوں میں وہ بیکار ہی ثابت ہوتا۔ جو کچھ بھی تھا وہ رحم کی نمائش ہی نمائش تھی یا نو عیسائیوں کے مذہب سے پھر جانے پر زجر و توبیخ۔ کہنے کو تو تائبین کو پھر کلیسا کے زیر اثر لے لیا گیا کیونکہ انہیں حقیقی اصطباغ کا تجربہ تھا۔ بحیثیت ایک کیتھولک عیسائی اُن کو ہر قسم کے کلمات کفر اور بے ادبیوں سے بچنا چاہئے تھا۔ ان کا اعتراف گناہ بالکل نامکمل اور فرضی سمجھا جاتا جب تک وہ اس میں اُن تمام باتوں کو شامل نہ کر لیتے جو دوسروں کے متعلق ان کے علم میں ہوتیں۔ نامکمل اور فرضی اعتراف گناہ محکمہ احتساب کے قانون کے مطابق سب سے بڑا جرم تھا۔ اس کی سزا یہ ہے کہ جتنی معافیاں مل جاتی ہیں وہ سب سلب کر لی جاتی ہیں اور مجرم کو اور بھی سخت سزاؤں کا مستحق بناتی ہیں۔ یوں جو شخص ایڈکٹ آف گریس کے ماتحت ہو جاتا تھا اُس کا فرض تھا کہ وہ اعتراف گناہ کرتے ہوئے اوروں کی بھی پردہ دری کرے نہ اپنے خاندان کو چھوڑے نہ دوستوں کو اور ایسی شہادت بہم پہنچائے کہ جس سے وہ گرفتار ہو سکیں اُن پر مقدمہ چل سکے اور اُن کی تعذیب کی جا سکے۔ غرابی تو یہ ہے کہ محکمۂ احتساب محنہ کے جو کاغذات ملتے ہیں۔

اُن میں اب ایسی شہادتیں بکثرت ملتی ہیں کہ والدین نے اپنی اولاد کو اور اولاد نے اپنے والدین کو اس ڈر کے مارے مجرم قرار دلوایا کہ اُن کو خود اپنے قید ہونے اور عقوبت پانے کا اندیشہ تھا یا وہ سخت جرح سے ڈرے ہوئے تھے یا اُن کو یہ خطرہ تھا کہ وہ تعذیب کے کمرہ میں پہنچا دیئے جائینگے لیکن یہ امید رکھنی کہ کوئی آزاد آدمی اپنے نہایت عزیز و قریب کی چغلی کھائیگا انسانی خصایل کا نہایت کمینہ تخمینہ کرنا ہے اور اس کا قوت سے فعل میں آنا بہت مشکل بات ہے*۔ یہ صرف اُس صورت میں ہوتا تھا کہ جب تمام فرقہ متفق ہوکر کسی بات کو کرنا چاہتا تھا۔

اس امر کے معلوم کرنے کے ذرایع بہت ہی کم ہیں کہ آیا فرڈی نینڈ اور شیمینیس کی متفقہ کوشش سے کلیسا اپنے فرایض ادا کرنے اور اپنی ذمہ واریوں کے سمجھنے کی طرف مایل ہوا یا نہیں لیکن یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ وہ اس طرف متوجہ نہیں ہوا اور مولدین ویسے کے ویسے ہی مسلمان رہے جیسے کہ ہمیشہ سے تھے۔ دوسری طرف محتسبین اُتنے غافل نہ تھے جتنے کہ پادری۔ جب یہودی عیسائی بنانے کے لئے کم ملنے لگے تو اُن کی جگہ مسلمان تختۂ مشق بنائے جانے لگے۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۱۰ء میں کلاہورا، اگیولر ڈی رایو الحمہ، سرویر اڈی الحمہ، ارض اور ان لیسٹریلاس کے مولدین پر مقدمے چلائے گئے اور اڑتیس آدمیوں نے سزائیں پائیں۔ چونکہ اگیولر میں کوئی گرجا نہ تھا کہ جہاں نو عیسائیوں کو تعلیم دی جاتی اس لئے ایک نئے گرجا کی تعمیر شروع کی گئی۔ شاہ چارلس نے اپنی شاہانہ فیاضی سے ضبط شدہ جایداد میں سے

---

* اعتراف گناہ کے ذریعہ سے لوگوں کو پھنسانے کی مثال فرانسسکو ظفر رَبیرا **Francisco Zafar Rebera.** کے مقدمہ سے ملتی ہے۔ یہ شخص بلنسیہ کا رہنے والا مولد تھا جس کو ۱۶۰۵ء میں از روئے الہام عیسائی بنایا گیا تھا اور اس کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ مانسیرٹ **Monserrat.** کی زیارت کرے۔ یہیں اُس نے ایک پادری کے سامنے اعتراف گناہ کیا۔ اس پادری نے اُسے برشلونہ بھیج دیا تاکہ وہاں کا محتسب اُس کے ارتکاب کفر کو معاف کرے۔ محتسب نے اُس کو حکم دیا کہ وہ اُن لوگوں کا بھی نام بتلائے جو اب تک مسلمان چلے آتے ہیں۔ یہ معلوم کرکے کہ یہ لوگ بلنسیہ کے رہنے والے ہیں محتسب نے ظفر کو وہاں بھیج دیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے چار ہزار آدمیوں کو نام بنام مجرم بتلایا۔ یہ شخص جابجا درزی کا کام کرتا پھرتا تھا اور تمام مسلمانوں سے واقف تھا (تاریخ مصنفہ بلیڈ اصفحہ ۹۲۹)۔

داد الجار لانزیویر نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۹ پر لکھا ہے کہ مولدین کی بدتر خصایل میں سے ایک یہ بات تھی کہ جب اُن کو کوئی ضرورت لاحق ہوتی تھی تو اپنی نسبت تو اعتراف کر لیتے تھے مگر اپنے ہمسایوں کے متعلق کچھ نہ کہتے تھے اسی لئے وہ ارتداد کے جرم میں زندہ جلا دیئے جاتے تھے۔ (مترجم)

نصف رقم تعمیر وغیرہ کے لئے عطا فرمائی۔ دوسرے سال یہ معلوم کرکے کہ جو مولدین یہاں ستائے گئے ہیں، اور اُنہوں نے اس امید پر غرناطہ جانا شروع کر دیا ہے کہ وہاں سے افریقیہ چلے جائینگے، یا وہیں کہیں چھپے رہینگے، شاہ چارلس نے پھر شاہانہ فیاضی دکھلائی اور یہ حکم دیا کہ جو ضبطیاں ہوں وہ بحق بادشاہ نہ ہوں، بلکہ اُن لوگوں کے فواید کے لئے محفوظ رکھی جائیں جو ایڈکٹ آف گریس کو منظور کرلیں۔ اسی طرح جب ۱۵۱۰ء میں یہ سنا گیا کہ سیونیکا کے محتسبین مولدین کو گرفتار کرکے مقدمے چلا رہے ہیں، تو کارڈنل ایڈرین، محتسب اعظم نے دو برس کے لئے ایڈکٹ آف گریس جاری کر دیا، اور شاہ چارلس نے ضبطیوں کا حکم منسوخ کر دیا۔ مگر ۱۵۲۰ء میں پھر ضبطی جایداد کی اجازت دیدی گئی۔ ۱۵۱۵ء میں بھی ایک سال کے لئے ایڈکٹ آف گریس جاری کیا گیا تھا۔ اس سے محتسبین کارٹاجینا کی تکلیفیں بچ گئیں، جو مولدین والل ڈی ریکوٹ واقع مرسیہ پر مقدمہ چلا رہے تھے۔ اکتوبر ۱۵۱۹ء میں ایک سال کے لئے ایڈکٹ کی اور توسیع کر دی گئی۔ ۲۴ دسمبر ۱۵۲۱ء کو کارڈنیل ایڈرین نے محتسبین کو لکھا کہ مولدین اس بناء پر ایڈکٹ کی توسیع کی درخواست کرتے ہیں کہ بوجہ روز روز کے فسادات کے نہ وہ اپنی طرف سے اعتراف گناہ کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں نہ دوسروں کی طرف سے۔ چنانچہ اُنہوں نے یکم جنوری ۱۵۲۲ء سے چھ مہینے کے لئے اور توسیع کر دی، اور یہ شرط کی کہ اس عرصہ میں جو اعتراف گناہ کرلیں اُن کی جایداد ضبط نہ کی جائیگی، بلکہ عقوبت تنبیہ کے معاملہ میں اُن پر رحم کیا جائیگا، نہ اُن کو عمر بھر کے لئے قید کیا جائیگا نہ وہ سان٭ بے نی ٹو پہننے پر مجبور کئے جائینگے، بلکہ جیسے ہی وہ اپنے جرایم کا علی رؤس الاشہاد اقرار کرلینگے معاف کر دیئے جائینگے۔

جو کچھ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اُس سے یہ معلوم ہوگا کہ محتسبین اپنے جوش مذہبی سے زیادہ کام لیتے تھے، احتیاط اور مصلحت سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے، اُن کے افسر تکلیف اُٹھانے والے

٭ سان بے نی ٹو ایک زرد رنگ کا کُرتہ ہوتا تھا۔ اُس میں سرخ رنگ کے بند لگے رہتے تھے۔ حکم تھا کہ مجرم جب باہر نکلے اُسی کو پہن کر نکلے۔ یہ بہت بڑی سزا سمجھی جاتی تھی کیونکہ یہ سخت بے عزتی کی نشانی تھی۔ صرف یہ نہیں بلکہ اس کے پہننے والے مجرم کا نام و نشان اور وہ جرم جس کی پاداش میں یہ پہنایا جاتا تھا ایک کاغذ پر لکھ کر لٹکا دیا جاتا تھا، تاکہ مجرم، جرم اور اُس کی سزا ہمیشہ کے لئے قایم رہے۔ (مصنف)

آدمیوں کی درخواستیں سننے کو تیار رہتے تھے، اور اس کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ایسے لوگوں سے خلوص کے ساتھ اُس دین پر قایم رہنے کی امید رکھنی بالکل بیہودہ ہے جس میں جبر و تشدد سے کام لیا جائے اور جو تعذیب اور قتل و غارت کا ذریعہ بنا ہوا ہو لیکن اس کا کیا علاج تھا کہ قانون دینی موجود تھے اُن پر عمل کرنے والے زندہ تھے اور جو لوگ کیتھولک مذہب کے پابند ہو چکے تھے اُن پر اُن قوانین کا نفاذ اور اُس مذہب پر بجبر قایم رکھنا ضروری تھا۔ کچھ ایسی حالت پیدا ہو گئی تھی کہ اُس سے بچنا ناممکن تھا۔ کوئی راستہ ڈھونڈھنے کی کوشش کی جاتی تھی تو مشکلات اور بھی بڑھتی چلی جاتی تھیں، حتے کہ جب کوئی معقول علاج سمجھ میں نہیں آتا تھا تو مصیبت کی انتہا ہو جاتی تھی، اور سخت حوادث پیش آتے تھے اِس وقت تک یہی خیال تھا کہ عملی کارروائی کو جہاں تک ممکن ہو نرم، بلکہ ملتوی ہی کیا جائے۔ کارڈنیل ایڈرین نے ۵ اگست ۱۵۲۱ء جو یہ حکم جاری کیا کہ کوئی شخص اُس وقت تک گرفتار نہ کیا جائے کہ جب تک اُس کے خلاف براہ راست کوئی شہادت نہ بہم پہنچ جائے، اور اس کے بعد بھی یہ شہادت پہلے محتسب اعظم کے پاس غور مزید کرنے کے لئے بھیج دی جائے۔ اِس حکم کے اجرا کا بھی یہی باعث تھا کہ کوئی معقول علاج سمجھ میں نہ آتا تھا۔* معمول کے مطابق محتسبین ان ہدایات کو اپنے مطلب کے موافق استعمال کرتے تھے جب ایڈرین اپنے عہدہ سے الگ ہوئے تو اُن کی جگہ اسقف مین رِیک[×] مقرر کئے گئے۔ اُنھوں نے ۲۸ اپریل ۱۵۲۴ء کو ایک اور حکم جاری کیا جس کے الفاظ بہت صاف تھے اِس میں یہ کیفیت بیان کی گئی تھی کہ مولدین کو فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے عیسائی کرنے کا حکم دیا تھا، اور اُن کو آزادی اور اڈیکٹ آف گریس دینے کا وعدہ کیا ؛ اسی لئے کارڈنیل ایڈرین نے ایسے احکام جاری کئے جن میں اُن کے لئے بہت سی مراعات مرکوز

---

* یہ یاد رکھنا چاہئے کہ محکمہ احتساب محض اگر کسی کو گرفتار کرتا تھا تو وہ بھی فی نفسہ سخت سزا تھی۔ ملزم کی تمام جایداد قرق کر لی جاتی تھی، اور وہ شخص مقدمہ کے زیر تجویز رہنے تک قید کر دیا جاتا تھا۔ مقدمہ کے فیصل ہونے میں ایک برس سے لے کر تین برس تک لگ جاتے تھے اِس عرصہ میں اُس کے خاندان کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ شخص کہاں ہے؛ اور اُس شخص کو اس کی خبر نہ ہوتی تھی کہ اُس کا خاندان کہاں اور کس حال میں ہے۔ قید خانہ میں اُس کا تمام خرچ اُس کی مقروقہ جایداد سے ادا ہوتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ تمام جایداد اسی میں ختم ہو جاتی تھی ۔ (مصنف)

× Manrique.

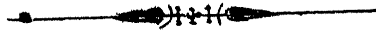
رکھی گئیں محتسبین کو حکم تھا کہ خفیف باتوں پر اُن پر مقدمے قایم نہ کئے جائیں، اور اگر کوئی گرفتار کر لیا جائے تو اُن کو رہا، اور اُن کی جایداد کو واگزار کر دیا جائے۔ مگر باوجود اس کے محتسبین چھوٹے چھوٹے جرایم اور صرف ایک ہی گواہ کے بیان پر اُن کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ جاہل ہیں، بآسانی اپنی بے گناہی کو ثابت نہیں کر سکتے، اور اُنھوں نے دینی تعلیم نہیں پائی ہے، اس لئے یہ اپنی گرفتاری سے سخت نالاں ہیں۔ اُنھوں نے یہ درخواست دی ہے کہ اُن پر اور زیادہ سختی نہ کی جائے۔ بنا بریں محتسب اعظم یہ حکم ہدایت کرتے ہیں کہ کوئی محتسب اُن کو اس وقت تک گرفتار نہ کرے کہ جب تک ایسی کافی شہادت نہ پیدا ہو جائے کہ اُن سے ایسا جرم سرزد ہوا ہے جو کفر کی برابر ہے، اگر اس کی نسبت ذرا سا بھی شبہ ہو تو پہلے شہادت محتسب اعظم کے پاس براۓ غور بھیج دی جائے۔ جو لوگ مشتبہ جرایم کفر میں گرفتار ہیں اُن کے مقدمات کی سماعت بہت جلد کی جائے، اور اُن کے ساتھ اُس حد تک رحیمانہ سلوک کیا جائے کہ جہاں تک اپنا ایمان و ضمیر خود کو متہم نہ کرے۔

یہ بھی خیال نہ کیا جائے کہ ان احکام نے، جو نیک نیتی پر مبنی تھے، اُن شکایات کو رفع کر دیا تھا، جو مولدین کو تھیں۔ حکام محکمۂ احتساب و محنہ کی تمام کارروائی بصیغۂ راز ہوتی تھی، اسی لئے وہ اپنی ذمہ داریوں سے بہت بچے رہتے تھے، کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا تھا۔ جو اختیارات اُن کو حاصل تھے اُن میں سختی اور نرمی حکم دینے والے کے مزاج کی اُفتاد پر منحصر تھی، مگر چاہے وہ اپنے اختیارات سے اچھی طرح کام لیں، یا بُری طرح، بیرونی صورت اچھی ہی کھلاتے۔ تھے قشتالہ کے موالدین رفتہ رفتہ اپنے عیسائی ہمسایوں کی راہ و رسم اختیار کرتے چلے جاتے تھے، اُنھوں نے اپنی قومی زبان اور لباس کو چھوڑ دیا تھا، صبح و شام کی نمازوں اور جماعتوں میں شریک ہونے لگے تھے، قربانگاہ سے برکتیں حاصل کرتے اور اعتراف گناہ کرتے تھے، جنازوں اور دینی مجمعوں میں شامل ہوتے تھے، غرض ہر طرح عیسائیوں کے سے کام کرتے تھے۔ اب چاہے اُن کے دل کی کچھ ہی کیفیت کیوں نہ ہو۔

۱۵۱۲ء میں فرڈی نینڈ نے نوار کو فتح کر کے سلطنت قشتالہ کے ساتھ ضم کر لیا تھا، کیونکہ

بہ نسبت ارغون کے قستالہ میں شاہی اختیارات زیادہ وسیع تھے۔ اس لئے مدجلین ۱۵۰۲ء تک ایڈکٹ کے تحت میں آ گئے' اور اُن پر وہی شرائط پیش کی گئیں کہ "یا تو وہ ملک چھوڑ دیں' یا عیسائی ہونا منظور کریں" اُن کے لئے یہ آسان تھا کہ وہ فرانس کے کسی حصۂ سلطنت میں چلے جاتے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر وہ اصطباغ اور احتساب کے مقابلہ میں وہیں جانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ فرڈی نینڈ نے حتے الوسع بہت ہی جلدی کر کے یہ دونوں باتیں اُن پر لازمی قرار دے دیں ہم کو یہ بتلایا گیا ہے کہ صرف ۱۵۱۶ء میں شہر ٹیوڈیلا ہی میں دو سو غیر آباد مکانات تھے اِس کے بعد مولدین نوار کی بابت کہیں ذکر نہیں آتا[*]۔ جو جایداد کہ یہ لوگ چھوڑ گئے تھے وہ ضبط کر لی گئی۔ کیونکہ ۱۵۱۹ء میں محتسب اعظم نے حکم جاری کیا کہ جن اراضی سے کہ مسلمان نکال دیئے گئے ہیں اُن کی تمام دستاویزات محتسبین کے سامنے پیش کی جائیں ۞

لیکن ملک سپین کے تماشا گاہ پر ایک پُردرد تماشا ہونے والا تھا۔ جس کے بیان کرنے کے واسطے اُن واقعات کا بیان کرنا ضروری ہے جو اُس سے پہلے گزر چکے تھے ۞



[*] ینگواس Yangueas. اپنی کتاب کے صفحہ ۴۲۸ میں وہ فیاضانہ فرمان درج کرتے ہیں' جو مسلمانان ٹیوڈیلا کے حق میں اُس وقت جاری ہوا تھا کہ جب ۱۱۱۴ء میں الونز دال ٹبالاڈور Alanso el Batallador نے اُس شہر پر قبضہ لیا تھا۔ اُس سے وہی پالیسی معلوم ہوتی ہے کہ جو جنگہاء باز یافت کے موقعہ پر تمام سپین میں اختیار کی گئی تھی جب تاج و تخت خاندان کیپٹ Capet. کی طرف منتقل ہوا تو لوئی ہیوٹن Louis Hutin نے ۱۳۰۷ء میں اُن تمام مراعات کو تسلیم کر لیا تھا جو مدجلین کو دی گئی تھیں ۱۳۶۸ء میں چارلس لی موادیس Charles le Mauvais. نے مسلمانان ٹیوڈیلا کے تمام آدھے ٹیکس اس لئے معاف کر دیئے تھے کہ اُنہوں نے جنگوں میں مدد دی تھی۔ خاص کر قلعوں کے بنانے اور مرمت کرنے میں۔

باب سوم

جرمانیا

یہاں تک ہم نے اُن سلطنتوں کا ذکر کیا ہے جو قشتالہ کے تحت میں تھیں۔ مسلمانوں کے متعلق ان کی جو پالیسی تھی وہ فرڈی نینڈ اور ازابیلا کے متحدہ زمانۂ دولت میں طے ہو چکی تھی۔ ان دونوں سلطنتوں سے الگ ارغون کی ایک اور سلطنت تھی، جس میں ارغون، بلنسیہ اور صوبہ قتلونیہ شامل تھا۔ اِن پر اکیلا فرڈی نینڈ ہی حکمران تھا۔ بمقابلہ اپنی ہمسایہ سلطنتوں کے اس علاقہ نے قدیم آزادی کو بہت زیادہ قایم رکھا تھا۔ وہ اپنے قوانین اور مراعات کی سختی کے ساتھ حفاظت کرتے تھے۔ اُن کی عدالتیں ایسی تھیں کہ جن پر وہاں کے بادشاہ کو پورا اعتماد تھا، کیونکہ مظالم کے متعلق عرایض پر بہ نسبت عام راءِ کے زیادہ توجہ کی جاتی تھی۔ یہ کیفیت قشتالہ کے دستور العمل سے پہلے ہی وہاں پیدا ہو چکی تھی۔ وہاں کی جماعت حکمران اپنے اُن مسلمان غلاموں کی زیادہ قدر و قیمت سمجھتے تھے جو کشاورزی کرتے اور بہت زیادہ محصول ادا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اصحاب کلیسا یہ سمجھتے تھے کہ ان لوگوں کو قرضہ دینے سے اُن کا روپیہ محفوظ رہیگا، اور اس سے کلیسا کی بنیادیں اور زیادہ مضبوط ہونگی۔ یہ ایک ضرب المثل ہو گئی تھی کہ "جہاں مسلمان زیادہ ہونگے وہاں نفع بھی زیادہ ہوگا۔" اسی لئے موجودہ حالت کو برقرار رکھنے کے لئے بہت کچھ زور لگایا جاتا تھا۔ اگر کوئی ہنگامہ و فساد پیدا ہو جاتا تو اُس سے نقصان کا سخت اندیشہ تھا۔ اگر مسلمان اصطباغ پا کر قانون کے موافق پُرانے عیسائیوں کے برابر حق پا لیتے تو اُن کے آقاؤں کی آمدنی کا کم ہو جانا یقینی تھا۔ اِس تحفظ حقوق سے، جو خود غرضی پر مبنی تھا، ایک مدت تک پُرجوش پادری سخت ناخوش رہے، کیونکہ اُن کا مقصود ابتداءً تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو بجبر مسلمان

کر لیا جائے، مگر بعد میں اُن کی یہ خواہش ہوئی کہ ان لوگوں کو جلا وطن ہی کر دیا جائے ۔

غرناطہ اور قشتالہ میں جن واقعات سے ہنگامے برپا ہو چکے تھے اُن کی وجہ سے اس تحفظ پر اور بھی زیادہ نگاہیں پڑنے لگیں مگر یہ صدا کسی قدر بے ہنگام اور قبل از وقت تھی کیونکہ ۱۴۹۵ء ہی میں حکام طرطوشہ نے فرڈی نینڈ سے ایک فرمان حاصل کر لیا تھا، جس کے موافق وہ نہ مسلمانان قتلونیہ کو خود جلا وطن کر سکتے تھے نہ اُن کی جلا وطنی کی منظوری دے سکتے تھے۔ قشتالہ میں ۱۵۰۲ء میں جو فرمان جاری ہوا تھا اُس کے بعد یہ افواہ اُڑی کہ فرڈی نینڈ اُسی کی پابندی یہاں بھی کریگے؛ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۵۱۰ء میں برشلونہ کی مجلس امرا نے اُن سے اس کے خلاف اقرار لے لیا۔ ۱۵۱۹ء میں اُنہوں نے موتزوں کی مجلس امرا میں اس کا اعادہ کیا، اور یہ ایزاد کیا کہ وہ اُن کو بجبر عیسائی نہ بنائینگے نہ اُن پر ایسی قیود لگائینگے کہ جن کے موافق وہ عیسائیوں سے بآزادی نہ مل سکیں۔ اس قرارداد پر اُنہوں نے قسم کھائی۔ جب ۱۵۱۸ء میں چارلس پنجم تخت پر بیٹھے تو اُن سے بھی اس اقرار پر عمل کرنے کے لئے قسم لی گئی ۔

حقیقت یہ ہے کہ فرڈی نینڈ نے اپنی عادت کے موافق محتسبین کے اس بے عقلانہ جوش کے روکنے کے لئے حکیمانہ دخل دیا، کیونکہ یہ لوگ اپنے اختیارات کا بیجا استعمال کر رہے تھے، اور بالواسطہ ذرایع سے مسلمانوں کو بجبر عیسائی بنانے کی تدابیر کر رہے تھے۔ ڈیوک اور ڈچز آف کارڈونا، کاونٹ آف ایٹی، باگورزا، اور امرا کی شکایت پر اُنہوں نے ۱۵۰۸ء میں محتسبین کو اس لئے دھمکایا کہ وہ حدود قانون سے تجاوز کرتے ہیں، جس سے مسلمانوں کو شکایات پیدا ہوتی ہیں اور اُن کے آقاؤں کو نقصان پہنچتا ہے۔ اُنہوں نے حکم دیا کہ کوئی شخص بجبر عیسائی نہ کیا جائے، کیونکہ خدا اسی کو پسند کرتا ہے، اور یوں ہی اُس کی خدمت ہو سکتی ہے کہ لوگ بطیب خاطر عیسائی ہوں۔ ساتھ ہی اُن کا یہ بھی حکم تھا کہ کوئی شخص محض اس لئے قید نہ کیا جائے کہ اُس نے دوسروں کو یہ کہا ہے کہ وہ عیسائی نہ ہوں، آئندہ کسی مسلمان کو اُس وقت تک اصطباغ نہ دیا جائے کہ جب تک وہ خود ہی درخواست نہ کرے۔ جو لوگ کہ اس جرم میں قید ہیں کہ اُنہوں نے دوسروں کو عیسائی نہ ہونے کی ترغیب دی تھی، وہ فوراً رہا

کردیئے جائیں، اور تمام کاغذات ارغون کے محتسب اعظم جوان ڈی اینگیورا اسقف وِش کے پاس بھیج دیئے جائیں، نیز آیندہ بغیر اُن (محتسب اعظم) کے حکم کے کوئی شخص گرفتار نہ کیا جائے۔

چونکہ یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ بعض آدمی اس ڈر کے مارے بھاگ گئے تھے کہ وہ بجبر عیسائی بنا لئے جائینگے، یا قید کر دیئے جائینگے اس لئے اُن کو واپس بلا لیا جائے، اور اُن کو اطمینان دلا دیا جائے کہ آئندہ اُن پر کوئی جبر نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح جب ۱۵۱۰ء میں ارغون کے چند مسلمان عیسائی بنا لئے گئے تھے، اور اس وجہ سے اُن کے اہل و عیال نے اُن کو چھوڑ دیا تھا، تو فرڈی نینڈ نے محتسبین کو حکم دیا کہ اُن کے بال بچوں کو واپس بلا لیا جائے، اور اُن پر کسی قسم کا جبر نہ کیا جائے نہ اُن کو زبردستی اصطباغ دیا جائے۔ بہرکیف ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو بآہستگی عیسائی بنانے کا کام برابر جاری تھا۔ چنانچہ قشتالان کے ایک فقیہ، موسومہ یعقوب یتلینز کا واقعہ اس کی کافی شہادت ہے۔ یہ شخص عیسائی ہو گیا تھا، اور بہت سے اور لوگوں کو بھی عیسائی بنانے کے لئے اپنے ساتھ لایا تھا۔ فرڈی نینڈ نے اُس کو اس کام میں مدد دینے کے لئے پروانہ راہداری دیدیا تھا، تاکہ وہ ہر جگہ سفر کر سکے، اور مسلمانوں کے ہر مجمع میں شامل ہو سکے۔ مسلمانوں کو بھی حکم تھا کہ وہ ایک جگہ جمع ہو کر اُس کی تقریروں کو سنیں۔ اس قسم کے واقعات سے یہ امید بندھتی جاتی تھی کہ ایک ایسا وقت آئیگا کہ ملاطفت اور ترغیب سے مذہب مسیحی اپنا راستہ نکال لیگا۔ نوعیسائی ہمیشہ پکے دیندار نہ ہوتے تھے، لیکن باوجود اس کے قشتالہ کی طرح ارغون میں یہ پالیسی اختیار کی گئی تھی کہ اُن کے ساتھ کوئی سختی نہ کی جائے۔ ہم دیکھ ہی چکے ہیں کہ ۱۵۰۲ء میں مسلمانان ٹیرول اور البراسین نے بہت بڑی تعداد میں اصطباغ لینے کی درخواست دی تھی۔ اتنے آدمیوں کے یک لخت عیسائی ہونے کا یہ بھی نتیجہ ہوتا تھا کہ لوگ نئے مذہب سے روگرداں بھی ہونے لگتے تھے۔ جب محکمہ احتساب و محنہ نے اُن کے خلاف کارروائی کرنی چاہی تو ۱۵۱۹ء میں چارلس پنجم نے اس معاملہ میں دخل دیا، اور یہ کہا کہ اُنہیں معلوم ہوا ہے کہ نو عیسائیوں کی اولاد میں سے بہت سے آدمی، جو اپنا مذہب چھوڑ چکے تھے، پھر عیسائی ہونا چاہتے ہیں، مگر سزا سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے اُنھوں نے حکم دیا کہ اگر وہ ایک سال کے اندر آ کر اعتراف گناہ کر لینگے

نواُن کی جایداد ضبط نہ کی جایئگی یہی رعایت طرطوشہ اور اور شہروں کو بھی دی گئی*۔

مسلمانوں کی سب سے زیادہ آبادی بلنسیہ میں تھی یہیں کے لوگ عیسائی بھی زیادہ ہوئے اور محکمہ احتساب و محنہ کو بھی یہاں سخت کارروائیاں کرنی پڑیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سے نی سس کا چھوٹا سا قصبہ تقریباً تمام ہی عیسائی ہوگیا تھا کیونکہ ۸ اپریل ۱۵۱۹ء کو محتسب بلنسیہ نے وہاں کے گرجا میں دو سو بتیس [۲۳۲] مولدین کو سزائیں دیں۔ یہ لوگ ایڈکٹ آف گریس کے ماتحت آچکے تھے۔ ان لوگوں نے اعتراف گناہ کرلیا تھا اور اپنی غلط کاریوں کو تسلیم کرلیا تھا۔ بظاہر ان کی ضبطیاں نہیں کی گئیں اور عقوبت دینیہ کی جو سزا دی گئی تھی وہ بھی دینی ہی تھی لیکن جو معمولی سخت سزا مقرر تھی اُس سے وہ لوگ نہیں بچے۔ ایک اور بے رحمانہ کارروائی کی بھی نہایت شرمناک شہادت ملتی ہے یعنی یہ کہ ان غریب شرمندۂ گناہ لوگوں میں بتیس [۳۲] عورتیں اُن آدمیوں کی تھیں کہ جو زندہ جلائے گئے تھے×۔ یہ صورت

---

*اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو نئی مسجدیں بنانے کی اجازت نہ تھی محکمہ احتساب و محنہ شدت کے ساتھ اس کی مخالفت اور اس کی نگرانی کرتا تھا۔ ۱۵۱۴ء میں محتسب بلنسیہ کیلو دنامی نے یہ حکم دیا کہ ایک مسجد کو جو حال ہی میں بنی تھی اس طرح منہدم کیا جائے کہ اُس کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ ۱۵۱۹ء میں اسی محتسب نے اپنے محکمہ والوں کا اس لئے شکریہ ادا کیا تھا کہ انہوں نے ایورا کی ایک نو تعمیر مسجد کو ڈھایا ہے۔ (مصنف)

×میرے سامنے جتنا مسالہ ہے اُس سے اس کے متعلق صحیح اعداد کا بہم پہنچنا ناممکن ہے کہ بلنسیہ کے محکمۂ احتساب محنہ نے اس موقعہ پر کیا کچھ کارروائی کی۔ بہرحال کچھ نہ کچھ تخمینہ لگایا جا سکتا ہے مگر یہ فرض کرلینا چاہیئے کہ مولدین کے ساتھ بہت سے یہودیوں کو بھی اس وقت سزائیں دی گئی تھیں۔ ۱۴۶۱ء سے ۱۵۹۲ء تک جتنے لوگوں کو بجرم کفر سزائیں دی گئیں اُن کی ایک فہرست محفوظ ہے۔ ۱۵۱۲ء سے دو تین برس پہلے مقابلتہً کچھ سختیاں کم رہیں مگر اس سال کے بعد مقدمات کی تعداد حسب ذیل تھی:-

۱۵۱۲ء میں ۳۲ مقدمات ۱۵۱۶ء میں ۱۴ مقدمات سنہ ۱۵۲۰ء میں ۳۶ مقدمات

۱۵۱۳ء	۴۱	۱۵۱۷ء	۲۵	۱۵۲۱ء	۳۱		
۱۵۱۴ء	۶۳	۱۵۱۸ء	۲۱	۱۵۲۲ء	۴۰		
۱۵۱۵ء	۶۴	۱۵۱۹ء	۲۲	۱۵۲۳ء	۳۷		

(ہر عدد کے بعد ″ یعنی مقدمات)

(دیکھو صفحہ آئندہ)

اُس زمانہ کے خواہ کتنی ہی موافق حال کیوں نہ ہو مگر اس کا اثر لازماً یہ پڑنے والا تھا اور پڑا کہ غیر عیسائی

(بقیہ حاشیہ بہ تسلسل صفحہ ماقبل) ڈین ولا کا یہ قول بظاہر غلط ہے کہ ۱۵۱۵ء سے لے کر ۱۵۲۲ء تک بلنسیہ کے محکمۂ احتساب و محنہ نے دو کم پچاس آدمیوں کو زندہ جلایا، ایک سو پچپن کو سزائے تازیانہ دی اور ایک ہزار نوّے[۱۰۹۰] آدمیوں پر مقدمات قایم کئے۔ جرم کفر میں اُن سالوں میں دو سو پچاس[۲۵۰] آدمی زیر تجویز رہے۔ میں صحیح طور پر یہ تحقیق کر سکا کہ کتنے آدمی زندہ جلائے گئے، لیکن مقابلتہً تعداد کم ہی معلوم ہوتی ہے۔ میرے پاس ۱۴۸۶ء سے لے کر ۱۵۹۳ء تک فہرست ردیف وار موجود ہے مگر نامکمل، کیونکہ حرف N کے بعد کی فہرست ضایع ہو چکی ہے۔ اور فہرستیں جو اس حرف کے بعد کی باقی ہیں وہ مکمل فہرست کا ۲/۵ حصہ ہے۔ یوں اگر فہرست ذیل میں پچیس فی صدی کا اضافہ کرلیں تو ہم کو زندہ جلنے والوں کی قریب الصحت فہرست مل جائیگی۔ جن لوگوں کے پتلے جلائے گئے وہ وہ لوگ تھے جو مر چکے تھے یا جلاوطن ہو چکے تھے:۔

سنہ	زندہ آدمیوں کی تعداد جو جلائے گئے	پتلوں کی تعداد جو جلائی گئی	سنہ	زندہ آدمیوں کی تعداد جو جلائے گئے	پتلوں کی تعداد جو جلائی گئی
۱۵۱۲ء	۱	۸	۱۵۱۸ء	ندارد	ندارد
۱۵۱۳ء	۱۲	۱	۱۵۱۹ء	"	"
۱۵۱۴ء	۵۲	۸	۱۵۲۰ء	۲۶	"
۱۵۱۵ء	ندارد	ندارد	۱۵۲۱ء	۸	۳
۱۵۱۶ء	"	"	۱۵۲۲ء	٦	ندارد
۱۵۱۷ء	۴	٦	۱۵۲۳ء	۸	"

ان سب کی میزان ۱۵۴ ہوتی ہے۔ اس میں اگر ۲۵ فیصدی کا اضافہ کیا جائے تو ۱۹۲ ہوتے ہیں۔ ڈین ولا نے جن سالوں کا ذکر کیا ہے اُن میں تعداد ۴۵ اور ۶۴ ہے۔ بہرحال یہ تعداد اُس بے رحمی کی کافی و وافی شہادت ہے جو تعذیب میں کی جاتی تھی۔

باقی رہی ہر قسم کے مقدمات کی میزان؛ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ محکمۂ احتساب و محنہ کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ وہ کلمات کفر، جادوگری اور بعض الفاظ منجر بکفر کی روک تھام کریں۔ ان تمام جرایم کی سزا تازیانہ تھی۔ ان مقدمات کی تعداد فہرست بالا میں کسی طرح شامل نہیں ہو سکتی۔ (مصنف)

آدمی مذہب مسیحی اختیار کرنے سے رُک رہے، کیونکہ جب تک وہ اصطباغ نہ پا لیتے اُس وقت تک اُن کو تعذیب نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ کب چاہتے تھے کہ سُور کے گوشت، شراب یا مہندی لگانے سے پرہیز کر کے قید یا ضبطی جایداد کی سزائیں پائیں۔

اُدھر تو تمام تر کوشش و ہمت اس میں صرف کی جاتی تھی کہ دینِ مسیحی بلا غل و غش رہے۔ اس میں اتنا توغل کیا گیا کہ اس کی اشاعت ہی رُک گئی تھی۔ ادھر ۱۵۲۰ء میں ایک بغاوت سے صورت معاملہ بالکل بدل گئی۔ یہ بغاوت "جرمانیا" کے نام سے مشہور رہی ہے، اس کے معنی "مواخات" ہیں۔ یہ بغاوت عوام الناس نے کی تھی، کیونکہ وہ امرا کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر شمشیر بکف ہو گئے۔ شروع میں تو یہ لوگ قانون کی حد سے نہیں گزرے، حتےٰ کہ کارڈنیل ایڈرین بھی (جو شاہ چارلس پنجم کی غیر حاضری میں نایب السلطنت تھے) اس پر چنداں معترض نہیں ہوئے۔ لیکن جب دونوں طرف سے زیادتیاں ہوئیں تو اس بغاوت نے خانہ جنگی کی صورت اختیار کر لی۔ اس میں مسلمان اپنے آقاؤں کے وفادار رہے۔ شروع جولائی ۱۵۲۱ء میں ڈیوک آف سیگوربے نے جو اوروپے سا اور المنارہ فتح کیا اُن کی تہائی پیدل فوج ان ہی مسلمانوں کی تھی، جو بماتحتی مینڈوزا کام کر رہی تھی۔ ۲۵ جولائی کو گینڈیا کے مقام پر جو شکست ہوئی وہ بھی ان ہی لوگوں کو ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قومی تنافر جو کم ہوتا جا رہا تھا، وہ از سر نو شروع ہو گیا۔ سرکردگان جرمانیا کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ان مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا لیا جائے، ظاہر ہے کہ اس کی وجہ جوشِ مذہبی نہ تھی، بلکہ امرا کی دشمنی مقصود تھی، کیونکہ یہ سوچا گیا تھا کہ اگر یہ لوگ عیسائی ہو جائینگے تو اپنے آقاؤں کی گرفت سے آزاد ہو جائینگے، تو آقاؤں کو اُن سے مدد نہ ملیگی، نہ اُن کی اس قدر جمعیت باقی رہیگی، نہ اُن کا کوئی وفادار رہ جائیگا۔ اس کی ابتدا ۱۳ جولائی ۱۵۲۱ء کو بلنسیہ میں اس طرح ہوئی کہ ایک فرانسسکن راہب ایک صلیب لے کر خانقاہ کے دروازہ پر آ کھڑا ہوا اور اُس نے چیخنا شروع کیا کہ "زندہ باد دینِ مسیح، زندہ باد موت شرقیین" اس کو سن کر ایک مجمع کثیر وہاں جمع ہو گیا، پادری اس مجمع کو لے کر شہر کے باہر نکل آیا لیکن مارکوئیس آف زے نیٹ، ڈپٹی گورنر جس پر فریقین کو اعتماد تھا، وہاں پہنچ گئے، اور اُنھوں نے راہب مذکور کو دوسرے روز تک تامل کرنے کی راہ دی۔ اس پر یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ یہ تحریک اور جگہ اس سے

پہلے ہی شروع ہو چکی تھی۔ اُس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص اُرگیلیس نامی نے جو جرمانیا کا سپہ سالار تھا، اور ۱۴ جولائی کو جاٹیوا کے محاصرہ میں سخت زخمی ہو کر اطاعت قبول کر چکا تھا، اُن مقامات میں جو اُس کے پاس تھے، پہلے ہی سے مسلمانوں کو بجبر اصطباغ دینا شروع کر دیا تھا۔* اُرگیلیس کے بعد اُن کے قایم مقام وائی سین ٹی پیریس ہوئے۔ اُنہوں نے ۲۵ جولائی گینڈیا پر ایسی فتح پائی کہ جس سے اُمرا کی کمر ٹوٹ گئی۔ قرب جوار کا تمام علاقہ ایک فرقہ اگرمے ناڈوس× نامی کے ہاتھ آ گیا۔ ان لوگوں کے گروہ کے گروہ تمام علاقے میں پھیل گئے، ہر طرف لوٹ مار شروع کر دی اور مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنانا اپنا شیوہ کر لیا۔ پیریس نے خود قلعہ پولوپ کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں بہت سے عیسائی اور تقریباً آٹھ سو مسلمان، پناہ گزیں تھے۔ چار روز کی گولہ باری کے بعد قلعہ نے اطاعت قبول کر لی، وہاں کے باشندوں نے اپنا زرفدیہ ادا کر دیا اور مسلمانوں کو اصطباغ دیا جانا اس شرط پر منظور کر لیا کہ اُن کی جان و مال محفوظ رہینگے۔ سارے مسلمان قلعہ کے ایک خاردار احاطہ میں بند کر دیئے گئے۔ یکایک خبر پہنچی کہ مسلمانان ضرلیس اپنے بھائیوں کو چھڑانے کے لئے بڑھے آ رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے چلانا شروع کیا کہ "ان سب کو مار ڈالو"۔ چنانچہ ایک ایک کر کے سب مسلمان قتل کر دیئے گئے۔ مقتولین سے بہت کچھ مال مغروقہ حاصل ہوا۔ ستمبر میں پیریس اس غرض سے بلنسیہ میں واپس آ گئے کہ صلح کے لئے جو گفتگو ہو رہی تھی اُس کو بند کرا دیں۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی، اُس میں یہ قرار پایا کہ لڑاکر امرا کو بالکل ہی تباہ کر دیا جائے، اور مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا جائے تاکہ وہ اُس سے زیادہ محصول نہ ادا کر سکیں جتنا کہ پرانے عیسائیوں کو دینا پڑتا ہے۔

مسلمانوں کے متعلق جو کچھ ہو رہا تھا وہ بالکل فضول تھا، کیونکہ اس وقت تک اُن کو عیسائی بنانے کا کام بہت کچھ فرقہ اگرمنے ناڈوس کر چکا تھا، بلکہ جہاں تک اُس فرقہ کے لوگ پہنچ سکتے تھے

---

* یہ اُس کمیشن کی رپورٹ سے ماخوذ ہے جو اس غرض سے مقرر کی گئی تھی کہ اس کی تحقیقات کی جائے کہ آیا مسلمان بطیب خاطر عیسائی ہو رہے ہیں یا بجبر۔ اصل رپورٹ میرے پاس موجود ہے۔ (مصنف)

× *Agermanados.*

وہاں تک وہ اس کو قریب تکمیل پہنچا چکے تھے۔ اگرچہ وہ انتہائی تدابیر جو یورپ میں اختیار کی گئی تھیں اُن پر اس موقعہ پر عمل نہیں کیا گیا، لیکن نام ونمود کے لئے بھی مسلمانوں کو تفہیم وترغیب نہیں کی گئی؛ بلکہ قتل وغارت کی دھمکی میں بھی کمی نہیں کی گئی تاکہ لوگ اسی تخویف سے عیسائی ہو جائیں۔ جا بجا بیٹوا میں دو آدمیوں کا قتل کرنا، مسلمانوں کے محلہ کے دو دروازوں کا جلا دینا، اور اُن کو لوٹ لینے کی دھمکی دینا کافی ہو گیا۔ یہیں سے بیٹھے بیٹھے ارگیلیس نے البیڈا کے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ وہ سب تین دن کے اندر عیسائی ہو جائیں، یا ملک بدر ہونا منظور کریں، ورنہ وہ اُن سب کا قتل عام کرا دیا جائیگا۔ حکام محکمہ فوجداری نے مسلمانوں سے صاف کہہ دیا کہ وہ اُن کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں نے ایک سفارت ارگیلیس کے پاس عرض معروض کرنے کے لئے بھیجی۔ اس کو یہ جواب ملا کہ جرمانیا کا علم اس وقت تک بلنسیہ میں نہیں آسکتا کہ جب تک تمام مسلمان ایک ایک کر کے عیسائی نہ ہو جائیں۔ یہ سن کر اُنہوں نے بمجبوری عیسائی ہونا منظور کر لیا؛ خاص کر اس لئے کہ تین ہزار اگر منا ڈوس کی جمعیت ادری ہیولا سے قتل وغارت کے ارادہ سے بڑھی چلی آ رہی تھی اور گینڈیا کے واقعہ کے بعد اُن لوگوں نے مسلمانوں سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ وہ اُن سب کو قتل کر دینگے۔ البیڈا میں قرب وجوار کے بہت سے آدمی پناہ لینے کے لئے آ گئے تھے۔ ان سب کا بیس بیس اور پچاس پچاس کا گروہ بنا کر گرجا میں لے جایا گیا۔ یہ لوگ جاتے تھے مگر ہر ممکن طریق سے یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ بجبر عیسائی بنائے جا رہے ہیں۔ جب ۲۹ جولائی کو کانس ٹے نا میں گینڈیا کے شکست کی خبر پہنچی تو اس کے پیچھے پیچھے اِلکانے سے ایک فوج پہنچ گئی؛ اور شہر میں سے ہوتی ہوئی مسلمانوں کے محلے میں گئی۔ اس کے بعد ہی ادری ہیولا کی فوج آئی؛ اور اُس نے مسلمانوں کے مکانات کو لوٹنا شروع کیا۔ ایک مسلمان مسجد کی مینار پر چڑھا ہوا تھا؛ اُس نے ایک عیسائی کو تیر سے مار ڈالا۔ اُس کے جواب میں عیسائیوں نے دس پندرہ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ ما بقی مسلمان روتے اور یہ چیختے ہوئے گرجاؤں کی طرف اصطباغ لینے کے لئے بھاگے کہ "عیسائیوں نے مار ڈالا"۔ کچھ لوگوں نے اپنے عیسائی دوستوں کے مکانوں میں پناہ لی؛ چند سیراڈی برنیا کی طرف فرار ہو گئے۔ اولیوا میں اور ادری ہیولا والوں نے مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح گرجاؤں کی طرف اصطباغ لینے کے لئے

کھدیڑ دیا، اور راستہ میں اُنہیں خوب مارا اور لوٹا۔ یہ بیچارے پٹتے جاتے تھے، بھاگتے جاتے تھے، روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ "اے مریم مقدس! رحم کر، قیامت آگئی" آخر چند نیک نفس لوگ صلیب لئے ہوئے پہنچے، اُنہوں نے بیس یا تیس آدمیوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا، تب کہیں غریب مسلمانوں کی جانیں بچیں۔ مقتول مسلمانوں کی لاشیں سڑکوں پر پڑی رہیں، اولے وگرا میں جو مسلمانوں کا محلہ تھا وہ جلا دیا گیا؛ دو مسلمان بیمار تھے اُن کو اُن ہی کے گھروں میں زندہ جلا دیا۔

گینڈیا میں جس روز شکست ہوئی ہے اُسی روز ایگرمے ناڈوس نے اپنی فتح کی خوشی یوں منائی کہ بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا، اور باقیوں کو یہ چیختے ہوئے کہ "مسلمانوں کو مار ڈالو" اور "ان کتوں کو عیسائی کر لو" گرجا کی طرف گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ ان لوگوں نے پادریوں کو حکم دیا کہ وہ فوراً اپنا کام شروع کر دیں۔ چنانچہ کئی روز تک یہ ہوتا رہا، کیونکہ جوق در جوق مسلمان اِدھر اُدھر کے مقامات سے گرفتار کر کے اس غرض سے لائے جاتے تھے۔ ایک گواہ یہ بیان کرتا ہے کہ اُس نے اپنی آنکھ سے ڈیڑھ سو مسلمانوں کی لاشیں سین انٹونیو کے گرجا سے اُس کے دروازہ تک دیکھی ہیں۔ دال ڈگنا میں السیرا کے آدمی دو پادریوں کے ساتھ جو صلیبیں اُٹھائے ہوئے تھے، آگئے اور اُنہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ یا تو مسلمان عیسائی ہو جائیں ورنہ قتل کر دیئے جائیں۔ اُنہوں نے خانقاہ اور قلعہ کو لوٹ لیا؛ کیونکہ وہاں بہت سی چیزیں حفاظت کے لئے جمع کر دی گئی تھیں۔ چند مسلمان، جنہوں نے کوہستان ٹوروس میں پناہ لی تھی، قتل کر دیئے گئے، مابقے مسلمانوں کو صرف دو گھنٹہ کی مہلت دی گئی کہ اُس میں یا تو عیسائی ہو جائیں ورنہ قتل کر ڈالے جائیں گے۔ گر بعد میں یہ میعاد آٹھ یا دس روز کے لئے بڑھا دی گئی۔ یہ اُن مقامات کے نظارے تھے جو ایگرمے ناڈوس کے زیر اثر تھے۔ اس بے رحمانہ تماشے میں اگر کچھ غنیمت تھا تو صرف یہ کہ ایسی شہادتیں ملتی ہیں کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے اور دہشت زدہ لوگوں کو بطیب خاطر پناہ دی جاتی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اقوام میں جو منافرت تھی کم ہوتی جاتی تھی، بہت کچھ امید تھی کہ اگر یہ نیا ستم نہ ہوتا تو اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو جاتا۔

ایک کوشش یہ اور کی گئی کہ مسجدوں کو گرجا بنا لیا جائے۔ چند مقامات پر تو مسجدوں کو پاک

کر کے گرجا بنا ہی لیا گیا؛ بعض مسجدوں میں یا اُن کے دروازوں پر مسیح علیہ السلام اور مریم عذرا علیہا السلام کی تصاویر کاغذ پر کھینچ کر لگادی گئیں۔ کہیں کہیں پادریوں نے نماز بھی پڑھائی۔ اس میں نو عیسائی مسلمان بھی کم و بیش شامل ہوتے رہے؛ لیکن جس مذہب کا طوق اُن کے گلے میں ڈالا گیا تھا اُس پر وہ چند ہی روز قائم رہے۔ بعض لوگ تو تین ہفتوں سے بھی کم عیسائی رہے، بعض چند ماہ۔ جیسے ہی اُن کو معلوم ہُوا کہ خطرہ جاتا رہا ہے، اُنہوں نے پھر مسلمانوں کی راہ و رسم اختیار کر لی اور پہلے کی طرح مسجدوں میں نمازیں پڑھنے لگے۔ زیادہ تر تو یہ ہُوا کہ اُن کے آقاؤں نے اُن کو یقین دلایا کہ اُن کو جبراً اصطباغ دیا گیا تھا وہ خلاف قانون تھا؛ نیز یہ کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے دین کو پھر اختیار کر سکتے ہیں۔ مایسٹر ارینٹ نامی جاٹیوا کا ایک قانون دان آدمی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اُس گروہ کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا ہے، جو لوگوں کو عیسائی کرتا پھرتا تھا۔ وہ ان نو عیسائیوں کو برابر یقین دلاتا رہا کہ اُن کو صحیح طور پر اصطباغ نہیں دیا گیا۔ السیرا، البیریچ اور روال ڈگنا میں بھی اس شخص کا نام سنا گیا۔ ان میں سے آخری مقام میں تو اُس نے لوگوں کو خوب دھمکایا کہ "دیکھو! تمہارے ساتھ شاہ چارلس پنجم کیا کرتے ہیں" اور یہ بھی اُنہیں یقین دلایا کہ بادشاہ مذکور نے حکم دیا ہے کہ جن لوگوں نے بغیر زیتِ مقدس※ کے اصطباغ لیا ہے وہ عیسائی نہیں ہیں؛ اور جن پر زیتِ مقدس پر ملا گیا ہے وہ نمک اور گرم پانی سے اُس کو دھو کر اصطباغ کا اثر قانوناً کھو سکتے ہیں۔ یہ سن کر لوگوں کو کچھ اطمینان ہُوا×۔ بہت سے آدمیوں نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ وہ افریقیہ بھاگ گئے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس موقعہ پر کم از کم پانچ ہزار مکانات غیر آباد ہو گئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ پچیس ہزار آدمیوں سے کم افریقیہ نہیں گئے۔

※ میں نے (CHRISM) کرسم کا ترجمہ "زیتِ مقدس" کیا ہے۔ یہ اُس تیل کو کہتے ہیں جو پنجشنبہ مبارک کو پادری عیسائیوں کے جسموں پر ملا کرتے ہیں۔ اصطباغ وغیرہ اہم موقعوں پر بھی تیل ملا جاتا ہے۔ یہ تیل دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو خالص ہوتا ہے اور دوسرے میں بلسم ملا ہوتا ہے۔ دوسرا تیل ہی اصطباغ کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے۔ (مترجم)

× ڈینولا نے ایک شخص کی شہادت اپنی تاریخ میں درج کی ہے کہ البیریچ میں مائیسٹر ارینٹ نے عام طور پر کہہ دیا تھا کہ جو شخص مسلمان ہونا چاہتے وہ نصف ڈوکیٹ ہمیں دے دے اور اگر ایک ڈوکیٹ فی خاندان ادا کرے تو وہ نہا کر پھر مسلمان ہو سکتے ہیں۔ (مصنف)

۱۵۲۲ء میں جرمانیا کا خاتمہ ہوگیا۔ السیرا اور جاٹیوا آخری مقام تھے جہاں اُن کے قدم جمے رہے مگر دسمبر میں وہ بھی خالی کرالئے گئے۔ جب اُن کی طرف سے امن وامان ہوا تو محکمۂ احتساب محنۂ اپنی کارروائیاں کرنے کے لئے آگے بڑھا، اور اُن کے لئے جو فصل دیگر مفادوں پیدا کر گئے تھے اُس کو ذخیرہ کرنے کی اُنہوں نے تیاریاں کیں محتسب شرو کا کو کوئی بھی شک باقی نہ رہا تھا کہ اصطباغ وغیرہ میں کوئی بے ضابطگی نہ ہوئی تھی، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اتنے مشہور نوعیسائی اُن کے تحت حکومت میں آگئے لیکن اُن پر مقدمے قایم کرنے کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری تھا کہ ہر شخص پر اس رسم مذہبی کا استعمال ہوا ہے سو قت کم تھا، گھبراہٹ زیادہ تھی اور لوگ بہت ہی زیادہ تھے۔ بیشتر مقامات ایسے تھے کہ جہاں پادری اُن نوعیسائیوں کے نام اپنی کتاب میں درج نہ کرسکے تھے، اور ہر شخص کو شناخت کرنا مشکل تھا۔ جہاں یہ فہرستیں موجود تھیں شرو کا نے حکم دیا کہ وہ اُن کے سپرد کردی جائیں۔ بظاہر اُن کا مقصود یہ تھا کہ اُن سے ایسے کاغذات مرتب کریں جو حکام کو آیندہ کارروائیاں کرنے کے لئے مدد دیں۔ اواخر ۱۵۲۳ء میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں کی شہادتیں لینے میں مشغول ہیں جنہوں نے یہ بیان کیا کہ اُنہوں نے فلاں فلاں کو بچشم خود اصطباغ لیتے دیکھا ہے اس کے ساتھ ہی جو لوگ اُن کے ہاتھ آسکے اُن پر مقدمات بھی قایم کرتے رہے۔ اکتوبر ۱۵۲۳ء میں ایک شخص، حسن ابن عبداللہ کیٹولا المعروف جیرونی مو نے یہ بیان کیا کہ وہ خود اُس مجمع میں شامل تھا جس کو اصطباغ دیا گیا۔ اسی شخص کے بیان کو کافی شہادت سمجھا گیا۔ ماہ نومبر میں ایک مسلمان لڑکی، موسومہ ہیکسنس، کے خلاف شہادت لی گئی۔ اس لڑکی کے ماں باپ پر بھی یقیناً مقدمات قایم کئے گئے ہونگے، کیونکہ اُنہوں نے یہ بیان کیا تھا کہ وہ اور اُن کے آٹھوں بچے عیسائی ہوگئے تھے، اور اب مسلمانوں کی طرح رہتے تھے۔ ہیکسس نے یہ بیان دیا کہ وہ کبھی گرجا میں نماز کے لئے نہیں گئی، پندرہ روز تک وہ عیسائی رہی نہ مسلمان، اس کے بعد وہ مسلمان ہوگئی، اور مسلمان ہی رہنا چاہتی ہے۔ ۱۸ دسمبر کو اُس نے کمزوری دکھلائی اور رحم کی درخواست کی مقصود تو یہ تھا کہ ایسے معاملات میں سختی نہ کی جائے۔ چنانچہ صدر کے ہدایات کے موافق اس لڑکی پر یہ عقوبت دینیہ ڈالی گئی، وہ دو مہینہ تک ہر روز سان جوان کے گرجا جائے، کچھ خیرات کرے اور کیتھولک طریقہ کی دعائیں اور نماز سیکھے۔ ایک مقدمہ کی تجویز اخیر میں یہ درج تھا کہ

معافیاں عارضی تھیں، اور پوپ کے احکام کا انتظار تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکام یہ سمجھتے تھے کہ یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہے، اسی لیئے پوپ سے اس کے متعلق احکام طلب کیئے گئے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوگا کہ کارڈینل ایڈرین نے عاقلانہ مسامحت اختیار کی تھی، اور جب وہ پوپ ہو گئے تو مولدین کے وکلا نے جو بحثیں کیں اُن کا یہ مطلب تھا کہ اُن کا ارتداد خلاف قانون قرار دیا جائے۔

معاملہ فی الحقیقت پیچیدہ تھا۔ غرناطہ اور سلطنت قشتالہ میں جبریہ عیسائی بنانا عام تھا۔ ہر ایک مسلمان، کم از کم فی المعنی مولد تھا، یا نو عیسائی، اُن میں سے ہر ایک قانوناً نتائج کا ذمہ دار تھا۔ لیکن بلنسیہ میں عیسائی کم ہوئے تھے، اور جو بھی ہوئے تھے وہ سخت فتنہ و فساد میں۔ کاغذات سرکاری کی بہت ہی کمی تھی، کوئی نہ بتلا سکتا تھا کہ کون کون مسلمان تھے، اور کون کون برائے نام عیسائی، کسی خاص شخص کی نسبت یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اصطباغ جلدی جلدی میں بے قاعدہ طور پر دیا گیا تھا، یا باقاعدہ طریقہ سے۔ ان مشکلات کا سب سے آسان حل یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو کام ایک ساعت سعید میں شروع کیا گیا تھا اُس کو تکمیل پر پہنچا دیا جائے، یعنی ملک میں جتنے مسلمان تھے سب کو عیسائی کر لیا جائے۔ اسی غرض سے پادریوں کو ہر طرف تعینات کیا گیا کہ وہ لوگوں کو ترغیب و تشویق سے عیسائی بنائیں۔ یہ امید تھی کہ امرا اس کی مخالفت کرینگے، اس کی یہ روک تھام کی گئی کہ مسلمان غلاموں پر باوجود اُن کے عیسائی ہو جانے کے، اُمرا کے حقوق مالکانہ برقرار رکھے گئے، اور ان نو عیسائیوں کو اپنا وطن بدلنے کی اجازت نہیں دی گئی۔* ان پادریوں میں مشہور ترین آدمی فرے انٹونیو ڈی گیوارا تھے، جو بعد میں وادیش کے اسقف بنے۔ یہ پادری، جو حامی بنی نوع انسان مشہور رہے تھے، اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ بادشاہ کے حکم سے میں نے تین برس تک بلنسیہ میں یہ کام کیا کہ مسلمانوں کے مجمعوں میں جا کر اُن سے بحثیں کیں، مسلمانوں کے محلوں میں جا کر وعظ کیا اور اُن کے مکانوں پر پہنچ کر اُن کو اصطباغ دیا۔ اپنی جو توہین کرائی سو الگ رہی۔ اس خط میں وہ اپنے دوست کو ایک راز کی بات بتلاتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہالی سپین کو مسلمانوں کے عیسائی بنانے میں کیوں ناکامیابی ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ

* اُمرا جتنا محصول عیسائیوں سے لیتے تھے اُس سے دوگنا مسلمانوں سے وصول کرتے تھے۔ (مصنف)

سخت محنت اور تمام مسلمانانِ بلنسیہ کی مخالفت کے بعد میں نے ایک شخص سیدی عبدالکریم کو عیسائی بنایا۔ میں نے اس کا ذکر اپنے ایک دوست سے کیا تو اس نے سیدی کو "کتا مسلمان" اور "کافر" کہا۔ میں نے اس کو اس پر ملامت کی تو وہ کہنے لگا کہ ہمارے یہاں تو یہ پرانی رسم ہے کہ نو عیسائیوں کو ایسے ہی سخت تہتک آمیز لفظوں سے یاد کرتے ہیں" گیوار کہتے ہیں کہ "ان توہین آمیز خطابوں کا بہت ہی بُرا نتیجہ ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نو عیسائیوں کو جھوٹا، دغاباز اور مرتد کہتے ہیں*"۔

صرف یہی بات نہ تھی کہ لوگوں کا اصطباغ پانا ہی غیر متیقن تھا، بلکہ یہ سوال بھی پیدا کیا گیا کہ جو لوگ کہ ایگرمے ناڈوس کی تخویف سے عیسائی ہوئے ہیں، آیا ان کا عیسائی رہنا جایز ہے یا نہیں۔ غرناطہ میں تو مسلمانوں نے بغاوت کی تھی، اور جب وہاں امن ہو گیا تو ان کو مشروطاً عیسائی بنایا گیا تھا۔ قشتالہ میں صاف طور پر جلاوطنی کا حکم ہوا تھا؛ معناً یہ بھی تسلیم کر لیا گیا تھا کہ جو لوگ اصطباغ لینے پر آمادہ ہوں ان پر اس حکم کا نفاذ نہیں کیا جائیگا۔ مگر بلنسیہ میں بادشاہ کو یہ پابندی تھی کہ وہ حلف اٹھا چکا تھا کہ کسی قسم کا جبر نہیں کیا جائیگا۔ قطع نظر اس کے ایگرمے ناڈوس خود باغی تھے، اور جیسے ہی ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا مسلمانوں نے عام طور پر یہ کہہ دیا کہ ان کو جو اصطباغ دیا گیا تھا وہ ناجایز تھا؛ اور وہ پھر اپنے آبا و اجداد کے دین پر لوٹ آئے۔ دوسری طرف محکمہ احتساب دینیہ نے یہ قرار دیا کہ وہ اصطباغ بالکل جایز تھا؛ اور اس نے جہاں تک ہو سکا ان لوگوں پر بجرم ارتداد مقدمات قایم کئے۔ جواز اصطباغ، جبر کی حد اور اس عجلت اور بے قاعدگی کے ساتھ اصطباغ دیا جانا وہ باتیں تھیں کہ جن کی بابت بحث کا پیدا ہو جانا ان صورتوں میں لازمی تھا، اور ہوا۔

کلیسا کا ایک یہ اصول قدیم الایام سے چلا آتا تھا کہ دین کی اشاعت جبر و تشدد سے نہ کی جائے۔ یہ بھی ایک اصول تھا کہ اصطباغ کے آثار و نتائج کبھی بھی محو نہیں ہو سکتے؛ جو لوگ

---

* چارلس پنجم نے اپنے حکم مجریہ غرناطہ (۱۵۲۶ء) میں منع کیا تھا کہ آپس میں کوئی ایک دوسرے کو کتا نہ کہے۔ اگر کوئی مولد کسی کو کتا کہے تو وہ دس روز اور اگر کوئی عیسائی کہے تو چھ دن قید کی سزا پائیگا۔ اگر دوسری مرتبہ پھر کسی سے یہی جرم سرزد ہو تو اس کو المضاعف سزا دی جائیگی۔ (مصنف)

عیسائی ہو جاتے ہیں وہ ہر حال میں کلیسا کی ملکیت ہیں قبل اس کے کہ مذہب مسیحی کی اصلیت
میں اتنا فرق آیا کہ جبریہ اصطباغ جایز قرار دیا گیا، سینٹ آگسٹن نے اُس بحث میں جو فرقہ
ڈونے ٹسٹ سے اس مبحث پر ہوئی کہ "آیا تبرکات اصطباغ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دینے
جایز ہیں یا نہیں کہ جو اُن کے پانے کے مستحق نہیں ہیں" یہ کہا تھا کہ اس میں اُس شخص کے عقیدہ
اور نیت کو بہت بڑا دخل ہے کہ جس کو اصطباغ دیا جانے والا ہو اسی پر اُس کا عقاب و ثواب
مترتب ہوتا ہے، تبرکات کے جواز و عدم جواز کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے جب سپین میں تاج و
تخت گاتھوں کے ہاتھ آیا، اور اُنہوں نے یہودیوں کو عیسائی بنانے کے لئے تنگ کرنا شروع
کیا، تو اس خصوص میں کسی قدر ترقی ہوئی، اُنہوں نے اپنی یہ پالیسی قرار دی، جو کلیسا میں متداول
ہوگئی، کہ یہودیوں پر اصطباغ لینے کے لئے جبر نہ کیا جائے مگر جب وہ ایک مرتبہ اصطباغ پالیں،
خواہ اُس کی کچھ ہی صورت ہو تو وہ بجبر کلیسا کے پنجہ میں رکھے جائیں، تاکہ مسیح (علیہ السلام) کے
نام کی بے ادبی اور اُن کے مذہب جدید کی بے حرمتی نہ ہو۔ اس مکروہ اصول کا نفاذ قوانین مذہبی
کے موافق کیا گیا، اور مذہب مسیحی کو گندہ کرنے میں عملاً اُس سے کام لیا گیا، اور بے تعداد مظالم کے لئے
اُس کو ایک بہانہ بنا لیا گیا۔ پوپ نے جو ہدایتیں ابتدائی محتسبین کے واسطے جاری کیں اُن میں
بار بار یہی کہا کہ جو یہودی یا مسلمان ایک مرتبہ عیسائی ہو کر اس مذہب سے روگرداں ہو گئے ہوں
اُن کو مرتد ہی سمجھا جائے۔ ان ہدایتوں میں وہ لوگ مستثنےٰ نہیں کئے گئے جو بجبر عیسائی بنائے گئے
تھے۔ پوپ بونی فیس ہشتم نے دبی زبان سے اُن لوگوں کو مستثنےٰ تو کیا کہ جن کا جبراً اصطباغ پانا ثابت
ہو گیا ہو، لیکن اس کے ساتھ ہی نہایت احتیاط کے ساتھ جبر کی یہ تعریف قرار دی کہ "قتل کر دینے
کی تخویف 'جبر' نہیں ہے"۔ یہ تعریف اور فیصلہ قانون دینی میں شامل کر دیا گیا جب علماء دین مسیحی اس
خلط مبحث کو قانون کی صورت دینے بیٹھے تو اُنہوں نے دیکھا کہ "جبر" کی دو قسمیں ہیں، ایک مشروط،
یا تاویلی اور دوسری غیر مقید یا تام جبر کو دیکھ کر آدمی جو ارادہ کرے وہ "دلی ارادہ" ہی قرار دیا گیا۔ باقی
رہ گئی مشروط جبر کی تعریف، اُس کو بالکل موم کی ناک بنا دیا گیا کہ جس طرف کو چاہو موڑ دو، اُس کی

صورت ہی ایسی قرار دے دی گئی کہ جبر تام کی کوئی گنجائش باقی ہی نہ رہ گئی تھی۔ جبر کی تعریف صرف یہ رہ گئی تھی کہ "صرف اُس حالت میں اصطباغ جبراً سمجھا اور ناجائز قرار دیا جائیگا کہ جب کسی شخص کے ہاتھ پیر باندھ کر اُس کو اصطباغ دیا جائے اور اصطباغ پاتے ہوئے بھی وہ برابر انکار ہی کئے جاتا ہو"* یوں اصطباغ کی چیزیں گویا ایک معبود بن گئیں، اُن کی اصلی ضرورت بے حقیقت چیز ہو گئی مگر ایسے علماء دین بھی تھے جو آخر وقت تک اسی راے پر قایم رہے کہ مولدین کو جبراً اصطباغ دینا دین کی بے ادبی اور فعل ناجایز ہے، والدین کی مرضی کے بغیر اُن کے بچوں کو عیسائی بنا لینا بھی ویسا ہی ناجایز ہے۔ جو لوگ کہ جبریہ عیسائی بنانے کے قایل تھے وہ اُن کرامات کا اصلی مفہوم سمجھنے سے قاصر نظر آتے ہیں جن کا وہ خود ہی فخریہ ذکر کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۲۶ء میں جب ارغون کے مسلمانوں کو بجبر عیسائی بنایا گیا تو یہ مشہور ہوا کہ ضریح مقدس کا وہ بت جو سارا گوسا کی خانقاہ میں بنایا ہوا تھا چوبیس ۲۴ گھنٹے تک روتا رہا۔ اسی طرح مریم عذرا کے بت کو چھتیس ۳۶ گھنٹہ کامل اتنا پسینہ آتا رہا کہ اُس سے ایک برتن بھر کر بطور تبرک رکھ لیا گیا، چنانچہ اسی پانی میں سے ۱۵۹۰ء میں فلپ ثانی نے بھی نہایت عاجزی کے ساتھ کچھ حصہ مانگا تھا۔ جب مولدین کو ۱۶۱۰ء میں جلاوطن کیا گیا تو یہ متبرک پانی ہوا میں اُڑ گیا، یہاں تک کہ بادشاہ کو جو حصہ ملا تھا وہ بھی بھاپ بن کر ختم ہو گیا۔×

---

* ایلبرٹس میگنس یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اصطباغ کے وقت انکار کرنا اصطباغ کو ناجایز کرتا ہے۔ ڈونس سکوٹس بھی اس سے متفق الراے ہیں اور کہتے ہیں کہ دلی انکار سے قبول مذہب کا قبول کرنا ناجایز ہو جاتا ہے۔ مگر کلیسا اس کو تسلیم نہیں کرتا، بلکہ جبراً عیسائی بنا لینا بھی جایز قرار دیتا ہے۔ پندرھویں صدی کے آخر میں ایک عالم دین نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ یہ مسئلہ مشکوک اور مختلف فیہ ہے بعض علماء جبراً عیسائی بنانا ناجایز ہی قرار دیتے ہیں۔ (ملخصاً) (مصنف)

اس مسئلہ پر مصنف علام نے چودہ سندات لکھی ہیں۔ (مترجم)

× ۱۵۶۹ء میں سان لیوس برٹران نے ڈیوک آف بجیرا وایسرائے بلنسیہ کے کہنے سے ایک رپورٹ موجودہ حالت پر لکھی۔ اس میں اُنہوں نے بیان کیا تھا کہ [illegible] میں اصطباغ ہی بُری طرح دیئے گئے، کاش ایسا کیا ہی نہ جاتا! مگر جب یہ سب کچھ ہو چکا ہے تو اس کو جایز قرار دینا اور کلیسا کی مراسم کو قایم رکھنا چاہیئے۔ (مصنف)

حقیقت یہ ہے کہ کلیسا کے قوانین و مراسم میں تو کسی طرح کا شک تھا ہی نہیں، لیکن جو بحثیں اس مبحث پر ہو رہی تھیں اُن کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ محض نمایش ہی کے لئے سہی تحقیقات اور صلاح و مشورہ کا بہانہ کیا جائے۔ چارلس پنجم تو پہلے ہی اپنی ایک پالیسی قرار دے چکے تھے، چنانچہ اُنہوں نے پوپ کلیمینٹ ہفتم سے درخواست کی کہ اُنہوں نے جو حلف اُٹھایا ہوا ہے کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی نہ بنائیں گے، اُس کو فسخ کر دیا جائے۔ لیکن دوسری طرف یہ خرابی تھی کہ بلنسیہ کے امرا میں بے چینی پھیلنے لگی تھی، اور وہ کچھ تمرد اختیار کئے جاتے تھے، کیونکہ محتسب شہر کا سخت جوش و خروش کے ساتھ مقدمات بنا رہے تھے، اس بنا پر یہ ضروری تھا کہ خواہ وقت ہی ٹالنے کے لئے سہی، مگر نمود کے لئے کچھ نہ کچھ کر دیا جائے۔ چنانچہ چارلس نے بلنسیہ کے گورنر کو یہ حکم دیا کہ وہ محتسبین، علماء دین اور قانون دانوں سے مشورہ کر کے اس معاملہ میں فیصلۂ اخیر حاصل کریں۔ لیکن یہ ظاہر تھا کہ اتنے بڑے معاملہ کے فیصلہ کرنے اور باثر تدبیرات بتلانے کے لئے یہ لوگ کچھ بڑی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ نئے محتسب اعظم یعنی اشبیلیہ کے اسقف کارڈنیل مین رک نے ۲۳ جنوری ۱۵۲۶ء کو بادشاہ کے نام ایک خط لکھا، جس میں یہ رائے دی کہ یہ مشورۂ شورے خود بادشاہ ہی منعقد کریں، جو اراکین اُس کے لئے تجویز کئے جائیں اُن کے ساتھ دربار شاہی کے چند ارکان کو بھی شامل کر لیا جائے، اور اس مجلس میں مسلمانوں اور مولدین کا معاملہ طے کر دیا جائے، چونکہ ان لوگوں کے عیسائی ہونے سے امرا و رؤساء بلنسیہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، اس لئے اُنہوں نے یہ رائے بھی دی کہ وہاں کے علماء دین اور قانون دانوں کو بھی شورے میں شامل کر لیا جائے۔" اس خط کے لہجہ سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں جو کچھ فیصلہ کیا جانے والا تھا اُس کی پہلے ہی سے قرارداد ہو چکی تھی، نیز یہ کہ جبر کے متعلق جو تحقیقات ہونے والی تھی وہ محض نمائش کے لئے تھی۔ ۱ا فروری کو شاہ چارلس نے یہ حکم دیا کہ مجلس شورے دربار شاہی ہی میں منعقد کی جائے۔ لیکن یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہاں جو کچھ بحثیں ہونے والی تھیں وہ محض دکھلاوے کے لئے تھیں، صرف یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ اُنہوں نے اُسی روز ملکہ جرمین کو لکھا کہ وہ محتسبین وغیرہ کو یہ حکم دیں کہ جو مولدین مذہب مسیحی سے پھر گئے ہیں اُن کے خلاف ضابطہ کی کارروائی کریں۔ ۲۰ فروری کو

مین ریک نے شروکا اور اُس کے شرکاء کے نام یہ حکم جاری کیا کہ اُن تمام واقعات کی تحقیقات کریں جو اصطباغ یافتہ مسلمانوں کے ساتھ اُن کے اصطباغ دیتے وقت ہوئے تھے نیز اُس کے بعد اِن لوگوں نے کیا کیا، اور مذہب مسیحی پر قایم نہ رہنے کی وہ کیا وجوہ بتلاتے ہیں۔ ان معاملات کے متعلق جو کچھ اور باتیں معلوم ہوں اُن پر بھی توجہ کی جائے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عجلت نہیں کی گئی، کیونکہ اس کے بعد ایک تحریر ۲۸ ستمبر کی پائی جاتی ہے، جس میں کچھ سوالات ہیں جو تحقیقات کی بناء قرار دیئے گئے ہیں۔ ان سوالات سے تحقیقات کا میدان اور بھی تنگ ہو گیا، اور جو کچھ تحقیقات ان سوالات کے بنا پر ہوئی بھی وہ نہایت سرسری ہوئی۔ لطف یہ ہے کہ اس پر بہت زور دیا گیا تھا کہ عیسائی بنانے میں جو جبر کیا گیا تھا اُس کی سختی کے ساتھ تحقیقات کی جائے۔ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ شروکا اور اُس کے شرکاء نے جو کارروائیاں بحیثیت محتسبین کی تھیں اُن سے وہ یہ ثابت کر چکے تھے کہ اُن کو اس تحقیقات میں شامل نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر ستم یہ ہے کہ ۱۰ اکتوبر کو بلنسیہ کے افسر پولیس انٹونیوڈی یونا نے اپنی طرف سے شروکا کو اس مجلس میں شامل ہونے کا اختیار دے دیا، لیکن غنیمت یہ ہوا کہ دو اور شخص اس میں شامل ہوگئے، یعنی مارٹن سان چیز اور مارکوجوآن ڈی لس۔

اس مجلس نے ۴ نومبر تک کوئی کام نہیں کیا۔ سب سے پہلا اجلاس اُسی تاریخ کو السیرا میں منعقد ہوا، حالانکہ شروکا اور اُس کے شرکا اکتوبر کے مہینے میں اپنی ہی طرف سے شہادتیں قلمبند کرتے پھرے بہرکیف ۲۴ نومبر تک اس مجلس نے کام کیا۔ اس عرصہ میں وہ ایک محدود رقبہ میں، یعنی السیرا اور ڈینیا کے درمیان، دورہ کرتے رہے، اور انہوں نے ایک سو اٹھائیس آدمیوں کی شہادت لی۔ محتسبین کو جو کچھ عداوت تھی وہ ظاہر ہی تھی۔ اگرچہ جو سوالات بنا کر دیئے گئے تھے اُن میں یہ احتیاط کی گئی تھی کہ اصطباغ کے جواز کے متعلق کوئی بات نہ پوچھی جائے، مگر شہادت کا بڑا حصہ اسی کے متعلق تھا۔ جن پادریوں نے کہ مسلمانوں کو اصطباغ دیا تھا، انہوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ یہ بیان کیا کہ "ہم نے اس معاملہ میں بہت احتیاط کی تھی، اُن لوگوں سے اچھی طرح دریافت کر لیا تھا کہ آیا وہ عیسائی ہونے پر تیار ہیں یا نہیں، اور جو مراسم کہ ادا ہونے چاہئیں اُن کو ہم نے پورے احتیاط کے ساتھ ادا کیا تھا۔" لیکن وہ

اس سوال کے جواب کو چھپا گئے کہ "آیا اُنہوں نے یہ بھی معلوم کر لیا تھا یا نہیں کہ جس مذہب کو یہ لوگ اب اس خلوص کے ساتھ اختیار کر رہے تھے، اُس کے اصول سے بھی واقف تھے یا نہیں" مسلمان عام طور پر عربی ہی جانتے اور سمجھتے تھے، اس لئے ترجمان کا ہونا ضروری تھا، مگر صرف ایک ہی مثال ایسی ملتی ہے کہ جس سے کنایتہً یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ایک ترجمان بھی بلایا گیا تھا۔ اس کے متعلق شہادتیں بہت گزریں کہ گرجاؤں میں جم غفیر جمع کر لیا گیا تھا، اس لئے یہ ناممکن تھا کہ یگاں یگاں ہر ایک رسم اصطباغ ادا کی جاتی۔ اس لئے ایک درخت کے پتے لے کر ان سے مقدس پانی سب پر اس طرح چھڑک دیا گیا کہ کسی پر چھینٹ پڑی اور کسی پر نہ پڑی۔ اور اگر اتنا مقدس پانی بھی بہم نہ پہنچ سکا تو کنوے یا چشمے ہی کا پانی چھڑک دیا گیا۔ ایسی حالت میں زیت مقدس کا استعمال تو ناممکن ہی تھا، چونکہ اصطباغ کی رسمیں ضرورت کے وقت نہایت سادگی سے ادا کی جا سکتی ہیں، یہاں تک کہ ایک عورت بھی اصطباغ دے سکتی ہے، اس واسطے اگر اس قسم کی کوئی کمی ہو جائے تو اس سے اصطباغ ناجایز نہیں ہو سکتا۔ لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ اس مجلس نے کس احتیاط کے ساتھ پادریوں کی شہادت لے کر باضابطہ طور سے اصطباغ دینے کا ثبوت حاصل کر لیا تھا۔

اس رپورٹ کی تائید میں فرینڈو نورس، افسر خزانہ بلنسیہ کی تحریر حاصل کی گئی، جو عالمانہ انداز میں تھی، اور معمولی طور پر وہ بھی موم کی ناک تھی۔ یہ تحریر ۲۲ اپریل ۱۵۲۵ء کی تھی۔ اگر اس کو قلمی لکھ کر ارکان مجلس مذکور کو نہ دے دیا گیا ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ اس کا کوئی اثر ان لوگوں پر پڑتا لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ کوئی بھی بہانہ ایسا نہ نکل سکا کہ جس سے یہ ثابت ہو سکتا کہ اس اصطباغ میں، خواہ وہ باقاعدہ تھا یا بے قاعدہ، جبر نہیں استعمال کیا گیا، یا ازراہ تخویف نہ تھا۔ نورس اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ جبر کیا گیا، جو جرم کی حد تک پہنچتا ہے، اور مجرمین کو سزائیں ملنی چاہئیں، مگر اُس کا جو اثر پڑا وہ نہایت اچھا تھا، نیز یہ کہ جو کچھ بھی ہوا اُس کو برقرار رکھنا چاہئے۔ آخر میں نورس تقدس کے رنگ میں لکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی حکمتیں ہیں کہ وہ بُرائی میں سے بھلائی اور معایب میں سے محاسن نکال لیتا ہے۔ اس جبریہ اصطباغ سے مسلمان آتش دوزخ سے بچ رہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔

اور چونکہ اس سے عوام الناس کو نفع ہوا اس لئے اصطباغ کو جایز اور موافق قانون قرار دینا چاہئے؛ نو عیسائیوں کو مجبور کیا جانا چاہئے کہ مذہب کیتھولکی پر قایم رہیں؛ اور جو لوگ یہ کوشش کرتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ اس مذہب سے روگرداں ہو سکتے ہیں؛ اُن پر محکمہ احتساب* محض اس بنا پر مقدمات قایم کرے کہ وہ خود کافر ہیں اور کفر کی تائید کرتے ہیں۔ اس تحریر کے متعلق یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نورس اپنا وقت مراسم اصطباغ کے جایز ثابت کرنے میں ضایع نہیں کرتے؛ بلکہ اُن کی تحریر سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ جواز اُن کے نزدیک تسلیم شدہ امر ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ لکھتے ہیں کہ اگر ان نو عیسائیوں کو اپنا نیا مذہب چھوڑ دینے کی اجازت دیدی گئی تو اس سے ایماندار عیسائیوں کے دلوں میں اصطباغ کے اثرات کے متعلق شکوک پیدا ہو جائینگے؛ نیز یہ کہ تمام علماء دین کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ دین پر کوئی بُرا اثر پڑنے والا ہے؛ تو بادشاہ وقت کو ملک بھر میں ایک ہی مذہب رکھنے یا غیر عیسائیوں کو اپنے ملک سے نکال دینے کا اختیار حاصل ہے۔*

اگرچہ یہ رپورٹ مجمل اور نامکمل تھی؛ مگر آخر تمام سیاست دانوں؛ پادریوں اور عوام الناس کے نمایندوں کے سامنے پیش کی گئی۔ اس میں سلطنت قشتالہ و ارغون؛ محکمۂ احتساب؛ محکمۂ فوج؛ وغیرہ اور علماء دین کے نمایندے موجود تھے۔ کارڈینیل ہیں رک اس کے صدر تھے۔ اس نئی مجلس کا اجلاس میڈرڈ کی فرانسسکن خانقاہ میں منعقد ہو کر بائیس دن تک برابر جاری رہا؛ خوب خوب بحثیں ہوئیں؛ بعض علماء دین نے؛ جن کے سرکردہ سپین کے مشہور احکام دین کے عالم جیم بینیٹ تھے؛ ان اصطباغوں کو ناجایز قرار دیا۔ لیکن یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اُن کی رائے کے موافق فیصلہ ہو جاتا۔ آخر یہ قرار پایا کہ چونکہ

---

* نورس لایق آدمی تھے۔ وہ اپنی اس تحریر کو محتسب اعظم ہیں رک کے نذر کرنے میں بہت سے علماء؛ ادیب؛ قانون دان وغیرہ کے حوالے دیتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اوری ہیولا میں پیدا ہوئے تھے؛ جلیقیہ کے امرا کے خاندان سے تھے اور میڈرڈ میں تعلیم پائی تھی۔ وہ برشلونہ کے محتسب مقرر ہوئے جہاں انہوں نے اپنے اس مقدس عہدے کے فرائض کی نہایت سختی اور زبردستی کے ساتھ انجام دینے کے باعث خاص شہرت حاصل کی؛ اپنے ہم چشم جوآن ڈومینگز مولون سے لڑتے رہے؛ ۱۵۴۲ء میں ایلنا کے اسقف مقرر ہوئے۔ ۱۵۴۳ء میں لریڈا؛ اور ۱۵۵۳ء میں طرطوشہ کے اسقف اعظم ہوئے۔ پھر ۱۵۶۰ء میں اُسی حیثیت سے طرکونہ گئے؛ اور ۱۵۶۷ء میں بلنسیہ پہنچے (مصنف)

مسلمانوں نے نہ کسی طرح کی مخالفت دکھلائی نہ کوئی شکایت کی، اس لئے اُن کو مذہب مسیحی پر قایم رہنا چاہئے، خواہ اُس کو اختیار کرنے پر وہ رضامند ہوں یا نہ ہوں، اس سے کوئی بحث نہیں" ۲ مارچ ۱۵۲۵ء کو بادشاہ بنفس نفیس اس مجلس میں آئے، کارڈینل میں رک نے اُن کو تمام ابحاث اور ہر دو مجالس کا نتیجہ بتلایا، ان کو سن کر بادشاہ نے فوراً اس پر اپنے دستخط کر دیئے، اور یہ حکم دیا کہ اس پر عمل درآمد شروع کیا جائے۔ ۴ اپریل کو اُنہوں نے ایک فرمان جاری کیا جس میں یہ لکھا کہ "اس معاملہ پر نہایت احتیاط سے پورا غور کیا گیا ہے، اور جو نتیجہ نکالا گیا ہے اُس پر سب متفق ہیں، اس بنا پر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تمام اصطباغ یافتہ مسلمان آیندہ سے عیسائی سمجھے جائیں اور اُن کی اولاد کو اصطباغ دیا جائے، جن مسجدوں میں کہ عیسائیوں کی نماز ہو چکی ہے وہ آیندہ کبھی بطور مسجد کے استعمال نہ کی جائیں"۔

اس فیصلہ اخیر نے مسلمانوں کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد جتنے واقعات ہوئے وہ اُس پالیسی کے لازمی نتائج تھے جو شاہ چارلس نے اختیار کی تھی، اور جس کا سب سے پہلا قدم یہ تھا کہ فوراً ہی محکمۂ احتساب کے بہت سے احکام مثلاً گیسپرڈی اوالوس اسقف وادیش، فرے انٹونیو ڈی گیوارا، فرے جوآن ڈی سلامنکا اور ڈاکٹر ایس کین یر، قتلونیہ کے جج، بہت سے علماء و فضلاء کے ساتھ بھیجے گئے۔ یہ ایک بڑا مضبوط گروہ تھا۔ یہ سب ۱۰ مئی کو بلنسیہ پہنچے یکشنبہ ۱۴ مئی کو اسقف نے وعظ کیا، جس کے دوران میں اپنے آنے کا مقصد بیان کیا، اور حکم دیا کہ شاہ چارلس کے اُس فرمان کا اعلان کر دیا جائے، جس کے رو سے اُن لوگوں کو جو مذہب مسیحی کو چھوڑ چکے تھے، تیس دن کی مہلت دی گئی تھی کہ اگر وہ اس عرصہ میں پھر عیسائی ہو کر رہنے لگیں تو اُن کی جان و مال محفوظ رہینگی، ورنہ اُنہیں دونوں سے صبر کرنا پڑیگا۔ اعلان کر دینا آسان تھا، مگر اُن لوگوں کو پہچاننا آسان نہ تھا

Gaspar de Avalos ⁂
Fray Antonio de Guevara. ×
Fray Juan de Salamanca. ⊗
Dr. Escanier #

جنہوں نے باوجود اصطباغ لینے کے اپنے بھائی مسلمانوں میں رہنا نہیں چھوڑا۔ ان لوگوں نے یہ کام اپنے ذمہ لیا، تمام ملک میں دورہ لگایا، تحقیقات کر کے فہرستیں بنائیں اور جن لوگوں کی شناخت ہوگئی اُن کی تصدیق کی۔ یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ اُنہوں نے کیا وہ اُن لوگوں پر مقدمات قایم کرنے سے پہلے کی کارروائی تھی جو اصطباغ لینے کے بعد اسلامی رسوم کے پابند تھے، لیکن ان کی تعداد اتنی تھی کہ محکمہ احتساب و محنہ اُن پر اپنے اختیارات کا پورا زور نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کی اصلاح کے لئے جنابِ پ کے احکام کی ضرورت تھی، چنانچہ پوپ کلیمینٹس ہفتم نے جو فرمان ۱۶ر جون ۱۵۲۵ء کو کارڈینل مِن رِک کے نام صادر کیا اُس میں یہ لکھا تھا کہ شاہ چارلس نے اُن سے اس معاملہ کی اصلاح کے لئے درخواست کی ہے، قصور واروں کی تعداد چونکہ زیادہ ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے ساتھ نرمی کا سلوک، اور اُن پر رحم کیا جائے۔" بناءً علیہ ہم حکم دیتے ہیں کہ اُن کے اوپر مقدمات قایم کرنے میں سختی نہ کی جائے، جو لوگ کہ نور صداقت کی طرف پھر لوٹ آئیں، اپنی غلط کاریوں کو علے رؤس الاشہاد تسلیم کرلیں اور یہ قسم کھائیں کہ وہ پھر مذہب مسیحی کو نہ چھوڑینگے، اُن کو معاف کر دیا جائے اور اُن کو نہ کلیسا سے نکالا جائے نہ کوئی اور معمولی بدنامی کی سزا دی جائے۔

باوصفیکہ یہ کوشش کی گئی کہ کفر و ارتداد کے متعلق قوانین دینی کا اثر نرم کیا جائے، متذکرۂ بالا مجالس وغیرہ کی اس معاملہ میں جاں فشانی اور غیر تسلی بخش تحقیقات نے دو نتایج پیدا کئے۔ ایک طرف تو شاہ چارلس اور اُن کے مشیروں کو یہ یقین ہوگیا کہ مسلمانوں کے سابقہ اصطباغ پر یقین کامل ہونے کی اگر کوئی تدبیر ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ سب کو از سر نو اصطباغ دے دیا جائے، دوسری طرف فطرۃً مسلمانوں میں سخت پریشانی اور گھبراہٹ پیدا ہوگئی، خاص کر اُن دس پندرہ ہزار آدمیوں میں جو ایگرمیناڈوس کے لذت چشیدہ تھے۔ اس کے علاوہ اُن کے آقاؤں کو بھی اُن سے ہمدردی تھی۔ شاہ چارلس کو یہ معلوم کر کے بہت غصہ آیا کہ حکام بلنسیہ نے اُن کے مقرر کردہ مجلس کے ارکین سے یہ کہا ہے کہ اس معاملہ میں وہ بہت احتیاط سے کارروائی کریں اور بالخصوص فقہاء کے ساتھ سختی نہ کریں، کیونکہ سلطنت کا ترفہ مسلمانوں کے بقا پر موقوف ہے۔ جو اصطباغ یافتہ لوگ سیراڈی برنیا میں

پناہ گزیں ہوگئے تھے اُن سے امراءِ ملک برابر رفق و ملاطفت کرتے جاتے تھے، اُن کو یہ امید تھی کہ جب فتنہ و فساد زیادہ بڑھیگا تو بادشاہ مزید کارروائی کرنے سے رُک رہینگے۔ مگر چارلس نے اپنی راءِ سے ذرا سی بھی جنبش نہ کی، متمرد امراء کو اُنھوں نے چشم نمائی کی، جن لوگوں نے اس معاملہ میں اُن کی راءِ کے مطابق تھوڑی سی بھی مدد کی تھی اُن کی تعریفیں کیں اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اپنے علاقوں پر جاکر اپنی مسلمان رعایا کو عیسائی ہوجانے کی ترغیب دیں اور اُن کو الطاف خسروانہ کا امیدوار بنائیں آخر کار پناہ گزینوں پر نیا حملہ کرنے کی تیاری کی گئی۔ یہ لوگ اپریل سے لے کر اگست تک اپنی بات پر اڑے اور لڑتے رہے آخر کب تک، یہ غریب بھی بشرط معافی مطیع ہونے پر راضی ہوگئے اس پر اُن کو مُرلا پہنچا دیا گیا، وہاں اُن کو معافی دیدی گئی اور اُن پر مہربانیاں کی گئیں ٭

اسقف وادیش بیمار ہوکر واپس چلے گئے۔ اُن کے اور شرکاء بھی اپنے کام سے تنگ آگئے تھے اور قستالہ واپس جانے ہی کو تیار تھے کہ شاہ چارلس کا حکم پہنچا کہ چونکہ خداءِ تعالے نے اُن کو پیویا پر فتح دی ہے اُن کو اظہارِ شکرانۂ الٰہی کی اس سے بہتر تدبیر نظر نہیں آتی کہ وہ اپنی سلطنت کے مسلمانوں کو اصطباغ لینے پر مجبور کریں، اس لئے اُن کو حکم دیا گیا کہ وہ وہیں ٹھیرے رہیں اور غیر اصطباغ یافتہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اُن کی مدد کے لئے ایک اور تازہ دم پادری فرئے کیلسینا* بھیجا گیا۔ اگرچہ شاہ چارلس مدت سے اس کی تیاری کر رہے تھے مگر شاید اس قصہ میں کچھ صحت ہو کہ اُنھوں نے مسلمانوں کو مجبور کرکے عیسائی بنانے میں اس لئے عجلت کی کہ اُن کے قیدی فرانسس اول نے، جو ۳۰ جون ۱۵۲۵ء کو بلنسیہ میں آئے تھے، بہت لعنت و ملامت کی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ فرانسس کو قلعہ بنی سینو بھیج دیا گیا تھا، وہاں اُنھوں نے ایک مرتبہ کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ کچھ مسلمان ایک عیسائی تیوہار کے روز کام کر رہے ہیں یہ دیکھ کر اُن کو سخت غصہ آیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اکتوبر اور نومبر میں غیر اصطباغ یافتہ مسلمانوں پر جو بہت سی پابندیاں عاید کی گئی تھیں اُس کی وجہ بھی یہی تھی کہ مسلمان عیسائی ہونے پر مجبور ہوں۔

---

* Fray Calcena.

اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی ٹوپی پر ارغوانی رنگ کے کپڑے کا ہلال لگائے رہیں، کسی حال میں اپنا وطن نہ چھوڑیں، ورنہ جو شخص اُن کو گرفتار کریگا اُس کو مفرور پر حق مالکانہ حاصل ہوگا؛ اپنی مملوکہ کوئی چیز فروخت نہ کریں، کوئی ہتھیار اپنے پاس نہ رکھیں، اسلامی مراسم دینی ادا نہ کریں، عیسائی تیوہاروں پر کوئی کام نہ کریں، اور اگر اُن کو راستہ میں کہیں عشاء ربانی مل جائے تو اپنا سر ننگا کرکے سجدہ کریں۔

جرمینیا سے جو کچھ توقع تھی اُس سے زیادہ اُس نے کر دکھایا۔ اُسی نے وہ تحریک پیدا کی، جس کو اندھے جوش مذہبی نے اتنی ترقی دیدی کہ اُس کی پیدا کی ہوئی تحریک حدود بلنسیہ کے بھی باہر پھیل گئی، اور ایگرمناڈوس کے لٹیرے گروہ کا کام اوروں نے اختیار کرکے اُس کو قاعدہ و قانون کا جامہ پہنا دیا، اور کلیسا اور سلطنت کے اختیارات مطلق نے اُس کو مکمل کر دکھایا۔



باب چہارم

حکماً عیسائی بنایا جانا

قبل اس کے کہ یہ فیصلہ ہو کہ جو اصطباغ بلنسیہ میں دیئے گئے تھے وہ جایز تھے یا نہیں، چارلس پنجم نے یہ عزم مصمم کر لیا کہ سلطنت سپین میں وہ ایک ہی دین کو رہنے دینگے۔ شروع شروع میں جو اُن کا تھوڑا بہت میلان مسامحت کی طرف تھا، وہ فرقہ لوتھریہ کی خون ریز بغاوت سے بالکل جاتا رہا۔ جو فرمان اُنھوں نے ورمس سے ۲۶ مئی ۱۵۲۱ء کو جاری کیا تھا اُس کے موافق لوتھر اور اُن کے تمام متبعین سلطنت سپین کے مقہورین قرار دیئے گئے؛ اُن ہی کے حکم سے علاقہ زیرین کے حکام فوجداری مصلحین فرقہ لوتھریہ کو زندہ جلا رہے تھے؛ چارلس پنجم نے ایک نیا سبق یہ سیکھ لیا تھا کہ اختلاف مذاہب فی الحقیقت دینی و دنیاوی سلطنت کی بغاوت ہے؛ اور چونکہ وہ خود بہت بڑے سیاست دان اور پرجوش کیتھولک تھے، اس لئے اُن کا فرض تھا کہ وہ اس بغاوت کو رفع کریں۔ اُن کے اس مطالبہ کو کہ جرمنی اور سپین میں اتحاد مذہبی ہو اور دونوں ممالک میں مذہب کیتھولک ہی قایم رہے، اس امر سے سخت ضعف پہنچتا تھا کہ خود اُن ہی کے ملک سپین میں، جہاں وہ مطلق العنان بادشاہ تھے، پرستاران اللہ اور غلامان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) باقی ہوں۔

اُن کی دادی، ازابیلا، نے سلطنت قشتالہ میں تو جبراً مذہب کی بیرونی صورت کو یکساں کر ہی دیا تھا؛ لیکن ارغون کے متعلق ایک یہ وقت تھی کہ فرڈی نینڈ نے اپنی اور اپنے جانشینوں کی طرف سے ایک حلف اُٹھایا تھا، اور اس حلف کی تجدید چارلس نے بھی اُس وقت کی تھی کہ جب اُن کو اہالی ارغون نے جایز وارث تاج و تخت قرار دیا، اور اُن کو اپنا بادشاہ بنایا تھا۔ اس حلف کے وہ سختی کے ساتھ

پابند تھے، لیکن اُن کی خوش بختی کہ نائب مناب خدا یعنی پوپ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اُن کو یہ بھی اختیارات حاصل ہیں کہ وہ لوگوں کو اپنی قسمتوں حلفوں اور معاہدوں کی پابندی سے بری کر دیں اور تمام دنیوی قوانین کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیں اس لئے اواخر ۱۵۲۳ء یا اوائل ۱۵۲۴ء میں چارلس نے پوپ کلیمینٹ ہفتم کو درخواست دی کہ اُن کو اُن تمام معاہدات کی پابندی سے بری کر دیا جائے جو خدا کی خدمت سے مانع ہو رہے ہیں۔ یہ امر پوپ کلیمینٹ کی نیک نفسی پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے اُنہوں نے اس درخواست کو اس بنا پر نامنظور کر دیا کہ یہ سخت معیوب بات ہے لیکن جب شاہ چارلس کے سفیر ڈیوک آف سیسا نے بہت کچھ عرض معروض کیا تو جناب پوپ نے اس کو مان لیا اور ۱۲ مئی ۱۵۲۴ء کو اُنہوں نے وہ تاریخی حکم دیدیا جس نے مسلمانوں کی قسمت پر مہلک اثر ڈالا۔

اس حکم میں پوپ نے سخت افسوس ظاہر کیا کہ بلنسیہ، قتلونیہ اور ارغون میں شاہ چارلس کی بہت سی رعایا مسلمان ہے جن کے ساتھ دیندار عیسائی بلا خوف و خطر راہ و رسم نہیں رکھ سکتے۔ اُنہوں نے یہ بھی رنج ظاہر کیا کہ وہ امرا ملکی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ (اُمرا) اُن کو عیسائی کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہ صورت دین کے لئے سخت شرمناک ہے اور بادشاہ کی اس میں توہین ہے اس کے علاوہ یہ مسلمان افریقیوں کو جاسوسی کا کام دیتے ہیں اور عیسائیوں کی تمام تدابیر ان کو بتلاتے رہتے ہیں اس لئے اُنہوں نے چارلس کو یہ رائے دی کہ وہ محتسبین کو یہ حکم دیں کہ خدا کا کلام اُن تک پہنچائیں اور اگر وہ اپنی ضد پر قایم رہیں تو محتسبین اُن کو ایک میعاد دیدیں اور آگاہ کر دیں کہ اُس میعاد کے گزرنے کے بعد وہ جلاوطن کر دیئے جائینگے یا اُن کو دایمی غلام بنا لیا جائیگا اور اس حکم کی سختی کے ساتھ پابندی کرائی جائیگی۔ اپنی جایداد کا عشر وہ اب تک ادا نہیں کرتے تھے وہ اب اُن کے آقاؤں کو جائیگا تا کہ وہ اس نقصان کا معاوضہ ہو سکے جو مسلمانوں کے نکالے جانے سے اُن کے آقاؤں کو ہوگا لیکن یہ شرط ہوگی کہ یہ امرا گرجاؤں کے لئے دینی ضروریات کی چیزیں مہیا کرینگے۔ مساجد کی جتنی آمدنی ہے وہ دینی اور رفاہ عام میں خرچ ہوگی۔ اس منحوس فرمان کے آخر میں شاہ چارلس کو اُس حلف سے بری کر دیا گیا جو اُنہوں نے بوقت تخت نشینی لیا تھا کہ مسلمانوں

کو اپنی سلطنت سے نہ نکالینگے۔ جناب پوپ نے اس حکم میں صاف طور پر درج کر دیا تھا کہ اس فرمان کے اجرا کے بعد بادشاہ پر نہ کوئی الزام آئیگا نہ حلف دروغی کی سزا کے وہ مستحق سمجھے جائینگے۔ اس کے علاوہ اُن کو آیندہ کی کارروائی کے تمام اختیارات عطا فرما دیئے گئے تھے۔ اسی فرمان میں محتسبین کو یہ اختیارات عطا ہوئے تھے کہ (مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے متعلق) جتنی مخالفتیں ہوں اُن کو وہ بجبر روک سکتے ہیں، اور باوجود پاپائی احکام سابقہ مراعات اور قانون ملکی کے وہ اس مقصد کے لئے کلیسا کی مدد لے سکتے ہیں*۔

اگرچہ پوپ کلیمنٹ نے شروع شروع میں نقض عہد کرنے کی اجازت دینے میں تامل کیا، لیکن آخر اُنھوں نے ہمت کی اور اپنے تردد اور وہم پر غالب آہی گئے۔ اس فرمان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے، جس سے یہ معلوم ہو کہ اُن سے اس فرمان کے جاری کرنے کی درخواست کی گئی تھی، اس معاملہ میں پیش دستی کرنے کی ذمہ داری جناب پوپ نے اپنے ذمہ لی، اس بنا پر سپین کے مصنفین یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اُن ہی نے یہ قابل تعریف کام کیا کہ چارلس کو یہ ترغیب دی کہ وہ اس معاملہ میں کارروائی کریں۔ اس معاملہ کو بالکلیہ تحت اختیار کلیسا سمجھا گیا، اور اُس پر ہر طرح کی کارروائی کرنے کا اختیار محکمہ احتساب و محنہ کو دیا گیا، کیونکہ وہی محکمہ ان مقدمات کے لئے موزوں تھا، اور حقیقت میں تھا بھی وہ نہایت کاری ہتھیار۔

---

* ۲۰ مارچ کو شاہ چارلس نے ڈیوک آف سیسا کو ہدایت کی تھی کہ وہ پوپ کلیمنٹ سے درخواست کریں کہ وہ مرتدین کا مرافعہ نہ سنیں، بلکہ اُن کو محتسب اعظم کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیدیں (دیکھو تاریخ مصنفہ لارینٹ جلد دوم صفحہ ۲۹۳) یہ امید نہیں پڑتی کہ پوپ نے اُن کو ایسا کچھ یقین دلایا ہو کیونکہ اُس زمانہ میں اس امر پر بہت بحث ہو رہی تھی کہ محکمہ احتساب و محنہ کے مرافعہ کون سنے، اس وقت تو خاص کر اس کے متعلق بہت ہی شدت سے غور ہو رہا تھا بہرحال یہ امر قابل ذکر ہے کہ آخر صدی تک کے جو کاغذات نکلتے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودی مرتدین نے یہ کوششیں کی تھیں کہ روم میں مرافعہ کر کے بچ نکلیں سنئے مجھے یہ یاد نہیں پڑتا کہ مجھے ایک مثال بھی ایسی ملی ہو کہ مولدین میں سے ایک آدمی نے بھی روم میں مرافعہ کیا ہو۔ (مصنف)

اٹھارہ مہینہ تک چارلس یہ فرمان لئے بیٹھے رہے گو اُس کو اُنہوں نے شایع نہیں کیا، لیکن اُن کے ہاتھ کھل گئے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے یہ انتظار کیا کہ اصطباغ کے جواز یا عدم جواز کا معاملہ طے ہو جائے۔ اُس کے بعد بلنسیہ میں فسادات شروع ہو گئے اس لئے اُنہوں نے آخری اور حتمی کارروائی کرنے میں ذرا تامل کیا۔ جب اس طرف سے اُن کو اطمینان ہو گیا تو اُنہوں نے ۱۳ ستمبر ۱۵۲۵ء کو امرا کے نام خطوط لکھ کر سب کو یہ مطلع کیا کہ اُنہوں نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ کسی مسلمان یا کسی اور غیر عیسائی کو اپنی سلطنت میں نہ رہنے دینگے، اور اگر وہ رہینگے تو غلام ہو کر۔ اُنہوں نے اس کو تسلیم کیا کہ اُن کی جلاوطنی سے اُن (امرا) کی آمدنی کم ہو جائیگی اور اُن کی اراضی بغیر کاشت کے رہ جائیگی۔ وہ چاہتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے یہ نقصان نہ ہونے پائے، اس لئے اُنہوں نے تمام امرا کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں پر چلے جائیں، اور محکمہ احتساب محنہ کو اپنی رعایا کے عیسائی بنانے اور تعلیم دین حاصل کرنے میں ہر طرح کی امداد دیں۔ اسی تاریخ ایک مختصر سا حکم مسلمانوں کے نام جاری کیا گیا، جس میں یہ لکھا تھا کہ اُنہوں نے یہ ارادہ خدائے قادر مطلق کے حکم سے کیا ہے، وہ یہ چاہتے ہیں کہ اُسی ذات پاک کا قانون تمام ملک میں جاری ہو، اُن کی یہ بھی خواہش ہے کہ مسلمانوں کو نجات ابدی حاصل ہو اور وہ اصطباغ پا کر غلطیوں اور گناہوں سے پاک ہو جائیں، اگر وہ اُن کے حکم کی تعمیل کرینگے تو اُن کو وہی آزادی اور حقوق ملینگے جو عیسائیوں کو حاصل ہیں، اور اگر انکار کرینگے تو اپنے حکم کی تعمیل کرانے کے لئے وہ اور ذرایع اختیار کرینگے۔ اس کے دوسرے ہی روز اُنہوں نے ایک اور حکم جاری کیا، جو تمام ملک میں مشتہر کیا جانے والا تھا۔ اس کے مخاطب مسلمان ہی تھے، اور اُن کو بتلایا گیا تھا کہ اُنہوں نے یہ عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اُن کے ملک میں کوئی غیر عیسائی، سواء غلام کے نہ رہنے پائے۔ چونکہ اُن کو مسلمانوں کی نجات ابدی مد نظر ہے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کی جائے، اس لئے وہ اُن کو اپنے احکام کی تعمیل کرانے سے پہلے مہلت دیتے ہیں، وہ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اُن کو وہی حقوق دیئے جائینگے جو عیسائیوں کو حاصل ہیں۔ ہر شخص کے لئے یہ حکم تھا کہ جو کوئی مسلمانوں کے عیسائی ہونے میں مزاحم ہوگا، یا عیسائیوں کی گستاخی کریگا، اُن کو

پانچہزار فلارن جرمانہ کیا جائیگا' اور اُن پر اور طرح بھی غضب سلطانی نازل ہوگا۔ اسی تاریخ کو نہوں نے ایک خط ملکہ جرمین کو لکھا' جو قابل ذکر ہے' کیونکہ یہ خط اُن بیہودگیوں کے سلسلہ کی پہلی کڑی ہے جس کے موافق مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا دین چھوڑ دیں' مگر اس کے عوض میں اُن کے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں پیش کی گئی جو اُن کے دین چھوڑنے کا بدل یا تحلل ہو سکتی۔ اس خط میں تحریر ہے کہ اُنہیں یہ معلوم ہوا ہے کہ نو عیسائیوں کے گانوں میں اُن کو تعلیم و تلقین دینے' یا نماز پڑھانے کے لئے کوئی پادری نہیں ہے' اس لئے ملکہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ خود اس کا انتظام کریں کہ نو عیسائیوں کی ہدایت اور مراسم مذہبی کے ادا کرنے میں کسی طرح کی کمی نہ آ سکے لیکن ملک محروسہ سپین میں جتنے علاقے ہیں اُن میں نئے گرجاؤں کی داشت و پرداخت بالکلیہ سلطنت کے ہاتھ میں رہے' کسی اور کا اس میں دخل نہ ہونے پائے۔ یہ حالت آخر وقت تک قایم رہی' مساجد کی آمدنی اور عشر لینے کے لئے تو ہر طرف سے ہاتھ پھیلے رہے' مگر اس کا کہیں اور کبھی انتظام نہیں ہوا کہ اُن لوگوں کو اُس دین کی تعلیم و ہدایت کی جائے کہ جس کے اختیار کرنے پر وہ مجبور کئے جاتے ہیں*

گیووارا اور اُن کے جلیسوں کو محتسبین کے کامل اختیارات حاصل تھے' اُنہوں نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا' مسلمانوں کو اُنہوں نے سنا دیا کہ بادشاہ جو کچھ ارادہ کر چکے ہیں اُس سے وہ ٹلنے والے نہیں ہیں' اُن کو آٹھ روز کی مہلت دی جاتی ہے' اس کے بعد وہ اُن کے احکام کی بجبر تعمیل کرینگے' ڈرے ہوئے مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے' اور اُنہوں نے بارہ فقہا کو اپنی طرف سے مقرر کیا کہ وہ چارلس کی خدمت میں حاضر ہو کر رحم کی درخواست کریں' اور اس حکم کو منسوخ کرانے کی کوشش کریں۔ ملکہ جرمین نے اُن کو بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت دیدی' اور وہ دربار شاہی میں باریاب بھی ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پچاس ہزار ڈوکیٹ اس غرض سے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے کہ دربار شاہی میں جو لوگ صاحب اثر و نفوذ ہیں اُن کو دے دلا کر اپنا کام نکالیں۔ مگر اس وقت وہ بے نیل مرام واپس آئے' گو بعد میں اُن کو کم از کم برائے نام ایسی رعایت

مل گئی کہ جس سے سختی میں کسی قدر کمی آ گئی۔

آخر چارلس نے یہ سمجھ لیا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ دکھلائیں۔ ۳ر نومبر کو انہوں نے جناب پوپ کے فرمان کی نقول محتسب اعظم اور دیگر محتسبوں کے پاس بھیج کر یہ حکم دیا کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو اس کی تعمیل کریں۔ اسی روز انہوں نے بلنسیہ (اور غالباً اور صوبوں) کے ملکی اور کلیسائی حکام کے نام حکم جاری کیا، جس میں فرمان پاپائی کا حوالہ دے کر انہیں مطلع کیا کہ یہ فرمان اُن تمام عہود و مواثیق و مراعات وغیرہ کو منسوخ کرتا ہے کہ جن کی پابندی کا وہ حلف اٹھا چکے ہیں۔ چارلس نے اس حکم میں یہ بھی ظاہر کر دیا کہ انہوں نے محکمۂ احتساب محتہ کو حکم دیدیا ہے کہ وہ پاپائی فرمان کی فوراً تعمیل کریں۔ نیز یہ کہ انہوں نے اور مقامی حکام کے نام احکام جاری کر دیئے ہیں کہ محتسبین جو کچھ حکم دیں، اس کو وہ فوراً بجا لائیں، ورنہ دس ہزار فلارن جرمانہ کے مستوجب ہونگے۔ یوں راستہ صاف کر کے چارلس نے ۲۵ر نومبر کو ایک حکم عام جاری کیا کہ تمام مسلمان جلاوطن کر دیئے جائیں۔ بلنسیہ کے تمام مسلمان ۳۱ر دسمبر ۱۵۲۵ء تک ملک سپین سے نکل جائیں، اور ارغون اور قتلونیہ کے مسلمان ۳۱ر جنوری ۱۵۲۶ء تک ملک بدر ہو جائیں۔ سازابیلا کے تتبع میں تبدیل مذہب کے بدلے میں کسی قسم کی معافی کا وعدہ نہیں کیا گیا، لیکن جلاوطنوں کے راستے میں وہ مشکلات ڈالیں کہ جو ۱۵۰۲ء کی طرح اصلی مقصود کو ظاہر کرتی تھیں۔ اہالی بلنسیہ کو حکم تھا کہ وہ اپنے پروانۂ راہداری سے ٹیاگو واس سے حاصل کریں، جو سیونکا کی سرحد پر واقع تھا۔ وہاں سے وہ اپنا مصیبت بھرا راستہ ریکیونا، اوٹیل، مدریڈ، ولاڈ الڈ، بے نا دین ٹی، دلافرانکا سے ہوتے ہوئے کورونا کا اختیار کریں، اور اس بندر سے کسی ایسے ملک میں نکل جائیں کہ جس کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اگر وہ واپس آئینگے تو سب غلام بنا لئے جائینگے، اور جو کچھ اُن کے پاس ہوگا وہ ضبط کر لیا جائیگا۔ اُمرا کو تنبیہ کر دی گئی کہ نہ وہ کسی مسلمان کو اپنے پاس رہنے دیں نہ کسی کو پناہ دیں، ورنہ پانچہزار اسٹو کیٹ فی کس جرمانہ ہوگا، اور اس کے علاوہ وہ اور سزا کے بھی مستوجب ہونگے۔ اس کے ساتھ ہی جناب پوپ کا ایک اور فرمان مشتہر کر دیا گیا جس میں حکم تھا کہ اگر کوئی عیسائی حکم شاہی کی تعمیل میں مزاحمت کریگا تو وہ کلیسا

سے خارج کر دیا جائیگا۔ مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ خاموشی کے ساتھ انجیل کی تعلیم کو سنیں اور کوئی جواب اُس کا نہ دیں۔ ایک اور حکم نکالا گیا کہ تمام مسلمان ۸ دسمبر تک اصطباغ لے لیں، ورنہ وہ سلطنت چھوڑ دینے کے لئے تیار رہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بشرط اصطباغ جلا وطنی کا حکم منسوخ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد محکمۂ احتساب و محنہ نے یہ مشتہر کر دیا کہ وہ ہر طرح کی کارروائی کرنے کے لئے آمادہ ہے، اُن لوگوں کے خلاف بڑی دہشت انگیز خفگی کا اظہار کیا گیا جو ان قصور واروں کو گرفتار نہ کرائیگا۔ وہ تمام لوگ ہزار فلارن جرمانہ کے مستوجب قرار دیئے گئے، جو متمردانہ انجیل کی شیریں زبانی کی تردید کریں، یا بادشاہ وقت کے ترحم آمیز حکم کی مزاحمت کریں۔ ان میں سے بعض ضدی آدمیوں نے ارغون اور قتلونیہ سے فرانس کی راہ لی، اور وہاں سے وہ ملک بربر چلے گئے*

اس حکم کے جاری ہونے سے پہلے ہی ارغون میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے، اور اس سے مسلمانوں میں سخت تشویش پھیل گئی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے کھیتوں اور دوکانوں پر کام کرنا چھوڑ دیا، جس سے عیسائیوں کو سخت فکر پیدا ہو گیا۔ قصبات کی پنچایت اس غرض سے منعقد کی گئی کہ کوئی ایسی تدبیر سوچی جائیں کہ جس سے یہ خطرہ دور ہو سکے، جو ملک کی صلاح و فلاح پر اثر ڈالنے والا ہے، اس پنچایت نے علاقے کے اُن عمائد کو بھی بلا لیا کہ جن کے اغراض و فوائد ان سے وابستہ تھے، اور یہ قرار پایا کہ شاہ چارلس سے اس معاملہ میں عرض معروض کرنی چاہیئے۔ ان عمائد میں سے ایک صاحب، کاونٹ آف ریباگورزا، خاندان شاہی کے فرد، اس وقت دربار شاہی ہی میں تھے۔ سب کی نظر ان ہی پر پڑی، اور ان کو یہاں کی مجمل کیفیت لکھ کر بھیج دی گئی، اور اُن سے کہہ دیا گیا کہ وہ فوری تدابیر شروع کر دیں۔ چنانچہ یہاں اُس حلف کو یاد دلایا گیا جو فرڈی نینڈ نے اُٹھایا تھا، اور جس کی تجدید خود چارلس نے کی تھی۔ اُن کو اس طرف متوجہ کیا گیا کہ ملک کی تمام صنعت و حرفت اور تمول مسلمانوں کی ذات سے وابستہ ہے، ان ہی کی محنت و مشقت سے فصلیں اُٹھتی

---

* ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ارغون کے مسلمانوں کو حکم تھا کہ کورونا کے بندر سے جائیں، اور بلنسیہ کے مسلمان فیون ٹرابیا سے۔ (مصنف)

ہیں، ان کے بغیر ملک کی صنعت وحرفت کا خاتمہ ہوجائیگا، ان ہی کے محصول دینے اور قرضہ لینے پر گرجاؤں اور خانقاہوں کی آمدنی کا دارومدار ہے، ان ہی کی وجہ سے خیرات ومبرات کا سلسلہ جاری ہے، ان ہی کے طفیل میں بیوائیں اور یتیم پل رہے ہیں*۔ یہ لوگ عملی طور پر شرفا وامرا کے غلام، بڑے فرمان بردار اور امن پسند تھے۔ یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ انہوں نے کسی عیسائی کو بھکایا، یا گمراہ کیا ہے، یا دین عیسوی کی بے حرمتی کی ہے۔ وہ ساحل بحر سے دور رہتے تھے، اس لئے یہ امید نہیں پڑتی کہ وہ بر ابرہ سے تعلقات رکھتے ہوں۔ از روئے قانون نافذ الوقت اگر وہ سر زمین سپین کو چھوڑنے کی کوشش کرتے تو غلام بنائے جا سکتے تھے۔ ان کے ملک بدر کرنے کے معنی تباہی کامل تھے، اور اُن کو عیسائی بنا لئے جانے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہ آزاد کر دیئے جاتے، اور جہاں چاہتے جا سکتے تھے۔ اس سے سپین کو ضعف پہنچنے کا اندیشہ تھا، اور اُس کے دشمنوں کو تقویت۔ چونکہ اُنہوں نے اپنی اراضی کو کاشت کرنا بند کر دیا ہے اس لئے بادشاہ کو فوراً ایسی کارروائی کرنی چاہئے جس سے مسلمانوں کو جو خوف پیدا ہو گیا ہے وہ جاتا رہے، اور ملک میں قحط نہ پڑنے پائے۔ ربیا گورزا کو جو اثر و اقتدار دربار شاہی میں حاصل تھا اُس کی وجہ سے حکم آخر کے جاری ہونے میں کچھ تعویق ہو گئی، لیکن چارلس کے ارادوں میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ اُن کا عملی جواب یہ تھا کہ اُنہوں نے ۲۲ دسمبر کو سارا گوسا میں یہ اعلان کرا دیا کہ کوئی مسلمان ارغون سے باہر نہ جائے، اور جو مسلمان اُس علاقہ سے غیر حاضر ہیں وہ ایک مہینہ کے اندر واپس آ جائیں۔ جو لوگ کہ اراضی ملک محروسہ شاہی میں رہتے تھے اُن کی اور امرا کی رعایا کے درمیان میں رسل و رسایل کو ممنوع

* جس قرض کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے وہ ایسا قرض یا ابواب تھے کہ جس پر مسلمانوں کو پانچ یا چھٹی صدی سود دینا پڑتا تھا یہ ایک شخص واحد یا جماعت، یا زمین پر عاید کیا جاتا تھا۔ موخر الذکر صورت میں اس کی وہی حیثیت تھی کہ آج کل محصول زمینی کی ہے۔ جس زمانہ کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں اُن دنوں یہی ایک عطیہ تھا، جو زر اصل کی صورت رکھتا تھا۔ اہالی کلیسا کو یہ بہت ہی محبوب تھا۔ مسلمان بہت قرضہ لینے والے تھے، اور چونکہ اُن میں تجارت پیشہ لوگوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے وہ جو قرضہ لیتے تھے وہ محفوظ سمجھا جاتا تھا۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ جب مسلمان نکالے گئے ہیں تو ان قرضوں کی وجہ سے کیا آفت برپا ہوئی تھی ۔ (مصنف)

قرار دیدیا، اور یہ تاکیدی حکم جاری ہؤا کہ مسلمانوں سے کوئی شخص کوئی جایداد نہ خریدے مسلمانوں کی تمام مساجد اور مذبحوں اور مسلخوں کو بند کرادیا۔

جیساکہ لازمی طور پر ہونے والا تھا۔ اس سے تشویش اور بے چینی بڑھ گئی، اور کئی جگہ مسلمان شمشیر بکف ہوگئے۔ مسلمانان المناسر نے تو اس کا بھی انتظار نہ کیا کہ وہ یہ دیکھتے کہ بادشاہ اس معاملہ میں کیا کرتے ہیں، بلکہ وہ اکتوبر ہی میں اپنے دروازے بند کرکے بیٹھ رہے، اور اُن منّادوں کو اپنے یہاں نہیں گھسنے دیا جو اُن کو اصطباغ دینے آرہے تھے۔ جنوری تک وہ مقابلہ پر جمے رہے۔ آخر اسی مہینہ میں المناسر پر بزور شمشیر قبضہ کرکے سرغنوں کو قتل کردیا گیا۔ بقیۃ السیف لوگوں نے اصطباغ لینا منظور کرلیا۔ جب حکم شاہی جاری ہؤا تو دوسرے مقامات میں بغاوت ہوگئی، سارا گوسا کے قریب ایک محفوظ مقام کسٹیلو ڈی میر یا تھا، وہاں مسلمان جمع ہوکر اس امید سے قلعہ بند ہوکر بیٹھ رہے کہ افریقیہ سے اُن کو کمک ملیگی، اور ایک شخص، الفاطمی اپنے سبزہ گھوڑے پر بیٹھ کر باغی مسلمانوں کی ایک جمعیت کا سرکردہ بن کر اُن کی مدد کو آئیگا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جیسے یہ امیدیں موہوم ثابت ہوتی گئیں، ویسے ویسے اُن کو اپنی مایوسانہ حالت کا اندازہ ہوتا چلا گیا، اور آخر میں اُنہوں نے بحالت مجبوری اطاعت کرلی۔ ان قصۂ قضایا میں عیسائیوں نے بھی مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانے میں کچھ کمی نہیں کی۔ اُنہوں نے بہت سے مسلمانوں کو پکڑ کر اس بہانہ سے غلام بنا لیا کہ وہ کوہستان پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کارروائی سے یہ عیسائی بہت بدنام بھی ہوئے، اور امرا کو بھی اُنہوں نے اپنے آپ سے ناراض کرلیا، کیونکہ وہ اپنے مزارعین کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ بے چینی برابر قایم تھی، اور اصطباغ سے جو نفرت تھی اُس پر غالب آنا مشکل تھا، اُس وقت البتہ کچھ امید بندھ گئی کہ جب کوارٹو کا ایک فقیہ، جس کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس کی عمر سو برس سے زیادہ تھی، اور جس کو مسلمانوں میں اقتدار حاصل تھا، عیسائی ہوگیا، لیکن چند ہی آدمی اُس کے ساتھ عیسائی ہوئے۔ تاریخ جلاوطنی کی ۱۵ رمارچ تک توسیع کردی گئی۔ جب یہ تاریخ آئی تو رعایاء لونا اور کاونٹ آف ارنڈا کی رعایا شمشیر بکف ہوگئی، لیکن باغیوں کی سرکوبی کردی گئی، اور اُن کے ہتھیار چھین لئے گئے۔

انجام کار بحیثیت المجموع تمام مسلمان عیسائی ہونے پر راضی ہو گئے۔

بلنسیہ کا معاملہ اور بھی مشکل تھا' کیونکہ وہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی' وہ ساحل کے قریب تھے اور بربرہ سے اُن کا رسل و رسایل جاری تھا' نیز وہاں کے امراء کا فایدہ اس میں تھا کہ وہ اپنے مزارعین اور غلاموں کے حقوق کی محافظت کریں۔ یہاں کے فقہا دربار شاہی میں عرض و معروض کرنے کے لئے گئے' مگر جب وہ بے نیل مرام واپس آئے تو بہت سے مسلمان ظاہر میں عیسائی ہونے پر تیار ہو گئے! انٹونیو ڈی گیورا' جو اس معاملہ میں سب سے پیش پیش تھے' بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اُنھوں نے بلنسیہ میں مسلمانوں کے ستائیس ہزار خاندانوں کو اصطباغ دیا' لیکن مولدین نے بعد میں بیان کیا کہ اصطباغ دینے کی یہ صورت تھی کہ اُن سب کو ایک احاطہ میں بجبر جمع کر کے ان پر پانی چھڑک دیا گیا۔ جس وقت یہ پانی چھڑکا جا رہا تھا تو لوگ اپنے جسموں کو چھپاتے چُراتے تھے تاکہ اُن پر چھینٹ نہ پڑ جائے' اور بہت سے آدمیوں نے وہیں کہہ دیا کہ ہم پر چھینٹ تک نہیں پڑی! اُنھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ اس وجہ سے راضی ہو گئے تھے کہ اُن کے فقہا نے یہ فتوے دیدیا تھا کہ ایسے موقعوں پر حیلہ و فریب کرنا جایز ہے' نیز یہ کہ جس مذہب کے قبول کرنے کے لئے وہ مجبور کئے جاتے ہیں اُسکی پابندی اُن پر لازم نہیں آتی۔* بہت سے آدمیوں نے چھپ کر اپنے آپ کو اصطباغ سے بچا بھی لیا' لیکن کھُلی کھُلی مخالفت تو مقام بن الگو اسل میں ہوئی۔ قرب و جوار کے مسلمانوں نے یہاں آکر پناہ لی اور قصبہ کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے' اس پر اُس علاقہ کے لفٹننٹ گورنر ڈان لوئیس فیرر نے سو فوجی سپاہی بھیج کر اُس علاقہ کو لُٹوا دیا' لیکن اس حرکت سے بھی مسلمانوں پر کوئی اثر نہیں پڑا' اور اُنھوں نے اپنی ضد کو نہیں چھوڑا۔ یہ دیکھ کر بلنسیہ کا عَلَم کھڑا کیا گیا' اُس صوبہ کے گورنر ڈان لینشیو کبا نلاش' دو ہزار فوج لے کر نکلے' اور اُنھوں نے قتل عام اور آتش زنی کی اجازت دے دی۔ اس وقت کا نعرۂ جنگ یہ تھا کہ "پناہ گزینوں سے بے رحمی کے ساتھ لڑو" یہ اُن بے رحمانہ لڑائیوں میں سے

---

* بلیڈا کہتے ہیں کہ گیورا نے جو شیخی ماری ہے اُس میں بہت زیادہ مبالغہ ہے' کیونکہ ۱۵۷۳ء میں بلنسیہ میں ۱۹۸۰۱ خاندان مولدین کے باقی تھے اور ۱۶۰۹ء میں ان کی تعداد قریب تیس ہزار کے پہنچ گئی تھی۔ (مصنف)

ایک تھی، جن کی مثالیں ان ہی افسوس ناک اور قابل شرم مواقع پر بہت سی ملتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ توپخانہ سے مدد لی گئی، ہر طرف سے کمک پہنچائی گئی اور اس فوج کی تعداد پانچہزار پر پہنچ گئی، تاہم محاصرین نے پانچ ہفتوں کے بعد محصورین کو پیام صلح دینے پر مجبور کیا۔ ۲ر مارچ کو کہیں ان باغیوں نے سر تسلیم خم کیا، اور وہ بھی اس وقت کہ جب شاہ چارلس نے گیووراکی معرفت اُن کو معافی نامہ بھیجا۔ باستثناء اُن مسلمانوں کے جو سیراڈی ایسپے ڈان بھاگ گئے تھے سب کو اصطباغ دیدیا گیا۔ غلام بنا لئے جانے اور ضبطی جایداد کی سزا میں تخفیف کر کے اُن پر بارہ ہزار ڈوکیٹ جرمانہ کیا گیا۔ اس حکم سے وہ مسلمان مستثنےٰ رہے جو ارغون سے محصورین کی مدد کو آئے تھے۔ اس خصوص میں قابل ذکر واقعہ لارڈ آف کورشیا کا ہے۔ یہ حضرت نشۂ دینداری سے سرشار ہو کر اپنے سترہ بہادر جلادوں کو لے کر اس غرض سے چلے تھے کہ سارے مسلمانوں کو عیسائی بنا لینگے، مگر مسلمانوں کو اس کی خبر عین وقت پر پہنچ گئی، یہ لوگ ایک جگہ کمینگاہ میں جا بیٹھے، اور لارڈ موصوف کو ان کے رفیقوں سمیت ذبح کر کے رکھدیا۔

بڑی خطرناک بغاوت تو وہ تھی جس کے افراد نے اپنا ملجاء و ماوا سیراڈی ایسپے ڈان کو بنا لیا تھا اور جس میں الونزو ڈی ارا گون ڈیوک آف سیگوربے کی رعایا ملوث تھی۔ جتنے امرا تھے سب میں زیادہ یہ میر شاہ چارلس کی تدابیر کے خلاف تھے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اُس علاقہ میں مسلمانوں نے بہت زیادہ ثبات قدمی دکھلائی، کیونکہ یہیں الونزو کی جایداد زیادہ تھی۔ یہاں کے پناہ گزینوں کے ساتھ ارغون تک کے مسلمان اپنے گھربار، مال و دولت کو لے کر آ شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے جان توڑ کر لڑنے کا انتظام کر لیا، حتےٰ کہ اپنے ہی گروہ سے ایک شخص قربان نامی کو اپنا بادشاہ بنا کر اس کو سلیم المنصور کا خطاب دیا۔ انہوں نے دریں اپنی جھونپڑیاں ڈال لیں، اور جگہ جگہ پہاڑ پر خندقیں اور کمینگاہیں بنا لیں۔ یہاں سے نکل کر وہ ترائی پر حملہ کرتے تھے اور سامان رسد لوٹ کر جمع کرتے جاتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرب جوار کے لوگوں کو ان سے ایسی ہمدردی تھی کہ وہ دیدہ و دانستہ اُن لوگوں کے ہاتھ سے نقصان اُٹھاتے تھے، جو دین محمدی (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) کی حفاظت و حمایت کر رہے تھے بلکہ جرمین نے تین ہزار آدمیوں کی فوج ڈیوک آف سیگوربے کے پاس ان مسلمانوں سے

لڑنے کے لئے بھیجی مگر اُن کو سخت نقصان اُٹھا کر پس پا ہونا پڑا۔ اُن کی فوج کا جی چھوٹ گیا اور اُس نے ڈیوک موصوف کو یہ الزام دیا کہ وہ بے دلی کے ساتھ لڑے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سپاہی رفتہ رفتہ بھاگ گئے صرف ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت ڈیوک کے پاس رہ گئی۔ ان ہی آدمیوں سے اُنہوں نے اوڈرا کو محفوظ و مضبوط کر لیا لیکن وہ مسلمانوں کے چھاپے مارنے کو نہ روک سکے۔ ان ہی چھاپوں میں ایک مرتبہ مسلمان موضع جیلچس سے ذبیحۃ القدس* اُٹھا کر لے گئے۔ بس پھر کیا تھا، یہ بہت ہی اچھا بہانہ ہاتھ آگیا۔ اسی واقعہ کو لے کر عیسائیوں نے اپنے ہم مذہبوں کی دینداری کی آگ کو بھڑکایا، تمام صوبہ کی قربانگاہوں پر ماتمی چادریں ڈال دی گئیں گرجاؤں کے دروازے بند کر کے صرف کھڑکیاں کھلی رکھی گئیں، تمام مراسم مذہبی بغیر اظہار شان و شوکت ادا کی گئیں، یہاں تک کہ ۱۲ مئی کو جو کورپس کرسٹی (عید الجسد المسیح×) پڑی وہ نہیں منائی گئی۔ جب دیکھ لیا کہ لوگوں میں خوب جوش پیدا

---

*میں نے ہوسٹ کا ترجمہ ذبیحۃ القدس کیا ہے۔ اس کا قصہ تو بہت لمبا ہے مختصر طور پر اس کو عشاء ربانی کی ایک قسم سمجھ لینا چاہئے۔ اب عشاء ربانی کو بیان کرنا بھی موجب تطویل ہے مجھے تو اس کی اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے (نقل کفر کفر نباشد) کہ مسیح کو یہ یقین ہو گیا کہ مجھے "شاگردوں" نے دھر دا ہی دیا، اور صبح کو میں صلیب پر چڑھایا جاؤں گا۔ تورات کے وقت جو کھانا اُن کے سامنے آیا تو اُنہوں نے اپنے شاگردانِ رشید سے متوجہ ہو کر جل کر یہ فرمایا کہ "لو کھاؤ۔ یہ میرا خون ہے اور یہ میری ہڈیاں" (شوربہ اور روٹی) جان نثار شاگرد مزہ میں بیٹھ کر چکھ گئے۔ یہی عشاء ربانی ہے جس کو بانس پر چڑھایا ہوا ہے۔ ہزاروں کرامات اس سے منسوب ہیں۔ پیدائش شادی غمی اور زندگی کے ہر بڑے بڑے موقعوں پر اس کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ رومن کیتھولک تو خیر پروٹسٹنٹ بھی یہ چکوتھیاں چکھتے اور مسیح کا خون اور ہڈیاں کھا کر خوش ہوتے ہیں۔ (مترجم)

× میں نے کورپس کرسٹی کا ترجمہ عید الجسد المسیح کیا ہے۔ اس کا قصہ طویل ہے۔ یہ تہوار رومن کیتھولکوں میں ۱۲۶۴ء سے بحکم جناب پوپ ذبیحۃ القدس کی یادگار میں قایم ہوا ہے۔ عید ثالوث کے بعد جو جمعرات پڑتی ہے۔ اُسی روز یہ بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ اعتراف گناہ میں جو سب سے بڑا گنہگار ہوتا ہے اُس کو حکم دیا جاتا ہے کہ اسی روز سے وہ سخت مجاہدات کرے۔ ان مجاہدات کی میعاد حضرات پادر مقرر کرتے ہیں جو چالیس دن سے کم اور سو دنوں سے زیادہ نہیں ہوتے۔ (مترجم)

ہو گیا ہے تو بلنسیہ کا علم اُٹھایا گیا اور ۱۱ جولائی کو ایک اور فوج اس مہم پر روانہ کر دی گئی۔ جب یہ فوج اونڈا کے قریب پہنچی تو مسلمانوں نے اس پر بڑی تیزی اور سختی کے ساتھ حملہ کیا اور قریباً تیس ہزار ڈوکیٹ کا مال لوٹ کر لے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مطوعین اُن کے ساتھ آکر شامل ہو گئے تھے۔ جب یہ فوج ۱۹ جولائی کو اونڈا پہنچ گئی تو پھر گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مسلمان ترائی پر قبضہ کئے ہوئے تھے، مگر اس لڑائی میں وہ رفتہ رفتہ پس پا ہوتے ہوتے پہاڑ پر دھکیل دیئے گئے۔ یہ بھی نفع سے خالی نہ تھا کیونکہ اس سے وہ بغاوت رُک گئی جو ان مسلمانوں کی کامیابی کے انتظار میں اور مقامات پر اب تک نہ ہوئی تھی۔ ڈیوک نے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ وہ تین دن کے اندر اطاعت قبول کر لیں، ورنہ جتنے آدمی گرفتار ہونگے سب کو غلام بنا لیا جائیگا لیکن مسلمانوں نے ڈیوک کی تجویز کو نہ مانا۔ ڈیوک جانتے تھے کہ اُن کی فوج اتنی نہیں ہے کہ وہ کامیابی کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر سکے، خاص کر ایسی صورت میں کہ وہ پہاڑ پر ہوں، اس لئے اُنہوں نے کمک مانگ بھیجی۔ بہت سے آدمی ارغون اور قتلونیہ سے آ گئے۔ اتفاق سے پوپ کے نایب سیلوی آٹی ادھر سے گزر رہے تھے، اُنہوں نے یہ حال دیکھ سن کر اعلان عام کر دیا کہ جو شخص اس جنگ میں شریک ہوگا اُس کے گناہ اولین و آخرین معاف کر دیئے جائینگے۔ یوں یہ لڑائی صلیبی جنگ بن گئی۔ اگرچہ نایب پوپ کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ ایسا معافی نامہ دے سکیں لیکن اس کا فرما جرائی میں کو کون پوچھتا تھا۔ جو گنہگار تھے اُن کے منہ میں پانی بھر آیا اور بہت سے آدمی فوج میں بھرتی ہو گئے لیکن اب ایک اور دقت پیش آئی جس کا رفع کرنا ضروری تھا۔ وہ دقت یہ تھی کہ شاہ چارلس اپنی معمولی بخیلی کی وجہ سے فوج کے خرچ کے لئے ایک پیسہ بھی دینا نہیں چاہتے تھے۔ پادریوں، امیروں اور بلنسیہ کے شہروں سے استمداد کی گئی، ان سب نے مل کر اتنا روپیہ جمع کر دیا کہ جس سے سپاہی میدان جنگ میں ٹھیر سکے۔ اس اثنا میں مسلمان برابر اپنی مدافعت اور ترائی پر حملے کرتے رہے۔ ڈیوک نے ارغون سے کمک لینے کی کوشش کی، اور آخر کار بادشاہ سے درخواست کی۔ اس پر چارلس نے برشلونہ سے تین ہزار جنگ آزمودہ جرمنوں کا وہ دستہ، جو اٹلی جانے والا تھا، ڈیوک کے پاس بھیج

دیا۔ یوں فوج کی تعداد سات ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس تعداد میں وہ قسمت آزما لوگ شامل نہ تھے (جو عموماً ایسی مہمات میں شامل ہو جایا کرتے ہیں) کہ جن کا مقصود اصلی یہ تھا کہ لوٹ کھسوٹ سے فایدہ اُٹھائینگے؛ یا آنکہ جب غلام فروخت ہونے لگینگے تو اُن کو ارزاں قیمت پر خرید کر نفع پر فروخت کرینگے؛ یا سپاہیوں سے وہ لوٹ کا مال لے لینگے جو وہ میدان جنگ میں علیحدہ کرنا چاہینگے۔ لڑائی بھی اب خاتمہ پر آرہی تھی؛ ۱۸ ستمبر کو عیسائیوں کی فوج نے ایک ٹیلے پر قبضہ کرلیا اور ۱۹ ستمبر کو چاروں طرف سے متفقہ حملہ کیا گیا؛ مسلمانوں نے جس طرح بھی ہو سکا تیر و کمان سے مدافعت کی؛ بہتر آدمیوں کو اُنھوں نے مار ڈالا؛ جن میں سے ۳۲ جرمن تھے۔ اہالی سپین نے صرف بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کیا؛ باقی آدمیوں کو اس لئے بچائے رکھا کہ اُن کو غلام بنا لینگے؛ جرمنوں نے اپنے ۳۲ آدمیوں کا بدلہ اُتارنے میں قتل عام کردیا اور پانچ ہزار مسلمانوں کو مار ڈالا۔ مال مغروقہ بہت ملا؛ اس میں سے جو کچھ وہیں میدان جنگ میں بکا اُس کی قیمت دو لاکھ ڈوکیٹ حاصل ہوئی؛ جو مال کہ اہالی ارغون، قشتالان اور جرمن والے لے گئے وہ اس سے زیادہ قیمت کا تھا۔ جو مسلمان کہ بھاگ سکے اُنھوں نے کوہستان سیولا ڈی کورٹس کی گھاٹیوں میں پناہ لی؛ لیکن یہاں ان کا سخت تعاقب کیا گیا۔ اُنھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے آپ کو دشمنوں کے سپرد کردیں۔ ان کے تین سرکردوں کو تو گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا؛ باقی آدمیوں کے ہتھیار چھین لئے گئے؛ اُن کی کتابیں جلا دی گئیں اور اُن کو اناجیل کے احکام کو قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ کچھ باغی کوہستان سیرا ڈی برنیا، گواڈالیسٹ اور کون فریڈا فس میں پناہ گزیں ہو گئے تھے؛ لیکن ان میں سے بہت زیادہ آدمی افریقیہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یوں بلنسیہ کو عیسائی کیا گیا اور یوں وہاں امن قایم کیا گیا؛ مولدین سے ہتھیار لے لئے گئے جو منبر کہ اُن کے فقہا کے کام آتے تھے توڑ ڈالے گئے؛ قرآن شریف کے جتنے نسخے ملے سب کو جلا دیا گیا؛ اور یہ حکم دیا گیا کہ اُن کو دین مسیحی کی تعلیم و تلقین کی جائے۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ وہ حکم تھا کہ اُس کی متواتر تجدید کی جاتی تھی؛ مگر اس کی کبھی تعمیل نہیں ہوئی*۔

---

* ۱۵۲۸ء میں باغیوں کو معافی دے دی گئی تھی۔ (مصنف)

اب تمام مولدین محکمۂ احتساب و محنہ کے دست تظلم میں تھے جب اس کا خیال کیا جائے کہ مسلمانوں کو کس طرح عیسائی بنایا گیا، نوعیسائی اپنے مذہب جدید سے کتنے ناآشنا تھے، اور یہ سبب کو معلوم ہی تھا کہ اُن کو اپنے آباو اجداد کے دین سے کتنی محبت تھی، تو نہ صرف ازروۓ پالیسی بلکہ بلحاظ دیانت، اس کی ضرورت تھی کہ اُن کے ساتھ اُس وقت تک مسامحت کی جاتی کہ جب تک وہ خود مذہب مسیحی کی طرف صدق دل سے نہ مایل ہوجاتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محکمۂ صدر اس کو تسلیم کرتا تھا، کیونکہ وہاں سے یہ حکم جاری ہوا تھا کہ ان لوگوں سے اعتدال کے ساتھ برتاؤ کیا جائے لیکن معمولی کیفیت یہ تھی کہ بلنسیہ کے حکام کی زبان ہی قانون کا حکم رکھتی تھی۔ ان کے کاغذات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باستثناۓ ۱۵۲۵ء اور ۱۵۲۷ء کے کہ ان سالوں میں ان حکام نے نہ کسی پر مقدمہ قایم کیا، نہ کسی کو زندہ جلایا، باقی عرصہ میں پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ اُنہوں نے اپنی کارروائی جاری رکھی*۔ بظاہر مولدین سے عدل و انصاف کے ساتھ پیش آنا ناممکن امر تھا۔ یہ یاد ہوگا کہ ۱۵۲۵ء میں بارہ فقہاء دربار شاہی میں پچاس ہزار ڈوکیٹ اس خیال سے لے کر پہنچے تھے کہ جلاوطنی کے حکم میں کچھ تخفیف کرائیں۔ اُن کو اتنی کامیابی ہوئی تھی کہ ۶ رجنوری ۱۵۲۶ء کے حکم میں اسقف یین یک کی رضامندی سے یہ لکھا گیا کہ چونکہ یہ لوگ اپنے مراسم و عادات کو یک لخت نہیں چھوڑ سکتے، اس لئے اُن کو یہ رعایت دی جاتی ہے کہ اصطباغ لینے کے چالیس برس تک محکمۂ احتساب و محنہ اُن پر دست اندازی نہ کریگا جس وقت غرناطہ کو عیسائی بنایا گیا ہے تو اُن کو بھی یہی رعایت دی گئی تھی لیکن ۱۵۲۸ء تک یہ حکم بصیغہ راز رکھا گیا۔ اسی سال یہ اس کو گورنر بلنسیہ کے پاس بھیج دیا گیا، اور اُنہوں نے وہاں ۱۲ رمئی کو اس کا اعلان کردیا، مگر اسقف یین رک اُن سے بہت ناراض ہوئے کہ اُنہوں نے اس کو ظاہر کیوں کردیا۔ اسی سال اہالی ارغون نے مرن زون میں جمع ہوکر شاہ چارلس کو درخواست

---

* ۱۵۲۴ء میں ۴۰، ۱۵۲۶ء میں ۴۷، ۱۵۲۸ء میں ۴۲، ۱۵۲۹ء میں ۴۴ اور ۱۵۳۰ء میں ۲۰ مقدمات کلمات کفر کے جرم میں مسلمانوں پر قایم کئے گئے۔ اگر اس میں ۲۵ فی صدی کا اضافہ اس لئے کرلیا جائے کہ کاغذات نامکمل ہیں، تو زندہ جلائے جانے والوں کی تعداد ۱۵۲۴ء میں ۱۶، ۱۵۲۶ء میں ۱۹، ۱۵۲۸ء میں ۳۰، ۱۵۲۹ء میں ایک قرار پاتی ہے۔ (مصنف)

دی کہ اُن کے خلاف اُس وقت تک کوئی کارروائی نہ کی جائے جب تک اُن کو مذہب عیسائی کی تعلیم نہ مل جائے۔ شاہ چارلس نے اس کا یہ جواب دیا کہ اُنھوں نے بلنسیہ کو وہی رعایت دی ہے جو وہ غرناطہ کو دے چکے ہیں، اور اب وہی رعایت ارغون کو بھی دی جاتی ہے لیکن محکمۂ احتساب و محنہ مالک الکل بنا ہوا تھا، اور اپنے آپ کو دنیاوی قانون سے بالاتر سمجھتا تھا۔ چنانچہ جب ۱۵۲۹ء میں امراء ارغون نے بادشاہ اور مین رک کو نو عیسائیوں کی حالت زار کی طرف متوجہ کیا تو مؤخر الاسم نے ۲ جون کو یہ زمانہ سازی کا جواب دیا کہ "جس چیز کو آپ نقصان رسانی اور تکلیف سمجھتے ہیں وہ غلط ہے، بلکہ اس سے اُن لوگوں کی نجات بڑی مقصود ہے۔ میں تو یہ دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مجھے اُن پر سست رس کامل عطا فرمائے تاکہ اُن کا انجام بخیر ہو جائے" مین رک کو اُن پر سست رس ہو مگر چارلس کو بھی چنانچہ اُنھوں نے ۵ دسمبر ۱۵۲۶ء کو ایک حکم جاری کیا کہ ارغون اور قتلونیہ کے تمام مسلمان چار برس کے اندر اصطباغ لے لیں*۔

حقیقت یہ ہے کہ محکمۂ احتساب و محنہ تمام معاہدات و احکام کی تاویل اپنی مرضی کے موافق کیا کرتا تھا۔ چنانچہ حکم متذکرہ بالا کے نفاذ کے بعد اس محکمہ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ اس حکم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مسلمان اپنے رسم و رواج کو قایم رکھ سکتے ہیں، بلکہ بادشاہ نے جو رعایت دی ہے۔ اُس کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص اسلامی رسوم کا پابند رہیگا، یا اپنے مذہب جدید کو چھوڑیگا وہ مرتد سمجھا جائیگا، اور اس جرم میں اُس پر مقدمہ قایم کیا جائیگا۔ یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ بلنسیہ کے محکمۂ احتساب و محنہ کی کارروائیاں ۱۵۲۹ء میں برابر سختی کے ساتھ جاری رہیں، مگر ۱۵۳۰ء میں ان میں کسی قدر کمی کی گئی۔ ارغون میں بھی جو سختیاں ہو رہی تھیں وہ بھی کچھ کم ہوئیں کیونکہ سال آیندہ کے شروع میں محکمہ صدر کو یہ اطلاع دی گئی کہ بہت سے مولدین نے عدالت× احتساب و محنہ کا تماشا دیکھ کر مذہب

* ڈینولا کہتے ہیں کہ ۱۵۲۹ء کے آخر میں چارلس نے یہ حکم دیا تھا کہ تمام مولدین بلنسیہ سے نکال دیئے جائیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک سازش کا پتہ لگا تھا، جس کے سرکردہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اگر جلاوطنی کا یہ حکم نکلا ہوگا تو بظاہر وہ فوراً ہی منسوخ کر دیا گیا ہوگا کیونکہ اُس کا پھر کہیں ذکر مذکور نہیں ہے۔ (مصنف)

× اس کی تفصیل اسی باب کے تعلیقات میں ضرور ملاحظہ فرمالیجیے۔ اس عدالت کا ذکر اس کتاب میں اکثر آئیگا۔ (مترجم)

مسیحی کا اقرار کر لیا، اس لئے حبس دوام اور ضبطی جایداد کی جو سزا اُن کو دی گئی تھی وہ صرف جرمانہ اور سزاء تازیانہ سے بدل دی گئی۔ جرمانہ سے جتنا وصول ہُوا وہ اُس پادری کو دیدیا گیا جو ان تائبین کی تلقین کے لئے مقرر ہُوا تھا۔ اسی شخص کے سپرد یہ کام بھی کیا گیا کہ وہ اُن کی اولاد کو پڑھنا سکھائے لیکن جس افسر کا یہ کام تھا کہ وہ ضبط شدہ جایداد کا انتظام کرے اُس نے یہ زر جرمانہ کسی اور کو دینے سے انکار کر دیا۔* بلنسیہ میں ۱۵۳۱ء اس لئے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اُس میں ۵۸ مقدمات گمراہوں کے خلاف دایر ہوئے اور ۴۵ آدمی زندہ جلادیئے گئے۔× ارغون کی پنچایت نے اسی زمانہ میں یہ شکایت کی تھی کہ نہ مسلمانوں کو دینی تعلیم ملی، نہ اُن کے لئے گرجا الگ کئے گئے باوجود اس کے اُن کے اوپر ارتداد وغیرہ جرایم لگا کر سزائیں دی جاتی ہیں۔ مین رک نے اس شکایت کا یہ جواب دیا کہ مسلمانوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا سلوک کیا جاتا ہے۔ شاید مین رک کا مقصود اسی "مہربانی اور شفقت" سے ہوگا جو مولدین کے ساتھ روا رکھی گئی۔ اُدھر پوپ کلیمنٹ گھبرائے جاتے تھے کہ کام بہت سستی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے ۱۱ر جون ۱۵۳۳ء کو مین رک

---

*صدر محکمۂ احتساب نے ۹ر مئی ۱۵۳۰ء کو یہ جواب دیا کہ افسر جایداد منضبطہ جرمانہ وصول کرنے کا ذمہ دار تھا، لیکن یہ شبہ مٹانے کے لئے کہ یہ روپیہ محکمہ احتساب مجنہ کے اغراض و فواید کے لئے ہے، یہ ضروری تھا کہ مولدین کے مواضع میں ایک حاکم با اختیار اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ وہ زر جرمانہ وصول کرے اور اُس سے اُن لوگوں کی تنخواہیں ادا کرے جو ان کی تعلیم و تلقین کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ (مصنف)

× اس کے چند سال بعد کا حساب حسب ذیل ہے:—

سنہ	تعداد مقدمات	اُن آدمیوں کی تعداد جو جلائے گئے
۱۵۳۲ء	یک	ندارد
۱۵۳۳ء	۶۱	۱۰
۱۵۳۴ء	۲۵	ندارد
۱۵۳۵ء	۲	″
۱۵۳۶ء	۳۹	۱۵
۱۵۳۷ء	۶۹	یک
۱۵۳۸ء	۱۱۲	۱۴
۱۵۳۹ء	۷۹	۵
۱۵۴۰ء	۵۳	۵

کو حکم دیا کہ وہ عجلت کریں۔ چارلس نے بھی ۱۳ر جنوری ۱۵۲۴ء کو اسی پاپائی حکم کی بنا پر تاکیدی فرمان جاری کیا۔ جناب پوپ نے اپنے حکم میں لکھا تھا کہ بلنسیہ، ارغون اور قیتلونیہ کے مسلمان اپنے افریقی بھائیوں سے رسل و رسایل رکھتے ہیں، انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو مسلمان بنا لیا ہے اور بہت سے وہمیات بھولے بھالے عیسائیوں میں پھیلا دیئے ہیں، جس سے مذہب مسیحی کو سخت خطرہ پیدا ہو گیا ہے، نیز یہ کہ "ہم نے ۲۲ر مئی ۱۵۲۴ء کو بادشاہ کو اس معاملہ میں مشورے دیئے تھے اور اس کے بعد متواتر تاکیدیں کی گئی تھیں۔ اب بین ریگ کو چاہیئے کہ وہ فوراً چند عالم اس کام کے لئے تعینات کریں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم و تلقین کریں اور بادشاہ کو چاہیئے کہ فوراً ان (مسلمانوں) سے کہہ دیں کہ اگر وہ ایک میعاد مقررہ کے اندر عیسائی نہ ہو جائینگے، تو وہ جلاوطن کر دیئے جائینگے، یا اُن کو غلام بنا لیا جائیگا، نہ اس میں اُن کی رعایت ہوگی نہ کسی طرح کا رحم کیا جائیگا*۔

محکمۂ احتساب و محنہ کو اس سے اور بھی تقویت ہو گئی، اس لئے اُس نے بڑی شدت کے ساتھ کارروائی کرنی شروع کی۔ اعداد ماسبق سے معلوم ہوگا کہ یہ محکمہ بلنسیہ میں کیا کر رہا تھا۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ محکمۂ موصوف کو تاکیدی حکم پہنچا تھا کہ جن لوگوں نے اس غرض سے روزے رکھے ہیں کہ چارلس پنجم اور باربروسہ کی جنگ میں موخرالاسم کو فتح ہو، اُن کو بہت ہی شدید سزائیں دی جائیں۔ ایسے لوگوں کی ایک فہرست ملی ہے جو مجورقہ میں مذہب مسیحی سے روگرداں ہونے کے جرم میں گرفتار ہوئے تھے، مگر بعد میں وہ پھر عیسائی ہو گئے، اس لئے اُن کے ساتھ کچھ مراعات کی گئیں۔ اس جزیرہ میں سب سے

---

* مسلمانو! یہ تحدی آپ دیکھ رہے ہیں، نہ مسلمان لاوارث ہوتے نہ یہ کیفیت ہوتی۔ بلاشبہ اُس زمانہ میں بھی مسلمانوں کی سلطنتیں ہونگی، شاید ایسی بھی ہونگی کہ جن کی رعایا عیسائی تھے، تاہم میں بے وجہ مسلمانانِ سپین کو لاوارث نہیں کہتا۔ یہ سلطنتیں یا تو کانوں میں تیل ڈالے ہوئے ہونگی یا عیش و عشرت میں مصروف، یا کفر گردی میں منہمک۔ یقین جانئے کہ مسلمانانِ سپین کا خون ان ہی سلاطین کی گردن پر ہے۔ ابھی خدا اور اُس کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو منہ دکھانا باقی ہے۔ یاد کیجئے مسٹر الیسکوتھ کا قول کہ "ایک انگریز کے ایک قطرۂ خون کا معاوضہ تمام ایران کے قتل عام سے بھی نہیں ہو سکتا" یہ ہیں زندہ رہنے والی اقوام کے اقوال، نہ صرف اقوال بلکہ افعال۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم　　　　که بامن ہرچہ کرد آن آشنا کرد

(مترجم)

پہلے ۱۵۳۵ء میں مولدین کا ذکر اس واقعہ کے ذیل میں آتا ہے کہ جب اُن کے پانچ آدمی زندہ جلائے گئے، اور چار کا مجسمہ پھونک کر اپنا جی ٹھنڈا کر لیا گیا۔ اس کے بعد اُن کا ذکر بہت ہی کم آتا ہے۔ ان لوگوں نے کبھی بھی بغیر مخالفت کے عیسائیوں کا اس خصوص میں حکم نہیں مانا۔ ۱۵۳۸ء میں ایک مفرور مولد گاسپر ڈی الفریکس نامی سارا گوسا سے بلنسیہ میں اس غرض سے لیجایا جا رہا تھا کہ اُس کو محکمۂ احتساب و محنہ کے سامنے پیش کیا جائے۔ راستہ میں نیولس کے قریب بہت سے مسلمان ان پہرہ داروں کے اوپر آپڑے، دو آدمیوں کی تو جان گئی اور اس مفرور کو چھڑا کر وہ لوگ افریقیہ چلے گئے۔

۱۵۴۰ء کے شروع ہی سے بلنسیہ کے محکمۂ احتساب و محنہ نے اپنی کارروائیاں عارضی طور سے بند کر دیں۔ تین سال آیندہ میں مذہب مسیحی سے روگردانی کے جرم میں کوئی مقدمہ قایم نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُمرا نے اس کی سخت شکایتیں کی تھیں کہ اس محکمہ کی کارروائیوں سے اُن کی رعایا میں پریشانی اور بےچینی پھیلتی ہے۔ اور پنچایت نے یہ درخواست دی کہ مسلمانوں کو تیس یا چالیس برس کی مہلت دی جائے کہ وہ دین مسیحی کی تعلیم حاصل کر سکیں، اور اس عرصہ میں اُن پر کوئی مقدمہ قایم نہ کیا جائے۔ بادشاہ نے پادریوں کی ایک مجلس شوریٰ منعقد کی۔ اس مجلس نے بہت سی تدابیر مسلمانوں کو خوش کرنے اور دینے کی تجویز کیں۔ ان میں سے بادشاہ نے اس کو پسند کیا کہ جرایم گزشتہ کے لئے مسلمانوں کو کچھ مہلت سے دی جائے تاکہ اُس میں وہ اعتراف کرانے والوں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیں، اور پھر اُن کو اور مہلت دی جائے کہ اُس کے دوران میں وہ مذہب مسیحی کی تعلیم پائیں، اور محکمۂ احتساب و محنہ بھی اُس کے ختم ہونے تک اُن پر کوئی مقدمہ قایم نہ کرے۔ بڑی فراخ دلی کے ساتھ چھبیس برس کی مہلت عطا فرمائی گئی، اور مسلمانوں کو متنبہ کر دیا گیا کہ اس میعاد میں کمی یا توسیع ہو سکتی ہے جس کا انحصار خود اُن کے برتاؤ پر ہے۔ اس کا نتیجہ تسلی بخش نہ نکلا، کیونکہ مسلمانوں نے کھلے طور پر بطور مسلمان کے رہنا شروع کر دیا، اپنے لڑکوں کی ختنہ کرائیں، رمضان کے روزے رکھے، عیسائیوں کی مذہبی تعطیلات میں کام کرتے رہے، گرجا کی نمازمیں شامل ہونا چھوڑ دیا، اور صاف کہہ دیا کہ ہم کو تیس برس ملے ہیں کہ اس میں ہم جس طرح چاہیں رہ سکتے ہیں، اور اس سے ہم پورا فایدہ اُٹھائینگے۔ مقصود تو یہ تھا کہ اس

سے مسلمانوں کو عیسائی بننے کی ترغیب ہو۔ یہاں نتیجہ امید کے خلاف مترتب ہوا، یہ دیکھ کر جو مہلت اُن کو دی گئی تھی، اُس میں کمی کر دی گئی محکمہ احتساب و محنہ نے اور بھی زیادہ سختی کے ساتھ اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ۱۵۴۴ء میں ۹، ۱۵۴۵ء میں ۷، ۳ اور ۱۵۴۶ء میں ۴۹ مقدمات قایم کئے گئے۔

۱۵۴۷ء میں پھر کسی قدر نرم پالیسی اختیار کی گئی۔ اس غرض سے کہ مولدین کی تعلیم دینی کے لئے (جس کا ذکر آگے بھی آئیگا) باقاعدہ انتظام شروع کیا جائے، وہ کلیسائی حکام فرے انٹونیو ڈی کال سینا، جو بعد میں طرطوشہ کے اسقف بنائے گئے، اور انٹونیو رامیریز ڈی ہارو، جو بعد میں سگوویا کے اسقف مقرر کئے گئے، بلنسیہ میں بھیجے گئے۔ اُن کے عہدہ کے نام اور اختیارات محتسب کے تھے، تاکہ از روء اختیارات وہ کم نہ رہیں، مگر انہیں یہ ہدایت کی گئی کہ نہ وہ ان اختیارات کا استعمال کریں، نہ حکام محکمہ احتساب و محنہ کے معاملات میں دست اندازی کریں۔ ۱۵۴۸ء (؟) میں اُن کو یہی اختیارات ان ہی شرائط سے مشروط دیئے گئے تھے۔ اس کے بعد ۲ اگست ۱۵۴۶ء کو پوپ پال سویم سے ایک حکم جاری کرایا گیا، جو محکمہ احتساب و محنہ کے اختیارات کی بھی تنسیخ کرتا تھا۔ اس کے موافق اُن کو یہ اختیارات دیئے گئے کہ وہ ایسے معترفین گناہ مقرر کر سکتے ہیں جو مولدین کے اعترافات کو سن سکیں، اور اُن کو جرائم کلیسائی و فوجداری کی معافی دے سکیں (خواہ اُن پر محکمۂ احتساب نے مقدمہ بنا کر سزا کیوں نہ دی ہو)، اُن کو ظاہری یا خفیہ ریاضت دینیہ کا مستوجب قرار دیں، یا آیندہ گناہوں سے محترز رہنے کے لئے قسم لے کر چھوڑ دیں۔ اُن کو اور اُن کی اولاد پر جو ہتک آمیز پابندیاں عاید کی گئی تھیں وہ ہٹا دی گئیں، آیندہ کے لئے یہ بھی اطمینان دلا دیا گیا کہ اُن کی ضبطی جایداد نہ ہوگی، اُن کو پرانے عیسائیوں سے تعلقات اتحاد و مصاہرت و تجارت رکھنے کی اجازت ہوگی۔ اس سے زیادہ اور کیا آزادی دی جا سکتی ہے، گو سینٹ ٹوماس ڈی ولانووا، اسقف بلنسیہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ بیکار تھا، کیونکہ بہر حال ایک تایب سزاء جبریہ* سے معاف نہیں ہو سکتا، خاص کر ایسی صورت میں کہ اُس پر ارتداد کا شک ہو جائے، اس سزاء جبری کے پانے پر کوئی شخص راضی نہ ہوگا۔ اسی بناء پر اسقف موصوف نے یہ

---

* اگر ارتداد کا کسی پر سخت شبہ ہو جائے تو زندہ جلا دینے کے سواء کوئی اور نرم سزا نہ تھی۔ (مصنف)

تجویز کیا کہ اس سے بھی زیادہ اختیارات حاصل کئے جائیں تاکہ اُن کے رو سے قانونی کارروائی کے باوجود معافیاں دی جاسکیں، بالخصوص اس لئے کہ یہ لوگ جبراً عیسائی بنائے گئے ہیں اُن کو کبھی دینی تعلیم نہیں دی گئی اور چونکہ الجیریا کے مسلمانوں سے اُن کے تعلقات چلے جارہے ہیں اس لئے وہ مذہب مسیحی کے مخالف ہی بنے ہوئے ہیں۔

اسقف سیگودیا کو جو اختیارات دیئے گئے تھے وہ چنداں قابل اعتنا نہیں ہیں کیونکہ جو کام اُن کے سپرد ہوا تھا اُس کا صرف یہ اثر ہوا کہ محکمہ احتساب و محنہ کے سارے اختیارات سلب ہوگئے اور کلیسائی اختیارات اُس محکمہ سے لے لئے گئے۔ اُنہوں نے شروع ۱۵۴۳ء میں بلنسیہ کو اس طرح چھوڑا کہ پھر نہیں آئے۔ ۱۲ اپریل کو اسقف نے شاہزادہ فلپ کو لکھا کہ جب سے وہ گئے ہیں مولدین روز بروز نڈر ہوتے چلے جاتے ہیں اور وہ اسلامی رسوم ادا کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ اُن کو کوئی روکنے والا رہ گیا ہے نہ سزا دینے والا۔ شاہزادۂ موصوف اپنے پیچھے کوئی اپنا قایم مقام نہیں چھوڑ گئے تھے اِس لئے اس کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا آدمی بھیجا جائے کہ جس کو شاہزادے کی طرف سے کچھ اختیارات حاصل ہوں۔ یہ وعدہ کیا گیا کہ کوئی آدمی بہت جلد بھیجا جائیگا، لیکن معمولی سستی نے کچھ نہ ہونے دیا۔ ۱۰ نومبر کو اسقف موصوف نے پھر لکھا کہ نو عیسائی بہت ہی آزاد ہوگئے ہیں اور اُن کا کوئی خبرگیراں نہیں ہے، مگر اس پر بھی کچھ توجہ نہیں ہوئی۔ ۱۵۵۱ء اور ۱۵۵۲ء میں پھر ایسے بااختیار آدمی کو طلب کیا گیا، جو مولدین کو قابو میں رکھ سکے؛ اور یہ بھی لکھا کہ اگر کوئی آدمی نہیں بھیجا جاسکتا تو اتنا تو کیا جائے کہ اُن کو حسب سابق محکمہ احتساب و محنہ کے ماتحت کردیا جائے، یا پوپ سے کوئی ایسا حکم حاصل کیا جائے کہ کوئی معمولی پادری ہی اُن کو نرم سی سزا دے سکے۔ ۱۵۵۱ء میں جب اسقف سگوویا کے محتسب گریگوریو ڈی مرنڈا کو مولدین کا افسر نگراں مقرر کیا تو اُن کو اختیارات احتساب نہیں دیئے گئے، اس لئے مولدین بلنسیہ دس برس اور زیادہ احتساب کی مصیبت سے آزاد رہے یہی وجہ ہے کہ کاغذات احتساب دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارہ مقدمات ۱۵۴۷ء میں ہوئے پندرہ ۱۵۴۸ء میں اور چار ۱۵۴۹ء میں۔ پھر ۱۵۶۲ء تک کوئی مقدمہ قایم نہیں کیا گیا، البتہ دو مقدمات ۱۵۵۰ء

میں اور پندرہ ۱۵۶۰ء میں ہوئے* ۱۵۶۱ء میں محتسب اعظم ویلڈیس کو پوپ پال چہارم نے یہ اختیارات دیدیئے کہ وہ اسقف بلنسیہ اور اُن کے مددگار کو حکم دے سکیں کہ وہ اُن نوعیسائیوں کے قصور معاف کردیں، جو خفیہ طور پر اپنے نئے مذہب سے روگرداں ہوگئے ہوں× اُن مقدمات میں جو ازروئے قانون ملکی ثابت ہوسکیں، اقبال جرم کسی حاکم ملکی کے سامنے کیا جائے، پھر مجرم کو محکمۂ احتساب و محنہ کے سپرد کر دیا جائے جو مقدمات کہ یوں ثابت نہ ہوسکیں، اُن میں صرف ریاضت دینیہ کا حکم دیا جائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر کار موجودہ مشوش و مختل حالت کی طرف توجہ کی گئی ۱۵۶۲ء میں بلنسیہ کے حکام احتساب نے ٹیرول میں اجلاس کرنا شروع کیا، کیونکہ اس علاقہ میں قصبہ زنی واقع تھا جو اشرار کا مامن بنا ہوا تھا؛ اس قصبہ میں مولدین ہی آباد تھے، کسی عیسائی کو وہاں رہنے کی اجازت⊗ نہ تھی۔ آخر تمام موانع ہٹا دیئے گئے، اور ۱۵۶۳ء میں محکمہ احتساب با شدت مقدمات کی سماعت میں انہماک کے ساتھ مصروف ہوگیا۔ اسی سال دو مرتبہ احتساب و محنہ کی عدالت کا معمولی رسوم کے ساتھ اجلاس ہؤا، جن میں زنی کے نو مجرم سزا پانے والے تھے۔

۱۵۶۴ء میں مجلس شورے میں بحث کرنے کے بعد فلپ دوم نے آزمائشاً چند تدابیر معافیوں کے واسطے تجویز کیں، اور محکمہ احتساب و محنہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے اختیارات کا نہایت اعتدال سے استعمال کریں، مگر چند لوگ ایسے تھے کہ جن کے ساتھ کسی طرح کی رعایت نہ کی جائے، بلکہ اُن کے ساتھ بے حد سختی کی جائے، ان میں ایک تو فقیہ تھے، دوسرے واعظین (کیونکہ وہ کفر کی تعلیم دیتے اور اُسی کا وعظ کرتے ہیں)، تیسرے دایہ (کیونکہ وہ بچوں کو اصطباغ دینے سے بچائے رکھتی ہیں، اور لڑکوں

---

* ۱۵۴۷ء، ۱۵۴۸ء اور ۱۵۴۹ء جو مقدمات دکھلائے گئے ہیں وہ یا تو سال ماسبق کے غیر منفصلہ ہونگے، یا مجرم مولدین نہ ہونگے۔ ۱۵۵۸ء اور ۱۵۶۰ء کے مقدمات بھی غالباً مولدین کے خلاف نہ ہونگے۔ جہاں تک کہ کلمات کفر کا تعلق ہے عدالت بلنسیہ کے فیصلجات مولدین کے متعلق نہیں ہیں۔ (مصنف)

× ان ظاہری مراعات کے بیکار ہونے سے ثابت ہؤا کہ اعتراف کرانے والے حکام نے اعتراف کرایا۔ کاغذات میں نہ صرف تائب ہی کا نام درج ہؤا بلکہ اُس کے ساتھیوں کا بھی (مصنف)

⊗ ٹیرول اور البراسین اگرچہ ارغون کے صوبہ تھے، مگر وہ بلنسیہ کے محتسب اعظم کے زیر اختیارات رکھے گئے تھے (مصنف)

کی ختنہ کرا دیتی ہیں) ان کے علاوہ وہ لوگ کہ جو اسرار دینی کی بے ادبی کرتے ہیں۔ جو ہدایات کہ بر طبق ان احکام کے صدر نے بلنسیہ کے محکمۂ احتساب و محنہ کے نام جاری کیں، گو وہ بلا واسطہ ان احکام کے معارض نہ تھیں، مگر پھر بھی اُن میں ایسی بہت سی باتیں تھیں کہ جن کے رو سے یہ محکمہ مراعات کو منسوخ کر سکتا تھا، اور ساللہاء مابعد میں جو کارروائیاں ان حکام نے کیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی کا جوابدہ نہیں سمجھتے* تھے۔

اس عرصہ میں محکمۂ احتساب نے نوعیسائی مدجلین قشتالہ کی طرف سے غفلت نہیں کی ۱۵۴۰ء اور ۱۵۵۰ء میں جو مقدمات مولدین ڈیمیل پر قایم کئے گئے اُن کے کاغذات سرکاری میرے پاس موجود ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ملک قشتالہ میں کم وبیش وقفہ کے ساتھ محکمۂ احتساب و محنہ کی طرف سے تمام ملک میں کیا کارروائی ہوتی رہتی تھی (ڈیمیل ایک قصبہ زیر اختیارات محتسب طلیطلہ تھا) یہاں کے مسلمان ازابیلا کے حکم کے موافق ۱۵۰۲ء میں اصطباغ پا چکے تھے۔ مئیر گارشیا نے ۱۵۵۰ء میں اس کی تصدیق کی تھی کہ ملکہ اُن دنوں پچپن یا چھپن برس کی تھی، اور اُس (ازابیلا) کو مسلمانوں کے ساتھ سات یا آٹھ برس کی عمر میں اصطباغ دیا گیا تھا۔ بظاہر محکمۂ احتساب و محنہ نے ان لوگوں سے اعتنا نہیں کیا تھا، مگر جب جوآن یانیس، جو بعد میں کلاہورا کے اسقف ہوئے، ۱۵۳۸ء میں دورہ کرنے کے لئے آئے تو پیڈر روڈی نبوس کی بیوی کٹالینا نے بحلف بیان کیا اب سے تیرہ برس پہلے وہ بارہ برس تک مولدین میں رہ چکی ہے، اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مولدین نہ سُوّر کا گوشت کھاتے ہیں نہ شراب پیتے ہیں، اور یہ عذر کرتے

---

* بلنسیہ میں تعداد مقدمات حسب ذیل تھی:۔

۱۵۶۴ء - ۳۸ ۱۵۶۶ء - ۴۱ ۱۵۶۸ء - ۶۸

۱۵۶۵ء - ۶۶ ۱۵۶۷ء - ۵۲ ۱۵۶۹ء - ندارد

یہ امر کہ فقہاء کے متعلق جو احکام سختی کرنے کے تھے اُن کی پوری تعمیل کی گئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۵۶۸ء میں نو فقیہوں کو ریاضت دینیہ کی سزا دی گئی تھی۔ (مصنف)

ہیں کہ یہ دونوں چیزیں اُن کو موافق نہیں آتیں۔ چونکہ ایک مدت تک اُن سے کوئی باز پرس نہیں ہوئی اس لئے وہ مراسم کیتھولکی کی طرف سے بالکل بے پروا ہو گئے تھے، یا ئنس کہتے ہیں کہ ۱۵۳۸ء سے پہلے یہ لوگ کبھی گرجا میں نماز کے واسطے نہیں جاتے تھے مگر اُن کو مذہب کی ظاہری باتیں اتنی معلوم تھیں کہ بظاہر وہ خاصے اچھے عیسائی نظر آتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن لوگوں میں ایک عام خیال پھیلا ہوا تھا کہ بادشاہ کے فرمان اور محتسب اعظم کے حکم کے موافق وہ محکمہ احتساب و محنہ کے زیر اثر نہ تھے، نیز یہ کہ یہ معافی نامہ اُن محاصل کے معاوضہ میں حاصل کیا گیا تھا جو ڈیمیل اور کلٹرا وا کے مسلمانوں پر لگایا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی مکار اہلکار نے اس ترکیب سے مسلمانوں سے روپیہ وصول کر لیا ہو کیونکہ میری گومیز نے اپنے مقدمہ کے دوران میں یہ بیان کیا کہ پہلے جو لوگ سُور اور شراب کا استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا اُن کو تاوان ادا کرنا پڑتا تھا؛ لیکن اب یہ تاوان وصول نہیں کیا جاتا، اس لئے اُنھوں نے ان دونوں چیزوں کا کھانا پینا بالکل ہی ترک کر دیا ہے۔ یا ئنس ۱۵۴۳ء میں ڈیمیل واپس آ گئے؛ جو شہادتیں کہ اُنھوں نے پہلے جمع کی تھیں اُس کے علاوہ اور بہت سی شہادتیں بھی اُن کو مل گئیں۔ ان ہی کی بنا پر مقدمات قایم کئے گئے، جو ایک مدت مدید تک زیر تجویز رہے۔ ملزمان کی تعداد بہت زیادہ تھی؛ صرف ایک ہی مقدمہ میں خزانچی نے دس ملزموں پر جرم قایم کرایا؛ حالانکہ قاعدہ کے موافق ہر ملزم کے لئے الگ الگ مقدمہ ہونا چاہئے تھا۔ قیدیوں کی تعداد بھی اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ معمولی جیل خانہ میں نہ سما سکتے تھے چنانچہ ۱۵۴۱ء میں ہم سنتے ہیں کہ نو عورتیں ایک ہی کوٹھڑی قید کی گئیں، اور محکمہ احتساب و محنہ کی کچہری بطور جیل خانہ کے استعمال کی گئی۔ اگرچہ ڈیمیل پر بڑے بڑے حملے کئے گئے، مگر وہاں سے بے دینی (اسلام) کی جڑ نہ اُکھڑ سکی؛ ۱۵۹۱ء میں محکمہ احتساب و محنہ کے سامنے بہت سے قصور وار مولدین کے مقدمات پیش تھے۔

۱۵۷۵ء سے ۱۶۱۰ء تک کی مسلسل، اور قریباً مکمل رپورٹیں نہیں ملی ہیں، جو محکمہ احتساب طلیطلہ نے اپنے صدر کو کی تھیں۔ ان کو دیکھنے سے کلیسا کے تعلقات مولدین سے پوری طرح

ظاہر ہوتے ہیں، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا کیا اثر اُن لوگوں کی روزانہ زندگی پر پڑا ہے، نیز یہ کہ اُس کا یہ نتیجہ ہؤا ہے کہ جس مذہب کو وہ پھیلانا چاہتے تھے اُس سے مولدین کو کتنی دایمی اور سخت نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ ان رپورٹوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰ مقدمات مولدین کے، ۱۷۴ یہودیوں کے اور ۷۰ پر اٹسٹنٹوں کے، حکام احتساب کے سامنے تھے، صاف ظاہر ہے کہ جہاں تک ارتداد اور کلمات کفر کا تعلق ہے مولدین کے مقدمات کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ ان ۳۵ برسوں میں صرف گیارہ مولدین کی تسہیل ہوئی (زندہ جلادینے کو استعارۃً "تسہیل" کہا جاتا تھا) یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے اپنے دین کو نہیں چھوڑا، یا باوجود کافی شہادت ہونے کے اُنھوں نے اُس جرم کا اقبال نہیں کیا جو اُن پر لگائے گئے تھے۔ حکام احتساب و محنہ کے نزدیک ایسی صورتوں میں اقبال نہ کرنا بھی جرم ہی تھا۔ جتنے مقدمات اُن کے سامنے تھے اُن میں سے بہت زیادہ مقدمات وہ تھے کہ جن میں محتسبین نے مجرمین سے اقبال جرم کے ساتھ اپنے جرم کا افسوس بھی ظاہر کرالیا، جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ یا تو اُن کو معافیاں، یا بہت ہی خفیف سزائیں دی گئیں۔ اس رپورٹ کا سب سے زیادہ دلچسپ وہ حصہ ہے کہ جن میں خفیف مقدمات کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولدین کے عیسائی ہمسایہ اُن کی سخت ترین نگرانی کرتے تھے، ایک ذرا سا موہوم شبہ بھی ہوتا تھا تو اُن کا راز افشا کر دیا جاتا تھا، عیسائی اور مولدین کا کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا تھا اور اُس میں کسی مولد کی زبان سے غصہ یا غفلت میں کوئی لفظ نکل جاتا تھا تو وہ اُس کو اُس وقت تک قید کر رکھنے کے لئے کافی بہانہ ہو جاتا تھا کہ جب تک حکام احتساب و محنہ اپنے محکمہ کی طرف سے اُن کو گرفتار نہ کرلیں۔ یوں غریب مولدین کو ہر وقت اور ہر آن اپنا فکر لگا رہتا تھا؛ اُن کو ہر وقت اس کا امکان رہتا تھا کہ اُن کو کسی ایسے جرم میں گرفتار کر لیا جائیگا کہ جس کی سزا موت ہوگی۔ ۱۵۶۸ء میں ایک مولد گارسی راڈرگز اس جرم میں گرفتار ہؤا کہ اُس نے یہ کہہ دیا تھا کہ غرناطہ کی لڑائی میں ایک افسر فوج کی جان اس لئے نہیں بچی تھی کہ اُس نے مسیح اور مریم عذرا سے استمداد کی تھی، بلکہ اُس کی جان فوج کے ایک سپاہی نے بچائی تھی۔ یہ شخص یوں بال بال

بچ گیا کہ اُس پر بہت چھوٹا جرم قایم ہوا' اور اُس کو گنہگاروں کے سے کپڑے پہننے کی سزا دی گئی۔ ایک عیسائی نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کی ایک مولد اِگو نیغز نے بے سوچے سمجھے یہ کہہ دیا کہ "تجھے حضور سے کیا غرض ہے" اس پر اس مولد پر چھوٹا جرم قایم ہوا' اور سو تازیانہ کی سزا دی گئی' اور یہ حکم ہوا کہ وہ چار مہینہ اپنے ضلع کے پادری کے پاس حاضر ہو کر تعلیم دینی حاصل کرے ۱۵۷۹ء میں ایک مولد گیبریل ڈی کرمونا' جس کی عمر ۱۷ برس کی تھی' چار اور مولدین کے ساتھ کہیں سفر کر رہا تھا' اُس پر تین مسافروں نے یہ جرم لگایا کہ راستہ میں اُس نے وہ گیت گایا ہے کہ جو مسلمانوں میں شادیوں کے موقعہ پر گایا جاتا ہے حکام فوجداری نے فوراً ان پانچوں کو قید کر کے حکام احتساب کے سپرد کر دیا' اور انہوں نے اُن پر باضابطہ مقدمہ چلا دیا۔ گیبریل نے نہ صرف جرم سے ہی انکار کیا' بلکہ یہ بھی کہا کہ مجھے وہ گیت آتا ہی نہیں۔ گواہوں کو طلب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی عربی نہیں جانتا' نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ گیت کیا ہوتا ہے' نہ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ گیبریل کیا گا رہا تھا۔ پانچوں مجرموں کو بری کر دیا گیا' مگر کسی کو اُن کی تکلیف یا اُن کے نقصان اور ہرج کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔

ایک مولد لڑکی' ازابل' پر جس کی عمر بیس برس کی تھی' اُس کی مالکہ' اُس کی بیٹی اور ایک اور گواہ نے یہ الزام لگایا کہ وہ کسی سے لڑی تو اُس نے یہ کہا کہ "عیسائی جہنم میں جائیں" اور یہ بھی کہا کہ "میری شرع وہ نہیں ہے جو تمہاری ہے"۔ دوران مقدمہ میں اُس نے تسلیم کیا کہ جب مجھے میری مالکہ نے "کُتیا" کہا تھا تو میری زبان سے بے احتیاطی کے ساتھ کچھ لفظ نکل گئے ہونگے۔ اُس نے یہ ثابت کر دیا کہ چونکہ ان لوگوں کو مجھ سے دشمنی ہے اس لئے اُن کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔ محتسبین نے اُسے مجرم قرار دیا' مگر حکام کے آپس میں سزا کے متعلق اتفاق رائے نہ ہوا' اور مقدمہ صدر میں منتقل کر دیا گیا' وہاں سے یہ لڑکی رہا کر دی گئی۔ ایک مولد الونزو ڈی لاگارڈا پر ۱۵۸۴ء میں اُس کی بیوی نے یہ الزام لگایا کہ وہ مریم عذرا کے باکرہ ہونے سے انکاری ہے' اُس نے شہادت بہم پہنچانے کے لئے حکام احتساب سے یہ کہا کہ ایک حاکم اور تین اور گواہ اُس نے

گھر میں کہیں چھپ کر سنتے رہیں، وہ اپنے شوہر سے باتوں ہی باتوں میں یہ بات کہلوا دیگی، سارشیون کی بدقسمتی کہ اُس کے شوہر نے عربی زبان میں باتیں کیں، جن کو کوئی بھی نہ سمجھ سکا، تاہم وہ گرفتار کر کے طلیطلہ بھیج دیا گیا، وہاں اُس پر مقدمہ چلا اور سزا پائی۔ اپنی صفائی کی شہادت میں اُس نے یہ ثابت کر دیا کہ اُس کی بیوی اور ایک گواہ کی (جو وہاں چھپا یا گیا تھا) آشنائی تھی، ان دونوں کے بیانات لئے گئے، مگر یہ الزام ثابت نہ ہو سکا کہ عورت کو تعذیب کی جاتی، اس لئے مقدمہ داخل دفتر کر دیا گیا۔ ان سے زیادہ خوش قسمت ایک اور مولڈانو نزدڈی سوریا نکلا۔ جب اُس سے یہ کہا گیا کہ مولدین پوری طرح اعتراف گناہ نہیں کرتے، تو اُس نے غصہ میں یہ کہہ دیا کہ "اعتراف گناہ فضول چیز ہے اصل اعتراف تو قیامت میں ہوگا" کہنے کو تو وہ کہہ گیا، مگر پھر ڈرا کہ کہیں محکمۂ احتساب میں اُس کی مخبری نہ ہو جائے، اس لئے اُس نے خود ہی اپنے آپ کو اُس محکمہ کے حکام کے سپرد کر دیا، گو انہوں نے اس کی تائید کی مگر محتسبین کی اس سے تسلی نہیں ہوئی، اس لئے انہوں نے الونزدکی اس غرض سے تعذیب کی کہ شاید کوئی اور بات نکل آئے، لیکن جب اُن کو کامیابی نہیں ہوئی تو اُس کو چھوٹا مجرم سمجھا گیا اور یہ حکم دیا کہ وہ نماز میں بطور گنہگار کے حاضر ہو اور دس ڈوکیٹ جرمانہ ادا کرے۔

ایک الجیر یا کا رہنے والا مسلمان، جوآن گومیز نامی، اپنی خوشی سے عیسائی ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ کہیں جا رہا تھا کہ اُس کو کتے نے کاٹ لیا۔ جوان گومیز نے کتے کو مارا۔ اتفاق سے اُس کے مالک نے دیکھ پایا، تو اُس نے اس شخص کو گالیاں دیں، مارا اور حکام احتساب سے جا کر یہ خبر دیا کہ اُس نے یہ کہا ہے کہ عیسائیوں سے تو مسلمانوں کا قانون اچھا ہے، نیز یہ کہ "میں یہ چاہتا ہوں کہ اُسی قانون پر قایم رہوں اور اُسی پر مروں"۔ جوآن گومیز پر مقدمہ قایم ہوا۔ اُس نے دوران جوابدہی میں کہا کہ میں دیندار عیسائی ہوں، لیکن میں سپین کی زبان اچھی طرح نہیں بول سکتا، میں غصہ میں تھا اور اصل میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ عیسائی سے زیادہ مسلمان اپنے قانون کی پابندی کرتے ہیں، کیونکہ وہ نو مسلموں سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ حکام احتساب نے اُس پر اس خیال سے رحم کیا کہ وہ حال ہی میں عیسائی ہوا تھا، اور یہ قرار دیا کہ دوران مقدمہ میں جو وہ قید رہا ہے وہی اُس کے لئے کافی سزا

سمجھی جائے۔ یوں وہ صرف تنبیہ کرنے کے بعد چھوڑ دیا گیا' مگر ساتھ ہی یہ حکم ہؤا کہ وہ دو مہینہ کسی خانقاہ میں اپنے آپ کو تنہا قید رکھے۔

مقدمات متذکرہ بالا میں قابل لحاظ بات یہ تھی کہ جرایم نہایت خفیف تھے' اور یہی خفت جرم ان مقدمات کو ایک مورخ کی نگاہ میں اہم بناتے ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولدین کی بعینہ یہ کیفیت تھی کہ گویا وہ ایک آتش فشاں پہاڑ کی چوٹی پر رہتے تھے' اُن کو ہر وقت یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ آن کی آن میں پہاڑ پھٹ کر اُس میں سے آگ نکلنے لگیگی۔ یہ مقدمات یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ دشمنی نکالنے اور انتقام لینے کے لئے محکمہ احتساب و محنہ کی پناہ لینی نہایت آسان ترکیب تھی' کیونکہ گواہوں کے نام بھی ظاہر نہ ہو سکتے تھے۔ کلمات کفر وار تداد کے جرم میں جوابدہی کرنی کچھ کم سزا نہ تھی۔ اس کے علاوہ تعذیب' اُس زمانہ کے اصول قانون کے بموجب رفع شکوک کی بہترین تدبیر تھی۔ جو کاغذات کہ ہمارے سامنے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰ مقدمات میں ۵۵ مقدمات ایسے تھے کہ جن میں تعذیب پر انحصار کیا گیا۔ ان میں سے چار تو ایسے تھے کہ اُن میں دو مرتبہ تعذیب ہوئی۔ مابقی مقدمات میں زیادہ تعداد اُن مقدمات کی تھی کہ جو غیر مختتم رہے' یا جن میں کارروائی بند کر دی گئی کیونکہ تعذیب کے بعد بھی ملزموں نے اقبال جرم نہیں کیا۔

صرف یہی خفیف باتیں ایسی نہ تھیں کہ جن سے مولدین کو ڈرنا پڑتا تھا۔ اُن کو ہر لحظہ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ ذرا سا فریب اور خفیف سا مقدمہ تمام مولدین کو مصیبت میں پھنسا دیگا۔ ۱۶۰۶ء میں ایک ۱۹ برس کی لڑکی میریا بینز دختر ڈائیگو بینز لیباٹی' باشندگان المیگویا کے مولدین پر آفت لے آئی' کیونکہ اُس نے اپنے والدین' بہنوں' چچیرے بھائیوں' رشتہ داروں وغیرہ کی مخبری کر کے سب کو ملزم قرار دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ ہر شخص ایک دوسرے کی مخبری کرتا چلا گیا۔ اُس کا باپ بجرم عدم اعتراف گناہ زندہ جلا دیا گیا' کیونکہ اُس نے آخر وقت تک اقبال جرم نہیں کیا۔ اُس کی ماں نے اقبال کر لیا' اس لئے اُس کا دینی قصور معاف کر دیا گیا' مگر حبس دوام کی سزا دی گئی۔ باقی پچیس مولدین کو سزائیں ہوئیں' جن میں سے چار کو حکام فوجداری کے

سپرد کردیا گیا۔ چونکہ ہر سزا کے ساتھ ضبطی جایداد ضروری تھی اس محکمہ احتساب و محنہ نے یقیناً خوب روپیہ جمع کیا* ہوگا۔ ایسی ایسی آفتیں بیچارے مسلمانوں پر بہت آتی رہتی تھیں، جن سے ان کے پاس کوڑی بھی نہیں رہ جاتی تھی ۱۵۸۵ء میں سیونکا میں عدالت احتساب و محنہ کا معمولی طمطراق کے ساتھ اجلاس ہؤا۔

---

* جس قلمی رپورٹ کا ہم نے اوپر حوالہ دیا ہے اُس کے موافق مولدین کو جو سزائیں دی گئیں وہ حسب ذیل ہیں :—

دوران مقدمہ میں ملزمین مر گئے	۵
مقدمات جن میں ملزمین رہا کئے گئے	۱۴
مقدمات جو خارج ہوئے	۵
مقدمات جو ملتوی ہوئے	۳۰
مقدمات جن میں ملزمین نے چھوٹے جرموں میں سزا پائی	۴۴
مقدمات جن میں ملزمین کو بڑے جرایم میں سزا ہوئی	۱۵
〃 〃 تعلیم دینی دینے کا حکم ہؤا	۳۲
〃 〃 برسر اجلاس تنبیہ کی گئی	۸
〃 〃 روحانی ریاضت کا حکم ہؤا	۶
〃 〃 راضی نامہ ہؤا، مگر جایداد ضبط کی گئی	۲۸
〃 〃 〃 〃 〃 ضبط نہیں کی گئی	۵
〃 〃 جرمانہ ہؤا (سب سے زیادہ جرمانہ سو ڈوکیٹ)	۵
〃 〃 جلاوطنی کی سزا ہوئی	۲
〃 〃 ذلیل کن لباس پہنایا گیا	۵
〃 〃 〃 〃 اور خاص میعاد کے لئے قید بھی ہوئی	۲۷
〃 〃 〃 〃 اور حبس دوام کی سزا بھی دی گئی (عام طور پر تین برس کے بعد رہا کر دیئے جاتے تھے)	۲۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ پر ملاحظہ ہو)

اکیس مولدین مجرم تھے، ان میں سے ایک مجرم کی "تسہیل" ہوئی، سترہ کا قصور معاف ہوا اور تین پر بڑا جرم قایم ہوا۔ ملزمین میں سے تیرہ آدمی قصبۂ سوکیلاموس کے رہنے والے تھے اور سات ولیس کو سادی ہاروکے۔ ۱۵۸۹ء میں بلنسیہ کے محکمۂ احتساب و محنہ نے ۴۳ مولدین باشندۂ مسلاٹا کو عقوبت دینیہ دی اور ۱۵۹۰ء میں سترہ اور آدمیوں کو یہی سزا دی +

مولدین قشتالہ کی زندگی یوں گزرتی تھی۔ یہی کیفیت مدجلین کی تھی، جو کئی نسلوں سے سلطنت کے نمک حلال اور وفادار رعایا تھے،* ملک کی صنعت و حرفت اُن ہی پر منحصر تھی، اور سلطنت کی آمدنی اُن ہی پر موقوف۔ یہ وہ نرمی تھی جس کی نسبت فون سیکا کہتے ہیں کہ محکمۂ احتساب و محنہ نے مسلمانوں کی تالیف قلوب کرکے بغیر ڈرائے دھمکائے عیسائی بنانے کی کوشش کی۔ یہ وہ مرحمت خسروانہ تھی کہ بقول ایک مصنف زمانۂ حال کے محکمہ موصوف نے مسلمانوں کی دلدہی کرکے اُن کو مذہب جدید کی طرف مایل کیا۔ یقیناً جوآن بٹِسٹا پیریز اسقف سیگوربے، اصلیت معاملہ کو اچھی طرح جانتے تھے، چنانچہ ۱۵۹۵ء میں اُنھوں نے پندرہ باتیں ایسی لکھی تھیں جو مسلمانوں کے عیسائی بننے کی مانع تھیں۔ ان ہی میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ محکمۂ احتساب و محنہ سے بہت ڈرتے تھے، اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اُن کو مذہب مسیحی سے سخت نفرت ہوگئی تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی، یہ مذہب بھی تو اُن کا تھا کہ جو اُن پر ہر طرح کا ظلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸) مقدمات جن میں ذلیل کن لباس پہنایا گیا۔ حبس دوام بھی ہوا کہ حبس کے بعد رہا نہیں کیے گئے ۳

مقدمات جن میں سزاء تازیانہ ہوئی (کم از کم سو ضرب اور زیادہ سے زیادہ دو سو ضرب ۱۵

" " سزاء قید با مشقت (تین برس سے دس برس تک) ۱۴

" " ملزمین کو عدالت فوجداری کے سپرد اس غرض سے کیا گیا کہ اُن کو زندہ جلادیا جائے ۱۱

اشبیلیہ میں بتاریخ ۲۴ ستمبر ۱۵۵۹ء تین مولدین زندہ جلادیئے گئے اور آٹھ آدمیوں کو ذلیل کن لباس اور قید کی سزا دی گئی۔ ان میں سے چھ کو سزاء تازیانہ بھی دی گئی۔ ان سزاء تازیانہ پانے والوں میں تین عورتیں تھیں۔ مصنف

* اگر صد سال گبر آتش فروزد + چو یک دم اندراں اُفتد بسوزد (مترجم)

کرتے تھے۔ اگر ان مولدین کا قصہ حقیقتہً قصۂ دردانگیز نہ ہوتا تو اُس زمانہ کے پادریوں کو شنیع ومضحک قصیدے کہنے اور محکمۂ احتساب و محنہ کی بھٹی کرنے کا ایک مسالا ہاتھ آجاتا؛ گویہ لوگ اب بھی مولدین کی ابلیسانہ حرکات اور ناقابل عفو ضد کی ہجویں کرتے پھرتے ہیں، جو اُنہوں نے اپنے دین کے نہ چھوڑنے میں روا رکھی، اور اُن مراحم کا مقابلہ کیا جو اُن کو نجات ابدی دینے والی تھیں ؛



تعلیقات باب چہارم

میں نے آٹوڈافی AUTO DEFE کا ترجمہ "عدالت احتساب محنہ" کیا ہے۔ چونکہ اس کا ذکر اس کتاب میں اکثر آئیگا اس لئے بصیرت کے لئے اس کی کچھ تفصیل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:۔

الحمدللہ کہ یہ "عدالت" اب نہیں رہی۔ اس کے لفظی معنی ہیں "دستور العمل دین" مگر یہ اس جلوس یا رسم کو کہتے ہیں جو کفار (غیر عیسائی) کو سزاء موت یا زندہ جلائے جانے کے موقعہ پر سپین اور پرتگال میں برپا ہوتا تھا۔ یہ عام طور پر اس یکشنبہ کو قرار دی جاتی تھی جو وہٹ سنڈے (معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کیا بلا ہے) اور عید مجیء المسیح کے درمیان میں پڑتا تھا طلوع آفتاب کے وقت شہر کے سب سے بڑے گرجا کا گھنٹہ نہایت وحشت ناک آواز سے بجنا شروع ہوتا تھا۔ یہ اس کا نشان تھا کہ آج لرزا دینے والا تماشا ہونے والا ہے۔ میں الفاظ "لرزا دینے والا" اپنی طرف سے استعمال نہیں کرتا بلکہ اس زمانہ کے لوگ اس تماشے کو یہی کہتے تھے۔ مگر لطف یہ ہے کہ یہی لوگ اس کو دیکھنے کے لئے جوق جوق جاتے تھے اور اس میں شامل ہونا ثواب کا کام سمجھتے تھے۔ اگر وہ ان کفار کا مارا یا جلایا جانا نہ بھی دیکھیں تب بھی محض اس مجمع میں شامل ہونے ہی سے اپنے اعتقاد کے موافق وہ ماجور ہوجاتے تھے۔ بڑے بڑے امراء اور عمائد اس "متبرک" رسم میں شامل ہونے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ قشتالہ کے عمائد و اراکین سلطنت اس پر شیخیاں مارتے تھے کہ وہ اس معاملہ میں محکمۂ احتساب محنہ کی مدد کرتے ہیں۔ یہ جلوس جب نکلتا تھا تو فرقۂ ڈومی نیکی کے پادری محکمہ مذکور کا جھنڈا لئے ہوئے سب سے آگے ہوتے تھے۔ ان کے پیچھے وہ گنہگار ہوتے تھے جن کو صرف ریاضت دینیہ کی سزا دی جاتی تھی۔ ان کے پیچھے ایک پادری بہت بڑی صلیب لئے ہوتا تھا۔ اس کے پیچھے وہ غریب ہوتے تھے جن کو سزاء موت یا زندہ جلانے کی دی جانے والی ہوتی تھی۔ یہ لوگ ننگے پیر ہوتے تھے، ذلیل کن لباس پہنے ہوتے تھے اور ان کے سر پر دوکدار ٹوپی ہوتی تھی۔ ان کے پیچھے ان فراریوں کے پتلے ہوتے تھے، جن کے حق میں زندہ جلائے جانے کا فتوے صادر ہوچکا ہوتا تھا۔ ان کے پیچھے ان مجرمین یا قتیل احتساب محنہ کی ہڈیاں ہوتی تھیں جو پہلے مارے یا جلائے جاچکے تھے۔ ان ہڈیوں پر سیاہ رنگ کا کپڑا پڑا ہوتا تھا، اور اس کپڑے پر آگ کے شعلوں اور دوزخ کی اور عذاب کی چیزوں کی تصویریں بنی ہوتی تھیں۔ سب سے پیچھے

حلیم و نرم دل شہزادے (حضرت مسیح علیہ السلام) کے جانشین پادری اور راہب ہوتے تھے۔ یہ جلوس اس شان و شوکت کے ساتھ شہر کے بڑے بڑے بازاروں سے گزرتا ہوا گرجا میں پہنچتا تھا، اور یہاں کوئی پادری دین حقہ پر تقریر یا وعظ کرتا تھا، اور اس کے آخر میں فتاوائے موت، یا زندہ جلا دینے کے نام بنام صادر کر دیتا تھا۔ اس اثنا میں غریب مجرم ایک صلیب کے سامنے کھڑا رہتا تھا، ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک بجھی ہوئی مشعل ہوتی تھی۔ جب فتوے سنایا جا چکتا تھا تو محکمۂ احتساب و محنہ کا ایک آدمی آکر ہر ایک ملزم کے سینہ پر ایک مکا رسید کرتا تھا، جس کے یہ معنی تھے کہ اس محکمہ نے اس شخص کو محکمہ ملکی کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد حکام فوجداری ان غریبوں کو اپنے تصرف میں لے کر قید خانہ چلے جاتے تھے، اور وہاں اُن کو بیڑیاں پہنا کر چند گھنٹوں کے بعد اُس میدان میں لے آتے تھے جہاں اُن کو مارا یا جلایا جانا تجویز ہوتا تھا۔ اگر اس آخری وقت بھی وہ مذہب رومن کیتھولک کی حقانیت کو تسلیم کر لیتے تھے تو اُن کی اتنی "رعایت" کی جاتی تھی کہ اُن کا گلا گھونٹ دیا جاتا تھا؛ ورنہ وہ زندہ جلائے جاتے تھے، اُن ہی کے ساتھ مفرورین کے پتلے اور پرانے مرے یا جلے ہوئے کفار کی ہڈیاں بھی پھونک دی جاتی تھیں ۔

قاعدہ یہ تھا کہ خود بادشاہ بنفس نفیس، معہ اپنے تمام ارکین سلطنت کے اس موقعہ پر تشریف فرما ہوتے تھے، اور یہ ہیبت ناک تماشا دیکھتے تھے۔ سب سے بڑی آٹو ڈا فی چارلس دوم کے زمانہ میں (۱۶۸۰ء) برپا ہوئی تھی، جس میں جلنے والے زیادہ تر مسلمان تھے۔ خوش نصیب تھے وہ مسلمان جنہوں نے زندہ جلنا قبول کیا مگر دین اسلام کو ہاتھ سے نہ دیا۔ خدا تعالےٰ اُن کو تمام دنیا کے مسلمانوں کی طرف سے جزاء خیر دے۔ آپ بھی اُن کی دعاء مغفرت کے لئے ہاتھ اُٹھائے ۔

سب سے آخری تماشا اٹھارھویں صدی کے وسط میں ہوا۔ اُس کے بعد جہاں جناب پوپ کے ابلیسانہ اختیارات گئے ہیں یہ تماشا بھی گیا ۔

باب پنجم

تعذیب و محنہ*

اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے کہ محکمۂ احتساب و محنہ کا اثر و رعب اتنا کیوں تھا یہ ضروری ہے کہ اُس کی ترکیب اور طریق عمل کو دلنشیں کیا جائے۔ اُس کی تمام کارروائیاں بے انتہا خفیہ ہوتی تھیں، اس لئے اُس کا رعب اتنا ہوتا تھا کہ کسی اور محکمہ یا حکام کا نہیں ہو سکتا جب یہ محکمہ کسی کو گرفتار کر لیتا تھا تو وہ دنیا کی نگاہ سے اس طرح اوجھل ہو جاتا تھا کہ گویا اُس کو زمین نگل گئی ہے؛ اُس کے مقدمہ کے انفصال میں دو یا تین یا چار برس لگ جاتے تھے، اس عرصہ میں اُس کے خاندان کو خبر نہ ہوتی تھی کہ آیا وہ شخص مر گیا ہے یا ابھی زندہ ہے، اُن کو معلوم ہوتا تھا تو اُس وقت کہ جب اُس کو عدالت احتساب و محنہ کے سر اجلاس اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے حاضر لایا جاتا اور اُس کو بتلایا جاتا تھا کہ اُس کو "تشہیل" (زندہ جلایا جانا) کی سزا دی جاتی ہے یا قید با مشقت کی، یا حبس دوام کی، یا یہ کہ کچھ برائے نام سزا دے کر رہا کیا جاتا ہے۔ ۱۵۷۷ء میں ایک مولد، موسوم بہ رونی مو مورا گا، پر سر قسطہ میں مقدمہ قایم ہوا۔ اُس نے بیان کیا کہ دسمبر ۱۵۷۶ء میں جب وہ شہر کی طرف عدالت احتساب و محنہ کے سامنے پیش ہونے کے لئے آ رہا تھا تو اُس سے ایک شخص نے کہا کہ وہاں یہ بھی دیکھنا کہ اُس کا باپ اور بھائی بھی لائے جاتے ہیں یا نہیں۔ یہ دونوں ایک عرصہ پیشتر گرفتار ہوئے تھے۔ صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ جس سے کوئی شخص اشدّ من الموت انتظار سے

---

* امید ہے کہ اس باب کے پڑھنے کے بعد یہ سمجھ میں آ جائیگا کہ میں احتساب و محنہ کے حالات اور تعذیب کی کیفیت کیوں نہ بیان کر سکا۔ (مترجم)

بچ سکتا اور ملزمین کا آخری انجام معلوم کر سکتا تھا۔ جو شخص گرفتار کیا جاتا تھا اُس سے پہلی ہی پیشی میں قسم لے لی جاتی تھی کہ دوران قید عدالت احتساب و محنہ کے وقت جو کچھ دیکھے اور سُنے اُس کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔ اگر وہ زندہ جلا دیا جاتا تھا تو سب کچھ اُس کے ساتھ ہی جاتا تھا اس سے بھی بڑھ کر شدید قسم اُس وقت لی جاتی تھی کہ جب وہ ریاضت دینیہ کی سزا بھگتنے کے لئے رہا کیا جاتا تھا۔ تمام اہلکاروں اور گواہوں سے بھی قسم لے لی جاتی تھی کہ یہاں کے حالات کسی سے نہ بیان کرینگے۔ یوں حکام ہر قسم کی نکتہ چینی سے محفوظ رہتے تھے اور سوا اُن کے محکمہ صدر کے کوئی شخص اُن سے جواب طلب نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی شخص اُن کے عدل و انصاف پر حرف گیری نہیں کر سکتا تھا، نہ کوئی اُن کی شکایت کر سکتا تھا؛ کیونکہ سارے مُنہ سِلے ہوتے تھے اور سب کی زبانوں پر مُہریں ہوتی تھیں۔ انسان فطرتاً ایسا نہیں بنایا گیا ہے کہ جب اُس کو اپنے بنی نوع کے جان و مال پر اختیارات کامل اور مطلق العنانی دے دی جائے تو وہ اپنے اختیارات کو خدا ترسی کے ساتھ استعمال کرے اور جب محکمہ احتساب و محنہ جیسا طریقہ ایجاد کر دیا جائے تو جو کچھ نتیجہ ہوگا اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں بدنیت آدمی تو بدلگام ہو ہی جائیگا، نیک نیت اور خدا ترس آدمی بھی ایسی حالت میں نقصان رسان ہو جائے تو کچھ بعید نہیں ہے ٭

ہر چیز کو خفیہ رکھنے کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ گواہوں کا نام و نشان بھی کسی پر ظاہر نہ کیا جاتا تھا۔ یوں اُن پر بھی کسی طرح کی ذمہ واری عاید نہیں ہوتی تھی؛ گو بہت ہی شاذ مثالیں ایسی بھی ملتی ہیں کہ گواہوں پر حلف دروغی کا الزام لگایا گیا۔ محتسب دروازے بند کر کے بصیغۂ راز شہادت لیتا تھا؛ گواہ پر نہ جرح ہوتی تھی، نہ کوئی ایسا طریقہ تھا کہ جس سے اُس کے سچ یا جھوٹ کا امتحان ہو سکتا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکتا تھا تو یہ بیانات ملزم کو سنائے جاتے تھے، مگر اس طرح کہ جہاں تک ممکن ہوتا تھا ملزم کو گواہ کا نام و نشان نہ معلوم ہو سکے۔ اسی کو اُس محکمہ کے اصطلاح میں "شیوع شہادت" کہا جاتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی صورتوں میں ملزمین کو جوابدہی میں وہ وہ مشکلات پیش

آتی تھیں کہ جن پر غالب آنا قریباً ناممکن تھا۔ اُن کو ایک وکیل بھی دیدیا جاتا تھا تب بھی تو اس وقت میں کمی نہیں آسکتی تھی۔ صرف دو یا تین وکیل تھے ملزم کو اجازت دی جاتی تھی کہ ان میں سے جس کو چاہے اپنے مقدمہ کی پیروی کے لئے مقرر کرلے۔ یہ "وکیل" محکمہ احتساب و محنہ ہی کے اہلکار تھے۔ ملزم اپنا جو وکیل مقرر کرتا تھا اُس سے وہ حکام احتساب محنہ ہی کے سامنے گفتگو کر سکتا تھا تخلیہ میں کہنے سننے کی اجازت نہ تھی۔ بیشتر مقدمات میں وکیل کا یہ فرض سمجھا جاتا تھا کہ وہ اپنے موکل کو یہ رائے دے کہ وہ اقبال جرم کرکے اپنے آپ کو حکام کے رحم پر چھوڑ دے۔ اگر نوعیت مقدمہ سخت ہوتی تھی، یا جرم بڑا ہوتا تھا تو ملزم کو اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے دوستوں یا عزیزوں سے مشورہ لے، یا اُنہیں اپنے حال کی خبر دے، کیونکہ اس سے محکمہ احتساب و محنہ کا راز افشا ہوتا تھا۔ جوابدہی کے صرف دو طریقے تھے، یا تو قیاس سے کام لے کر گواہان استغاثہ کا نام لیا اور یہ ثابت کیا جائے کہ اُن کو ملزم سے دشمنی ہے، یا یہ کہ اپنی نیک چلنی ثابت کی جائے۔ پہلا طریقہ "تحاس" کہلاتا تھا، اور دوسرا "ابونوس"۔ موخر الذکر صورت میں ایک یہ گراں بار پابندی تھی کہ نوعیسائیوں کی شہادت محکمہ احتساب و محنہ کی طرف سے تو قابل قبول تھی مگر قانوناً وہ کسی ملزم کے گواہ صفائی نہیں ہوسکتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۵۲۶ء اور ۱۵۲۹ء میں محتسبین کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ مولدین اگر اپنے مقدموں میں کوئی اور گواہ طلب نہ کرسکیں تو حکام اپنی رائے تمیزی سے کام لے کر نوعیسائیوں کو شہادت دینے کی اجازت دے دیں۔

محکمہ احتساب و محنہ کی تمام کارروائی اس اصول پر مبنی تھی کہ اگر ملزم واقعی ارتکاب جرم نہ کرتا تو وہ گرفتار ہی نہ کیا جاتا۔ دوران مقدمہ بھر میں یہ کوشش ہوتی رہتی تھی کہ کسی طرح ملزم اقبال جرم کرلے کیسی شخص کی سچائی ثابت کرنے کرانے کے لئے تعذیب ایک مسلمہ اصول قانون اور بہترین آلہ تھا۔ علاوہ بریں رحم اوّل تو ہوتا ہی تھا مشکوک، لیکن عفو تقصیر کے لئے محض اقبال جرم کافی نہیں سمجھا جاتا تھا، خاص کر ایسی صورت میں کہ جب سزاء ضبطی جایداد کا دینا بھی ضروری ہو۔ اقبال بھی اُس وقت کچھ اثر پذیر ہوتا تھا کہ جب ملزم اقبال کے ساتھ ہی مذہب عیسوی قبول کرکے

اپنے گناہوں سے توبہ کرے، اپنے معاونین اور رفقاءِ گناہ کا نام بھی لے اور اُن میں اپنے اعزا و اقربا کو بھی شامل کر دے۔ اگر یہ نہ ہوتا تھا تو اقبال بے سود اور رحم مفقود۔ اصول یہ تھا کہ کوئی بیوی گناہگار یا مجرم نہیں ہو سکتی، تاوقتیکہ اُس کا شوہر اُس کا معاون نہ ہو، کوئی بچہ گمراہ نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے والدین اُس کے رفیق نہ بنیں۔ یوں جب کوئی شخص گرفتار ہوتا تھا تو خاندان کے باقی افراد بھی بہت جلد احتسابِ محنہ کے فولادی پنجہ میں آجاتے تھے جب حکم اخیر سنایا جاتا، یا عدالت احتسابِ محنہ منعقد ہوتی تو وہاں ایک دوسرے کو پہچان لیتے اور اُن کا انجام معلوم کر لیتے تھے۔ دو گواہوں کے مقابلہ میں انکارِ جرم، یا ثبوت دینداری کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ اس کا جو کچھ بھی نتیجہ نکالا جاتا تھا وہ صرف یہ کہ ملزم اپنے کئے پر اب بھی نہیں پچھتاتا، اس لئے اُس کی سزا یہ تھی کہ وہ محکمۂ فوجداری کو سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ محکمہ اُس کو زندہ جلا دے۔

جب شروع ہی سے یہ فرض کر لیا جائے کہ ملزم نے ارتکابِ جرم کیا ہے اور ہر قسم کے قیاسات ملزم کے خلاف ہی لگائے جائیں، تو بریت اور بچ نکلنے کے موقعے کہاں رہ جاتے ہیں مثلاً فرانسسکو ڈوکیون فربر اور اُس کی بیوی میریا گلو کے مقدمات قابل دید ہیں۔ ان دونوں پر ۱۵۷۵ء میں ملینسیہ کے محکمۂ احتسابِ محنہ نے مقدمے بنائے۔ ان کے خلاف صرف ایک شخص کی شہادت تھی جو اثباتِ جرم کے بعد زندہ جلایا جا چکا تھا۔ اتفاق کی بات کہ ملزم نے صحیح قیاس کر لیا کہ وہی شخص اُن کا گواہ ہوگا اور اس لئے یہ ثابت کر دیا گیا کہ وہ شخص ملزم فربر کا دشمن تھا۔ باوصف اس کے جب حکام کی تجویز کا وقت آیا تو اُن میں اختلافِ رائے ہو گیا۔ اُن میں سے ایک کی، جو پادری تھا، یہ رائے تھی کہ ملزمان کو عدالت احتسابِ محنہ میں پیش کیا جائے، تاکہ اُن پر جرمانہ کر کے جیل خانہ بھیج دیا جائے اور وہ وہاں ریاضت دینیہ کریں اور تعلیم دین بھی حاصل کریں۔ دوسرے کی یہ رائے تھی کہ اُن کو تعذیب کی جائے تاکہ وہ اوروں کا بھی راز افشا کریں۔ آخر الذکر رائے غالب آئی اور شوہر کو تعذیب کی گئی، بیوی پر اس لئے رحم کیا گیا کہ اُس کا بچہ دودھ پیتا تھا؛ مگر نتیجہ اخیر یہ ہوا کہ قید اور جرمانہ کی سزا دی گئی، وہ بھی ایسی حالت میں کہ جرم ثابت بھی نہ ہوا تھا!

ایک اور قابل ذکر مقدمہ میری گومیز کا ہے جو ڈمیل کی رہنے والی مولدہ تھی۔ اس مقدمہ سے محکمۂ احتساب و محنہ کا طریق کارروائی بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو مذہب مسیحی سے کیوں نفرت ہوگئی تھی اور اس نفرت کا اصل باعث یہی محکمہ تھا۔ یکم مئی ۱۵۴۰ء کو وہ اُس شہادت پر گرفتار کی گئی جو ۱۵۳۰ء سے جمع کی جا رہی تھی۔ پہلے تو اس کے دینداری کے دعوے کو باطل کیا گیا پھر مشتاق عادل حکام نے مختلف اجلاسوں میں سوال کرتے کرتے یکے بعد دیگرے اُس سے بہت سے جرموں کا اقبال کرا لیا۔ ماہ جون میں اُس نے کسی ترکیب سے اپنی بیٹی میریا کسیلا سے یہ کہلا بھیجا کہ وہ اعتراف نہ کرے۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ یکم ستمبر کو اُس کی بیٹی نے ایک اعتراف کیا جس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اُس کی ماں ایک مخلص اور صادق مسلمان تھی اور اُسی پر قائم رہنا چاہتی تھی۔ مگر جب یہ اور اُس کے علاوہ اور تازہ شہادت اُس کی ماں (میری گومیز) کے سامنے پیش کی گئی تو وہ کسی طرح اس کا اقبال کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئی بلکہ کچھ مذبذب سی ہوگئی اور اپنے بعض بیانات سابقہ سے پھر گئی۔ قانون احتساب کے موافق یہ بہت ہی بڑا جرم تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۴ اپریل ۱۵۴۱ء کو اُس کو تعذیب کرنے کا حکم دیا گیا۔ سخت کوشش کی گئی کہ وہ کسی طرح اقبال کرلے مگر وہ نہ مانی۔ آخر ۸ جون کو تعذیب کے کمرہ میں پہنچایا گیا اور اُس کو برہنہ کرکے عذاب دیا گیا تب کہیں جاکر اُس نے اقبال کیا اور یہ کہا کہ اب سے پہلے اُس نے اس امید پر اقبال نہیں کیا تھا کہ شاید اُس کی بیٹی کی جان بچ جائے۔ اُس کو تعذیب کرکے دوسروں کی بابت بھی دریافت کرلیا گیا تب اُس کے عذاب سے ہاتھ اُٹھایا گیا۔ ۹ جون کو اُس کے بیانات کی اوروں سے تصدیق کرائی گئی اور ۱۲ جون کو اُسے یہ سزا دی گئی کہ وہ پھر عیسائی ہو، اُس کی جایداد ضبط کی جائے، اُس کو حبس دوام کیا جائے اور دام الحیات ذلیل کن لباس پہنے۔ قریباً تین برس کے بعد داروغہ جیل نے یہ رپورٹ کی کہ وہ پوری تایب ہوگئی ہے اس پر ۳۱ مئی ۱۵۴۴ء کو حکم ہوا کہ وہ ڈمیل چلی جائے گھر سے جب کبھی نکلے تو ذلیل کن لباس پہن کر ہر اتوار اور عیسائی تہواروں کو وہ ضرور نماز میں شامل ہو۔ ہر عید میلاد مسیح (کرسمس) عید الفصح (ایسٹر) اور عید الخمسین (پینتی کاسٹ) پر

اعتراف گناہ کرے، عشاء ربانی میں شریک ہو۔ یہ سزا فی نفسہ ایسی تھی کہ اگر مذہب مسیحی سے کسی کو نفرت ہوتی تو پیدا ہو جاتی۔ چند روز کے بعد ۴ر جون کو اُس نے بڑے رحم انگیز الفاظ میں ایک درخواست دی، جس میں لکھا تھا کہ اُس کا شوہر تابین کے قیدخانہ میں مقید ہے، اُس کو سایلہ کی خدمات کی بہت ضرورت ہے، اس لئے اُسے طلیطلہ جا کر رہنے کی اجازت دے دی جائے، تاکہ وہ اپنے شوہر کے قیدخانہ کے قریب رہ کر اُس کو امداد پہنچا سکے۔ اس درخواست میں یہ بھی لکھا تھا کہ اُس کو جایداد منضبطہ میں سے اپنے اُس بچھونے کے لے جانے کی بھی اجازت دی جائے جس پر وہ سوتی رہی ہے، جب اُس کی ریاضت دینیہ ختم ہو جائیگی تو وہ اُس بچھونے کو واپس کر دیگی۔ پھر اُس نے ۱۸ر نومبر ۱۵۴۵ء کو محکمہ صدر کا ایک حکم پیش کیا، جس میں لکھا تھا کہ چونکہ وہ ایک نیک تایبہ رہی ہے اس لئے محتسبین اُس کی سزاء قید اور ذلیل کن لباس کے بدلے میں اُس کو یہ حکم دے سکتے ہیں کہ وہ روزے رکھنے، دُعائیں مانگنے اور مختلف زیارتگاہوں میں حاضر ہونے کی ریاضت دینیہ کرے، مگر یہ سب کچھ اس شرط سے مشروط تھا کہ وہ سلطنتہاء لیون اور قشتالہ کو نہ چھوڑے۔ ذلیل کن لباس اُس سے فوراً لے کر اُس کو بری کر دیا گیا، اور اُس پر یہ ریاضت دینیہ ڈالی گئی کہ وہ سال بھر تک ہر جمعہ کو روزہ رکھے، پانچوں صلواۃ ربانیہ اور سلام مریمی ہر اتوار اور تہواروں کے روز پڑھے، اور ڈیمیل کے پاس جو زیارتگاہ ہو وہاں حاضر ہوا کرے، مگر یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اُس کے مصایب ختم ہو گئے تھے۔ ۱۵۵۰ء میں اُس پر یہ جرم قایم کیا گیا کہ اُس نے ڈیمیل کی تین اور عورتوں کے ساتھ مل کر اعتراف گناہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ اُس نے پھر وہی گناہ کیا، حالانکہ وہ توبہ کر چکی تھی۔ ۱۴ر جولائی کو وہ ایک نامعلوم اور خفیہ قیدخانہ میں ڈال دی گئی۔ یہ قرار دیا گیا کہ اُس نے جو اعتراف کیا تھا وہ فرضی اور نامکمل تھا، اور اُس میں بہت سی باتیں اُس نے نہیں بیان کی تھیں، مثلاً ایک اور مقدمہ میں ۱۵۴۱ء میں شہادت دی تھی کہ نو یا دس برس گزرے ہیں کہ اسی میری گومیز کے مکان میں ایک بکری کا بچہ اُسی طرح ذبح کیا گیا جیسے کہ مسلمان حلال کیا کرتے ہیں۔ ایک یہ جرم بھی لگایا گیا کہ اُس نے اُن تمام آدمیوں کے نام نہیں بتلائے، جنہوں نے کپڑے بدلے تھے اور سنیچر کی رات کو آرام

کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی الزام تھا کہ اُس نے یہ اعتراف نہیں کیا کہ وہ بالالتزام نماز میں شامل نہیں ہوتی رہی ہے، اور یہ کہ اُس نے توبہ اور ریاضت دینیہ کے بعد پھر گناہ کیا۔ نیز یہ کہ اُس نے اپنے بیٹے کی شادی ایسی لڑکی سے کرنی چاہی جو اُس لڑکے کی ایسی رشتہ دار تھی کہ اُس سے بروئے مذہب مسیحی شادی کرنا ممنوع تھا۔ اور اُس کی زبان سے تین دفعہ "اللہ" سنا گیا تھا۔ دوران مقدمہ میں اُس نے یہ کوشش کی کہ وہ ٹخاس اور رابونوس، ہر دو طریقہ سے جوابدہی کرے لیکن ۲۲ جنوری ۱۵۵۱ء کو یہ قرار دیا گیا کہ شہادت چھوٹی بھی پیش کی جا سکتی ہے، اس لئے اُس کو اتنی تعذیب کرنی چاہئے کہ جس کو وہ برداشت کر سکے۔ اُس نے یہ چاہا کہ کسی طرح وہ اس تعذیب سے بچ جائے، چنانچہ اُس نے یہ بہانہ کیا کہ اُسے اور ارطمث کا مرض ہے، مگر دایہ کو دکھلایا گیا تو اُس نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتی ہے، اگرچہ اُس کا پیٹ پھولا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ آخر ۱۵ مارچ کو اُسے سخت تعذیب کی گئی، یعنی ایک مضبوط باریک رسی لے کر اُس غریب کے پیروں اور بازوؤں میں سولہ بندھن خوب ہی کس کس کر باندھ دیئے گئے اور پھر اُس کو ایک شکنجہ میں کھینچ دیا، جس کی ساخت ایسی تھی کہ آدمی کا سر پیروں سے بھی نیچے رہتا تھا۔ شکنجہ میں کس کر وہی رسی بڑے زور سے سر میں کس کر باندھ دی گئی، اور دو ٹھلیوں میں پانی بھر کر اُن میں روزن کیا، اور چیتھڑے لگا کر اُن میں سے پانی اُس کے اوپر ٹپکایا گیا۔ وہ غریب بہت سخت چیخی چلائی، اور بڑی منت خوشامد کی کہ تعذیب کرنے والے اتنی مہربانی کریں کہ قتل کر دیں، خدا کے واسطے دیئے مگر کون سنتا تھا۔ وہ برابر یہی کہتی رہی کہ وہ سب کچھ اعتراف کر چکی ہے، کوئی بات چھپا نہیں رکھی۔ آخر جب معذبین کو اطمینان ہو گیا تو اُنہوں نے اُسے چھوڑا۔

۱۹ مارچ کو حکام نے یہ فیصلہ کیا کہ اُس کو زبردستی سزا دے دی جائے۔ چنانچہ یہ سزا دی گئی کہ وہ چار مہینہ تک اپنے گھر سے قدم نہ نکالے، اور اگر وہ غریب ہو اور کچھ اُس کے پاس نہ ہو تو وہ روحانی ریاضت کرے۔ مگر تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ جب وہ پہلی مرتبہ سزا پا کر ڈمیل آئی تھی تو جائیداد منضبطہ کے محکمہ سے اُس نے نو ہزار مراودی وصول کئے تھے، اس لئے بیس ڈوکیٹ جتسبیرہ

کے خرچ کے لئے اُس پر جرمانہ کیا گیا۔ اُس سے کہہ دیا گیا کہ ڈمیل میں جا کر رہے، اور چار مہینہ اپنے مکان کو اپنا قید خانہ سمجھے، اور سواء نمازیں شامل ہونے اور وعظ سننے کے گھر سے نکلے، نیز عید الفسح سے لے کر عید الخمسین تک ہر جمعہ کو روزے رکھے اور چاروں صلواۃ ربانیہ اور سلام مریمی کا ورد رکھے۔

جو کچھ اوپر کہا گیا ہے وہ اتفاقی معاملہ نہ تھا، بلکہ محکمۂ احتساب و محنہ کی بالکل معمولی اور روزانہ کارروائیاں تھیں۔ اس صورت میں اس شکایت کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مولدین اُس مذہب سے روز بروز سخت نفور ہوتے چلے گئے، جس کی اشاعت اس طریقہ سے کی جاتی تھی۔

مگر مذہب کا تو ایک حد تک بہانہ ہی بہانہ تھا، محکمۂ احتساب و محنہ اس کو اچھی طرح جانتا تھا کہ اُس کی کارروائیوں سے سخت بے چینی اور بغاوت پھیلتی ہے، لیکن اگر مولدین کو قابو میں رکھنے کی کوئی تدبیر ہے تو صرف یہی۔ سرقسطہ کے محتسبین نے ۲ رجون ۱۵۸۵ء کو فلپ دوم کے پاس رپورٹ بھیجی جس میں یہ تھا کہ اُس روز پانچ ملزم جلا دیئے گئے، اور ترسیٹھ آدمیوں کو پھر عیسائی بننے کی اجازت دی گئی، مجرمین قریباً سارے کے سارے مولدین ہی تھے۔ اس رپورٹ میں اُنہوں نے اس پر بڑا زور دیا کہ اُنہوں نے یہ بہت بڑی خدمت کی ہے، اور مولدین کی شرارت کا اگر کوئی علاج تھا تو صرف یہی، چونکہ مولدین کے جتنے سرکردہ تھے سب زندہ جلا دیئے گئے تھے، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ خاموش اور فرمان بردار رہینگے، اور اپنی معمولی گستاخی اور بے ادبی کو چھوڑ دینگے۔ محتسبین نے اپنی اس خدمت کی طرف سلطنت اور رعایاء سلطنت کی خاص کر توجہ مبذول کرائی کہ اُنہوں نے اُنتیس ۲۹ سزا یافتہ قید بامشقت کو کشتیوں پر مشقت کرنے کے لئے بھیجا ہے، ان کے علاوہ تین آدمی پہلے بھیجے جا چکے ہیں۔ سزا یافتگان قید بامشقت کی اُس زمانہ میں سخت ضرورت رہتی تھی، یہ وحشیانہ سزا بالخصوص اُن لوگوں کو دی جاتی تھی کہ جو کلمات کفر بکتے تھے، صدر محکمۂ احتساب نے ۸ رمئی ۱۵۷۳ء کو یہ حکم دیا کہ نو عیسائیوں کو کشتیوں پر مشقت کرنے کے لئے بھیج دیا جائے، خواہ وہ اعتراف گناہ کیوں نہ کر چکے ہوں۔ اس حکم کا ۱۵۹۱ء میں پھر اعادہ کیا گیا۔

یہ کہنا بلاشبہ صحیح ہے کہ محکمہ احتساب و محنہ کا خوف مولدین کو اتنا نہ تھا جتنا کہ باشندگان سپین کو، کیونکہ مقدم الذکر کو جب سزا ملتی تھی تو اُن کے آدمی طبعاً اُس شخص کو "شہید" سمجھتے تھے، اور اُس کی قدر و منزلت سب میں بڑھ جاتی تھی۔ عدالت احتساب و محنہ کی کھڑی کی ہوئی پھانسی پر چڑھنا بہت بڑی عزت کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ عقوبت دینیہ سخت سزا معلوم ہوتی تھی، کیونکہ اس میں بے عزتی اور بدنامی تھی، مگر یہ سزا مولدین کے لئے اور بھی بے اثر تھی، کیونکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے سزا یافتگان سے بڑی امیر عورتیں شادی کرنے پر تیار ہو جاتی تھیں۔ ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ جب اُس کو ذلیل کن لباس پہنانے لگے تو اُس نے یہ کہا کہ "ایک جوڑہ میرے بچّہ کے واسطے بھی دیدو کیونکہ سردی زیادہ ہے۔" ایک اور قصہ ہے کہ جس سے مولدین کی بے پروائی بھی معلوم ہوتی ہے، اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ محکمہ کا تمام خرچ ملزمین سے لیا جاتا تھا۔ گیسٹل گار کے بہت سے مولدین کو عدالت احتساب و محنہ نے سزائے تازیانہ دی، ایک دو روز کے بعد جلّاد اپنی فیس وصول کرنے کے لئے اُن کے یہاں پہنچ گیا، جس شخص سے اُس نے مطالبہ کیا اُس نے اس بناء پر فیس دینے سے انکار کیا کہ "تم نے میرے تازیانہ نہیں لگائے ہیں" تحقیقات سے معلوم ہُوا کہ واقعی غلطی سے اُس شخص کے تازیانہ نہیں لگے۔ اس واسطے اُس کے بھی تازیانہ لگا دیئے گئے، اور وہ شخص تازیانہ کھا کر بہت خوش ہُوا۔

مالی ریاضت دینیہ کی صورت الگ تھی۔ یہ سخت ناگوار ہوتی تھی، نہ صرف مولدین کو، بلکہ اُن کے آقا اور زمینداروں کو بھی، کیونکہ وہ طبعاً یہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کی رعایا بالکل مفلس ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ کرتے تھے کہ اُن کی رعایا یا غلام اپنی محنت و مشقت اور گاڑھے پسینہ کی کمائی سے جو کماتے تھے اُن سے چھین لیتے تھے، اُن کے پاس صرف سدِ رمق چھوڑ دیتے تھے۔ تباہی رومن ایمپائر کے بعد بارھویں اور تیرھویں صدی میں جب ارتداد جرم قرار دیا گیا، اور قانون دینی کے موافق ضبطی جائداد اُس کی سزا مقرر ہوئی تو اس پر سختی کے ساتھ عمل کرایا گیا۔ جو بادشاہ کہ یہ سزا دینے

میں لیت و لعل کرتا تھا اُس کو حکام کلیسا بے طرح دھمکاتے تھے حقیقت یہ ہے کہ جو بادشاہ اپنی رعایا کی لوٹ کھسوٹ سے فایدہ اُٹھاتے تھے، وہ کلیسا کے خوف سے پوپ کی بغیر اجازت اس سزا میں کمی نہیں کر سکتے تھے۔ بعض وقت اس کے متعلق بہت عجیب اور پیچیدہ سوالات پیدا ہو جاتے تھے۔ اگرچہ اور مقامات کی طرح سپین میں بھی شاہی خزانہ بھرنے کا ذریعہ یہی ضبطی جایداد تھا، فرڈی نینڈ اور ازابیلا کے ابتدائی زمانہ میں اس سے بہت بڑی آمدنی ہوئی تھی۔ جب اس میں کمی آئی تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ اس آمدنی کا بہت بڑا حصہ محکمہ احتساب و محنہ ہضم کر جاتا تھا، اور اُس پر بھی وہ ہمیشہ اپنے افلاس کی شکایت کرتا رہتا تھا۔ اس کی کوئی بھی پروا نہیں کرتا تھا کہ اُس محکمہ کے حکام کیسے قبیح اور شرمناک افعال کرتے ہیں، چونکہ اُن کی تنخواہوں کا دارومدار ان ہی ضبطیوں پر ہوتا تھا۔ اس لئے یہی ذریعہ اُن کی شکم سیری کا ہوتا تھا۔ جرمانوں کو زیب بیان کے لئے "مالی کفارہ گناہ" کہا جاتا تھا۔ ان جرمانوں کی بھی بعینہ وہی کیفیت تھی جو جایداد منضبطہ کی۔ جب سپین میں احتساب شروع ہی ہوا تھا تو جرمانہ بالکلیہ اُسی محکمہ کی مد سمجھی جاتی تھی، پھر سلطنت نے اس پر دعوےٰ کیا اور سب چھین لیا مگر پھر محکمہ موصوف نے ایک یہ ترکیب ایجاد کر کے کہ "جرمانے" اس محکمہ کے غیر معمولی خرچ کے لئے کئے جاتے ہیں، پھر سلطنت سے لے لئے۔

سلطنت قشتالہ میں تو یہ کہا جاتا تھا کہ یہ سب کچھ مولدین کے فواید و اغراض کے لئے کیا جاتا ہے، مگر ارغون کی حالت اس سے مختلف تھی، بالخصوص اشبیلیہ کی۔ یہاں مولدین کی آبادی متعدد تھی، اور امرا و شرفا کے اغراض اُن کے ساتھ سب سے زیادہ وابستہ تھے۔ سب سے پہلا فرمان اس کے متعلق جیمز اول نے بازیافت کے بعد جاری کیا تھا، اُس کی رو سے جو شخص ارتداد، بغاوت یا کسی اور جرم میں سزائے موت پائے اُس کے پاس جو خالصہ کی زمین ہو، نیز اُس کی ذاتی جایداد، بحق سرکار ضبط کر لی جاتی تھی، مگر کسی امیر یا زمیندار کی زمین، خواہ وہ پٹہ پر ہو یا کسی حق المحنت کے عوض میں ملزم کے پاس ہو، وہ اصل زمیندار کی طرف منتقل ہو جاتی تھی۔ جب محکمۂ احتساب و محنہ نیا نیا قایم ہوا تھا تو اُس نے اس فرمان کی طرف توجہ نہیں کی، اور

۱۴۸۸ء میں اہالی کلیسا اور امراء نے اوری ہیو لا کی کونسل میں فرڈی نینڈ کے سامنے یہ شکایت اور درخواست پیش کی کہ جیم اوّل کے فرمان کی تعمیل کرائی جائے۔ اُنھوں نے اس کو منظور کر لیا لیکن یہ کوشش اور یہ حکم بیکار گیا، کیونکہ محکمۂ احتساب و محنہ سب کچھ اپنے ہی لئے ضبط کرتا رہا۔ ۱۵۱۰ء کی کونسل میں امراء نے پھر وہی شکایت کی، اور التماس کیا کہ فرڈی نینڈ خود اس میں دست اندازی کریں اور جو اراضی کہ خلاف قانون ضبط ہوئی ہیں اُن کو واگزار کریں، اور جن لوگوں نے اُن اراضی کو خریدا ہے اُن کو مجبور کریں کہ وہ زر منافعہ واپس کریں، اور زمین کو خریدنے کا تاوان ادا کریں۔ یہ درخواستیں بادشاہ نے منظور کر لیں مگر یہ حکم بھی ویسا ہی غیر موثر رہا جیسے کہ پہلے وعدے۔ ۱۵۳۳ء میں مونزوں کی کونسل میں پھر یہی شکایت پیش ہوئی اور یہ بیان کیا گیا کہ رعایا و مزارعین کی ضبطیوں سے امرا اور کلیسا کو نقصان پہنچتا ہے اس لئے مالی سزا نہ دی جایا کرے بلکہ جسمانی، اور جو نقصان فرمان مذکور کی عدم تعمیل سے ہوا ہے اُن کے معاوضہ کا انتظام کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کی جائے۔ اس کا یہ مبہم جواب دیا گیا کہ کوئی ضبطی نہیں ہوئی، اور اگر خدا کو منظور ہے تو جو کوشش نو عیسائیوں کو تعلیم دینے کی شروع کی گئی ہیں اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ ضبطیوں کی ضرورت باقی نہ رہیگی، لیکن اگر پھر بھی ضرورت باقی رہی تو امرا کے حقوق کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائیگی۔ اس اثنا میں ایک کمیشن مقرر کی جائیگی جو زمانہ گزشتہ کے متعلق کوئی منصفانہ فیصلہ کریگی۔

دوسرے سال سرقسطہ میں چارلس نے ایک فضول، مگر حلفیہ فرمان ارغون کی نسبت جاری کیا، جس میں تحریر تھا کہ "محتسب اعظم اور صدر سے مشورہ کرنے کے بعد بادشاہ ممدوح یہ دستور العمل دوامی بناتے ہیں کہ اگر کوئی نو عیسائی مرتد ہو جائے اور اُس کی جایداد ضبط کرنی پڑے تو وہ جایداد ایسے وارث کو دی جائیگی جو کیتھولک ہوگا، اگر ایسا کوئی وارث نہ ہو تو ارغون کے قانون متعلق جایدادہاء لاوارث کے موافق اُس کی تقسیم عمل میں آئیگی، خزانہ شاہی اُس کے متعلق بالکل خاموشی اختیار کریگا، اور اُس کو اس کے متعلق کوئی حق حاصل نہ ہوگا، اس خصوص میں جو کچھ کیا جائیگا اُس میں اُس امیر کو کوئی نقصان نہ پہنچنے دیا جائیگا جس کا کہ ملزم مزارع یا رعایا ہوگا۔"

اُنھوں نے یہ دستور العمل ایک مجلس میں پیش کر کے انجیل پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی اور یہ حکم دیا کہ
اُن کا بیٹا فلپ اور تمام اراکین سلطنت اس کی تعمیل کریں* ۔

چونکہ سلطنت کو ضبطیوں کے معاملہ میں کوئی فایدہ نہیں رہ گیا تھا، اس لئے چارلس اپنے
حقوق سے، بلا کسی نقصان کے، دست بردار ہو سکتے تھے، لیکن محکمۂ احتساب اپنے دعاوی کو چھوڑنے
والا نہ تھا۔ تینوں سلطنتوں کی کونسل نے ۱۵۳۷ء میں یہ شکایت پیش کی کہ محکمۂ احتساب نے اُن
اراضی کو ضبط کر لیا ہے جو لگان یا پٹہ پر مولدین کے پاس تھیں، اور خریداروں نے نیک نیتی کے
ساتھ مولدین سے خرید کر اُن کی حیثیت بڑھائی ہے۔ محکمۂ احتساب نے کہا کہ یہ الزامات بے بنیاد
ہیں۔ کونسلوں نے ایسی جایدادوں کا پتہ دیا کہ جو فی الحقیقت کلیساء بلنیسہ کی ملکیت تھیں اور باوجود
اس کے ضبط کر لی گئیں، اُنھوں نے بادشاہ سے یہ درخواست کی کہ وہ ایک تاکیدی حکم محکمۂ احتساب
ومحنہ× کے نام جاری کریں کہ وہ قانون کی پابندی کرے، بادشاہ نے وعدہ کر لیا کہ حکم جاری کر دیا جائیگا
صدر محکمۂ احتساب نے مجلس شوریٰ منعقد کر کے یہ جواب دیا کہ ارتداد کا سدباب کرنے کے لئے
سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ جایدادیں ضبط کی جائیں، مرتد اعتراف گناہ کر کے زندہ جلائے جانے سے
بچ سکتا ہے، اگر ضبطی جایداد بھی نہ ہو تو وہ سزا سے بالکل ہی بچ نکلتا ہے۔ محکمۂ احتساب اپنی ضد
کو بھلا کہیں چھوڑ سکتا تھا، اس نے بے دھڑک اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔ آخر ۱۵۴۲ء میں
مونزوں کی کونسل میں پھر یہی شکایت پیش ہوئی کہ محتسبین قانون کی پابندی نہیں کرتے، حکام

---

* پوپ پال سوم نے ۱۵۳۶ء میں بذریعہ فرمان چارلس کو حکم دیا کہ یہی پالیسی بعینہ وہ بھی اختیار کریں، اور ملزمین کی اولاد کے قبضہ میں یہ جایداد نہ چھوڑیں۔ ممکن ہے کہ اس فرمان کی تاریخ یا سال میں کچھ غلطی ہو۔ غالباً چارلس نے اسی فرمان کی تعمیل کی تھی۔ بہر حال اس پالیسی کو جناب پوپ کے منظور فرما لیا تھا۔ (مصنف)

× ان ضبطیوں کے متعلق ایک بڑا غضب یہ تھا کہ جیسے ہی ارتکاب جرم ارتداد ہوتا تھا، اُسی وقت اور اُسی تاریخ سے جایداد ضبط کر لی جاتی تھی، خزانہ شاہی فی الفور جایداد منضبطہ کا مالک ہو جاتا تھا۔ بعد میں اگر کوئی شخص جو بظاہر حال اُس جایداد کا مالک ہوتا تھا، اُس کو فروخت کرتا تھا تو یہ انتقال ناجایز قرار پاتا تھا، اور خریدار کا تمام روپیہ ضایع جاتا تھا۔ (مصنف)

محکمۂ موصوف انصاف کو بالاءِ طاق رکھتے ہیں، اور دیوانی عدالتیں اس میں دست اندازی کرنے میں اُن سے ڈرتی ہیں۔ یہ درخواست کی گئی کہ جب کسی کو ارتداد کے جرم میں سزا دی جائے تو جو زمین ملزم کے پاس بطور مزارع کے ہو، وہ اصل مالکان کو واپس دی جائے، اور اہلکاران شاہی کو حکم دیا جائے کہ وہ اس معاملہ میں دست اندازی کر کے اراضی پر اصل مالکان کا قبضہ کرائیں، ورنہ ہزار فلارن تک جرمانہ کریں۔ چارلس نے ان سب باتوں کو منظور کر لیا۔ یہ دیکھ کر پوپ پال نے دست اندازی کی، یعنی اُنہوں نے ۲ر اگست ۱۵۴۶ء کو ایک فرمان جاری کیا جس کے موافق محکمہ احتساب و محنہ کے اختیارات، بابت ضبطی جایداد، سلب کر لئے اور یہ حکم دیا کہ آیندہ دس برس تک، اور اُس کے بعد بغیر حکم جناب پوپ، مولدین کی جایداد ضبط نہ کی جائے، اُن کو کوئی اور مالی سزا دی جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پاپائی کی بھی کچھ پروا نہیں کی گئی۔ ۱۵۴۷ء بلنسیہ کی کونسل نے پھر وہی شکایت کی کہ محکمۂ احتساب و محنہ قانون کی تعمیل نہیں کرتا اور جایداد کو اپنے حق میں ضبط کئے جاتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خصوص میں جو فرمان جاری ہو اُس پر محتسب اعظم کے دستخط کرائے جائیں، اور اُن سے کہا جائے کہ وہ اپنے ماتحت محکمہ کو اس فرمان کی تعمیل کا تاکیدی حکم دیں۔ اس کے صاف یہ معنی تھے کہ بادشاہ کے دستخط کوئی وقعت نہیں رکھتے، اور کلیسا، سلطنت میں ایک مطلق العنان حکومت رکھتا ہے، جس پر بادشاہ کو کوئی اختیار نہیں ہے اور وہ صرف اُن احکام و قوانین کی پابندی کرتا ہے جو خود اُس کے محکمہ سے جاری ہوں۔ فلپ نے اس کو منظور کرتے ہوئے یہ لکھا کہ "میں خود محتسب اعظم اور اہالی کلیسا کو حکم دونگا کہ وہ مولدین کے معاملات میں اُن احکام کی پابندی کریں جو جاری ہو چکے ہیں، یا آیندہ جاری ہوں۔" بظاہر یہ ارادہ نہ تھا کہ اس معاملہ کا خاتمہ کر دیا جائے، کیونکہ ۱۵۵۲ء کی کونسل نے پھر یہ شکایت کی کہ محتسب اعظم نے ابھی تک کوئی حکم جاری نہیں کیا، ۱۵۶۴ء کی کونسل نے پھر تمام معاملہ کو بیان کر کے شکایت پیش کی۔ یہ کونسل مذکور نے بیان کیا کہ ۱۵۳۳ء میں چارلس پنجم نے اس کو مان لیا تھا

کہ جایداد منضبطہ حق شاہی نہیں سمجھی جائیگی، بلکہ وہ ملزم کے اعزا پر منتقل ہو گی، ۱۵۳۲ء میں اُنہوں نے اس وعدہ کا اعادہ کیا، اور یہ کہا کہ اس حکم کی تصدیق وہ محتسب اعظم اور پوپ سے کرا دینگے، لیکن چونکہ یہ تصدیق ابھی تک نہیں ہوئی، اس بنا پر یہ درخواست کی گئی کہ یہ تصدیق اب کرائی جائے، اور اس معاملہ میں قانون صاف کر دیا جائے۔ اس کا بھی فلپ ثانی نے یہی جواب دیا کہ وہ محتسب اعظم سے منظوری لے دینگے۔ یہ امر کہ فلپ کا یہ وعدہ پورا ہوا یا نہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محکمہ صدر احتساب محنہ نے محتسب بلنسیہ کو اُسی سال یہ ہدایت جاری کی کہ مولدین کی جایدادیں برابر ضبط ہوتی رہیں، اس کی پروا نہ کی جائے کہ عوام الناس یہ کہتے ہیں کہ ہمارے محکمہ کو ضبطی کے اختیارات نہیں ہیں۔ اس محکمہ کی ضد اس سے اور ظاہر ہوتی ہے کہ جب اُس سے حکام و عمال محکمۂ احتساب محنہ کی تنخواہوں کا مطالبہ کیا گیا تو یہ تنخواہیں اُس نے جایداد منضبطہ ہی سے ادا کیں؛

اس اثناء میں ارغون میں ایک اور حکم ۱۵۳۴ء میں جاری ہوا، جس کی تصدیق محکمۂ احتساب محنہ نے کی، اس کی بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ تعمیل نہیں کی گئی، ۱۵۴۰ء کی کونسل نے محتسب اعظم سے یہ شکایت کی کہ چونکہ محکمۂ احتساب محنہ اب جایداد ضبط نہیں کر سکتا، اس لئے اُس نے ایک نئی ترکیب مالی مشقت دینیہ یا کفارہ کی نکالی ہے، جو ضبطی جایداد سے بھی زیادہ بُری ہے، یعنی یہ کہ وہ اتنا جرمانہ کرتا ہے جو ملزم کی حیثیت سے زیادہ ہوتا ہے، اس لئے ملزم کو نہ صرف اپنی ہی تمام جایداد فروخت کر دینی پڑتی ہے، بلکہ وہ اپنے رشتہ داروں کو بھی مفلس قلاش کر دیتے ہیں۔ اس کا یہ متکبرانہ جواب دیا گیا کہ اگر کسی شخص کو اس سے نقصان پہنچتا ہے تو وہ محتسب یا صدر کو دادرسی کے واسطے درخواست کر سکتا ہے؛

انجام کار بلنسیہ میں ایک تسلی بخش فیصلہ ہوا، ۱۵۴۲ء میں بلنسیہ کی کونسل نے تصفیہ کی ایک صورت یہ تجویز کی تھی کہ محکمۂ احتساب محنہ کو چار سو ڈوکیٹ سالانہ اس شرط پر دے دیئے جایا کریں، کہ وہ مولدین پر بنام نہاد مالی عقوبت دینیہ یا کفارہ جرمانہ نہ کرے، مگر محکمہ صدر نے

اُس کو اس بنا پر نہیں مانا کہ یہ معاوضہ غیر مکتفی ہے اور اس کے یہ معنی ہونگے کہ محکمہ خدا یتعالے کی خدمت نہیں کرتا۔ ۱۵۷۱ء میں ایسا موقعہ آگیا کہ اس قسم کی تجویز پر غور کیا جاسکے۔ مولدین غرناطہ کی بغاوتوں کو سخت کوششوں کے بعد فرو کیا گیا تھا؛ اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ خزانہ شاہی زرِ دیہ سے اور ملک آدمیوں سے خالی ہو گیا تھا اور ایک آباد و شاد صوبہ میں آدمی ہی نہ رہے تھے۔ یہ بغاوت ایک تنبیہ تھی کہ دست تظلم بہت زیادہ نہیں بڑھانا چاہئے۔ اس وقت بلنسیہ میں سوچنے کا موقعہ آگیا تھا کہ وہاں کے مسلمانوں کی مجالس کی شکایتوں پر دربار شاہی میں غور کیا جائے (قاسم ابن امیر مولدین کے ایک دولت مند زمیندار تھے (اُن پر بھی محکمہ احتساب و محنہ نے مقدمہ چلا رکھا تھا) اس وقت وہ دربار شاہی میں تھے اور اُن کا اثر و نفوذ بھی قدرے وہاں تھا۔ اُنھوں نے بھی اس بارہ میں امداد کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲ اکتوبر ۱۵۷۱ء کو ایک فرمان شاہی جاری ہوا۔ اس میں اُس معتدلانہ سلوک کا ذکر تھا جو مولدین کے ساتھ ارتداد کے متعلق اس سے پہلے مرعی رکھا گیا تھا "اب اس خیال سے کہ آئندہ کوئی عذر باقی نہ رہے اور مولدین اپنے جرم کی پاداش پائیں محتسب اعظم ایس پی نوسا نے بعض امور کو منظور کر لیا ہے جو بادشاہ نے اُن کے سامنے پیش کئے تھے۔ ان کے موافق ڈھائی ہزار ڈوکیٹ سالانہ ادا کرنے پر محکمہ احتساب و محنہ نو عیسائیوں اور اُن کی اولاد کی جایداد کو جرم ارتداد میں ضبط نہیں کریگا۔ "نو عیسائیوں" کی تعریف میں واعظین، فقہا ختنہ کرنے والے، روگرداں شدہ اور ملزمان زیر تجویز شامل ہونگے لیکن جو لوگ سزا پا چکے ہیں وہ اس سے مستفید نہ ہو سکینگے۔ کسی ملزم کی گرفتاری کے وقت قرقی نہ کی جائیگی۔ مالی کفارہ زیادہ سے زیادہ دس ڈوکیٹ کا ہوگا لیکن ملزمین کی جمعیت اس جرمانہ سے مستثنے نہیں ہوگی۔ جو جمعیت چاہے اس نئے انتظام میں شامل نہ ہو لیکن ایسی صورتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُن کی ضبطیاں ہو سکینگی اور وہ ڈھائی ہزار ڈوکیٹ میں محسوب کی جائینگی۔ ہر شخص جس وقت چاہے اس انتظام کو منظور کر سکتا اور اپنا حصہ داخل کر سکتا ہے۔ بیرونی جمعیت بھی اس میں شامل ہو سکتی ہیں بشرطیکہ وہ وہ رقوم ادا کر دیں۔

اُن کی جایداد پر تشخیص کی جائے۔ اس کے علاوہ پانچ یا چھ سو ڈوکیٹ اُس ضبطی کے عوض میں چھوڑے جا سکتے ہیں جو پہلے سے ہو چکی ہو۔ اس اقرار نامہ کی دفعات اور مراعات شاہی کی تصدیق و تعمیل کے لئے پوپ کا فرمان حاصل کیا جا سکتا ہے مگر اس کا تمام خرچ مولدین کے ذمہ ہوگا۔ اگر مولدین آیندہ کسی کونسل کی تصدیق چاہیں تو بادشاہ نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اس کو منظور کرا دینگے"۔ یہ شرایط اتنی جمعیت نے منظور کر لیں کہ اُن کا نفاذ تمام بلنسیہ میں کرنا پڑا لیکن ۱۵۸۵ء کی ایک تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند جامع ایسی بھی باقی تھیں کہ جنہوں نے اس انتظام کو منظور نہیں کیا تھا۔ مالی لحاظ سے یہ انتظام طرفین کے لئے تسلی بخش تھا۔ کلیسا کو اس سے یہ اطمینان ہو گیا کہ اُس کو سالانہ امداد ملتی رہیگی جس کی اُن سے سخت ضرورت تھی، اُدھر مولدین کو یہ معلوم ہؤا کہ وہ یہ رقم ادا کر کے اپنے خاندان کو افلاس اور قرقی کے مصایب سے بچا سکتے ہیں، جو ہر گرفتاری کا لازمی نتیجہ ہوتے تھے، خواہ اُن پر جو جرم لگائے گئے ہوں وہ کتنے ہی خفیف کیوں نہ ہوتے۔ امراء اور پادریوں کو یہ اطمینان ہو گیا کہ اُن کی اراضی کا انتقال نہ ہوگا، جس کی وجہ سے اُن کے مزارعین معمولی لگان ادا کرنے کے قابل رہتے تھے۔

ہونے کو تو یہ سب کچھ ہو گیا مگر محتسبین کو اپنے حدود اختیارات کے اندر رہنے اور ظلم نہ کرنے پر مجبور کرنا مشکل تھا۔ ۱۵۹۵ء میں جمعیتوں نے یہ شکایت کی کہ اقرار نامہ کی صاف طور پر خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ دس ڈوکیٹ تک جرمانہ کرنے کے اختیارات بھی ذریعہ آمدنی تھے، اس لئے اس میں خوب لوٹ مچی ہوئی تھی۔ ۷ جنوری ۱۶۰۲ء کو عدالت محکمۂ احتساب و محنہ نے بیس مولدین پر دس دس ڈوکیٹ جرمانہ کئے، ان میں سے آٹھ کو از سر نو عیسائی ہونے کی اجازت دی گئی۔ صدر نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ جب یہ صورت تھی کہ لوگوں نے عیسائی بننا منظور کر لیا تھا تو جرمانہ کرنا جایز نہ تھا، البتہ اگر کوئی اور سخت جرم تھا تو مضایقہ نہ تھا۔ اسی موقعہ پر ایک جرمانہ بیس[۲] ڈوکیٹ کا، دوسرا تیس کا اور تیسرا پچاس کا کیا گیا۔ بظاہر

حکام نے یہ خیال کیا کہ کسی طرح اتنا جرمانہ جمع ہو جائے کہ جس سے اُن کی تنخواہیں نکل آئیں۔

اس نئے انتظام اور قرارداد کے موافق جو نرمی پہلے کی بہ نسبت دکھلائی جاتی تھی اُس سے اہالی کلیسا ناراض تھے۔ ۱۵۹۵ء میں اسقف پیریز آف سیگوربے نے بادشاہ کے حکم سے ایک مفصل رپورٹ لکھی اور اُس میں اس بناء پر اس انتظام کے منسوخ کرنے کی راء دی کہ مولدین سمجھنے لگے ہیں کہ وہ جس رنگ میں چاہیں رہیں۔ اُنہوں نے راء دی کہ ضبطی جایداد ہی وہ ذریعہ ہے کہ اُن کے جرایم کو روک سکتا ہے۔ اُسی سال میں میڈرڈ اور ولنیسیہ کے حکام نگران مولدین نے یہ رپورٹ کی کہ جن مقدمات میں ضبطیاں نہیں ہوتیں وہاں ارتداد بھی کم ہوتا ہے۔ اس پر فلپ ثانی نے یہ عزم کر لیا کہ جو میعاد اس انتظام کی مقرر کی گئی ہے اُس وقت تک یہ جاری رکھا جائے۔

ولنیسیہ کے محکمۂ احتساب محنہ کے اُن اعداد و شمار سے جو اس انتظام کے بعد کے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو انتظام و قرارداد کی گئی تھیں اُن کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اُس محکمہ کی کارروائیاں برابر جاری رہیں گو ہر سال اعداد و شمار میں کمی و بیشی ہوتی رہی، جس کی وجہ بتلانی ذرا مشکل کام ہے*۔ سولھویں صدی کے اختتام اور سترھویں صدی کے شروع میں اس محکمہ نے پھر سختی شروع کی چنانچہ

---

* ۱۵۷۰ء سے ۱۵۹۲ء تک ولنیسیہ کے محکمۂ احتساب محنہ میں جو مقدمات ارتداد کے ہوئے اُن کی تعداد حسب ذیل ہے:۔

۱۵۷۰ء میں ۱۶ مقدمات	۱۵۷۶ء میں ۱۷ مقدمات	۱۵۸۲ء میں ندارد	۱۵۸۸ء میں ۲۱ مقدمات
۱۵۷۱ء " ۲۵ "	۱۵۷۷ء " ۱۳ "	۱۵۸۳ء " ۸ مقدمات	۱۵۸۹ء " ۹۴ "
۱۵۷۲ء " ۳۲ "	۱۵۷۸ء " ۱۵	۱۵۸۴ء " ۲۹ "	۱۵۹۰ء " ۴۹ "
۱۵۷۳ء " ۳۴ "	۱۵۷۹ء " ۲۴	۱۵۸۵ء " ندارد	۱۵۹۱ء ۲۹۰ "
۱۵۷۴ء " ۱۶ "	۱۵۸۰ء " ۳۷	۱۵۸۶ء " ۶۴ مقدمات	۱۵۹۲ء ۱۱۷ "
۱۵۷۵ء " ۲۰ "	۱۵۸۱ء " ۲۲	۱۵۸۷ء " ۳۵ "	

۱۵۹۱ء میں اتنے آدمیوں کو معافی دے کر عیسائی بننے کی اجازت دی گئی کہ اسقف رِی بیرا نے یہ حکم دیا کہ اتوار اور تہوار کے دن ان لوگوں کو گرجا میں آنے کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ یہ لوگ بہت زیادہ آتے ہیں تو نمازیوں کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔ (مصنف)

۵ ستمبر ۱۶۰۴ء کو جس عدالت احتساب و محنہ نے اجلاس کیا اس نے ۲۸ آدمیوں پر چھوٹا اور انچاس[۴۹] پر بڑا جرم قایم کیا، آٹھ کو معاف کر کے عیسائی رہنے دیا اور دو کی سزا معاف کی۔ ان میں سولہ ایک فرانسیسی کے، جس کو بجرم کلمات کفر عقوبت دینیہ دی گئی، باقی سب مولدین ہی تھے۔ جو اجلاس ۷ جنوری ۱۶۰۶ء کو ہوا اُس میں ۳۳ مولدین پیش ہوئے، اُن میں سے ایک کا قصور معاف کیا گیا اور چھ آدمیوں کے مقدمات ملتوی کر دیئے گئے، دوران مقدمہ میں ان کو پندرہ پندرہ مرتبہ عذاب دیا گیا۔

اس سے زیادہ مقدمات نہ ہونے کی یہ وجہ نہ تھی کہ ملزموں کی کمی تھی، کیونکہ ایک قصبہ کارلیٹ میں ہی دو سو چالیس خاندان مولدین کے ایسے تھے کہ جن پر یہ جرم عاید ہو سکتا تھا کہ اُن خاندانوں میں رمضان کے روزے رکھے گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عیسائی بنانے کی کوشش میں وہ وہ حماقتیں اور نامعقولیت دکھلائی گئی اور اُس میں ایسی سخت ناکامی ہوئی کہ تعجب یہ ہے کہ جتنے مولدین تھے سب کے سب محتسبین کے دست تظلم کے شکار کیوں نہ ہو گئے۔ گرفتاری اور مقدمہ بنانے کے لئے شہادتوں کی کمی نہ تھی، کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ قدیمی رسوم اُن میں سے بالکل مفقود ہو جاتیں، ان میں سے کوئی نہ کوئی رسم، خواہ وہ مذہبی ہو یا نہ ہو اُن میں ایسی موجود تھی کہ جن سے ارتداد کا شبہ ہو سکتا تھا، اور اُس کی سزا اگر زندہ جلایا جانا نہ ہوتی تو عقوبت دینیہ تو ہو ہی سکتی تھی۔ برمالی سنیچینر پر جو ۱۵۹۷ء میں طلیطلہ کی عدالت احتساب کے سامنے پیش ہوئے یہ جرم لگایا گیا کہ وہ پاک صاف رہتا ہے، اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس میں مسلمانوں کی غسل و طہارت کی عادت باقی ہے۔ اُس پر تعذیب کی گئی، جس کو اس نے برداشت کر لیا، آخر اس سے اعتراف گناہ کرایا گیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کو تین سال قید مع کشتیوں پر مشقت کرنے کی سزا دی گئی، اس کے بعد اُس کو حبس دوام کیا گیا اور اُس کی تمام جایداد ضبط کر لی گئی۔ ۱۶۰۶ء میں ایک باغبان موسومہ مگیول کانیٹ نے اس جرم میں سزا پائی کہ جب وہ اپنے کھیت پر کام کر رہا تھا، تو اُس نے غسل کیا، مگر جب باوجود تعذیب اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا، تو اُس کا مقدمہ ملتوی کر دیا گیا اُسی سال میریا روا این اور اُس کی بیٹی میری لوپینز اس جرم میں ماخوذ ہوئیں کہ مقدم الاسم کے بیٹے کی

شادی ہوئی تو یہ دونوں مٹھائی اور شکرپارے دولہن کے گھر لے کر گئی تھیں اور مسلمانوں کی قدیم رسم کے موافق اُن کو فرش پر بکھیر دیا تھا، مگر چونکہ اور کچھ اُن کے خلاف ثابت نہ ہو سکا اس لئے اُن کا مقدمہ ملتوی کر دیا گیا۔ کسی لاش پر قبرستان لے جاتے ہوئے پاک صاف چادر ڈالنی سب سے زیادہ مشتبہ بات تھی جس پر مقدمہ چلایا جا سکتا تھا لیکن اتنی عنایت تھی کہ اگر اعتراف گناہ میں کوئی اور بات نہ پائی جاتی تو محض اسی جرم میں سزا نہیں دی جاتی تھی۔ باوجود اس کے ۱۵۹۱ء میں ازابل ریوز پر عدالت احتساب محنہ نے اسی جرم میں کہ اُس نے اپنے شوہر کی لاش پر پاک صاف چادر ڈالی، دس ہزار مراوید جرمانہ کیا گیا۔ شراب پینے اور سُور کا گوشت کھانے سے پرہیز کرنا تو سب سے زیادہ مشتبہ بات تھی، اور اس جرم کے بہت سے مقدمات نظر آتے ہیں، چنانچہ ۱۵۸۵ء میں جوآن ڈی میڈیا نے صرف اسی جرم میں دو سو تازیانوں کی سزا پائی۔ جو جانور کہ اپنی موت سے مرے ہوں اُن کا گوشت کھانے سے انکار کرنا بھی جرم تھا۔ ٹڈمیل میں جو مقدمات ۱۵۴۰ء سے ۱۵۵۰ء تک ہوئے۔ اس جرم کے بہت سے مقدمات عدالت احتساب محنہ نے فیصل کئے، اور محض اس لئے سزائیں دیں کہ یہ عجیب رسم تھی۔ میری نیر سنجا پر جو جرائم قایم ہوئے تھے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اُس کے یہاں جب کوئی جانور مر جاتا تھا تو وہ اُس کو کسی چرواہے کو دیدیتی تھی، یا کُتوں کو کھلا دیتی تھی۔ میری سیرانا پر بھی یہی جرم تھا کہ اُس کی ایک بکری مر گئی تو اُس کو اُس نے پُرانے عیسائیوں کے ہاتھ جتنے دام ملے اُتنے ہی میں بیچ ڈالا۔ بظاہر پُرانے عیسائی ایسے جانور کے کھانے میں کوئی تامل نہیں کرتے تھے۔ عورتوں کا ناخنوں پر مہندی لگانا بھی بڑے جرائم میں سے تھا۔ اگرچہ میری گومیز لاسریڈا نے اپنے مقدمہ میں یہ ثابت کر دیا تھا کہ یہ مسلمانوں ہی کی رسم نہ تھی، کیونکہ عیسائی عورتیں بھی اپنے ہاتھوں اور بالوں میں مہندی لگاتی ہیں، مگر کچھ شنوائی* نہ ہوئی۔ اگر یہ عذر کیا جاتا کہ یہ رسم مذہبی نہیں

---

* ۱۵۲۶ء میں جو حکم غرناطہ میں جاری ہوا تھا اُس کے موافق مہندی لگانا ممنوع قرار دیا گیا تھا، مگر پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ ۱۵۳۰ء کے قریب ٹونیوڈی گیووارا، اسقف ڈیش، نے مولدین کی عورتوں میں اس کا استعمال روکنے کی کوشش کی۔ اُنہوں نے حکام بالادست سے مرافعہ کیا تو اُنہوں نے اسقف مذکور کو لکھا کہ اس رسم کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے (مترجم)

ہے تو تعذیب کا کاری ہتھیار ملزم کی نیت معلوم کرنے کے لئے موجود تھا؛ اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ایک طول طویل قید سے اُس کو معمولی مذہبی رسم کا ثابت کر لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ رمضان شریف کا روزہ، وضو، غسل، طہور (ایک خاص وضع پر خاص وجہ سے نہانا) اور نماز سے پہلے وضو کرنا تو ایسے جرم تھے کہ جن کے لئے کسی مزید تحقیقات یا شہادت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ عربی زبان میں کوئی کاغذ یا کتاب کا پایا جانا بھی اسی قبیل سے تھا۔ ایک قاعدہ عام بنا لیا گیا تھا کہ اگر ایسے مقدمات میں اگر ملزم یہ عذر کرے کہ اُس کی یہ نیت نہ تھی تو وہ عدالت احتساب محنہ کے سپرد کر دیا جائے، خواہ اس سے پہلے اُسے سزاء تازیانہ دی جائے یا نہ دی جائے۔ اس امر کے ثبوت کے لئے کہ اس قاعدہ پر عمل درآمد کیا جاتا تھا تو فرے بلینچ اور اُس کی بیوی انجیلا کیروز کے مقدمات کی روئداد دیکھ لینی کافی ہے جو سرقسطہ کی عدالت احتساب میں ۱۶۰۰ء میں فیصل ہوئے۔ اہلکاران احتساب نے اُن کے گھر کی تلاشی لیتے، اور قرقی کرتے ہوئے ایک بچھونے کے نیچے سے کچھ عربی کاغذات اور کوئی کتاب پائی، اس کو دیکھتے ہی دونوں گرفتار کر لئے گئے اور اُن پر مقدمہ قایم ہو گیا۔ دونوں نے یہ بیان کیا کہ یہ چیزیں اُن کے چچا کی تھیں، اور اُن کو اُن کے وجود کا کچھ علم نہ تھا۔ دونوں پر تعذیب کی گئی، مگر اُنہوں نے اقبال نہیں کیا، مگر پھر بھی دونوں کو سال بھر قید اور سو تازیانہ کی سزا دی گئی، اور عورت کو مزید بریں دس ڈوکیٹ جرمانہ بھی کیا گیا۔ یہی واقعات ازابل زیسم کے مقدمات کے ہیں؛ (بظاہر ہتھیاروں کے لئے) اُس کے گھر کی تلاشی ہوئی تو اہلکاروں کو ایک صندوق میں سے ایک قرآن شریف مل گیا۔ ملزمہ نے یہ کہا کہ مجھے اس کا علم نہ تھا؛ کوئی اور شہادت بھی اُس کے خلاف نہیں تھی؛ مگر چونکہ اُس کی عمر نوّے ۹۰ برس کی تھی، اُس پر تعذیب نہیں کی گئی؛ اُس پر بڑا جرم قایم کیا، اور تشہیر کی سزا دی گئی؛ جس کی صورت یہ تھی کہ اُس کو ایک گدھے پر سوار کر کے تمام بازاروں میں پھرایا گیا، اور ایک تختہ پر اُس کے جرایم لکھ کر اُس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔ اس کے بعد اُس کو اتنی مدت کے لئے قید کر دیا گیا کہ جب تک وہ تعلیم دینی حاصل نہ کر لے؛ کسی حالت میں معاف نہ ہونے والا دس ڈوکیٹ

جرمانہ تو کہیں گیا ہی نہیں تھا حقیقت یہ ہے کہ مولدین کے متعلق تو یہ امر پہلے ہی فرض کر لیا جاتا تھا کہ جو شخص گرفتار ہوتا ہے وہ مجرم ضرور ہی ہوتا ہے۔ اگر مقدمہ محتسبین کے ہاتھ آجاتا تھا تو یہ فرض یا قیاس تیقن سے متبدل ہو جاتا تھا۔ کیسی بدقسمتی کی بات ہے کہ سپین کے اصحاب بست و کشاد اور سیاست دان یہ نہ سمجھتے تھے کہ ان ترکیبوں سے بجاء دین مسیحی کی محبت یا اُس کی قبولیت کے اُس سے اور بھی نفرت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

اُس زمانہ میں یہ اصول بہت ہی واجب العمل سمجھا جاتا تھا کہ کسی شخص کو زیر اختیارات محکمۂ احتساب و محنہ لانے کے لئے سب سے ضروری بات یہ تھی کہ وہ شخص اصطباغ یافتہ ہو۔ اہالی کلیسا نے اس محکمہ کے اختیارات کو وسعت دینے کے جوش میں اس اصول کو بھی پامال کر ڈالا۔ اسقف سایمنکاس نے یہ پُرانا ہی اصول بیان کیا ہے کہ یہ محکمہ اُن غیر اصطباغ یافتہ واعظین یا فتنہ کرنے والوں پر اثر پذیر نہیں ہو سکتا کہ جو عیسائیوں میں اسلام کا وعظ کرتے ہیں یا عیسائیوں کو مختون کر دیتے ہیں۔ اس بنا پر ان لوگوں کو معمولی عدالتوں کے سپرد کرنا چاہئے، دنیاوی قانون اُن کو سزا دینے کے لئے کافی ووافی ہے مگر اس کے چند ہی روز کے بعد روجاس نے اس کی تردید کرتے ہوئے یہ کہا کہ بلنسیہ میں محکمۂ احتساب و محنہ کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ ایسے غیر اصطباغ یافتہ یہودیوں اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرے جو عیسائیوں میں وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ یہی قاعدہ تسلیم کر لیا گیا۔ محکمہ موصوف کے اختیارات کو اُن لوگوں پر حاوی کر دیا گیا، جو عام طور پر مرتدین کی حمایت کرتے یا اُن کو چھپاتے تھے۔

جب سے کہ محکمۂ احتساب و محنہ قایم ہوا اُسی وقت سے یہ قاعدہ بنا لیا گیا تھا کہ اگر کوئی عیسائی کسی مرتد کو چھپائے، یا اُس کی رعایت کرے تو وہ سخت مجرم ہے، چنانچہ محکمہ مذکور ایسے عیسائیوں کو سخت سزائیں دیتا تھا۔ مگر یہ معاملہ ایسا تھا کہ جس کی کئی طرح پر تاویل کی جا سکتی تھی چونکہ احتساب و محنہ کی مولدین سے سخت آویزش رہی اس لئے اس محکمہ کو ایسے موقعے حاصل تھے کہ وہ مولدین میں سخت ترین دہشت پیدا کر دے۔ غضب یہ تھا، اور اسی وجہ سے سختیاں زیادہ کی

جاتی تھیں کہ مولدین پر من حیث الجماعت پوری طرح اُن کا ہاتھ نہیں پڑ سکتا تھا۔ مسلمانوں کے بعض عیسائی
حامی ایسے بھی تھے جو مسلمانوں کی طرح جانوروں کو ذبح کرتے تھے، عیسائی سپاہی بھی تھے جو رشوتیں
لے کر مولدین کی مذہب عیسائی سے روگردانی کو چھپاتے تھے، دایہ بھی تھیں جو مولدین کے یہاں کام
کرتی اور اُن کے بچوں کی ختنہ کر دیتی تھیں، یہ تمام فرقے اس کے مستوجب تھے کہ عدالتہائے احتساب
میں پیش ہو کر سزائے تازیانہ پائیں، اپنے پیشوں سے معطل کر دیئے جائیں یا اُن مقامات سے علیحدہ
کر دیئے جائیں جہاں مولدین رہتے تھے۔ امراء جو زمیندار تھے محکمہ احتساب و محنہ کے اس وجہ سے مخالف
تھے کہ وہ اُن کی رعایا اور مزارعین کی ضبطیاں کرتے تھے، حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ مولدین کی رعایت
نہ تھی، بلکہ اپنی خود مطلبی تھی، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اُن کی رعایا کی جو جائیداد ہو وہ اُن (امراء) ہی کو دے دی جائے۔
وہ اس کے سخت مخالف تھے کہ یہ محکمہ اُن کی رعایا پر حملے کرتا ہے اور اُن کو لوٹ کرلے جاتا ہے،
جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کی صنعت و حرفت کو سخت صدمہ پہنچتا ہے کیونکہ اسی پر امراء کی آمدنی
کا دار و مدار تھا۔ بعض وقت یہ محکمہ اس معاملہ میں ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتا تھا، اور امرا کو واقعی سخت
نقصان پہنچا دیتا تھا۔ او جاس، اُساقفہ اور اُمرا پر یہ الزام رکھنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے کہ وہ
ماموین، رعایا، و مزارعین کو ظاہر طور پر مسلمانوں کی مراسم ادا کرنے دیتے ہیں، جس سے مذہب مسیحی کے نام
پر سخت دھبہ آتا ہے ۱۵۶۷ء میں گیسپر کو کولانے جو مولدین سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے ہیں محتسبین
سے صاف کہہ دیا تھا کہ مولدین کو عیسائی بنانے کی بہترین اور سہل تدبیر یہ ہے کہ اُن کے اساقفہ و
امرا کو پہلے عیسائی بنا لیا جائے جب اُن سے پوچھا گیا کہ وہ امرا کون ہیں، تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ڈیوک
آف سیگوربے، امیر البحر اور دیگر امراء، اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ ذاتی طور پر اُن سے، یا اُن کے حالات سے
واقف نہیں ہیں، مگر مولدین نے اُن سے کہا ہے کہ اُن کے امراء اور زمیندار ہی یہ چاہتے ہیں کہ ہم سب مسلمان
رہیں ممکن ہے کہ اُن میں سے بہت سے امیر کچھ اس سے بھی زیادہ کرتے ہوں، کیونکہ ۱۵۶۵ء میں جو الزامات محکمہ
صدر نے حکام احتساب و محنہ کے نام جاری کی تھیں اُن میں سے ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ اُن امراء و
پرانے عیسائیوں پر مقدمے چلائے جائیں، جو مولدین پر مہربانیاں کرتے، یا امداد دیتے ہیں، یا اُن

نام نہاد نو عیسائیوں پر جبر کرتے ہیں کہ وہ صاف طور پر مسلمان ہی رہیں +

سب سے پہلی مثال اس قسم کی کارروائی کی جو میری نگاہ سے گزری ہے وہ ۱۵۳۸ء میں ایک پادری جوآن آلیوڑ کی ہے جو کھلے طور پر غلامان رسول اکرم صلے اللہ علیہ سلم کی حمایت و رعایت کرتا تھا ۱۵۴۲ء میں محکمہ احتساب محنہ کو ایک موٹا اور نامور شکار ہاتھ آیا، یہ ڈان اُڈ ریگوڈی بیومانٹ تھے، جو امراء نوار کے خاندان میں، اور ڈیوک آف ایلوا اور سیگوربے کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ان پر اس جرم میں مقدمہ چلایا گیا کہ یہ مولدین کے بڑے حامی تھے، یہاں تک کہ اُن کی بھی حمایت بھی کرتے تھے جن کی خط وکتابت الجیریا کے مسلمانوں سے تھی۔ نہایت مشہور ومعروف مقدمہ ڈان سینچوڈی کارڈوا امیر البحر ارغون کا تھا۔ ان پر چھوٹا جرم قایم ہوا اور سختیوں کے علاوہ دو ہزار ڈوکیٹ جرمانہ ہوا، اور یہ حکم ہوا کہ محکمہ صدر جب چاہے اُن کو گرفتار کرسکتا ہے۔ ان کو مدت العمر ستایا جاتا رہا، چنانچہ تہتر برس کی عمر میں اُن کو سینو نکا کی ایک خانقاہ میں پہنچا دیا گیا، وہاں وہ بیمار ہو گئے تو بلنسیہ کی ایک خانقاہ میں منتقل کر دیئے گئے، یہاں بھی وہ بیمار ہی رہے، آخر موت نے اُن کو دنیا کے مصائب سے رہائی دی ۱۵۷۱ء کی عدالت احتساب میں گرینڈ ماسٹر آفدی آرڈر آف مون ٹیسا اور دو اور معززین ڈان لوئیس بیلاس اور ڈان فرانسسکو کاسٹلوئی گرفتار ہوئے، ۱۵۷۸ء میں دو بھائیوں، فرانسسکو اور ریمون کیروز علے الترتیب لارڈ مسرال اور ڈیگا پر اس جرم میں مقدمہ چلایا گیا کہ وہ ہمیشہ مولدین کو یہ کہتے اور جوش دلاتے رہتے ہیں کہ اُن کو بجبر عیسائی بنایا گیا ہے، محکمہ احتساب محنہ کے احکام اُن پر حاوی نہیں ہیں، اور یہ کہ اُن کو پوپ کے سامنے مرافعہ کرنا چاہئے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ ایسی کارروائیاں اور تشدد ہوتے اور امراء مرعوب نہ ہو جا ئے کیونکہ کسی امیر کا عقوبت دینیہ کا مستوجب قرار پانا اتنی بڑی بے عزتی تھی کہ جس کا کوئی علاج نہ تھا؛ اس سے نہ صرف سزا یافتہ ہی بے عزت اور بدنام ہوتا تھا، بلکہ اُس کے تمام اعزا و اقارب کی بے عزتی ہو جاتی تھی، اس کے علاوہ وہ کمینہ سمجھ لئے جاتے تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ اُن کی رگوں میں شریف خاندان کا خون ہی نہیں۔ وہاں اُس زمانہ میں ایک یہ قاعدہ بنا لیا گیا تھا کہ جو شخص شریف نسل سے نہ ہوتا وہ فوجی افسر نہیں بنایا جاسکتا تھا، اس لئے اُن کو سخت ترین نقصان پہنچتا تھا۔ اگرچہ

یہ قاعدہ تو اسی زمانہ میں گھڑا گیا تھا مگر زمانۂ آیندہ میں اس نے قانون کی صورت اختیار کر لی اور یہ کیفیت ہوئی کہ خون پاک صاف ثابت کرنے میں سخت دقتیں واقع ہونے لگیں اور بدنصیبی کا باعث ہوگیا۔ یہ اتنی بڑی مصیبت تھی کہ اس سے زیادہ کسی پر پڑ نہیں سکتی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مولدین ہمت کر کے محکمہ احتساب محنہ کا مقابلہ کرتے تھے لیکن جب کبھی ایسا ہوا ہے اُن کو ایسی سزائیں دی گئی ہیں کہ ہمیشہ اُنہیں یاد رہیں اور دوسروں کے لئے مثال بنیں مسلمانوں کا قصبہ زی جو ٹیر ول کے قریب واقع تھا اس معاملہ میں مشہور تھا کہ وہاں کے رہنے والے سخت شریر ہیں محتسب پیڈرو پے چے کو اُس طرف دورہ پر گئے باوجود اس کے کہ مولدین جانتے تھے کہ محتسب مذکور اُن کے علاقہ میں دورہ کر رہے ہیں لیکن وہ اسلامی رسوم اور عبادت ادا کرنے سے باز نہیں آئے ٹیرول میں پہنچ کر اُنھوں نے زی کے ایک باشندہ لوپ ڈی لا پریڈیرا کی گرفتاری کا حکم جاری کیا اور میگویل ڈی الجیریا نے اُن کو گرفتار کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس پر قریباً ایک ہزار آدمی شمشیر بکف ہو کر اُس مکان پر پہنچے جہاں لوپ کو قید کیا گیا تھا اور اُنہیں رہا کر دیا۔ اس داروگیر میں لوئیس گیرن نے الجیریا (افسر گرفتار کنندہ) کے سر پر پتھر مارا۔ یہ شخص گرفتار ہوا اور اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اُس نے اقبال کیا کہ میں نے پتھر مارا ہے مگر مجھے یہ خبر نہ تھی کہ الجیریا (افسر گرفتار کنندہ) کا کوئی تعلق محکمۂ احتساب محنہ سے ہے یا نہیں۔ بہرحال اُس کو دوسو تازیانہ چھ سال قید بامشقت اور زی سے جلاوطنی کی سزا دی گئی۔* زی کا یہ پہلا ہی واقعہ نہ تھا کیونکہ چند سال پیشتر یہاں کے لوگوں نے ایک اور قیدی کو اس طرح چھڑا لیا تھا۔

یوں محکمۂ احتساب محنہ نے کمال سرگرمی سے وہ کام کیا کہ جس سے مولدین کو دین مسیحی سے سخت نفرت وعداوت پیدا ہوگئی اور دو اقوام کو ایک دوسرے سے نہ ملنے دیا جس پر ملک کی صلاح وفلاح اور بہبودی کا انحصار تھا۔

---

* اس واقعہ کے ذیل میں اس کا ذکر بھی آتا ہے کہ ساٹھ ریال طبیب اور جراح کو الجیریا کے علاج کے لئے اور نوسے ریال خود الجیریا کو اُس کی تکلیف اور بہت عرصہ بیکار رہنے کا معاوضہ بھی ملزم ہی سے دلوایا گیا۔ (مصنف)

باب ششم

بذریعہ ترغیب عیسائی بنایا جانا

یہ نہ فرض کر لینا چاہئے کہ سپین کے ارباب حل وعقد جور و جبر ہی کے ذریعہ سے اُن لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنا چاہتے تھے جو اپنا دین بدلنے پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ یہ صحیح ہے کہ جب ۱۵۰۲ء میں ازابیلا کی نگرانی میں تمام مسلمانوں کے اصطباغ دینے کا حکم ہوا ہے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مدجلین کی تعلیم و تلقین کا کوئی منظم طریقہ یا انتظام تھا۔ اگر کچھ پتہ لگتا ہے تو صرف شیمنیس اور فرڈی نینڈ کے اُن لغو سے احکام کا، جن کا ذکر باب دوم میں آ چکا ہے، مگر جب جرمانیا کی کارروائیوں سے ۱۵۲۵ء میں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ سلطنت نے ایک شدید ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے، نیز یہ کہ اصطباغ دینے سے پہلے اگر تعلیم و تلقین ناممکن ہی ہے تو اس کے بعد فوراً ہی بڑی تندہی کے ساتھ ایک منظم کوشش کرنا چاہئے کہ نوعیسائی نام ہی کے عیسائی نہ ہوں بلکہ فی الحقیقت عیسائی ہوں۔ بہرحال یہ کوشش متواتر جاری رہی، اگر اس میں ناکامیابی ہوئی تو اس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ سپین کے نظام سلطنت میں ہی ایسے نقص تھے کہ جن کا کوئی علاج ہی نہیں تھا، خصوصاً لالچ اور بددیانتی، جن کی وجہ سے بیچارے مولدین ایک نیلام کی چیز بن گئے تھے۔ اس کے علاوہ نظام سلطنت سپین کے موافق یہ ناممکن تھا کہ اُن کو ترغیب و تشویق کی جاتی اور اُن کے ساتھ مسامحانہ سلوک کیا جاتا۔ دوسری طرف اُس زمانہ کا جنون مذہبی اس پر مجبور کرتا تھا کہ تمام گمراہیوں کو ایسا جرم سمجھا جائے کہ حکم الٰہی کے موافق اُن کی فوراً سزا دی جائے۔

پوپ کلیمنٹ ہفتم نے اپنے فرمان مورخہ ۱۲ مئی ۱۵۲۴ء میں صرف برسبیل تذکرہ یہ کہا تھا کہ

محتسبین کو لازم ہے کہ پیشتر اس کے کہ مسلمانوں کو عیسائی ہو جانے یا ملک چھوڑ دینے کے لئے کہا جائے اُن کو پند و نصیحت کریں۔ جیسا کہ اوراق ماسبق میں ذکر آچکا ہے یہ امر بالکل صحیح ہے کہ جبر ماینا کے بعد بہت سے منادا اس لئے بھیجے گئے تھے کہ بحث و مباحثہ اور ترغیب سے جو کچھ وہ کر سکتے ہیں کریں۔ اگر اُنہوں نے اس میں کچھ کامیابی حاصل کی تو اُس کا کسی تحریر میں ذکر نہیں ہے۔ چارلس نے ۱۵۲۵ء میں ہی ایک فرمان جاری کیا جس کے موافق یہ حکم تھا کہ واعظین مقرر کئے جائیں اور اصول مذہب کی تعلیم کے لئے انتظام کیا جائے۔ گیووارا چند روز کے لئے بلنسیہ سے غرناطہ کو تبدیل کر دیئے گئے۔ ان دونو مقامات کی حالت یکساں تھی (جیسا کہ وینس کے ایک ایلچی نواجیرو نامی نے ۱۵۲۶ء میں لکھا تھا) یعنی مسلمان بجبر عیسائی کئے گئے ہیں لیکن اُن کو تعلیم مذہبی بہت ہی کم دی گئی ہے اور اتنی ہی کم پروا اُن کو پڑھانے کی کی گئی ہے، مقصود اصلی صرف یہ ہے کہ کسی طرح پادریوں کو نفع پہنچتا رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یا تو وہ ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے کہ ہمیشہ سے چلے آتے تھے، یا بالکل لامذہب۔

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانان بلنسیہ کو بالکلیہ محکمہ احتساب و محنہ کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا تھا گویا اُس ہی محکمہ کو واعظین کا نایب سمجھ لیا گیا تھا۔ آخر ۱۵۲۸ء میں جو انتظام ہوا اُس کے موافق یہ کیفیت بھی گاؤخورد ہوگئی، اور یہ قرار پایا کہ اشاعت مذہب کے لئے بہت کچھ نرم سلوک کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بہت سے منادا انتخاب کر کے مسلمانوں کو پند و نصیحت کے لئے بھیجے گئے۔ ان میں سے صرف ایک شخص، آبزروین ٹاین بارٹالومی ڈی لاس انجلیس، کا نام ہم تک پہنچا ہے۔ اُس میں خصوصیت یہ تھی کہ وہ عربی دان تھا۔ لیکن بدقسمتی یہ کہ وہ اپنی بدچلنی کی وجہ سے اس کام کے لئے موزوں نہ تھا۔ ۲۷ ستمبر ۱۵۲۹ء کو محکمہ صدر نے محتسبین بلنسیہ کو لکھا کہ "ہمیں یہ سُن کر تعجب ہوا کہ یہ شخص اس کام پر تعینات کیا گیا ہے، حالانکہ یہ شخص بدچلن ہے۔ بنا بریں ہم یہ حکم دیتے ہیں کہ اُس کو علیحدہ کر کے اُن مقامات میں جہاں جہاں یہ ہو آیا ہے موزوں تر آدمی بھیجے جائیں، تاکہ اُس کی بدچلنی سے جو بُرا خیال وہاں پیدا ہو گیا ہے وہ جاتا رہے۔ اس خیال سے کہ کلیسا اور کلیسائیوں کے نام پر کسی طرح کا دھبّہ نہ آنے پائے اور وہ بدنام ہوں

اس شخص کے تبدیل کرنے کی وجوہ کسی پر ظاہر نہ کی جائیں نہ اُس پر کوئی اتہام والزام لگایا جائے۔"
یہ صورت سخت بدفائی کی تھی اور اُن تکالیف اور مصایب کا پیش خیمہ تھی جو مولدین کے متعلق کبھی ختم نہیں ہوئیں۔ بہرحال یہ امر بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ ایک بہت بڑے حصہ آبادی کو جس کے افراد الگ الگ گروہوں میں تمام ملک میں بکھرے ہوئے تھے عیسائی کرنے کے لئے بہت بڑے اور مکمل نظام کی ضرورت تھی، ان کے لئے نئے علاقوں اور نئے گرجاؤں کی ضرورت تھی، مدرسے الگ درکار تھے اور اصطباغ وغیرہ دینے کا الگ انتظام کرنا تھا۔ بلنسیہ کے سقفون نے اب تک کچھ نہیں کیا تھا؛ یہ ضروری تھا کہ تمام انتظام اور معاملہ اُن کے ہاتھ سے لے کر ایک ہی افسر کی ماتحتی میں دیدیا جائے، یہی شخص اپنے علاقہ میں کلیسا کا سب سے بڑا افسر سمجھا جائے۔ اس کے لئے اس کی ضرورت تھی کہ پوپ چند اختیارات اپنی طرف سے اوروں کو عطا فرمادیں؛ چنانچہ اُن سے درخواست کی گئی اور اُنھوں نے فوراً ۹ دسمبر ۱۵۳۲ء کو محتسب اعظم مین ریک کو اختیارات تفویض فرمائے، چارلس کے ۱۵۲۵ء والے فرمان کی ذمہ واری تمام اپنے اوپر لے لی اور اس سے اپنی خوشنودی مزاج ظاہر کی کہ عام طور پر اصطباغ دینے کی پالیسی بارور ہو رہی ہے۔ بعد میں جناب پوپ نے ارشاد فرمایا کہ بوجہ غفلت، اور پادریوں کے نہ ہونے کے جو مسلمان کہ عیسائی ہوئے تھے وہ روگرداں ہو چکے ہیں؛ اگر اس کا کافی انتظام نہ کیا جائیگا تو اور بھی برے نتائج نکلنے کا اندیشہ ہے اس لئے مین ریک کو پوپ نے مادام الحیات اختیارات کامل عطا فرمائے کہ وہ نو عیسائیوں کی تعلیم کا انتظام کریں، بڑے اور چھوٹے گرجا بنائیں، پادریوں کو مقرر اور موقوف کریں، محاصل کلیسا کا ایک سلوب کے ساتھ انتظام کریں، مختصر یہ ہے کہ محکمہ کلیسا کا تمام نظام اس طرح اُن کے ہاتھ میں دیدیا جائے کہ مقامی سقفون کو اُس سے سروکار نہ رہ جائے۔ اُن کو یہ بھی اختیارات عطا فرمائے گئے کہ وہ اُن تمام مقدمات کا فیصلہ کریں جو اسقف سے لے کر ایک ادنٰے پادری تک پیدا ہوں، اُن سے بذریعہ تنبیہات یا عدالتہاء فوجداری اپنے احکام کی تعمیل کرائیں، جو لوگ کہ اُن ہی جرایم کے پھر مرتکب ہوں تو اُن کی تنخواہ یا معافی بند کردیں، اُن کو ہمیشہ کے واسطے کلیسا سے علیحدہ کردیں، بالجملہ مقصود

اصلی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے ذرایع استعمال کریں۔ اس سے زیادہ اور اختیارات کیا دیئے جا سکتے تھے کہ جن میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ جبراً اُس بغاوت وغیرہ کو بھی فرو کردیں جو اس روگردانی مذہب جدید سے پیدا ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق بعد میں کچھ اور درخواستیں کی گئیں، کیونکہ فرمان متذکرہ بالا کے ایک ماہ بعد یعنی ۱۱ر دسمبر ۱۵۳۲ء کو ایک اور فرمان نکلا کہ اس تمام نظام کو ایک سال کے اندر اندر مکمل کرلیا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مخالفت فرو کرنے کے بعد ان احکام کی پھر تجدید کی گئی، کیونکہ ۲۶ر نومبر ۱۵۴۰ء کو پوپ پال سوم نے ایک اور فرمان محتسب اعظم ٹبیرا کے نام جاری کیا جس میں ۱۵۳۲ء کے فرمان کا اعادہ کرکے یہ اضافہ کیا گیا کہ بادشاہ نے یہ درخواست کی ہے کہ اگرچہ مین ریک نے اب تک بہت کام کرلیا ہے، مگر اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے، نیز یہ کہ یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ آیا مین ریک کے جانشین کو اُن ہی کے اختیارات حاصل ہیں یا نہیں اس لئے جناب پوپ بذریعہ اس فرمان کے ٹبیرا کو وہی تمام اختیارات عطا فرماتے ہیں جو مین ریک کو حاصل تھے ٭

اب سب سے بڑی دقّت یہ تھی کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اس جبریہ عیسائی بنانے سے جو پریشانی اور بے چینی پیدا ہوگئی ہے اُس سے جتنا بھی ہوسکے فایدہ اُٹھالے، یہ دقّت ایسی تھی کہ جو آخری وقت تک قایم رہی۔ پوپ کلیمنٹ ہفتم نے ۱۵۲۴ء ہی میں یہ حکم دیدیا تھا کہ تمام مسجدوں کو گرجا بنالیا جائے، مسلمان چند ہی چیزوں پر عُشر ادا کرتے تھے، اب اُن سے ہر چیز پر محصول وصول کئے جانے کا حکم ہوا، یہ محصول کلیسا کے مد میں جمع نہ کیا جاتا تھا بلکہ زمینداروں اور امرا کو دیا جاتا تھا کہ وہ اُس لگان وغیرہ کا معاوضہ ہوسکے جو مسلمانوں کے عیسائی ہوجانے سے وصول نہ کیا جائیگا، کیونکہ ان مسلمانوں سے یہ وعدہ تھا کہ اگر وہ عیسائی ہوجائینگے تو اُن کے تمام حقوق پُرانے عیسائیوں جیسے سمجھے جائینگے۔ چونکہ پُرانے عیسائی لگان وغیرہ ادا نہیں کرتے تھے، اس لئے ان سے بھی محصول یا لگان نہیں لیا جانے والا تھا۔ اس کے بدلے میں اُمرا پر گرجاؤں کی خدمت اور اس تمام سامان کا بار ڈالا گیا جو عبادت الٰہی کے لئے ضروری ہیں، ساتھ ہی مساجد کو گرجاؤں کے لئے وقف

کر دیا گیا۔ اس انتظام پر عمل کرنے میں دیر لگی، اور یہ دیر مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے راستہ میں حایل ہوئی۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ امرا اس کے مخالف رہے، اور وہ یہ چاہتے رہے کہ صاف طور پر یہ بتلا دیا جائے کہ اُن کو کیا ملیگا۔ لیکن ۲۸ / اپریل ۱۵۲۶ء کو چارلس نے دربار پاپائی سے اس معاملہ کے متعلق ایک فرمان حاصل کیا، جس کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ بہت سے مقدمات دایر ہو گئے، کیونکہ عذر یہ تھا کہ یہ حکم ہی ناجایز تھا، ان میں سے بہت سے مقدمات روم تک پہنچے۔ اس فرمان کے موافق مولدین سے اُسی طرح محصول لیا جانا قرار پایا تھا، جو عیسائی ادا کرتے تھے، اور یہ محصول پرانے عشر کے بدلے میں امرا یا بادشاہ کو دیا جانے والا تھا، مساجد کی جتنی آمدنی تھی وہ گرجاؤں کے کام آنے والی تھی، اور مسلمان اس کے پابند کئے گئے تھے کہ جو کچھ وہ مساجد کے لئے دیتے تھے، وہ اب بھی برابر دیئے جائیں، اس طریقہ سے جو آمدنی ہوگی اگر وہ کلیسا و کنیسہ کے خرچ سے زاید ہوگی تو زر فاصلہ امرا اور زمینداروں کو دیا جانے والا تھا، ان امرا یا زمینداروں کا یہ فرض قرار پایا تھا کہ وہ پرانے گرجاؤں کے علاوہ اُن گرجاؤں کی بھی خبرگیری کرینگے جو نئے بنتے یا بننے والے تھے، محکمہ کلیسا کے جتنے محصول تھے وہ اُن پر معاف تھے۔ اس انتظام کے یہ معنی تھے کہ امراء دینی و دنیاوی نے اپنے مزارعین وغیرہ کا عیسائی بنانا منظور کر کے اس کی بہت بڑی قیمت لی اور نئے آدمیوں کو مفلس کر دیا۔ یوں جتنے بھی گرجا تھے۔ سب کنیسۃ القسیس بن گئے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان گرجاؤں کے متعلق ہمیں ابھی بہت کچھ کہنا باقی ہے ◆

یہ وہ بنیادیں تھیں جن پر مین ریک کو اپنی عمارت تعمیر کرنی تھی۔ اسقفیۂ بلنسیہ میں ۲۱۳، طرطوشہ میں ۱۴، سیگوربے میں ۵، اوری ہیولا میں چودہ مسجدوں کو گرجا بنا لیا گیا، مگر مقصود اصلی آمدنی تھا نہ کہ مولدین کی تعلیم و تلقین۔ بہ تعمیل حکم جناب پوپ، مین ریک نے ۱۴ / جنوری ۱۵۳۴ء کو فرے لونزد ڈی کیل سے نا اور ڈان انٹونیو رامی ریز ڈی ہارو (جو بعد میں سیگودیا کے اسقف ہوئے) کو بلنسیہ بھیجا، اور اُن دونوں کو اختیارات کامل دیئے اور اُن کے عہدہ کا نام بھی محتسب ہی رکھا۔ اُن کو

یہ ہدایت تھی کہ وہ وائسرائے یعنی ڈیوک آف کیلبریا، ملکہ جرمین کے شوہر سے مشورہ کر کے مولدین کے واسطے کلیسا کا تمام انتظام مکمل کر لیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قسیس مقامی کے ہاں ٹھیرانے سے صرف یہ مقصود تھا کہ وہ آمدنی سے فایدہ اٹھائیں لیکن اگر آمدنی کافی نہ ہو تو پادری ان کا انتظام کرینگے، اور وہی عشر اور محصول وصول کر کے اُن کے خرچ کا انتظام کرینگے۔ اگر امرا کچھ جایداد وقف کریں تو وہ گرجا کے مربی رہینگے اور اُن کو رائے دینے کا بھی حق ہوگا، اگر کوئی شخص کچھ وقف نہ کرے تو یہ رتبہ کسی ایسے آدمی کو دیا جائے جو اسی جگہ یا اُس کے قریب کا رہنے والا ہو، یہ احتیاط کی جائے کہ جو آدمی مقرر کیا جائے وہ اس کام کے لایق ہو اور تنخواہ بھی متوسط درجہ کی دی جائے۔ خدام کنیسہ کا انتخاب احتیاط کے ساتھ کیا جائے، یہی لوگ دیوانی و فوجداری کے حاکم ہونگے گرجاؤں کو صاف رکھینگے اور بچوں کو مذہبی تعلیم و تلقین کرینگے، جو بڑی عمر کے آدمی ہوں ان کے لئے واعظین مقرر کئے جائینگے اور اُن کی شکم پُری کا انتظام کیا جائیگا۔ بچوں کی تعلیم کے لئے کالج قایم کیا جائیگا، جو لڑکے کالج میں پڑھینگے وہ اپنے والدین کو تعلیم دینگے، ان کے گزارے کے متعلق غور کیا جائیگا۔ قسیس متصرف سے یہ انتظام کیا جائے کہ وہ عشاء ربانی وغیرہ مفت بہم پہنچائیں یا بہت ہی ارزاں دیں، تاکہ مولدین اُس سے نہ گھبرائیں، اعتراف گناہ لازمی قرار دیا جائے، صرف عید الفصح*، عید البشارۃ، عید الصعود مریم عذرا⊗ اور عید جمیع القدسیین# کو ضرور اعتراف کرا دیا جائے۔ شادی کی فیس کم کر دی جائے، اگر عام پادری اس کو نہ مانیں تو مین ریک کو اس کی اطلاع دی جائے۔

اگرچہ جو کچھ کیا گیا وہ موقعہ کے لحاظ سے بہت موزوں تھا، مگر اس کو تو خیال کرنا چاہئے کہ آٹھ برس گزر چکے تھے کہ مولدین کو بجبر اصطباغ دینے کا حکم جاری ہوا تھا، اب کہیں جا کر یہ ابتدائی کام شروع ہوا، اور لطف یہ ہے کہ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ سب سے بڑی دقت جس کا مقابلہ

ANNUNCIATION ✕ EASTER *
ASCENSION of ALLSAINTS # ASCENSION of VIRGIN ⊗

کرنا ہے وہ روپیہ کی کمی ہے۔ مولدین ہی اپنی محنت و مشقت سے تمام سلطنت کا بوجھ اُٹھائے ہوئے تھے۔ باوجود اس کے وہ جو کچھ کماتے تھے سواء سدارمق کے امرا اور پادری اُن سے چھین لے جاتے تھے۔ ان ہی وجوہ سے اُن کی دینی تعلیم کے انتظام کا ذریعہ نکالنا ناممکن نظر آرہا تھا جو حفظ و بقائے سلطنت کے لئے ضروری تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب مولدین کو جلاوطن کیا گیا تو رئیس الاساقفہ کی آمدنی ستر ہزار سے پچاس ہزار ڈوکیٹ پر آرہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولدین سے کتنی آمدنی ہوتی تھی۔ باوجود اس کے ایک سو نوے[190] نئے گرجاؤں کے لئے جو نئے انتظام کے موافق کھولے گئے تھے۔ رئیس الاساقفہ اور تمام کلیسا مل کر صرف دو ہزار ڈوکیٹ سالانہ جمع کر سکتے تھے۔ اس پر جب سینٹ ٹوماس ڈی ولانووا ۱۵۴۴ء میں رئیس الاساقفہ ہوئے تو اُنہوں نے پنشن کا انتظام کیا اور اُن کے پیش رو جارجے ڈی آسٹریا کی تین ہزار پنشن مقرر کی گئی۔ اسی موقعہ پر سینٹ ٹوماس نے شاہ چارلس کو تاکید کی کہ وہ لایق اور جوشیلے پادریوں کو بیش قرار تنخواہوں پر مولدین کے علاقوں میں خیرات و مبرات تقسیم کرنے کے لئے مقرر کریں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اُن کو یہ یاد نہ رہا کہ یہ تو اُن کے اور کلیسا کے فرایض میں داخل تھا۔* لیکن موجودہ حالت میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی اور ۱۵۵۹ء میں فلپ ثانی کو یہ رپورٹ کردی گئی کہ تیس ڈوکیٹ سالانہ جیسے قلیل مشاہرہ پر کوئی شخص یہ کام کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔

اس خیال کو دل سے محو کرنا ہی ناممکن تھا کہ جبر ترغیب کا تکملہ یا مقدمہ ہے۔ ۱۵۳۵ء میں کمشنروں نے وال ڈی الفنڈے سے جن میں ایک افسر مقرر کیا جس کا یہ کام تھا کہ ہر اتوار اور تیوہاروں کو تمام مولدین کو بجبر گرجاؤں میں پہنچادیں اور جو نہ جائیں اُن کو سزا دیں۔ اُس کے جبر و تشدد سے ڈیوک آف گینڈیا ناراض ہوگئے اور اُنہوں نے وایسرائے سے شکایت کی کہ ایسا نامعقول آدمی کیوں مقرر کردیا گیا۔ وایسرائے نے اس شخص کی حاضری کا حکم دیا۔ وہ بلنسیہ کی طرف آرہا تھا

---

* ۱۵۸۸ء میں نئے رئیس الاساقفہ بلنسیہ اور اسقف سیگوربے کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مولدین کے لئے ایک مدرسہ جاری کریں اور اُس کا خرچ ایک ہزار ڈوکیٹ سالانہ تاجران بلنسیہ سے وصول کریں۔ (مصنف)

کہ ڈیوک آف گینڈیا کے آدمیوں نے اُس کو قتل کرڈالا' اس پر محتسبین نے محکمہ صدر کو رپورٹ کردی' وہاں سے حکم ہوا کہ قاتلوں پر مقدمہ چلایا جائے' اور وائسرائے سے جواب طلب کیا جائے کہ اُنہوں نے محکمہ احتساب و محنہ کے اہلکار کو حاضر لائے جانے کا کیوں حکم دیا۔ ان ظاہری مراسم کی جبریہ پابندی کا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ محتسبین کی اُس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے جو اُنہوں نے صدر میں کی تھی کہ تمام نو عیسائی مسلمانوں کی طرح رہتے ہیں' اپنے لڑکوں کی ختنہ کراتے ہیں اور اُنہوں نے اس غرض سے روزے رکھے ہیں کہ خدا تعالے باربروسہ کو چارلس کے اوپر ٹونس میں فتح عطا فرمائے ۱۵۴۷ء میں پنچایتوں نے ہزار شکایتیں کیں کہ محکمہ احتساب و محنہ نے مولدین کی دینی تعلیم کا انتظام نہیں کیا ہے نہ اُن کے لئے گرجا مہیا کئے ہیں' باوجود اس کے اُن کو ارتداد اور کلمات کفر کے جرم میں سزائیں دی جاتی ہیں' مگر ان سب کا محکمہ صدر نے صرف یہی متکبرانہ جواب دیا کہ اُن کے ساتھ معتدلانہ اور رحمت آمیز سلوک کیا گیا ہے' باقی شکایت کا صرف یہ جواب تھا کہ بادشاہ کی اجازت سے اور سارے انتظام کر دیئے جائینگے۔ موجودہ انتظامات کتنے غیر مکتفی تھے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ۳۰ ستمبر ۱۵۳۶ء کو بادشاہ بیگم نے محتسب ہارو کو لکھا کہ قصبہ اوکری کی آبادی چار سو خاندانوں کی تھی' ان میں سب سے زیادہ مولدین ہی ہیں' اتنی آبادی میں صرف ایک ہی پادری ہے' ظاہر ہے کہ صرف ایک آدمی اتنے آدمیوں کی تعلیم و تلقین کے لئے بالکل غیر مکتفی ہے۔ اس لئے ملکہ موصوف نے حکم دیا کہ دو پادری اور مقرر کئے جائیں۔ یقیناً اتنے بڑے قصبہ سے بہت کچھ آمدنی ہوتی ہوگی' اور کوئی نہ کوئی آدمی اُس سے فایدہ اُٹھاتا ہوگا۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اہل کلیسا آپس میں مل جُل کر کام کرتے ہونگے ورنہ ہمیں یہ نہ بتلایا جاتا کہ رئیس الاساقفہ جورجے دی آسٹریا' جب اپنے علاقہ کو چھوڑ کر ۱۵۳۹ء میں فلینڈرس گئے تو اُنہوں نے ایک اور ہی انتظام مولدین کے عیسائی بنانے کے لئے کیا' اور بےنی ٹوڈی سینٹو میریا کو مولدین کا واعظ مقرر کیا۔ مین ریک نے کیلسینا اور ہارو کو جو اختیارات دیئے تھے وہ ۱۵۳۸ء میں مقدم الذکر کے مرنے پر ختم ہوگئے' اور اُس وقت تک ان کا استعمال ملتوی رہا' جب تک ان کے جانشین ٹیرا

کو پھر پاپائی اختیارات نہیں دے دیئے گئے۔ جیسے ہی یہ ہُوا، روکو (جو سیوڈاڈراڈریگو کا اسقف بنا دیا گیا تھا) پھر باختیارات کامل بلنسیہ بھیج دیا گیا۔ ۱۵۴۵ء تک وہ وہیں رہے، اُس کے بعد ٹرینٹ کی کونسل میں بلالئے گئے، مگر یہاں سے اُنہوں نے استعفادیدیا۔ تب شاہزادہ فلپ نے رئیس الاساقفہ ٹوماس ڈی ولانووا کو وہاں مقرر کردیا۔ ٹوماس نے منظور کرلیا، مگر اُنہوں نے بہت صحیح کہا کہ یہ کام جتنا اہم ہے، اُتنا ہی مشکل بھی ہے، اس کے لئے تو صرف ایک خاص آدمی متعین کیا جائے، اسی بنا پر اُنہوں نے صاف کہہ دیا کہ وہ اپنے کار ہائے متعلقۂ اسقفیہ کے ساتھ اس کام کو نہیں کرسکتے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہارو کا جانشین، باوجود وعدہ کے کوئی نہیں مقرر کیا گیا، اور حالت موجودہ کو غفلت سے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ ۱۵۴۷ء میں رئیس الاساقفہ نے ایک مفصل رپورٹ کی۔ مولدین روز بروز نڈر ہوتے چلے جاتے تھے، اور اپنے مراسم مذہبی کو کُھلم کُھلا ادا کرتے تھے۔ جو کالج اُن کے لئے قایم کیا گیا ہے، وہ ایک مکان میں تھا، اور اُس میں بہت بڑا باغ تھا، یہاں صرف تیس لڑکے پڑھتے تھے، اس لئے کوئی نئی جگہ تلاش کرنی اور نئی عمارت بنانی ضروری تھی۔ ایک سو سینتالیس نئے کنیسہ بنائے گئے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے لئے تیس ڈوکیٹ وقف تھے، اور وہ اس طرح کہ اسقفیہ کے دو ہزار ڈوکیٹ کی آمدنی سے دو تہائی لے لئے جاتے تھے، اور کچھ اور مقامات کے منافع وغیرہ اور بڑے گرجا اور دیگر اوقاف سے لے لی جاتی تھی۔ لیکن باوجود اس کے بہت کچھ کمی رہ جاتی تھی۔ یہ کمی کالج سے پوری کی جائیگی، کیونکہ اور کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا۔ خدام کنیسہ مقرر کرلئے جاتے تھے، اور اُن کی جگہ اور پادری رکھ لئے جاتے تھے۔ ان لوگوں کو نوعیسائیوں کے متعلق مطبوعہ ہدایات دیدی گئی تھیں، بہت سی جگہ افسران فوج مقرر کئے گئے کہ وہ قواعد وضوابط کی پابندی کرائیں، نو عیسائیوں کو مجبور کریں کہ وہ نمازیں شامل ہوں، اور عیسائیوں کی طرح سے رہیں۔ واعظین اس غرض کے لئے بھیجے گئے تھے کہ مولدین کو تعلیم وتلقین کریں، اصطباغ دیں اور عشاء ربانی کا انتظام کریں، مگر یہ لوگ وہاں زیادہ عرصہ نہیں رہے۔ مساجد سابقہ کی آمدنیوں کے لئے محصل دو ہزار ڈوکیٹ اور دیگر

اوقاف کا مقرر کیا گیا، مگر وہ اپنے فرائض منصبی کو اس لئے پوری طرح ادا نہیں کر سکا کہ چندے وغیرہ دینے والوں نے سخت مخالفت کی۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد یہ نیک اسقف اپنی تجاویز پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ "شدید ضروری یہ ہے کہ نگرانی اچھی طرح کی جائے اور افسران نگراں مقرر کئے جائیں۔ وہ یہ دیکھتے رہیں کہ نوعیسائیوں کو اچھی طرح تعلیم و تربیت ہوئی ہے، پادری اُن ہی کے درمیان میں اچھی حیثیت سے رہتے اور اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہیں یا نہیں، جو آمدنی اُن کو سابقہ مساجد سے ہوتی ہے وہ اچھی طرح خرچ ہوتی ہے یا نہیں۔ نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے یہ پادری اپنے فرائض کی طرف سے غفلت کرتے ہیں، اپنے علاقوں میں نہیں رہتے، اور ان میں سے بعض تو سخت بدچلن ہیں۔ مساجد سابقہ کی آمدنی کے بڑے حصہ میں تغلب ہو جاتا ہے، اس آمدنی کو منقح کر کے ان کا حساب لیا جائے، ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ یہ مولدین کے گرجاؤں پر خرچ ہو اور دونہ اڈوکیٹ کے محصلین وغیرہ سے سختی کے ساتھ حساب لیا جائے۔ چونکہ بعض اہالی کلیسا وہ رقوم ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں جو اُن کے علاقوں کے لئے تشخیص ہو چکی ہیں، اور جو گرجاؤں کی امداد کے لئے خرچ کرنی چاہئیں، اس لئے بادشاہ کو چاہئے کہ وہ رقوم بجبر وصول کرے۔ نوعیسائیوں کی تعلیم و تلقین کا پورا انتظام کیا جائے کہ کم سے کم وہ ظاہری صورت سے تو عیسائی رہیں اور اُن امراء کے خلاف کارروائی کی جائے کہ جو مولدین پر مہربانیاں کرتے اور پادریوں اور افسران فوج کو جو مولدین کے لئے مقرر کئے گئے ہیں، اپنا کام نہیں کرنے دیتے، اور اسی وجہ سے اُن کے رعایا مولدین نماز میں شریک نہیں ہوتے۔ بیس برس ہو گئے کہ مسلمانوں کو بجبر اصطباغ دیا گیا ہے لیکن عملی طور پر اُن کو عیسائی بنانے کی اب تک کوئی تدبیر نہیں کی گئی ہر قسم کا سلب و نہب، تغلب اور خیانت بڑے زوروں پر ہے، چند صد اوقاف موجود ہیں، مگر غفلت کی وجہ سے وہ سب عہدیوں کی شکم پوری کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں، اُن اوقاف میں سے چند کی آمدنی تو بدچلنی کے اسراف بیجا کی نذر ہو جاتی ہے"۔ محکمۂ احتساب و محنہ کے پرانے شکار، یہودی، جب ختم ہو گئے تو اب اُس کو ایک نیا میدان اور نئے شکار ہاتھ

آ گئے ہیں، جس غرض سے کہ بظاہر ۱۵۲۵ء کا گناہ مول لیا گیا تھا اُس میں ذراسی بھی ترقی نہیں ہوئی"۔ اصل یہ ہے کہ سلطنت سپین میں بدنظمی ایک مرض مزمن ہو رہا تھا جبر و تشدد اور ترغیب دونوں تدبیریں ایسی تھیں کہ جن کی وجہ سے دین مسیحی سے نوعیسائی نفور ہوتے چلے جاتے تھے۔ آخر وقت تک یہی حالت قایم رہی۔ کاش سپین کے سیاست دانوں میں پیش بینی و عاقبت اندیشی کا کچھ مادہ پیدا ہوتا اور وہ بڑے فکر کے ساتھ اپنے دل سے یہ سوال کرتے کہ جو کچھ ہو رہا ہے آخر اُس کا کیا نتیجہ ہوگا؟

یہ کوشش کی گئی کہ مبلغوں، واعظوں، پادریوں اور فوجی افسروں کی جگہ عالم و فصیح و بلیغ راہبوں کو تمام ملک میں بھیجا جائے، مگر اس میں بھی ناکامیابی ہوئی۔ ۱۵۴۳ء میں چارلس نے بڑے شوق سے اس انتظام کی طرف توجہ کی۔ اُنھوں نے مولدین میں یہ اعلان کرایا کہ اُنھوں نے پوپ سے درخواست کرکے یہ حکم لیا ہے کہ محکمۂ احتساب محنہ کی کارروائیوں کو چند روز کے لئے ملتوی کردیا جائے۔ اب وہ (چارلس) اُن میں ایسے واعظین بھیج رہے ہیں جن کا وعظ اُنہیں نہایت ادب اور خلوص قلب سے سننا چاہیئے تاکہ اُن کو نجات ابدی حاصل ہو اگر وہ اپنے دلوں کو یوں ہی پتھر رکھیں گے تو جو دنیاوی و روحانی سزائیں، بادشاہ اور خدا کی طرف سے مقرر ہوچکی ہیں، وہ بہت سختی کے ساتھ اُنہیں دی جائینگی۔ اِن واعظوں میں سے ایک تو قابل توحید راہب جو آن ٹنکون تھے، جن کی بہت سی کرامات بھی مشہور ہیں۔ جو اختیارات اُن کو دیئے گئے تھے اُن کے موافق وہ جہاں چاہتے وعظ کہہ سکتے تھے، تمام حکام و عمال کو حکم تھا کہ اُن کی ہر طرح سے امداد کریں، ورنہ ایک ہزار فلارن جرمانہ کے مستوجب ہونگے، اُن کو اجازت تھی کہ مولدین کو اپنا وعظ سننے کے لئے طلب کریں، اور اگر وہ حاضر نہ ہوں تو اُنہیں سزا دیں۔ دوسرے واعظ، بارٹالومی ڈی لاس انجیلس تھے، جن کے برخلاف اُن کی بدچلنیوں کے باعث مقدمہ چلایا جاچکا تھا، اور سخت بےعزت ہو کر موقوف ہوچکے تھے۔ اس مرتبہ اُن کو پھر بڑی بڑی سندات اور بڑے بڑے اختیارات دے کر بھیجا گیا، اور ۱۲۸ قصبوں کی ایک فہرست اُن کے حوالہ کردی گئی کہ اُن میں جاکر وعظ کریں، شروع ہی

میں اسقف ہارو نے اُنہیں اُن کی کامیابی پر مبارک باد دی، حالانکہ پادریوں نے اُن کو کوئی مدد
نہیں دی۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بہت سے مقامات پر تو پادری اُن خطرات کے باعث، جن کا
اُنہیں سامنا کرنا پڑتا تھا، تھے ہی نہیں لیکن ۱۵۴۴ء ہی میں اُن کے خلاف یہ الزام لگنے لگے کہ
وہ مولدین سے بہت غلا ملا رکھتے ہیں اور خود فائدے اُٹھاتے ہیں۔ مگر باوجود ان شکایات کے
اُن کو علیحدہ نہیں کیا گیا، آخر ۱۵۴۸ء میں تو اُن کی باتوں سے لوگ بالکل ہی بیزار ہو گئے، اُن پر
مقدمہ قایم ہوا، اُن کے تمام اختیارات سلب کر لئے گئے اور اُن کو ایک خانقاہ میں بند کر دیا گیا
بارٹالومی جیسا نالایق مبلّغ اتنا عرصہ اس کام پر کیوں متعین رہا؟ اس کا جواب غالباً
یہ ہے کہ وہ عربی جانتے تھے۔ اگرچہ اس پر اعتبار آنا مشکل ہے، مگر کیفیت یہ تھی کہ عام طور
پر ہی لوگ وعظ کرنے کے لئے مقرر کئے جاتے تھے جو عربی جانتے ہوں مولدین زیادہ تر ان قصبوں یا دیہات
میں رہتے تھے جو صحیح معنوں میں زراعتی دیہات تھے وہاں قشتالی یا لیموسن زبان جاننے والے
لوگ بہت ہی کم تھے، شاذونادر ہی کوئی عورت یا بچہ اس زبان کو بول سکتا تھا جب ۱۵۶۶ء میں فلپ
کی آنکھ کھلی اور اُنہوں نے دیکھا کہ کام کو یوں ہی نہیں چھوڑ دینا چاہئے تو اُنہوں نے، بطور ایک حرکت
مذبوحی کے، یہ کوشش کرنے کا حکم دیا کہ جو خرابیاں واقع ہو چکی ہیں اُن کی تلافی کی جائے اور مولدین
کو تعلیم و تلقین کی جائے۔ جو لوگ کہ گرجاؤں کے ملاحظہ کے لئے بھیجے گئے، اُن کو بہت سا روپیہ
دیا کہ وہ اُس کو بڑی فراخ دستی کے ساتھ غربا اور ایسے واعظوں میں تقسیم کریں، جو عربی دان ہوں
رئیس الاساقفہ مارٹن ڈی ایالا سے مدد لی گئی، اُنہوں نے عربی میں اصول دین مسیحی چھپوا کر مدد
دی۔ یاد ہوگا کہ ہرنینڈو ڈیلا ویرا نے بھی یہی تدبیر اختیار کی تھی، مگر شیمینیس نے اُن کو یہ کہہ کر دھمکایا
اور بدنام کیا تھا کہ عربی میں اصول دین مسیحی کو لکھنا اُن کی بے ادبی ہے۔ اس واقعہ کے بعد یہ پہلا
موقعہ ہے کہ یہ تدبیر پھر ان لوگوں کے ذہن میں آئی۔ دوسری طرف یہ ہو رہا تھا کہ سینٹ لیوس
برٹران کو وایسرائے ڈیوک سجیرا نے ۱۵۶۹ء میں بلا کر مشورہ کیا تو اُنہوں نے یہ تدبیر بتلائی کہ مولدین
کو مجبور کیا جائے کہ وہ عوام الناس کی زبان سیکھیں، تاکہ مبلغین و واعظین کی بات سمجھ سکیں۔ کسی لڑکی

کی شادی کی اُس وقت تک اجازت نہ دی جائے کہ جب تک وہ اصول دین کو اُس زبان میں نہ سمجھ سکے، اور تیوہاروں میں یہ شرط لگائی جائے کہ جو شخص گرجا میں جتنی دفعہ عربی زبان بولے۔ اُتنی ہی دفعہ جرمانہ ادا کرے ۱۶۹۵ء میں جب استقف پیریز آف سیگوربے سے حالات موجودہ پر رپورٹ طلب ہوئی تو جہاں اُنہوں نے اور تجاویز کیں منجملہ اُن کے ایک یہ تدبیر بھی بتلائی کہ مولدین میں وہ واعظ بھیجے جائیں جو عربی جانتے ہوں، اس کی مخالفت کی گئی تو اُنہوں نے ٹلاویرا اور ایالا کی نظیر پیش کی معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت اس امر پر بہت کچھ بحث ہوئی کہ بلنسیہ کی یونیورسٹی میں عربی پڑھانے کے لئے ایک اُستاد مقرر کیا جائے۔ جو لوگ اس تجویز کے ممد تھے اُنہوں نے بیان کیا کہ ۱۳۱۲ء میں ڈی این کی زینی کونسل نے حکم دیا تھا کہ روم، بولونا، پیرس، آکسفورڈ اور سلامنکا میں عربی پڑھائی جائے، سینٹ ریمون ڈی پے نا فورٹ نے ڈامی نی کن جنرل سے یہ اجازت لی تھی کہ راہبوں کو عربی کی تعلیم دی جائے اور مرسیہ اور ٹیونس میں بادشاہ قشتالہ وارارغون کی مدد سے مدارس کھولے جائیں، جو واعظین کہ عربی پڑھے ہوئے تھے اُنہوں نے دس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا تھا، اور پوپ گریگوری سیزدہم نے روم میں ایک چھاپہ خانہ قایم کیا تھا جس میں عبرانی، یونانی، لاطینی اور عربی زبان میں کتابیں وغیرہ چھاپی جاتی تھیں، اس مطبع کو کئی پوپ بڑے خرچ سے چلاتے رہے تھے۔ ان ممد و معاون لوگوں نے یہ بھی دلیل پیش کی کہ مسلمان قرآن شریف کو کلام الٰہی مانتے ہیں، جو لوگ کہ قرآن شریف نہیں جانتے اُن سے یہ توقع رکھنی کہ وہ مسلمانوں کے عقاید پر فتح پائینگے غلط ہے، کیونکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن شریف عربی زبان میں پڑھا جائے تو حق تک لوگوں کی رسائی ہو سکتی ہے ورنہ نہیں، اس کے علاوہ عربی زبان میں بہت سی کتابیں دین مسیحی کی تردید اور ابطال میں ہیں، ان تک اُن ہی لوگوں کی دست رس ہو سکتی ہے جو عربی جانتے اور مسلمانوں کے اصول کو سمجھتے ہیں۔ یہ تمام دلایل اتنی وقیع اور صاف ہیں کہ اُن کی تردید نہیں ہو سکتی، مگر دوسری طرف سے یہ دلیل دی گئی کہ اس میں بہت زیادہ وقت صرف ہوگا، اس کے

علاوہ فرے جوان ڈی بیوگنیٹوس اپنے معتقدین اور دیگر لوگوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے سامنے عربی میں وعظ کر چکے ہیں، مگر اس سے کچھ بھی فایدہ نہیں ہُوا، قطع نظر اس کے ارغون میں مولدین اپنے اجداد کی زبان قریباً بھول ہی چکے ہیں، جو لوگ قشتالہ میں رہتے ہیں انہوں نے اس کا استعمال ترک کر دیا ہے، مگر باوجود اس کے وہ ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے کہ پہلے تھے ان دلایل کو کامیابی ہوئی، فلپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ یونیورسٹی میں عربی کا کوئی اُستاد نہ رکھا جائے اور یہ حکم دیا کہ مولدین کے بچوں کو عوام الناس کی زبان سکھلائی جائے۔ فرے بلیڈا سخت ترین حقارت کے ساتھ مذاقاً کہتے ہیں کہ ۱۶۰۲ء کی کونسل میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جنہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر واعظین عربی زبان سیکھ لینگے تو یہ بہت مفید ہوگا۔

ایک اور طریقہ سوچا گیا، جو بہت معقول تھا، یعنی یہ کہ عیسائی اور مسلمان دونوں کو ایک دوسرے سے مخلوط ہونے دیا جائے۔ اس خیال سے کہ مسلمان عیسائیوں سے نہ ملنے پائیں، فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے یہ انتظام کیا تھا کہ مسلمانوں کے لئے الگ محلے ہوں، اور ان کو بذریعہ فصیل شہر کے علیحدہ کیا جائے۔ یوں مولدین عیسائیوں سے علیحدہ ہی رہتے تھے۔ اگر یہ قید توڑ دی جائے تو نہ صرف عیسائیوں کا ان پر زیادہ اثر پڑیگا، بلکہ ان پر نگرانی بھی پوری طرح ہو سکیگی اور ارتداد کی بھی ان کو بآسانی سزا دی جا سکیگی۔ اس کے متعلق سب سے پہلی جو تجویز مجھے ملی ہے وہ ۱۵۱۵ء کی ہے۔ اس سال جب محتسب این زیناس آگرِیڈا گئے ہیں تو انہوں نے حکم دیا کہ تیس یا چالیس اصطباغ یافتہ مولدین شہر میں آ کر رہیں، اور اتنے ہی پرانے عیسائی مسلمانوں کے محلوں میں چلے جائیں۔ میونسپل کمیٹی کے عمال نے فرڈی نینڈ سے کہا کہ اگر یہ انتظام کیا جائیگا تو مسلمانوں کے محلہ کا دروازہ کھلا رکھنا پڑیگا، اس لئے ایک اور دروازہ کھولا جائے تاکہ بازار کا راستہ رہے۔ فرڈی نینڈ نے اس کو منظور نہ کیا اور کہا کہ جو نئے یا پرانے عیسائی اِدھر سے اُدھر جائیں وہ ایسے آدمی ہونے چاہئیں جن کے ملکیتی مکان نہ ہوں جب بلنسیہ میں اصطباغ دیا جا رہا تھا تو محکمۂ احتساب محتسبہ نے ایک دوسرا ہی خیال

ظاہر کیا؛ جب البراسن کی جامع مسجد کو گرجا بنایا گیا ہے تو محتسبین نے یہ حکم دیا کہ کوئی مسلمان شہر میں نہ جانے پائے، تاکہ غیر اصطباغ یافتہ اور نو عیسائی آپس میں نہ ملنے پائیں۔ اس سے شہر والے بہت تنگ ہوئے، کیونکہ ان کو وہ اجناس نہیں مل سکتی تھیں، جو مسلمان ہی بہم پہنچاتے تھے اور چونکہ تمام اجناس کا تبادلہ شہر میں ہوتا تھا اور مسلمان وہاں نہ جا سکتے تھے اس لئے چارلس نے ۴ مارچ ۱۵۲۶ء کو محتسبین کو حکم دیا کہ وہ اپنے حکم میں اس طرح ترمیم کر دیں کہ مسلمان مسافر دو دن اور دو راتیں شہر کی چہار دیواری کے اندر گزار سکیں، لیکن مسلمانوں کے محلے میں نہ جا سکیں ۱۵۲۸ء میں قشتالہ کی پنچایت نے یہ دیکھا کہ دونوں قوم کا اختلاط نہ ہونے دینا حماقت ہے، اس لئے اُنھوں نے درخواست کی مسلمانوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ عیسائیوں میں آکر بسیں، تاکہ ان کے عیسائی بنانے میں آسانی ہو۔

دوسری طرف اُسی سال، یعنی ۱۵۲۸ء میں، جو معاہدہ کہ محکمۂ احتساب محنہ اور مولدین بلنسیہ کے درمیان ہوا تھا، اُس میں یہ شرط تھی کہ دار الصوبہ مثلاً بلنسیہ، جاٹیوا، کسٹیلون ڈی لاپلانا وغیرہ، میں مولدین کو الگ ہی رکھا جائے، لیکن ۱۵۲۹ء میں چارلس نے اپنی پالیسی بدل دی، اُنھوں نے تمام حکام کو، اور بین رک نے تمام محتسبین کو، یہ حکم دیا کہ وہ آپس میں، اور پھر وکلاء مولدین سے مشورہ کر کے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ مولدین کو وہاں سے الگ بھی کر دیا جائے، اُنہیں کچھ تکلیف اور نقصان بھی نہ ہو اور اُن کے عیسائی بنانے میں بھی آسانی پیدا ہو جائے۔ ان مشوروں کا جو نتیجہ ہو اُس کی رپورٹ محکمہ صدر میں کی جائے۔

آئے دن کے مشورے اور اُن پر کوئی عمل درآمد نہ ہونا، سپین کا روزمرہ کا کھیل تھا، اس مرتبہ بھی یہی ہوا۔ کہ اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ یہ صحیح ہے کہ محتسب اعظم والڈیس نے ۵ نومبر ۱۵۴۹ء کو شاہ چارلس کو یہ لکھا کہ اس انتظام کا تجربہ کیا گیا، اور اس کا اچھا نتیجہ نکلا، لیکن ایک امر اس کے راستہ میں سخت حایل ہے، اور وہ یہ کہ ویلاڈ والڈ میں ۱۵۴۱ء میں یہ تجویز ہوئی کہ جو فصیل دونوں اقوام کو علیحدہ علیحدہ رکھتی ہے اُس کو توڑ دیا جائے، تاکہ مولدین کو کوئی دقت نہ رہے۔ اس کا نتیجہ

یہ ہُوا کہ بہت سے مکانات گرا دیئے گئے، جن کی مجموعی قیمت تین ہزار ڈوکیٹ ہوتی ہے، ۱۵۴۲ء میں عُمالِ شہر نے یہ تصفیہ کیا کہ اس تین ہزار ڈوکیٹ میں سے بقدر ایک تہائی کے شہر برداشت کرے، ایک تہائی اُس جایداد کا منافع تشخیص کیا جائے جو ترقی کے بعد اُس کو حاصل ہوگا، باقی ایک تہائی کے لئے محکمۂ احتساب محنہ نے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ اُس جرمانہ سے ادا کر دیا جائیگا، جو اُن مولدین پر ہوگا جو ایڈکٹ آف گریس کے تحت میں آئینگے۔ ۱۵۴۹ء تک یہ معاملہ یہیں تک رہا، مگر اسی سال میں انہدام کا کام شروع ہُوا؛ اس پر مالکان مکانات نے سخت مخالفت کی؛ اس قصّہ میں محکمہ احتساب محنہ کے دو آدمیوں کو وہاں کے مجسٹریٹ نے (جس کا صدر مقام اُن دنوں ویلاڈو الڈ تھا) گرفتار کرا لیا، اس تہتک کے عوض میں محکمۂ مذکور نے جواب طلب کیا، مگر کچھ نہ ہُوا۔ بہرحال انہدام مکانات کا کام ایک غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی ہوگیا؛ اور آخر والڈیس نے ۸ اکتوبر ۱۵۴۹ء کو چپ چاپ یہ حکم دیدیا کہ نئے اور پُرانے عیسائی اس طرح رہیں کہ ایک گھر میں نیا عیسائی ہو تو دوسرے میں پُرانا اور تیسرے میں پھر نیا، اور یہی سلسلہ قایم رہے ۱۸ نومبر کو محکمہ صدر نے اُن کے پاس اس حکم کے جواب میں ایک طول طویل رپورٹ بھیج دی، اُنہوں نے ۷ نومبر اور ۲۳ دسمبر کو بادشاہ کو بھی ایک تحریر بھیجی، جو اُس وقت جرمنی میں تھے۔ صورت یہ تھی کہ محکمۂ احتساب محنہ کو یہ کہا گیا تھا کہ وہ تین ہزار ڈوکیٹ ادا کریں اور خود دو ہزار کی رقم جس طرح ممکن ہو جمع کریں محکمہ صدر نے اس سے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہمارے پاس اتنا بھی روپیہ نہیں ہے کہ ہم اپنے محکمہ کی تنخواہیں ہی دے سکیں؛ اگر یہ کہا جائے کہ ہم قرض لے لیں تو اُس کے ادا کرنے کی صورت کوئی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اُن کے عُمال کو کبھی گرفتار نہ کیا جایا کرے۔ ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ یہ معاملہ کس طرح طے ہُوا، مگر جو کچھ قیاس چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ مولدین کی آخری جلاوطنی تک وہ اپنے گھروں سے نہیں ہلائے گئے۔ ۱۵۷۲ء میں فلپ ثانی کو پھر خیال آیا۔ اُنہوں نے حکم دیا کہ مولدین پُرانے عیسائیوں کے ساتھ رہیں، تاکہ اُن پر نگرانی ہوسکے، اور جس وقت ضرورت ہو اُنہیں محکمہ احتساب محنہ کے سپرد

کر دیا جائے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پر کچھ توجہ نہیں کی گئی، نہ مجھے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے بعد اس خصوص میں پھر کوئی کوشش کی گئی یا نہیں۔

والڈیس نے اپنے مراسلہ مورخہ ۸ اکتوبر ۱۵۴۹ء میں محتسبین ویلا ڈا والڈ کو ایک نہایت قابل قدر تدبیر بتلائی۔ وہ یہ تھی کہ ہر ممکن طریقہ سے نئے اور پرانے عیسائیوں میں تعلقات مناکحت قائم کرنے کی ترغیب کی جائے۔ یہ مشورہ ہی نہ تھا بلکہ حکم تھا۔ اس کے موافق جو جہیز مولدہ دلہن اپنے ساتھ پرانے عیسائی کے گھر لے جائے وہ کبھی اور کسی حال میں ضبط نہ کیا جائے، اسی طرح جس وقت کوئی مولد کسی پرانی عیسائی عورت سے شادی کرے تو جو جایداد اس وقت مولد کے پاس ہو وہ ضبطی سے مستثنےٰ رہے۔ بد قسمتی کہ اس وقت ایسے کٹّے اور متعصب لوگ تھے کہ انہوں نے اس آزاد خیالی کی مخالفت کی، اور اس بہترین تدبیر کو نہیں چلنے دیا، چنانچہ ۱۶۰۳ء میں رئیس الاساقفہ رای بیرا نے بڑے فخر کے ساتھ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کبھی ایسے نکاح کی اجازت نہیں دی، کیونکہ اس میں پرانے عیسائی، مرد یا عورت، کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ بلیڈا نے تو صفحوں کے صفحے رنگ ڈالے ہیں کہ اس تجویز پر عمل کرنا سخت مخدوش ہے، اور اس کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے*۔ والڈیس نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ مولدین اور ان کے بچوں کی تعلیم کے واسطے معلم مقرر کئے جائیں، اور ان کی تنخواہیں اس طرح ادا کی جائیں جیسا کہ محتسبین حکم دیں۔ ان لوگوں کے تقرر اور تنخواہوں کا معاملہ بھی جزورس اساقفہ بلنسیہ نے بڑی آسانی کے ساتھ یوں طے کر لیا کہ انہوں نے کچھ علماء دین مسیحی دو ریال روزانہ تنخواہ پر اپنے علاقوں میں بھیج دیئے، اور ان کی تنخواہ مولدین پر ڈال دی، اور حکم دیا کہ وہ اپنے لگان اور دیگر محاصل کے علاوہ یہ بوجھ بھی اٹھائیں۔

ہم نے دیکھ لیا کہ ضبطیوں کے متعلق پالیسی بدلتی رہی، کبھی کچھ ہوئی تو کبھی کچھ، اس کے ساتھ ہی محکمۂ احتساب محنہ کے اختیارات کبھی سلب کر لئے جاتے تھے، اور کبھی پھر دے دیئے جاتے تھے۔ جہاں کوئی حتمی قرارداد اور عزم مصمم ہو وہاں اس قسم کی باتیں بھی ہوا ہی کرتی ہیں، فی نفسہٖ یہی بات تمام خرابیوں کی بیخ و بنیاد تھی، اگر چند روز نرمی کا سلوک کیا جائے اور پھر سختی ہو تو قاعدہ

---

*یہ حالت ہے اس دین کی جو ان غریب مسلمانوں کے حلقوں میں کڑوی دوا کی طرح ٹھونسا جاتا تھا۔ (مترجم)

ہے کہ لوگوں کو غصّہ زیادہ آتا ہے۔ لیکن دنیا امید قائم ہے، ابھی یہ یقینی توقعات باقی تھیں کہ (ادعائی) تعلیم تلقین کی جو متواتر کوششیں ہو رہی ہیں وہ باور ہو کر رہینگی۔ ان حکام قبض و بسط کو یہ ضرور دکھلائی دینا چاہیئے تھا کہ جو تدابیر کی جاتی ہیں اُن میں ہزار خلوص و دیانت مضمر ہو، اُن کا نفاذ اور اُن کو کامیاب کر کے دکھلانا ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے، جن کی غرض و غایت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے مظلوم قوم کے مال سے اپنے ہاتھ رنگیں۔ سپین کے سیاست دانوں کو ایک بڑا فرض ادا کرنا تھا، جو اہم بھی تھا اور پیچیدہ بھی، وہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ اپنے بیہودہ خیالات کے موافق اُس سے سبکدوش ہو جائیں، لیکن اُن کی تمام کوششیں اُن لالچی اور خود مطلب لوگوں کے ہاتھوں لاحاصل ہو جاتی تھیں، یہ جن کو نازک اور ذمہ داری کا کام مجبوراً سپرد کرنا پڑتا تھا۔ اُن کا دل ہمیشہ اُن کو دھوکا دیتا رہتا تھا، اس کا ثبوت یہ تھا کہ جس طرح یہ کام چل رہا تھا اُس کے ہوتے ہوئے بھی وہ یہ امید رکھتے تھے کہ اُن کو اتنے مخلص اور بنے بنائے دیندار عیسائی مل جائینگے کہ جن کا سنبھالنا مشکل ہوگا۔ اس کے لئے تو یہ ضروری تھا کہ کلیسا اپنے غلط کار بچوں کے قصور اور سزائیں معاف کر دے تاکہ وہ پھر اُس کی گود میں آنے کو تیار ہو جائیں۔ اس کے متعلق ہم باب اوّل میں پوپ کلیمنٹ ہفتم کا فرمان مورخہ ۱۶ر جون ۱۵۲۵ء کا ذکر آئے ہیں۔ دوسری باقاعدہ تدبیر وہ تھی جو ایڈکٹ آف گریس کے رو سے قرار پائی تھی، یعنی ایک میعاد دے دی گئی تھی کہ جس کے اندر اندر مرتدین خود حاضر ہو کر اعتراف گناہ کرلیں، از سر نو عیسائی ہو جائیں اور اُن کو بہت سی آسانیاں دیدی جائیں۔ محکمہ احتساب و محنہ کو ہر وقت یہ اختیارات حاصل تھے کہ معمولی طور پر جس مضمون کے احکام چاہتے صادر کرتے، لیکن اس معاملہ میں تو کچھ اور بھی کرنے کی ضرورت تھی، چنانچہ فرامین کا ایک سلسلہ تھا کہ جناب پوپ سے جاری کرایا گیا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کا دلی منشا یہ تھا کہ کسی طرح مولدین اُن کے قابو میں آجائیں۔ لیکن فرمان فرما لوگ بالکل اندھے تھے، اور یہ نہ دیکھ سکتے تھے کہ جس چیز کو وہ نرمی سمجھتے اور کہتے ہیں وہ سدراہ ہے جو مولدین کو اُن تک آنے سے روکتی ہے۔

ان فرمانوں میں سے سب سے پہلے فرمان میں کلیمنٹ ہفتم نے، ۲ جولائی ۱۵۲۷ء کو لکھا تھا کہ نوعیسائی اپنے اُساقفہ کی غیر حاضری، پادریوں کی غفلت اور فقدان تعلیم و تلقین کی وجہ سے اپنی پُرانی غلطیوں میں جا پھنسے ہیں، نیز یہ کہ چارلس اُن پر مرحمت خسروانہ کرنا چاہتے ہیں، اس لئے اُنہوں نے یہ قرار دیا ہے کہ یہ لوگ ایک میعاد مقررہ کے اندر خفیہ طور سے اُن لوگوں کے سامنے اعتراف گناہ کر لیں، جن کو مین رک اس غرض سے مقرر کریں، اور پھر عیسائی ہونے پر راضی ہو جائیں اگر ایسا ہو تو نہ اُن کو کوئی عقوبت دینیہ ہوگی، نہ اُن کی ضبطی۔ بنا بریں پوپ کلیمنٹ، شاہ چارلس کے اس حکم کو موکد کرتے ہیں، اور بنظر احتیاط مزید اُن پادریوں کو، جن کو مین رک مقرر کریں، یہ اختیارات دیتے ہیں کہ وہ ان گنہگاروں کے عفو تقصیرات کر سکتے ہیں، گو اس میں کوئی ایسا گناہ بھی ہو کہ جس کی معافی پوپ ہی کے اختیارات کاملہ کے بغیر نہ ہو سکتی ہو، اگر چاہیں تو اُن کو سخت عقوبت دینیہ بھی دیں، نیز اُن کو اصطباغ بے گناہی دینے کا بھی اختیار حاصل رہیگا۔

بہت ہی جلد یہ معلوم ہو گیا کہ جو کچھ کیا گیا ہے اُس سے بھی زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نو عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ ایک دفعہ معافی مل جائے، خواہ وہ کسی طرح اور کسی ذریعہ سے ملے، تو وہ آزاد ہیں اور پھر اپنے پُرانے مراسم پر قایم رہ سکتے ہیں، اور یوں وہ از سر نو مذہب مسیحی سے روگرداں ہو سکتے ہیں، حالانکہ یہ جرم قانون دینی کے موافق ناقابل معافی ہے۔ ایسے مجرموں پر کلیسا کبھی رحم نہیں کرتا؛ اُن کی روحیں صرف اس طرح پاک ہو سکتی ہیں کہ وہ پھر عیسائی ہو جائیں، کلیسا پھر اُن کو اصطباغ دینے سے انکار نہیں کرتا، لیکن اُن کے جسم ابد الآباد تک جہنم میں رہینگے، محکمۂ احتساب و محنہ کو اس سزا کے معاف کرنے کا ہرگز کوئی اختیار نہیں تھا، اس لئے اس کی ضرورت تھی کہ جناب پوپ خاص طور پر اس کے متعلق اپنے اختیارات اُن کو تفویض کریں، تاکہ زندہ جلنے والوں کی تعداد میں کمی رہے، اور جو وعدے از راہ مرحمت خسروانہ مولدین سے کئے گئے ہیں، وہ غلط قرار نہ پائیں۔ اس قسم کے سب سے پہلے مفوضہ اختیارات کا ذکر جو مجھے ملتا ہے وہ وہ ہے جو کلیمنٹ ہفتم کے فرمان محررہ ۲ دسمبر ۱۵۳۰ء میں مندرج ہے، جس کے رو سے مین رک کو اُن کے عہدۂ محتسب اعظم پر فایز

رہنے تک یہ اختیارات دیئے گئے کہ وہ ایسے اعتراف کرانے والے مقرر کریں جو گنہگاروں کے گناہ معاف کر سکیں، گو وہ کئی مرتبہ مرتد ہو چکے ہوں، مگر اس شرط پر کہ وہ خفیہ طور پر معافیاں مانگ لیں، اور عقوبت دینیہ اُٹھالیں اُن کو اور اُن کی اولاد کو نہ کچھ سزا دی جائے، نہ اُن کی ضبطی جایداد ہو۔ اس حکم فرمانے کی وجہ یہ ظاہر کی گئی کہ مولدین کے علاقوں میں اتنے پادری نہ تھے کہ اُن کو دین کی تعلیم پوری طرح ملتی*۔ بین رک کے مرنے کے بعد یہی اختیارات اُس کے جانشین ٹویرا کو دیئے گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوپ کا فرمان ضایع ہوگیا تھا، اس کے بعد ان اختیارات کا نفاذ ملتوی کر دیا گیا، اور ۱۵۴۷ء میں محکمۂ احتساب و محنہی کے اختیارات کو معطل کر دیا گیا۔ آخر کار ۱۵۵۶ء میں پوپ پال چہارم نے وہی اختیارات محتسب اعظم ویلڈیس کو عطا فرمائے، اور پوپ پائیس چہارم نے ان ہی کو اپنے فرمان ۱۵۶۱ء میں بحال رکھا×۔ یہ تو ہم دیکھ ہی چکے ہیں کہ ویلڈیس نے فوراً ہی ان اختیارات کو رئیس الاساقفہ بلنسیہ کو تفویض کر دیا۔ ۱۵۶۵ء میں ان فرمانوں کی صورت کچھ اور ہی ہوگئی۔ ۲۵ر اگست کے مراسلہ میں پوپ پائیس چہارم نے ویلڈیس کو لکھا کہ موخر الاسم نے تحریر کیا ہے کہ محکمہ

---

* بین رک نے ان اختیارات کا ذکر محتسب بلنسیہ سے ۱۵۳۵ء تک نہیں کیا، لیکن بہر حال ان کا اثر زندہ جلائے جانے والوں کی تعداد پر کچھ نہیں پڑا۔ دیکھو باب چہارم ۔ (مصنف)

× ۱۵۵۶ء میں جب ارغون میں یہ کوشش کی گئی کہ مولدین پر کسی طرح قابو پالیا جائے، اور محتسبین کو یہ حکم ہوا کہ وہ تمام سلطنت کا دورہ کر کے ایڈکٹ آف گریس کا اعلان کردیں تو ویلڈیس نے یہ دعوی کیا تھا کہ اُن کو اپنے پیشروں کے تمام اختیارات اس فرمان کے موافق حاصل ہیں، مگر ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا کہ یہ فرمان صرف ان اصطباغ یافتہ لوگوں پر جاری ہے کہ جو مذہب سے روگرداں ہو گئے ہوں، نہ کہ اُن کی اولاد پر بھی۔ اس کے متعلق روم میں درخواست کی جائیگی، جب تک وہاں سے حکم نہ آجائے تمام مقدمات ملتوی کر دیئے جائیں۔ ۱۵۵۶ء اور ۱۵۶۱ء کے فرمانوں میں ان لوگوں کی اولادیں بھی شامل کر دی گئیں ۔

اس سے بھی وہی لالچ اور حریص ستانی کی بو آتی ہے جن مولدین نے کہ اس معافی سے فایدہ اُٹھایا تھا اُن پر محصول تشخیص کئے گئے۔ تین مہینوں میں آٹھ ہزار سیولڈو (ایک سکہ) وصول ہوئے۔ صرف چھ ماہ کی میعاد تھی، اُس کے گزرنے کے بعد تین مہینہ کی اور توسیع دی گئی، تاکہ اُن لوگوں کو آسانی ہو جو اپنا حصہ محاصل محکمہ کلیسا کے قیام کے لئے دینے پر آمادہ تھے مگر میعاد گزرنے کی وجہ سے ادا نہ کر سکے ۔ (مصنف)

احتساب و محنہ کی سزاؤں کے خوف سے بہت سے مولدین افریقیہ بھاگ گئے ہیں، اس لئے پوپ ویلڈیس کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ گریس کی میعاد کی ایک سال کے لئے توسیع کردیں۔ اس عرصہ میں جو لوگ خود آکر اعتراف گناہ کرلیں وہ معاف کردیئے جائیں، خواہ وہ کئی مرتبہ پہلے روگرداں ہو چکے ہوں۔ نیز یہ کہ جن لوگوں کے گناہ اس وقت معاف کردیئے گئے ہیں اگر وہ پھر روگرداں ہوجائیں تو اُن کو بھی بغیر سزا دیئے عیسائی کرلیا جائے، نہ مالی نہ کسی اور طرح کی؛ اگر مناسب سمجھا جائے تو جرمانہ کردیا جائے، زرجرمانہ سے اُن کے گرجاؤں کی زینت کی جائے، یا غریب عیسائیوں کو امداد دی جائے۔ ۹ر دسمبر کو پوپ پائیس مر گئے اور اُن کے جانشین پائیس پنجم ۵ ر اگست ۱۵۶۷ء کو تخت پاپائی پر بیٹھے۔ انہوں نے اُن سب احکام کی اس شرط پر تجدید کی کہ ایڈکٹ آف گریس کا چھ مہینہ کے اندر اندر اعلان کردیا جائے اور اُس میں تین برس کی میعاد دی جائے، جس کے اندر گنہگار اپنے آپ کو پیش کردیں، اُن کو کوئی مالی سزا نہ دی جائے۔ ویلڈیس بوجہ کبیر السن ہونے کے پوری طرح کام کرنے کے لائق نہیں رہے تھے اس لئے ایسپی نوزا اُن کے مددگار مقرر ہوئے۔ پائیس نے اپنے فرمان کی تجدید ۲۶ ستمبر کو کردی۔

ممکن ہے کہ جب ۲ ر اگست ۱۵۶۷ء کو فرمان جاری ہوا تو فرامین ماضیہ کی تاویلات کے متعلق کچھ بحث ہوئی ہو۔ یہ فرمان محتسب اعظم کیوروگا کے نام تھا، اور پہلے فرامین سے زیادہ صاف تھا اس میں لکھا تھا کہ کیوروگا۔ نے یہ بیان کیا ہے کہ بہت سے مولدین جو سزا پانے کے بعد محکمۂ احتساب و محنہ کے حکم سے پھر عیسائی بنائے گئے تھے، اور جو بالکل گنوار اور بہت کم تعلیم یافتہ ہیں، پھر مذہب مسیحی سے روگرداں ہوگئے ہیں، اب وہ یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ عقوبت دینیہ کے لئے تیار ہیں، مگر اُن کی درخواست پوپ کی اجازت کے بغیر منظور نہیں ہوسکتی؛ بنابریں جناب پوپ اُن کو اس امر کا مجاز کرتے ہیں کہ وہ محتسبین کو یہ اختیار دیدیں کہ وہ اُن کو معاف کریں، اور اُن کو خفیہ یا علانیہ طور پر عقوبت دینیہ اور قطع تعلق سے محفوظ رکھیں، نہ اُن کی جایداد ضبط کریں، نہ اُن کو یا اُن کی اولاد کو خارج کریں۔ یہ فرمان بہت ہی فیاضانہ تھا کیونکہ اس میں کوئی میعاد نہیں دی گئی تھی، ملزمان

زیر تجویز پر بھی حاوی ہو سکتا تھا جب پوپ سکٹس پنجم نے ۵ ؍ جنوری ۱۵۸۸ء کو اس کی تجدید کیوروگا کے نام کی تو اُنہوں نے حکم دیا کہ وہ گریس کے لئے ایک وقت مقرر کردیں کہ وہ کب تک نافذ رہیگا اور اس سے ملزمان زیر تجویز فایدہ نہیں اُٹھا سکینگے۔ جب کلیمنٹ ہشتم نے ۳۱ مئی ۱۵۹۳ء کو کیوروگا نے نام پر ان اختیارات کی تجدید کی تو اُنہوں نے تین سال کی میعاد لگادی اور اُس کو ملزمان زیر تجویز سزا یافتہ، جلاوطن شدہ وغیرہ سب پر حاوی کردیا، ان سب کی سزائیں خفیہ یا علانیہ عقوبت دینیہ سے تبدیل کی جاسکتی ہیں مگر کوئی مالی سزا اُن کو نہ دی جائیگی، جایداد منضبط واگذار کردی جائینگی اور اگر وہ خارج کردیئے گئے ہوں تو اُن کی اور اُن کی اولاد کی یہ سزا معاف کردی جائینگی۔ یہ ایسا جامع حکم تھا کہ اب تک کبھی نہ ہوا تھا، اور قبل اس کے کہ یہ میعاد ختم ہو فلپ ثانی نے ۱۵۹۵ء میں اُس کی توسیع کی درخواست کی جو یقیناً منظور ہوگئی ہوگی۔

میں نے ان فرامین کا اس لئے تفصیلاً ذکر کردیا ہے کہ یہ اس امر کی یقینی شہادت ہیں کہ گورنمنٹ کی یہ دلی خواہش تھی کہ اُس قانون کلیسائی کی قبیح ترین خرابیوں کو رفع کردے جو کلمات کفر یا ارتداد کے متعلق تھا، تاکہ مولدین غیظ و غضب سے باز رہیں۔ ان سے صورت معاملہ میں چنداں تبدیلی نہیں ہوئی۔ جتنے ایڈکٹ آف گریس جاری ہوئے (ان ہی سے مولدین کو تعلق تھا) اُن میں سے ایک کا بھی یہ اثر نہیں ہوا کہ بہت سے آدمی خود اہالی کلیسا کے پاس پہنچتے اور اعتراف گناہ کرکے اپنے آپ اور اپنے رشتہ داروں کو ملزم قرار دے دیتے، تاکہ اُن کے بیانات ثبت کرلئے جاتے اور آیندہ کے لئے وہ سند اور ثبوت بن سکتے، اور دوسروں کے خلاف بھی پیش کئے جاسکتے۔ مگر بہرحال اس کا اثر یہ ضرور ہوا کہ نصف صدی آخر میں زندہ جلائے جانے والوں کی تعداد کم ہوگئی اور مقدمات کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہی، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ان مقدمات کا میلان بیشی ہی کی طرف رہا*

---

* بلنسیہ میں زندہ جلنے والوں کی جو تعداد ہم کو کاغذات سرکاری سے معلوم ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نامکمل ہے اس لئے اس میں پچیس فیصدی کا اضافہ کرلینا چاہئے:۔

۱۵۴۴ء ۳ ۱۵۴۵ء ۳ ۱۵۴۶ء ندارد ۱۵۴۷ء ندارد (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹ پر ملاحظہ ہو)

کلیمینٹ ہفتم کے اُس منحوس فرمان کو جاری ہوئے چالیس برس گزر چکے تھے جس کے رو سے مولدین کو عیسائی بنایا گیا۔ سنہ ۱۵۶۴ء مورزوں کی پنچایت نے فلپ دوم کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ نو عیسائیوں کو تعلیم دینے کی تمام تدابیر ناکامی پر ختم ہوئی ہیں اور اُن کو جہالت کے جرم میں سزائیں دی گئی ہیں۔ ابھی تک بہت کچھ کام کرنے کو باقی تھا اس لئے اُنہوں نے یہ درخواست کی کہ تین ہزار ڈوکیٹ کی ایک اور رقم کلیسا کی آمدنی سے لے کر گرجاؤں پر خرچ کی جائے اور اُن پر سختی کے ساتھ نگرانی قایم رکھی جائے اور یہ سب کچھ اسقفوں اور رئیس الاساقفہ کے ماتحت رکھے جائیں۔ فلپ نے یہ وعدہ کیا کہ وہ محتسب اعظم سے اس معاملہ میں مشورہ کرینگے چنانچہ دسمبر میں ایک کونسل منعقد ہوئی جس کے صدر ویلڈیس بنائے گئے۔ یہاں جو کچھ بحث ہوئی۔ اُس کا نتیجہ ایک فرمان شاہی میں درج کیا گیا۔ تعلیم کا کام اپنے اپنے علاقوں کے اسقفوں کے سپرد کیا گیا اور اُن کو حکم دیا گیا کہ وہ اس کام کے لئے موزوں آدمی مقرر کردیں۔ ان لوگوں کو حکم تھا کہ وہ مولدین سے بے حد مہربانی کے ساتھ پیش آئیں۔ جو اُنہیں ذلیل کریں اُن کو سزا دیں۔ نیک کام کا انعام دیں اور جو لوگ سرکردہ ہوں اُنہیں محکمہ احتساب سے آشنا کردیں۔ عربی زبان کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے اور ایسے مدارس کھولے جائیں جن میں دیسی زبان میں تعلیم دی جائے۔ محکمۂ احتساب و محنہ کے ماتحت افسران فوجی اور عمال مقرر کئے جائیں۔ جو امراء کہ اپنی رعایا اور مزارعین کو اسلامی رسوم ادا کرنے کی اجازت دیتے ہیں اُن کو سزا دی جائے۔ اس حکم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۸) سنہ ۱۵۴۸ء ندارد سنہ ۱۵۴۹ء ندارد سنہ ۱۵۵۰ء ندارد سنہ ۱۵۵۱ء ندارد
سنہ ۱۵۵۲ء ندارد سنہ ۱۵۵۳ء یک سنہ ۱۵۵۴ء ۱۵ سنہ ۱۵۵۵ء تا سنہ ۱۵۶۲ء ندارد سنہ ۱۵۶۳ء ۶
سنہ ۱۵۶۴ء۔ ۵ سنہ ۱۵۶۵ء ندارد سنہ ۱۵۶۶ء ۳ سنہ ۱۵۶۷ء ۴ سنہ ۱۵۶۸ء۔ ۲۰
سنہ ۱۵۶۹ء۔ ندارد سنہ ۱۵۷۰ء ندارد سنہ ۱۵۷۱ء یک سنہ ۱۵۷۲ء ۵ سنہ ۱۵۷۳ء۔ ۳
سنہ ۱۵۷۴ء ۷ سنہ ۱۵۷۵ء ۳ سنہ ۱۵۷۶ء ۳ سنہ ۱۵۷۷ء ۵، سنہ ۱۵۷۸ء ۴ سنہ ۱۵۷۹ء یک
سنہ ۱۵۸۰ء۔ ندارد سنہ ۱۵۸۱ء ۲ سنہ ۱۵۸۲ء ندارد سنہ ۱۵۸۳ء ۵ سنہ ۱۵۸۴ء۔ ۲ سنہ ۱۵۸۵ء۔ ندارد
سنہ ۱۵۸۶ء۔ ۶ سنہ ۱۵۸۷ء تا سنہ ۱۵۸۹ء۔ ندارد سنہ ۱۵۹۰ء۔ ۴ سنہ ۱۵۹۱ء۔ ندارد سنہ ۱۵۹۲ء ۱۰ سنہ ۱۵۹۳ء ۵ +

میں یہ بھی لکھا تھا کہ مساجد کو گرجا بنا لیا جائے' اور وہاں جتنے نقارے وغیرہ ہوں وہ سب علیحدہ کر دیئے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک بہت ہی کم کام ہوا تھا۔ بلنسیہ میں جتنے حمام تھے اُن کو پُرانے عیسائیوں کے ہاتھ میں دے دینے کا حکم دیا گیا اور رمضان کے تیوہاروں میں غسل کرنے کو منع کر دیا گیا۔

ان تمام باتوں سے یہ امر قابل توجہ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کچھ نہیں ہوا تھا' اور تمام کام از سر نو شروع ہونے والے تھے۔ تالیف قلوب کی جو تدبیر شروع کی گئی تھی وہ بلا شبہ قابل تعریف تھی' اور اُس وقت بھی' کہ بہت ہی دیر ہو چکی تھی' اثر ڈالتی' بشرطیکہ محکمہ احتساب محنہ کی آئے دن کی چھیڑ چھاڑ بند کر دی جاتی' اور یہ تمام کام دیانت دار' لایق اور پر جوش آدمیوں کے ہاتھ میں دے دیا جاتا۔ جس دل سے کہ اسقفوں نے اُن فرایض کو ادا کرنا شروع کیا' جو اُن کے ذمہ لگائے گئے تھے' اُس کا پتہ اُس کونسل سے لگتا ہے جو رئیس الاساقفہ ایالا نے منعقد کرائی تھی۔ اس کونسل میں اس پر غور نہیں کیا گیا کہ مولدین کو کیونکر تعلیم دی جائے' اور اس کے لئے روپیہ کہاں سے بہم پہنچایا جائے' بلکہ اُنہوں نے اپنا مقصود اصلی یہ قرار دیا کہ بیش قرار جرمانے اُن لوگوں پر کئے جائیں جو اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی بہترین کپڑے پہنا کر اصطباغ نہ دلوائیں' اُن فقہا اور عمال ملکی پر بھی سخت جرمانہ کیا جائے' جو بیماروں کی عبادت کے لئے جاتے ہیں اور اُن کے پاس سے آکر یہ نہیں بتلاتے کہ اُن کی بیماری میں کیا کیا اسلامی رسمیں کی گئیں' یہ لوگ یہ بھی تو نہیں بتلاتے کہ شادیوں کے موقعہ پر مسلمانوں کے کون کون سے گیت گائے گئے اور کیا کیا تماشے ہوئے۔ متقیانہ طریق سے یہ امید ظاہر کی گئی کہ اگر اُن کو مجبور کیا جائے کہ وہ اربعاء الرماد (ایش ویڈنیسڈے) خمیس القربان (ماںڈی تھرسڈے) جمعتہ الآلام (گڈ فرائیڈے) اور عید القدیسین (آل سینٹس ڈے) کو گرجاؤں میں حاضر ہوا کریں تو اُن کو عیسائیوں کے طریق عبادت کا چسکا لگ جائیگا۔ اس کے علاوہ اُن کی ابدی نجات کی ایک یہ تدبیر بھی سوچی گئی کہ اُن کو یہ حکم دیا جائے کہ جب وہ مرنے لگیں تو اپنے روح کے ثواب کے لئے کچھ خیرات کر جائیں' اور

اگر وہ ایسا نہ کر جائیں تو اُن کے وارثوں پر یہ لازمی قرار دیا جائے کہ کم از کم تین مرتبہ روحانی گیت گوائیں ۔

یہ استمالت کی پالیسی اگر تنگ دل اور لالچی پادریوں کے ہاتھ میں دے دی گئی تو اس سے یہ امید نہ تھی کہ مولدین اُن کی طرف مایل ہو جائینگے یا اُن کی تعلیم و تلقین میں کچھ ترقی ہو گی۔ اُن تین ہزار ڈوکیٹ کا مجھے پھر کہیں ذکر نہیں ملتا کہ جو موزنوں کی پنچایت نے گرجاؤں کے اوقاف کے لئے ضروری قرار دیا تھا۔ ۱۵۴۳ء میں محکمہ صدر نے ڈی ٹوسلازر کو بلنسیہ کے دورے پر بھیجا، اور ان کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کی تحقیقات کریں کہ ۱۵۲۶ء کی کونسل میں جو قرار دادیں ہوئی تھیں اُن پر اب تک کیوں عمل درآمد نہیں ہوا۔ ۱۵۵۶ء میں ایالا کی جگہ لوزز مقرر کئے گئے تو اُنھوں نے نئی ہدائتیں اساقفہ سلطنت کے مشورہ سے جاری کیں، لیکن ایک ہی سال کے بعد اسقفیہ پھر خالی ہو گیا، اور اُس عہدہ پر جوآن ڈی رابیرا بطریق انطاکیہ مقرر ہوئے جو اُس عہدہ پر ۴۳ برس تک فایز رہے۔ آخری مصیبت اور آفت کا ایک ذریعہ یہ بطریق بھی تھے، یہ وہ خدمت تھی کہ جس کی ثنا و صفت اُن کے مداحوں نے ۱۵۹۶ء میں بہت کچھ کی ہے ہم کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ اُنھوں نے نہایت سرگرمی کے ساتھ کام شروع کیا، نہ اُنھوں نے اپنے آرام کا خیال کیا، نہ اپنے جان کی پروا کی، ہر جگہ خود پہنچے، حتے کہ اُن دشوار گزار مقامات کو بھی دیکھا، جن میں سے بہت سی جگہ کے آدمیوں نے کبھی کسی پادری کی صورت بھی نہ دیکھی تھی، فقہا سے بحثیں کیں اور تمام ضروریات کو خود دیکھا اور جانچا۔ اُنھوں نے ایک طول طویل رپورٹ فلپ کو کی، جس میں بڑی شکایت گرجاؤں اور پادریوں کی کمی کی تھی، اُنھوں نے اِسی کو تمام ناکامیابی کی بنیاد قرار دیا۔ پادریوں کی کمی کا باعث تھوڑی تنخواہ کو بتلایا۔ اُنھوں نے بہت سے گرجا بنوائے اور پادریوں کی ترقی کی، مولدین سے وعدہ کیا کہ محکمۂ احتساب و محنہ کی کارروائیوں کو معطل کرا دینگے اور اگر ان تیاریوں کے بعد بھی کچھ نہ ہو سکا تو مولدین پہلے سے بھی زیادہ اپنی ہٹ پر قایم ہو جائینگے۔ جہاں دنیوی دباؤ ڈالے جاتے تھے وہاں روحانی علاج کی بھی ضرورت تھی، اس لئے اُنھوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ

اس کا بھی انتظام کریں، اور اوری ہیولا، طرطوشہ اور سیگوربے کے اسقفوں سے مدد دلوائیں کیونکہ اب تک انہوں نے کچھ نہیں کیا۔* رائے بیرانے جو اس خصوص میں نیک نیتی سے کوششیں کیں ان کے بے سود رہنے کی وجہ ایک واقعات سے خبردار ہمعصر نے یہ بیان کی ہے کہ انہوں نے اوری ہیولا اور طرطوشہ کے اسقفوں کو بلا کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی (سیگوربے کا اسقفیہ ۱۵۷۵ء سے ۱۵۸۷ء تک خالی پڑا رہا تھا) اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ پادریوں کی تنخواہیں بہت کم ہیں، کیونکہ ان کو قربانگاہ پر کوئی نذر و نذور نہیں ملتیں، اسی لئے بہت سے پادری اپنی جگہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں، اور جو اور جیسا آدمی ملتا ہے اسی کو رکھ لیا جاتا ہے، یہ لوگ عام طور سے جاہل ہوتے ہیں اور ان کا چال چلن بھی اچھا نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ قرار پایا کہ گرجاؤں کی تعداد بڑھائی جائے اور پادریوں کی تنخواہ ایک سو کراؤن مقرر کی جائے۔ پوپ نے بھی ان قراردادوں کی تصدیق و تائید کی۔ بادشاہ نے تین ہزار ڈوکیٹ دیئے اور یہ وعدہ کیا کہ رئیس الاساقفہ سے مدد دلوائینگے، مگر اس انتظام کے راستے میں اتنی مشکلات حایل ہوئیں کہ تنخواہوں میں ترقی نہ ہوسکی، اور جتنی آمدنی کی امید تھی وہ نہ ہوسکی، یہاں تک کہ ساٹھ ہزار ڈوکیٹ سے عورتوں اور بچوں کے لئے مدرسے جاری کئے گئے، معمول کے موافق روپیہ کی دقت پھر پیش آئی اور دینی کام کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔

اگر قربانگاہ پر نذریں نہیں آتی تھیں تو پادریوں کو اپنی آمدنی بڑھانے کی اور بھی ترکیب آتی تھی، جس سے اور بھی سخت بے چینی پھیل گئی۔ طلیطلہ کی کونسل نے ۱۵۸۲ء میں تمام پادریوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے علاقہ کے تمام مولدین کی، جن کی عمر پانچ برس سے زیادہ ہو فہرستیں بنائیں، ہر اتوار اور تیوہار کو ان کی حاضری لیں، جو غیر حاضر ہوں ان پر جرمانے کریں اور زر جرمانہ خادم کنیسہ اور اپنے

---

* رائے بیرانے مولدین میں جو کچھ دینی کام کیا اسی کے ذیل میں ان کے پادری کی ایک پیشینگوئی کا بہت تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ۱۴ اپریل ۱۵۸۷ء کو اسقف شذونہ نے دوران وعظ میں مولدین کو مخاطب کر کے کہا کہ "چونکہ تم اپنے پتھر دلوں سے (خاکش بدہاں) محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لعنتی اور جہنمی دین کو نہیں چھوڑتے تو جان لو کہ آج وہ شاہزادہ پیدا ہوا ہے جو تمہیں سپین سے نکال کر رہیگا" (مصنف)

درمیان میں تقسیم کرلیں ۱۵۸۴ء میں وینس کا سفیر گراڈے نی گو نامی یہاں آیا تھا، اُس نے لکھا ہے کہ مولدین بہ نسبت گرجا میں حاضر ہونے کے جرمانہ دینے کو اچھا سمجھتے تھے؛ مگر بظاہر متمول آدمی ایسا کرتے ہونگے۔ لیکن لیونارڈو ڈونے ٹو کی یہ رائے تھی کہ بغاوت غرناطہ کا سبب بہت کچھ تو یہ جرمانے تھے، کچھ اور باتیں جن کی وجہ سے وہاں کے مولدین اپنے پادریوں کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے تھے۔ تمام باتوں کی اصل لالچ تھا، نہ کہ مذہبی جوش یا اشاعت دین کا شوق*

باوجود ان تمام امور کے یہ لامتناہی غیر موثر کام چلا جاتا تھا۔ ۱۵۸۶ء میں فلپ نے پھر یہ کوشش کی کہ اصطباغ یافتہ لوگوں کو پھر عیسائی بنائیں، یوں کہنا چاہیئے کہ نو عیسائیوں کو پھر نو عیسائی بنائیں۔ معمول کے مطابق اُنہوں نے پھر ایک مجلس شورے منعقد کی۔ پہلے ایک مجلس ہوئی پھر دوسری، اور دونوں نے یہی قرار دیا کہ جن باتوں کی سفارش ۱۵۷۳ء میں کی گئی تھی اُن پر عمل درآمد کیا جائے۔ اساقفہ اور وایسرائے بلنسیہ نے آپس میں مشورہ کرنے کے لئے خوب ہی دوا دوش کی، ہر جگہ یہ حکم دیا گیا کہ دین مسیحی کی کامیابی کے لئے دعائیں کی جائیں۔ آخر ۳۰ جنوری ۱۵۸۸ء کو ایک شورے ہؤا، اور شاہ فلپ کو یہ سفارش کی گئی کہ مولدین کے تمام دیہات میں پادری مقرر کئے جائیں، اُن کی تنخواہیں مختلف اسقفیہ، سرکاری لگان، اور محاصل دیہی سے نکالی جائیں؛ تعلیم کا کام سختی کے ساتھ جاری کیا جائے تاکہ اس میں کچھ کامیابی ہو اور پوپ سے ایک ایڈکٹ آف گریس کی درخواست کی جائے× ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ پوپ سکسٹس پنجم اور کلیمنٹ ہشتم نے بلا کسی دقت کے معافیاں دیدیں، مگر جب اُن کی تعمیل کا وقت آیا تو معمولی طور پر وہ فالج گرا کہ جس نے تمام کوششوں کو بیکار کرکے رکھ دیا، اور کچھ بھی نہ ہوسکا۔

---

* رئیس الاساقفہ ایالا نے رمضان شریف اور اور روزوں سے مولدین کو باز رکھنے کی بہت کوشش کی۔ چنانچہ اُنہوں نے حکام کو یہ حکم دیا کہ وہ نگرانی کریں، اور جس شخص کو روزہ دار پائیں، اُس پر دو کراؤن جرمانہ کریں۔ (مصنف)

× اسقف پیریز آف سیگوربے بیان کرتے ہیں کہ رائے بیرا چاہتے تھے کہ پادریوں کی تنخواہ ایک سو کراؤن مقرر کی جائے، اور یہ مختلف اسقفیہ اور امرائے سے وصول کی جائے۔ اگرچہ لوگوں نے اس کو منظور کرلیا، اور بادشاہ نے بھی اس کو مان لیا مگر اتنے مرافعہ ہوئے کہ معاملہ یہیں ختم ہوکر رہ گیا۔ (مصنف)

۱۵۹۵ء میں فلپ نے ایک اور مجلس شوریٰ اسی ازل سے ابد تک چلے جانے والے معاملہ پر تعلیم و تلقین مولدین پر غور کرنے کے لئے منعقد کی۔ کچھ شک نہیں ہے کہ اسی مجلس میں پیش کرنے کے لئے جوآن بائسٹا پیریز' اسقف سیگوربے نے ایک قابل قدر رپورٹ لکھی تھی' جس میں اُنھوں نے قابلیت کے ساتھ اس تمام سوال پر بڑے تفکر و تدبر سے نظر ڈالی تھی' اور اُس کے آخر میں یہ لکھا تھا کہ جتنا وہ اس معاملہ پر غور کرتے ہیں اُتنی ہی زیادہ مشکلات معلوم ہوتی جا رہی ہیں' کیونکہ اب تک جتنی کوششیں ہوئی ہیں اُن میں سے ایک بھی بارور نہیں ہوئی۔ مولدین کو عیسائی بنانے میں اُنھوں نے پندرہ مشکلات کو گنوایا تھا' یعنی اُن کو تعلیم اچھی نہیں ملی' وہ کھو دیتے ہیں' اپنے دین پر قایم رہنے میں اُن کو سخت ضد اور غلو ہے' وہ اپنے ہی آدمیوں میں ہٹتے ہیں' وہ ملکی زبان نہیں جانتے' اُن کو یہ یاد ہے' اور یہ روایت اُن میں چلی آتی ہے کہ اُن کے آباواجداد کو بجبر و ستم عیسائی بنایا گیا ہے' وہ محکمہ احتساب و محنہ سے ڈرتے ہیں' اور وہ محکمہ جو سزائیں دیتا ہے اُس سے اُن کو دین مسیحی سے اور بھی نفرت بڑھتی چلی جاتی ہے' وہ جب دل سے عیسائی بننا چاہتے ہیں یا اعتراف گناہ کرتے ہیں تو وہ دیکھتے ہیں کہ پادریوں کو اُن کے گناہ معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ کام صرف محکمۂ احتساب ہی کا ہے' مولدین سے کوئی وعدہ یا کوئی وعید کیجئے وہ کسی طرح محتسبین تک جانے کو راضی نہیں ہوتے' اُن پر زمیندار اور اُمراء خاص مہربانیاں اور اُن کی حمایت کرتے ہیں' کیونکہ اُن سے اُنہیں بہت نفع ہوتے ہیں' سب سے آخر یہ کہ سچی بات یہ ہے کہ پادریوں کی تنخواہ کم از کم سوڈوکیٹ ہونی چاہئے' ایک مکان اُن کے رہنے کو دیا جائے' پوپ سے فوراً حکم لے لیا جائے کہ اُن تجاویز پر فی الفور عمل درآمد ہو سکے' اور کوئی شخص مرافعہ نہ کر سکے' مختلف کنیسوں کے افلاس کا یہ باعث ہے کہ تمام محاصل زمین اُمرا اور کلیسا کے بڑے بڑے ارکین کو دے دیئے گئے ہیں۔ بہت سی خانقاہیں بڑے حصۂ محاصل زمین پر قبضہ جمائے ہوئے تھیں' ۱۵۶۷ء میں اُنھوں نے پوپ سے ایک حکم حاصل کر لیا جس کے موافق پچاس کراؤن سالانہ اُنہیں ملنے لگے' باقی گرجاؤں کے لئے چھوڑ دیا گیا' اس میں وہ رقوم بھی شامل تھیں جن پر کامل یقین نہ تھا کہ ضرور ہی وصول ہوتی

رہینگی صرف جاہل پادری ہی ایسی تنخواہ منظور کر سکتے ہیں، جس سے اُن کا پیٹ بھی نہ بھرے، اور ایسے لوگ کہیں ٹھیرتے بھی نہیں۔ ان میں سے کئی نے کلیسا وغیرہ پر دعوے دایر کر دیئے، مگر یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی، کیونکہ ان لوگوں کے مقدمات تو ہمیشہ چلے ہی جاتے تھے۔ اسقف پادریوں کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ مولدین ہی میں رہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایسی قلیل تنخواہ پر کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ مولدین کبھی کسی پادری کو نہیں بلاتے، انتہا ہے کہ مرتے وقت بھی، حالانکہ موت کے وقت کسی پادری کو نہ بلانے کے لئے سزا مقرر ہے، وہ اس سزا سے یوں بچ جاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ثابت کر دیتے ہیں کہ موت آناً فاناً واقع ہو گئی تھی۔ اسقف موصوف نے یہ بھی لکھا کہ بہت سے عقیل آدمیوں کی یہ راء ہے کہ مولدین کی تعلیم نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ روپیہ بہم نہیں پہنچتا۔ جو کالج کہ بلنسیہ اور طرطوشہ میں جاری کئے گئے ہیں اُن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، بلنسیہ کے کالج سے صرف تین یا چار لایق طالب علم نکلے ہیں، اُنہوں نے لوگوں میں وعظ کرنے کی بہ نسبت شہر میں رہنے اور اپنے وظیفہ پر گزارہ کرنے کو ترجیح دی ہے، باقی طالب علم کالج سے نکل کر اپنے اپنے گھروں کو محنت و مشقت کرنے کے لئے چلے گئے، اور وہ سب یقینا ویسے ہی کٹے مسلمان ہیں جیسے کہ پہلے تھے*

غرض ستر برس کی سخت کشش و کوشش کے بعد مولدین کے متعلق جو کچھ بھی ہوا وہ یہ تھا۔ بادشاہوں نے کم و بیش اچھی اچھی تدبیریں نکالیں مگر غفلت، طمع و آز اور اُن لوگوں کی بددیانتی نے جن کے فرایض یہ تھے کہ لاکھوں بندگان خدا کی روحوں کو ابدی آگ سے بچائیں، سب ہی تدابیر کو خاک میں ملا کر رکھ دیا، اس کا ذکر کرنا ہی لاحاصل ہے کہ مولدین ہی سے ملک کے بہت سے سیاسی

---

* ایسی ہی مفصل رپورٹ اسقف ایسٹے بان آف اوری ہیولا نے کی تھی۔ اُن کی تجاویز یہ تھیں کہ اجرا کی آمدنی کو کم کر دیا جائے، پادری زیادہ کام کریں، بہت سے مدارس قائم کئے جائیں، مولدین پر سخت پابندیاں عاید کی جائیں اور اُن کو ایک میعاد مقرر کر کے مہلت دیدی جائے، اگر اس کے اندر وہ عیسائی نہ ہو جائیں تو وہ سب غلام بنا لئے جائیں، اور تمام ملک سپین میں اُن کو متفرق اور پریشان کر دیا جائے * (مصنف)

اغراض وابستہ تھے، ان ہی طماع اور بددیانت ہاتھوں میں پڑکر وہ بھی پایمال ہو گئے۔ اسقف پیریز ایسے آدمی تھے کہ اُن سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی، کیونکہ نہ صرف وہ بے انتہا ذہین شخص تھے (جیساکہ اُن کی اُس تحریر سے معلوم ہوتا ہے جس میں اُنہوں نے پلوموس ڈیل سیکرومانٹے کے جعل و فریب ظاہر کئے ہیں) بلکہ وہ کسی حالت میں بھی مولدین پر رحم یا مہربانی کرنے کی طرف مایل نہ ہو سکتے تھے اور جتنی سختیاں اُن پر محکمہ احتساب و محنہ کی طرف سے ہو رہی تھیں اُن سے بھی کہیں زیادہ سختیاں کرنے میں اُن کو تامل نہ ہو سکتا تھا، اور اگر وہ تمام ذرایع سے مایوس ہو جاتے تو یقیناً وہ تمام مولدین کو ملک بدر کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔

مولدین کا معاملہ ملک کی سیاسی حالت کے لئے ہر سال نازک سے نازک تر اور اشد ضروری ہوتا چلا جاتا تھا، اب سواء اس کے کچھ چارہ نظر نہیں آتا تھا کہ یا تو تمام مولدین صدق دل سے عیسائی ہو جائیں، ورنہ ملک سے نکال دیئے جائیں یہی سوال تھا کہ جس کے جواب کے لئے سپین کے ارباب حل و عقد ہر وقت غلطاں و پیچاں رہتے تھے۔ سارے سال ۱۵۹۵ء اور ۱۵۹۶ء کے بڑے حصہ میں ایک کونسل کا اجلاس ہوتا رہا، وہاں ایسے مباحث پیش تھے کہ جو کسی طرح ختم ہونے والے نہ تھے، وہ برابر ایک دوسرے سے متضاد رائیں بادشاہ کے سامنے پیش کر رہے تھے، اور سچ تو یوں ہے کہ شاہ فلپ جس طرح اپنی سلطنت چلا رہے تھے اُس کا ڈھنگ بھی یہی تھا۔ ۲۰ر دسمبر کو مولدین کی طرف سے بہت سی درخواستیں گزریں، جن میں یہ شکایت تھی کہ بوجہ پادریوں کی غفلت کے ہم کو اچھی طرح تعلیم نہیں ملتی، اس لئے دوسرے آدمی ہمارے لئے مہیا کئے جائیں۔ اُن کی یہ بھی شکایت تھی کہ موجودہ پادری محض جاہل لوگ ہیں اور بیشتر غیر ممالک خاص کر فرانس، کے آئے ہوئے ہیں۔ کونسل نے اب اِن عرائض پر غور کرنا شروع کیا، اور بہت ہی جلد اس کا جواب بھی مل گیا، یعنی ۲۴ر دسمبر کو ایک فرمان شاہی اسقف رائے بیرا کے نام صادر ہوا کہ وہ فوراً تمام جگہ جتنے بہترین آدمی مل سکیں بھیج دیں، اساقفہ سیگوربے، طرطوشہ اور اریولہ کے نام حکم تھا کہ وہ فی الفور نئے گرجا اور نئے کلیسائی علاقے بنائیں اور اپنے اپنے علاقوں کے اوقاف کا انتظام کریں، تاکہ جس قدر جلد ممکن ہو مولدین کی تعلیم کا کام شروع

ہو سکے اور تمام اسقفیوں میں منادو واعظ بھیجے جا سکیں۔ اس فرمان کی جو اہمیت ہے وہ اس میں مضمر ہے کہ ہمارے ناظرین دیکھیں کہ ۱۵۲۵ء سے لے کر اب تک کتنا معقول اور موافق عقل کام ہوا تھا۔
اس کے بعد ایک مسلسل اور غیر متناہی ابحاث ہوتی رہیں کہ آیا تمام معاملہ ایک صدر محکمہ کے سپرد کر دیا جائے، یا ہر ایک اسقفیہ کو مجاز کر دیا جائے کہ وہ جو کچھ چاہے کرے، بہر دو صورت وہ اختیارات کیا ہوں جو ان کو دیئے جائیں، نیز یہ کہ گرجاؤں کے خرچ اور پادریوں کی تنخواہوں اور راہ و خرچوں کے لئے روپیہ کہاں سے نکالا جائے۔ ہر شخص کی الگ الگ رائے تھی۔ باقی رہ گئے بادشاہ، وہ بجائے اس کے کچھ فیصلہ کن بات کہیں، برابر اسی امید میں رہتے تھے کہ ہر شخص کی راؤں کے متعلق اُن کو کوئی مشورہ دیتا رہے۔ یہ نہایت ہی اچھی مثال اس بات کی تھی کہ جب انسان کوئی کام نہیں کرنا چاہتا، یا نہیں کر سکتا تو وہ کام کو اتنا بڑھاتا ہے کہ کسی بات کا کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔* تھکے ہارے بوڑھے بادشاہ کی صحت روز بروز خراب ہو رہی تھی، آخر وہ ۱۳ ستمبر ۱۵۹۸ء کو مر گیا۔ بیچارہ مرتے دم تک اسی انتظام میں مصروف رہا کہ کسی طرح پادریوں کی تنخواہ اُس رقم سے مل جائے کہ جو بیس برس سے جمع ہوتی چلی آ رہی تھی، سالہا سال اُس نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح کلیمینٹ ہشتم اپنے

*: صرف یہی روز روز کے غیر نتیجہ خیز بحث و مباحثہ سپین کی سلطنت کے انحطاط کا باعث نہیں ہوئے تھے، بلکہ اور باتیں بھی تھیں۔ مگر یہ کیفیت فلپ ثانی ہی کے زمانہ میں شروع ہوئی تھی اور خاندان ہیپس برگ کے خاتمہ تک باقی رہی۔ سلطنت سپین کے ذرایع صلاح و فلاح روز بروز کم ہوتے چلے جاتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ نازک موقعوں پر بھی گورنمنٹ کا یہ تذبذب قایم رہتا تھا، کیونکہ اُس میں امراء اراکین نے بظاہر عجیب اور فی الحقیقت نہایت شرمناک عیوب پیدا کر دیئے تھے۔ ایک ہمعصر مصنف نے بہت صحیح لکھا ہے کہ:-
"اس قسم کی سستی اور غفلت سے فلپ ثانی کی سلطنت چل رہی تھی سخت ضروری معاملات میں اہلکار سستی کرتے تھے اس سے کہیں خطرات کا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ کلیسا کی کارروائی، کونسلوں کے مشورے اور اِدھر اُدھر سے خبریں جمع کرنا بیکار تھیں۔ یہ کوئی تعریف کا کام نہ تھا۔ بیش قرار رقوم کی ہر جگہ ضرورت تھی۔ اس کے بغیر کوئی کام نہ ہو سکتا تھا، نہ مسلمان اپنے دین کو چھوڑ سکتے تھے"۔
سیاسی معاملات میں جو سپین میں دیر ہوتی تھی اُس سے غیر ممالک کے سفیر متعینہ دربار سپین بھی سخت نالاں تھے اس کے متعلق ایک تحریر میرے سامنے ہے۔ (مصنف)

اُس حکم پر نظر ثانی کر دیں جس کے موافق اُنھوں نے مولدین پر یہ لازمی کر دیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ اپنے رفیقوں کو بھی گرفتار کرا دیا کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس حکم کی موجودگی میں بطوع خاطر کوئی شخص عیسائی ہونے پر تیار نہ تھا۔ جیسا کہ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کسی پادری کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ جرم ارتداد کو معاف کر کے ایک شخص کو پھر عیسائی بنالے' اُدھر محتسب کے نزدیک وہ اعتراف گناہ بالکل فریب اور فرضی اور ناجائز تھا کہ جس میں اعتراف کرنے والا اُن لوگوں کا بھی نام نہ بتلائے کہ جن کا اس شخص کو علم تھا۔ قانون کلیسا کے موافق اس کی ضرورت تھی' گو یہ قاعدہ اُن گنہگاروں کے راستہ میں ایک دیوار ہی کیوں نہ بنا رہے جو پھر کلیسا کے عاطفت میں آنا چاہتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ بادشاہ کی متواتر درخواستوں پر کلیمینٹ نے ۲۸ فروری ۱۵۹۷ء کو ایڈکٹ آف گریس جاری کر دیا تھا' جس کے موافق تایب کو کچھ آسانی ہو گئی تھی' اور ایک رعایت یہ بھی دے دی تھی کہ اعتراف گناہ اسقفیہ کے پادری کے سامنے ہو' مگر اس کے ساتھ یہ شرط برقرار رکھی تھی کہ اعتراف کرتے وقت یہ لازمی بات ہے کہ اعتراف کرنے والے دوسرے مرتدین کا بھی نام لیں۔

یہ کونسل اس وقت تک حقیقت میں ایک مستقل اور دایمی چیز بن گئی' اتنی بات ضرور تھی کہ اس کے اراکین بدلتے رہتے تھے' مقصود وہی مولدین کا رونا تھا۔ یہ کونسل پوپ کو برابر یہی رپورٹیں بھیجتی رہی کہ تمام مشکلات کا باعث صرف یہ ہے کہ اسقف لالچی ہیں' پادری اپنی مثال اچھی قایم نہیں کرتے' اور مولدین محض اس لئے گناہ کرتے ہیں کہ کوئی شخص اُن کو تعلیم و تلقین کرنے والا نہیں ہے۔ برخلاف اس کے رئیس الاساقفہ رائے بیرا نے ۱۶۰۲ء میں یہ کہا تھا کہ اصل بات یہ ہے کہ مولدین مصمم ارادہ کر چکے ہیں کہ وہ ٹیڑھ کر ہی نہیں دینگے' اس کے ثبوت میں اُنھوں نے یہ شہادت پیش کی۔ کہ یہ لوگ دو دو تین تین برس تک قید رکھے گئے' اور اُن کو ہر تیوہار پر تعلیم دی گئی' مگر جب قید سے نکلے تو وہ اصول دین مسیحی کا ایک لفظ نہیں جانتے تھے' نیز یہ کہ مولدین علی رؤس الاشہاد اپنے معلمین کو دھمکاتے

ہیں کہ وہ دربار شاہی میں درخواست دینگے کہ اُن کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لئے میعاد بڑھا دے +
رائے بیرا کا جو کچھ بھی خیال ہو، مگر وہ برابر اوروں کے ساتھ مل کر مولدین کی تعلیم میں ساعی رہے، گو انجام کار یہ بیکار ہی ثابت ہوا۔ یہی وہ نشانی تھی جو فلپ سوم اپنے عہد کی چھوڑ جانا چاہتے تھے۔ پوپ کلیمینٹ سے درخواست کی گئی کہ وہ ایک نیا ایڈکٹ آف گریس جاری کریں، اس کی تیاری میں رائے بیرا نے ۱۵۹۹ء میں صوبہ کی کونسل بلنسیہ میں منعقد کی، اس میں شاہی اعتراف کرانے والے کا سپارڈی کورڈووا، اور ایک کلیسائی بڑے عہدہ دار کو شامل کیا گیا، تاکہ مولدین کی تعلیم کا انتظام کیا جائے، جو فوراً ہی شروع ہونے والا تھا۔ پادری اور واعظین مقرر کئے جانے والے تھے اور اُن کی تنخواہوں کا کہیں سے انتظام کرنا تھا، اصول دین کو چھاپنا تھا، محتسبین کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کے نام تجویز کریں، زمینداروں کو حکم تھا کہ وہ مدارس قایم کریں، وہاں اُستاد مقرر کریں، اور ۵ سے ۱۲ سال تک کی عمر کے لڑکوں کو وہاں پڑھوائیں، رائے بیرا کو بلنسیہ کے کالج کے واسطے ساٹھ ہزار ڈوکیٹ قرض لینے تھے، سارے وایسراؤں اور اُن کی بیویوں کو حکم تھا کہ وہ مجالس مواخات بنا کر اُن کو اپنی نگرانی میں لے لیں، مولدین کی لڑکیوں کو دیروں اور خانقاہوں میں داخل کردیں یا پُرانے عیسائیوں کے گھروں میں بھیج دیں* +

پوپ کے جس فرمان کا بڑا سخت انتظار تھا وہ آگیا، یہ فرمان حسب معمول محتسب اعظم کے نام تھا، اس میں یہ اجازت تھی کہ وہ اپنے اختیارات کو ضرورتاً محتسبین بلنسیہ کو تفویض کردیں۔ ہ اگست ۱۵۹۹ء کو فلپ سوم نے یہ فرمان محتسبین مذکور کے نام اپنے ایک مراسلہ کے ساتھ بھیج دیا، جس میں اُنھوں نے اپنے آپ کو مبارکباد دی، کہ اُن سکے والد اور خود اُن کی تکلیف اور خرچ بارور ہوئے اور مولدین کی تعلیم کا کچھ انتظام ہوگیا، جو بڑی بڑی مشکلات تھیں وہ رفع ہوگئیں،

* رائے بیرا نے جو ہدایات جاری کی تھیں وہ باب ہم میں درج ہیں۔ اُنھوں نے سخت درشت الفاظ میں یہ کہا تھا کہ مولدین کو صاف طور سے کہہ دیا جائے کہ اُن کو اس سے چارہ نہیں ہے کہ وہ اپنے رفیقوں کا نام محکمہ احتساب محنہ کو بتلائیں + (مصنف)

اب سوا اس کے اور کچھ کرنا باقی نہیں رہ گیا کہ ایڈکٹ کو شایع کر دیا جائے اور ہر ایک سقفیہ میں لوگ متعین کر دیئے جائیں۔ اس ایڈکٹ میں اُن ہی باتوں کا اعادہ کیا گیا تھا جو کئی مرتبہ پہلے کہی جا چکی تھیں اور جن کا کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس میں صرف ایک ہی سال کی میعاد دی گئی تھی، وہ لوگ جو گرفتار ہو چکے تھے مستثنےٰ قرار دیئے گئے، یہ اختیار دیا گیا کہ جو لوگ توبہ کر لیں اُن کو معاف کر دیا جائے، اگرچہ اُن لوگوں کو تمام سزاؤں سے معاف کر دیا گیا تھا کہ جو خود حاضر ہو کر اعتراف گناہ کریں، مگر یہ لازمی قرار دیا گیا کہ وہ اپنے اعتراف میں اُن تمام لوگوں کا نام لے دیں جن کی غلط کاری اُنہیں معلوم تھی۔ بلنسیہ کے بڑے گرجے میں ۲۲ر اگست کو اس کا اعلان کر دیا گیا، اور ۲۸ر اپریل ۱۶۰۱ء؁ کو محتسب اعظم گیوواروں نے اُس کی توسیع ۲۸ر فروری ۱۶۰۱ء؁ تک کر دی، کیونکہ اُس کی میعاد گزری جاتی تھی۔ فلپ سوم کو اس کا نتیجہ معلوم کرنے کا سخت انتظار تھا، چنانچہ اُنہوں نے ۲۴ر اور ۲۷ر جولائی کو محتسبین بلنسیہ کو لکھا کہ وہ رپورٹ کریں، اور اُس کے ساتھ ہی اپنی رائے دیں کہ آیا اس کی ضرورت ہے کہ پوپ سے یہ درخواست کی جائے کہ میعاد میں اور توسیع دی جائے۔ ۲۲ر اگست کو محتسبین نے جواب دیا۔ اُنہوں نے لکھا کہ ایڈکٹ کو جاری ہوئے اٹھارہ مہینہ گزر چکے ہیں، اس عرصہ میں صرف تیرہ آدمی اُس سے فایدہ اُٹھانے کی غرض سے حاضر ہوئے، اور ان تیرہ آدمیوں نے بھی ایسے دوراز کار اعترافات کئے کہ وہ کسی کام کے نہ تھے، اور اُنہوں نے اپنے رفیقوں کی بھی پردہ پوشی کی، اس لئے بجا اس کے کہ اُن کو معاف کیا جائے وہ سزا پانے کے مستوجب ہیں، جن رفیقوں کا بعض نے نام لے دیا ہے وہ وہ ہیں کہ جن کا نام محکمۂ احتساب محنہ کو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے، اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ خوف کے مارے حاضر ہو گئے تھے، نہ کہ شوق دین کے واسطے۔ عام طور پر اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ وہ ایڈکٹ کو گناہ کرنے کا اجازت نامہ سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ دھڑلّے سے رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں، اور اِس کو چھپاتے بھی نہیں۔ اُنہوں نے لکھا کہ ہمارا یہ پُرانا تجربہ ہے، جس کی تصدیق اس موقعہ پر بھی ہوئی، کہ

اُن معاف شدہ لوگوں میں بہت ہی کم آدمی سچ بولتے ہیں، یا یہ کہ دل سے عیسائی ہوتے ہیں۔ مولدین کے زمیندار اور پادری، اور وہ تمام لوگ جو اُن کو اچھی طرح جانتے ہیں متفق اللفظ یہ کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اُن کے دلوں کو روشن کردے تو ہمیشہ مسلمان ہی رہینگے، جیسے کہ اب تک ہیں، وہ تعلیم پانا ہی نہیں چاہتے؛ اگر وہ نماز میں شامل ہو جاتے ہیں تو محض غیر حاضری کی سزا سے بچنے کے لئے، یہاں آکر وہ غور سے کچھ نہیں سنتے۔ ہر بات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور جس وقت ذبیحۃ القدس بلند کیا جاتا ہے تو وہ اپنے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ نظر بر ایں واقعات مراحم شاہی سے کسی اچھے نتیجہ کے حاصل ہونے کی امید نہیں ہے، اگر محکمۂ احتساب و محنہ اُن کو عیسائی نہیں بنا سکتا تو کم از کم اتنا تو ہے کہ اُس سے اُن کو اُن کے مراسم کو پوری طرح کھلے طور سے نہ ادا کرنے پر تو مجبور کرتا رہتا ہے، اور یوں عیسائیوں کو اُس نقصان سے بچاتا ہے جو اُن کو پہنچنا یقینی* ہے۔ اگر ایڈکٹ آف گریس کو کامیابی نہیں ہوئی تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ محکمہ احتساب و محنہ نے اُن لوگوں میں اپنا کام نہیں کیا، جو اُس سے مدد لینے میں متامل رہے ہیں، کیونکہ بلنسیہ کے حکام احتساب و محنہ کے کاغذات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنوری ۱۵۹۸ء سے لے کر دسمبر ۱۶۰۲ء تک ۳۹۲ مقدمات ہوئے، جن میں سے ۱۹۴ مولدین کے تھے×۔

موجودہ واقعات کی مایوس کن حالات نہ صرف ان محتسبین ہی نے لکھے تھے، بلکہ ان کی تائید اساقفہ نے بھی اپنی رپورٹوں میں کی تھی، جن میں اُنھوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ یہ بیان

---

* عام طور پر یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ "صرف ایک ہی آدمی نے آکر اس ایڈکٹ سے فایدہ اُٹھایا" لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تعداد صحیح نہیں ہو سکتی؛ اس کو مبالغہ کہنا چاہئے یا ایک لطیف نکتہ۔ (مصنف)

× بمقابلہ اس عملی کارروائی کے جو بلنسیہ میں ہوئی، یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۵۹۷ء میں شلونہ کے محتسب ہیرڈیا نے صوبہ طرکونہ اور اسقفیہ برشلونہ کے بعض حصص کا دورہ کیا۔ اُن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۸ مقدمات دایر ہوئے۔ ان میں سے صرف ایک مقدمہ ایک مولد کے خلاف تھا، وہ بھی اس جرم میں کہ وہ ایک مسلمان کے جہاز میں الجیریا گیا تھا۔ (مترجم)

کیا تھا کہ اُنہوں نے سخت محنتیں اُٹھائی ہیں اور بہت کچھ روپیہ صرف کیا ہے کہ کسی طرح ایڈکٹ آف گریس کو کامیاب کرکے دکھلادیں۔ یہ سب متفق الرائے تھے کہ نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلا، رائے بیرا نے ۱۶۱۰ء کے آخر اور ۱۶۱۱ء کے شروع میں دو عرایض فلپ سوم کے نام لکھے جن میں اُنہوں نے صاف کہہ دیا کہ مرض لاعلاج ہے البتہ کوئی فیصلہ کن کارروائی کی جائے تو شاید کچھ فایدہ ہو جائے۔ جو کچھ اُنہوں نے کہا تھا اس وقت تو بلا شبہ صحیح تھا۔ ستر برس تک تو اس میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا گیا کہ دین مسیحی کو نہایت شنیع، نامعقول اور اُس کے پادریوں کو قابل نفرت و ملامت بنا کر دکھلایا جائے۔ نہایت حتمی عہدناموں اور حلفی وعدوں کو مذہب کے بھیس میں اور مذہب کے نام پر پامال کیا گیا، مولدین کئی نسل متواتر ستائے گئے اور اُن پر ہر طرح کے ظلم روا رکھے گئے۔ طبایع انسانی کا یہ عجیب غریب راز ہے کہ جو آدمی عالم، فاضل، فہیم، ذکی، فلسفی اور سیاست دان ہو وہ اپنے جوش مذہبی میں خدا تعالےٰ کے نام کا بہانہ بنا کر اتنا اندھا ہو جائے کہ مولدین کو مفسد، ضدی اور سنگدل بتلائے۔ رائے بیرا کو اس کیفیت کا کچھ نہ کچھ احساس ضرور تھا، کیونکہ جب وہ اپنے پادریوں کو بھیجنے لگے تو اُن کو ہدایتیں دیتے ہوئے یہ کہا کہ "جو کام تمہارے سامنے ہے وہ مشکل تو ضرور ہے مگر ناممکن نہیں، کیونکہ تم کو

※ بلیڈا کہتے ہیں کہ اسقف اوری ہیولا اور سیگوبے کو پہلے تو مولدین نے دھوکا دیا کہ وہ بطیب خاطر عیسائی ہونے پر تیار ہیں۔ ان دونوں کے مراسلوں سے فلپ سوم بہت خوش ہوئے لیکن بعد میں ان دونوں اسقفوں کو صحیح حال معلوم ہوا۔ وہ (بلیڈا) کہتے ہیں کہ اسقف سیگوبے تو خاص کر ایک نو عیسائی نگیول زاوری کے ظاہری جوش مذہبی سے دھوکے میں آ گئے، اور انہوں نے اُس سے یہ وعدہ کیا کہ وہ عید الجسد کے روز جو یوم الاحد الثالوث کے پہلے جمعرات کو پڑتی تھی اُسے عشاء ربانی میں شامل کرینگے مگر اُن کی سکرٹری نے یہ رائے دی کہ ابھی اس کو ملتوی رکھا جائے۔ دوسرے دن جمعہ تھا، اسقف کا ایک ہلکارا اتفاقاً زاوری کے مکان کی طرف کو گزرا تو اُس نے دیکھا کہ وہاں چھ یا آٹھ باورچی ایک پورے گروہ کے لئے گوشت پکا رہے ہیں، اس شخص نے فوراً لوگوں کو جمع کرکے زاوری کے مکان کی تلاشی لی تو ایک مقفل صندوق میں سے آٹھ یا دس قرآن مجید کی جلدیں نکلیں زاوری اصل میں وہاں کے فقیہ تھے، وہ ہاتھ نہیں آئے بلکہ کسی طرح وہ مکہ شریف بھاگ گئے۔ (مصنف رحمہ اللہ تعالےٰ) (مترجم)

ایسے آدمیوں سے سابقہ پڑنے والا ہے جو دوسرے قوم کے ہیں اور تم سے سخت نفور ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان میں صدیوں سے مناقشت چلی آتی ہے اور اُن کے ساتھ کبھی عیسائیوں نے مہربانی کا سلوک نہیں کیا، اسی بنا پر اُن کے یہاں ایک ضرب المثل ہوگئی ہے کہ عیسائی ہم کو غلام سمجھتے ہیں، اس کے علاوہ وہ لوگ کفر وارتداد کی وجہ سے شقی القلب ہوگئے ہیں، یہ شقاوت قلبی اُن کو اُن کے اجداد نے بطور میراث کے دی ہے"۔ رائے بیرا سے نہیں رہا گیا اور اُس نے یہ کہہ ہی دیا کہ "شیطان نے اُن کے دلوں کو ایسا پتھر کر دیا ہے کہ اُن پر دین مسیحی کا اثر نہیں ہوتا"۔ افسوس ہے کہ اُس کو یہ خیال نہ آیا کہ شیطان کے ساتھ محکمہ احتساب محنہ کا نام بھی لینا چاہیئے تھا، کیونکہ اُن کو سخت بنانے میں سب سے بڑا کام اسی محکمہ نے کیا تھا۔

باوجود ان تمام دلشکن واقعات کے فلپ سوم نے پُرانی تدابیر کے ساتھ ایک نئی کوشش اور کرنی شروع کی ۱۶۰۲ء میں بلنسیہ کی پنچایت نے یہ درخواست دی کہ ۱۵۷۲ء میں یہ قرار پایا تھا کہ ۱۲۹ علاقہائے کلیسائی بنائے جائیں، ان میں سے پچپن اب تک نہیں بنے، اس لئے اُن کا فوراً انتظام کیا جائے فلپ سوم نے کپتن فرانسسکو ڈی کیوساڈا کو اپنا سفیر خصوصی بنا کر روم بھیجا، اُس نے پوپ پال پنجم سے ۷ مارچ ۱۶۰۶ء کو ایک فرمان حاصل کیا، جس کے رو سے کلیمینٹ ہشتم کے تینوں فرمان منسوخ ہوگئے اور گریگوری سیزدہم کا یہ حکم بحال رہا کہ ایک سو نوّے نئے علاقے رئیس الاساقفہ کے علاقے میں کھولے جائیں، بیس سیگوربے میں، بیس طرطوشہ میں اور گیارہ اوری ہیولا میں۔ پوپ نے یہ بھی حکم دیا کہ پادریوں کی تنخواہیں محاصل زمین سے ادا کی جائیں، اور مسلمانوں کے تمام دیہات میں پادری بھیجے جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ رائے بیرا کے ذمہ جتنی رقم ڈالی گئی وہ برابر ادا کرتے رہے، اسقف طرطوشہ نے اب جا کر مانا کہ وہ چار سو ڈوکیٹ سالانہ نئے علاقوں کے لئے ادا کرتے رہینگے اور سیگوربے کے اسقف نے یہ وعدہ کیا کہ وہ بھی اپنا حصہ برابر دیتے رہینگے لیکن اس کے متعلق کچھ ایسے سوالات پیدا

رہ گئے جن سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ روپیہ کے متعلق جو مشکلات ابتدا سے چلی آتی تھیں، اور جن کی وجہ سے تمام کام رُکے رہتے تھے، وہ مشکلات، معلوم ہوتا تھا، کہ حل ہُوا چاہتی ہیں۔ ان کوششوں کو کامیاب بنانے کے لئے فلپ سوم نے کیوساڈا کو ہدایت کی کہ وہ پوپ سے ایک اور حکم حاصل کریں تاکہ بلنسیہ کے اسقفوں کو مشورہ کرنے کے لئے بلایا جا سکے۔ رائے بیرا کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ہم چشموں کو جمع کریں اور مولدین کو عیسائی بنانے کی بہترین تدبیر پر غور و فکر کر کے نتیجہ سے آگاہ کریں۔ اُن کی توجہ بالخصوص اس طرف منعطف کی گئی کہ گرجاؤں اور مدرسوں کے لئے اوقاف کا فکر کریں۔ اس مجلس شوریٰ کی غرض و غایت ہی یہی قرار دی گئی تھی۔ مگر ۲ اپریل ۱۶۰۸ء تک یہ حکم جاری نہیں کیا گیا۔ تمام اسقف اکتوبر میں جمع ہوئے، اور متواتر چار ماہ ان سب امور پر غور کرنے میں لگائے، اور اُن کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک نیا ایڈکٹ آف گریس جاری کرایا جائے، اور اُس میں جو میعاد مقرر کی جائے اُس میں تمام ہدایات پر عمل کیا جائے، اور محکمہ احتساب و محنہ کی کارروائیوں کو بند کرا دیا جائے۔ بڑی چالاکی اس میں یہ کی گئی کہ روپیہ کے معاملہ کو بالکل چھیڑا تک نہیں۔ وہ جس نتیجہ پر بھی پہنچے ہوں اُس کا چنداں خیال نہیں کرنا چاہئے۔ بادشاہان سپین کے افکار اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ اب زیادہ دیر لگنی سخت مخدوش تھی۔ ڈیوک آف لیرما جیسے طاقتور آدمی نے بہت صحیح کہا تھا کہ ہدایتیں تو بالکل بیکار تھیں، مگر اُن کو منسوخ بھی نہیں کرنا چاہئے تاکہ مولدین پر یہ دھمکی رہے کہ اُن کے خلاف سخت کارروائی ہونے ہی والی ہے +

ان افکار کا اندازہ لگانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مولدین کی دنیوی حالت کی طرف نگاہ ڈالی جائے، اور یہ دیکھا جائے کہ نوعیسائیوں کی اور رعایاء ملک کے مقابلہ میں کیا حیثیت تھی +

باب ہفتم
مولدین کی حالت

صرف مذہبی معاملات ہی ایسے نہ تھے کہ جو مولدین کے رنج اور بے چینی کا باعث ہوں۔ اُن کے اور اُن کے عیسائی ہمسایوں کے تعلقات بھی ایسے ناگوار تھے جو منجر بظلم و نا انصافی ہوتے تھے اور اس سے اُن کو ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ اُن کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اُن کی ایمانداری پر شک ہوتا تھا، اس وجہ سے اُن پر سختی کی جاتی تھی، اور اُن کو ہر معاملہ میں دبائے رکھنے کی کوشش رہتی تھی۔ ان سب کا مل ملا کر یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ اُن کی نفرت روز بروز بڑھتی ہی چلی جاتی تھی سپین کی غلط کارانہ پالیسی کی یہ کیفیت تھی کہ سلطنت کے ارباب حل و عقد اور اصحاب سیاست ایک خاص مرکز پر بیٹھ کر ایک نہایت قبیح اور خبیث دایرہ کے گرد آنکھوں پر پٹی باندھ کر گھومے چلے جاتے تھے، اُن کو کسی طرف سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا، سوا اس کے کوئی تدبیر نہ تھی کہ وہ سب تار و پود کو توڑ پھوڑ کر نکل بھاگیں، اور اس سعی میں جو کچھ سامنے آئے سب کو تباہ و برباد کر دیں ٭

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں، اب سے پہلے دونوں اقوام کے درمیان میں کوئی عناد نہ تھا، حتےٰ کہ اُس وقت بھی کوئی دشمنی پیدا نہیں ہوئی جب مدجلین کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے آبا و اجداد کے دین پر امن و امان سے قایم رہیں، مگر مسیحی تعصب اور مذہبی دیوانگی کے نشو و نما کے ساتھ ساتھ اُن کے سلوک میں تبدیلی ہوتی چلی گئی، اور اہالی سپین مولدین کو

بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اسقف گیووار کو اس حالت سے سخت افسوس تھا اور وہ اس کو روکنا چاہتے تھے، لیکن وہ اس کو کسی طرح نہ روک سکتے تھے کہ مولدین کے ساتھ جو کچھ سلوک تھا اُس کا جواب موخرالذکر اُسی طرح دیتے تھے، یعنی نفرت کا جواب نفرت میں جس مذہب کو قایم و باقی رکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا اُس کے متبعین کی حرمت کا فرمان روا تک مطلق خیال نہ رکھتے تھے۔ اس نفرت و حقارت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ عوام الناس یہ سمجھتے تھے کہ مولدین ہرگز کسی حمایت و حفاظت کے مستحق نہ تھے، قانون اُن کے لئے نہ تھا، اُن پر جو کچھ ظلم و ستم ہو وہ روا ہے اور اُن کے خلاف جو کچھ کیا جائے وہ جایز۔ ان دونوں اقوام کے تعلقات کی مثال ذیل کے واقعات ہیں جو ۱۵۸۵ء میں ارغون میں رونما ہوئے۔ ایک سپینی عیسائی پیڈرو پیریز نامی سینڈری نیز کا رہنے والا تھا جو علاقہ وال ڈی ٹیرا میں واقع تھا (یہ علاقہ کوہ پائرینیس کے انتہا پر ایک دشوار مقام میں تھا) ۱۵۸۴ء اور ۱۵۸۵ء کے موسم سرما میں یہ شخص اپنے مویشی کو دریاء ٹیگس کی وادی میں لے کر آگیا جو سرقسطہ کے جنوب میں تھا۔ اُس کے اور کوڈو کے مولدین کے درمیان میں کچھ جھگڑا ہو گیا، جس میں پیریز مارا گیا۔ اُس کے بھتیجے انٹونیو مارٹن کو جو سے لنٹ میں خوش حیثیت آدمی تھا، جب اس وقوعہ کی خبر پہنچی تو وہ چچا کا بدلہ لینے پر تیار ہو گیا۔ اُس کے دوستوں نے ہزار منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ ان ہی منع کرنے والوں میں ایک شخص لنوزا نامی تھا، جو اس قصہ کا راوی ہے۔ انٹونیو مارٹن اور اُس کے رفیق یہ سمجھتے تھے کہ مولدین کو قتل کر ڈالنا خدا تعالےٰ کی سب سے بڑی خدمت اور بڑے ثواب کا کام ہے۔ نیز یہ کہ اگر وہ (مارٹن) اس کوشش میں مرجائیگا تو اُس کی روح خالق الکل کی جناب میں بہترین قربانی کی حیثیت سے پیش ہوگی۔ غرض، مارٹن چار آدمیوں کو لے کر سورج نکلنے سے پہلے قصبۂ کوڈو کے دروازے پر جا بیٹھا۔ صبح کو مولدین اپنے روزانہ کاروبار کے لئے باہر نکلے تو مارٹن نے اُن پر حملہ کیا، پانچ چھ آدمیوں کو تو مار ڈالا، باقی آدمی شہر میں واپس بھاگ گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ کوہستانی فاتحانہ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ چند روز کے بعد مارٹن پھر پچیس آدمیوں کی جمعیت لے کر واپس آیا، اور کہیں پہاڑ میں چھپ بیٹھا،

اور جو مولد کھیت کیاری میں کام کاج کے لئے آئے اُن پر حملہ کیا، مگر اُس کو معلوم ہوا کہ وہ سب مسلح ہیں، اور بہت ہی چوکنے۔ بہرحال کچھ گلخپ ہوئی، جس میں پندرہ مولدین اور ایک عیسائی مارے گئے، اور مارٹن نے پانچ زخم کھائے۔ کوہستانی برابر یہ کرتے رہے کہ جو مولد اُن کو ملتا اُسی کو قتل کر ڈالتے؛ مولدین نے آخر ایک جمعیت، موسومہ "جمعیت انتقام المسلمین" قایم کی، وہ بھی جہاں کسی عیسائی کو پاتے مار ڈالتے تھے؛ ایک دفعہ تولا المونیا اور لامیولا کے درمیان میں اُنھوں نے پندرہ عیسائیوں کو مار ڈالا؛ ان میں دو پادری تھے، جو کلاٹا یوڈ سے سرقسطہ کو سفر کر رہے تھے۔ تمام سلطنت میں ایک آفت بپا ہو گئی، قتل و غارت عام ہو گیا، اور تمام شوارع عام غیر محفوظ ہو گئے۔ کئی برس تک یہی کیفیت باقی رہی۔ آخر ۱۵۸۸ء میں کوہستانی ایک پوری جمعیت لے کر کوڈو پر حملہ آور ہوئے، اور اُس کو بالکل تباہ کر ڈالا؛ پھر وہ پائنا پر جا پڑے، وہاں ملی جلی آبادی تھی، پرانے عیسائیوں کے گھروں کو تو اُنھوں نے چھوڑ دیا، اور مولدین کے گھروں کو گرا دیا؛ سب مولدین کو قتل کر ڈالا، نہ بوڑھا چھوڑا، نہ بچہ، نہ جوان، یہاں تک کہ عورتوں کو بھی قتل کر دیا۔ مقتولوں کو گننے سے معلوم ہوا کہ سات سو آدمی مارے گئے۔ تجویز یہ ہو رہی تھی کہ ارغون کے تمام مولدین کا خاتمہ کر دیا جائے، لیکن اتنا ہوا کہ کوڈو اور پائنا کے واقعات سے حکام کی کچھ آنکھیں کھل گئیں۔ فوج جمع کی گئی، بنیاسک بل بسٹر و اور دوسرے مقامات میں ایک ایک جمعیت حفاظت کے لئے چھوڑ دی گئی، اور کوہستانیوں کی صلیبی جنگ کے جوش کو ٹھنڈا کیا گیا۔ اب دوسرا کام مولدین کی "جمعیت الانتقام المسلمین" کا توڑنا تھا، جس کا صدر مقام موضع پلی ٹاس میں تھا، جو سرقسطہ کے پاس واقع تھا۔ ارغون کے ڈپٹی گورنر الونزو سیلسو نے ۳۰ جنوری ۱۵۸۹ء کی رات کو پلیٹاس کو جا گھیرا، اور بادشاہ کے نام سے یہ حکم دیا کہ گاؤں کا دروازہ کھول دیا جائے۔ مولدین نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا، اور گھنٹے بجا دیئے، جس کے یہ معنی تھے کہ جو مولد اُن کو سنے وہ مدد کے لئے دوڑ آئے، لیکن سیلسو نے بجبر دروازے کھلوا لئے؛ اگرچہ اس میں اُن کے بہت سے

آدمی زخمی ہوئے) اور آتش و شمشیر کی دھمکی سے اُن سے ہتھیار رکھوا لئے جو آدمی کہ اس معاملہ میں سب سے بڑے مجرم تھے اُن کے مکان گروا دیئے اور اُنتیس آدمیوں کو گرفتار کر لیا؛ ان ہی میں وہ تین آدمی تھے جو گھنٹوں کی آواز سن کر آئے تھے۔ ۲۹ آدمیوں کا تو گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا، اور تین آدمیوں کو ارغون کے مجسٹریٹوں نے بری کر دیا، کیونکہ وہ اُن ہی کے رعایا تھے؛ دوسرکردے بھاگ گئے تھے اُن کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس معاملہ میں یہ امر خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ کوہستانیوں کو اپنے کئے پر افسوس ہوا، اور اُنہوں نے برضا و رغبت سرقسطہ میں آ کر اپنے آپ کو حکام کے سپرد کر دیا۔ مارٹن بھی مار ڈالا گیا، اور اُس کے رفقا کو اس شرط پر معاف کر دیا گیا کہ وہ اٹلی کی فوج میں داخل ہو جائیں لیکن جو فرقہ کہ بن گیا تھا وہ کہاں ٹوٹنے والا تھا، وہ مدتوں تکلیف دیتا ہی رہا[*]۔

جب صورت حال یہ تھی تو جب موقعہ ملتا تھا اگر مولدین اپنا بدلہ لینے کی کوشش کرتے تھے تو کچھ بیجا نہ تھا۔ اگرچہ ہمارے پاس ایسے وجوہ ہیں کہ اُن قصوں کا اعتبار نہ کیا جائے جو مصنفین کلیسا نے گھڑ لئے ہیں، مثلاً یہ کہ اُن کو فقہا نے یہ سکھلا دیا تھا کہ جہاں کہیں اُن کو عیسائی ملیں وہیں مار ڈالیں، یا یہ کہ اُنہوں نے باورچی کا پیشہ اس لئے اختیار کر لیا تھا کہ اپنے آقاؤں کو زہر دیں، یا یہ کہ وہ طبیب بن بیٹھے تھے کہ عیسائی بیماروں کو مار ڈالیں۔ ایک قصہ بلیڈا بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مولدین کی تعلیم کی تقریب سے ڈیوک آف ان فینٹاڈو کے علاقے میں تھے تو اُنہوں نے اپنے ایک مولد دوست، جوان ولیما نامی کو دیکھا کہ وہ بہت ہی پریشان ہیں، کیونکہ اُن سے بہت سے مسلمانوں نے اُن کی کشتی مانگی ہے۔ اُنہوں نے دریافت کیا کہ کشتی کا کیا کرایہ ہے، تو ولیما نے جواب دیا کہ "کرایہ کی تو چنداں پروا نہیں ہے،

---

[*] یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت ارغون میں آپس کی لڑائی ناجائز نہیں ہوتی تھی چنانچہ کئی برس متواتر سے ہرنینڈو ڈیوک آف ولا ہرموسا اور کاونٹ آف ریاگورزا اور اُسکی رعایا کے درمیان میں لڑائی جاری رہی کیونکہ رعایا یہ چاہتی تھی کہ اُن کے طوق انقیاد کو اُتار پھینکے اس معاملہ میں بھی وایسرائے نے کچھ مداخلت نہیں کی ہے (مصنف)

خواہ نہ ملے، مگر مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے ملاحوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو عیسائی تم سے کشتی کرایہ پر لے اُس کو اس طرح مار ڈالو کہ اُن پر آنچ نہ آئے، ایک کلہاڑی کشتی میں اس غرض سے رکھی جاتی ہے کہ عیسائیوں کے پیچھے سے جا کر اُن کا سر اُسی کلہاڑی سے توڑ دیں، اور مقتولوں کو وہیں کہیں ریت میں دبا دیں"۔ یہاں تک تو کہانیاں گھڑی گئی ہیں کہ مولدین کو صرف مار ڈالنے ہی سے تسلی نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے مقتول کا خون پی جاتی ہیں، بلیڈا تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے قتل کر کر کے سپین کی آبادی کو بہت کچھ گھٹا دیا تھا، جو لوگوں کے جلا وطن ہونے اور دوسرے ممالک سے لڑائی کی وجہ سے پہلے ہی کم ہو گئی تھی۔ کیا یہ باتیں قابل اعتبار ہیں؟ مگر جو کچھ بھی ہو اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بہت سے حضرات شہید بنا کر پوجے جانے شروع ہو گئے تھے، منجملہ ان کے سینٹا ینا کٹا لینا ڈی لیوا جو ۲۶ر نومبر ۱۶۰۰ء کو وحشیانہ مراسم کے ساتھ شہید بنائے گئے۔

اگر کچھ اعتبار ہو سکتا ہے تو قصبۂ ہورناکوس، واقعہ علاقہ بطلیوس کے اس واقعہ پر جو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ اس قصبہ میں صرف مولدین ہی رہتے تھے، اُنھوں نے فلپ ثانی سے تئیس ہزار ڈوکیٹ دے کر ہتھیار رکھنے کی رعایت حاصل کر لی تھی، اُنھوں نے نہ صرف اپنا منظم گروہ ہی بنا لیا تھا، بلکہ ایک خزانہ اور ایک ٹکسال سکّہ قلب بنانے کے لئے قایم کر لی تھی، جس میں تیرہ آدمی کام کرتے تھے۔ جو اجنبی اُن کے قصبہ میں سے ہو کر گذرتا تھا اُس کو لوٹ لیتے تھے اور مار ڈالتے تھے، اور اُن لوگوں کو بھی قتل کر دیتے تھے جو اُن کے خلاف محکمہ احتساب و محنہ کی امداد یا مخبری کرتا تھا، اور اگر پکڑے جاتے تو ارکین دربار شاہی کو رشوتیں دے کر صاف چھوٹ جاتے تھے۔ آخر کار ایک شخص، جوآن ڈی چاویس شرامیلو نے اُن کی مخبری بادشاہ سے کر دی، اور یہ کہا کہ وہ اُن لوگوں سے ملے ہوئے ہیں جو سلطنت سے ناخوش ہیں۔ اکتوبر ۱۶۰۸ء میں گرگوریا لوپیز مدیرا، مجسٹریٹ دربار شاہی وہاں اُن کے مقدمات کی سماعت کرنے اور سزائیں دینے کے لئے بھیجا گیا، اور اس کے ساتھ اور مجسٹریٹ بھی بھیجے گئے۔ یہ حکام بہت

سخت تھے اور بہت جلد مقدمات کے فیصل کرنے میں مشہور تھے، چنانچہ ڈیرا نے اس کو ثابت کردیا۔ غرض، اُن کی تحقیقات سے معلوم ہُوا کہ تراسی لاشیں کھیت میں دفن تھیں، اُنہوں نے ہورناکوس کی کونسل کے دس آدمیوں اور اُن کے جلاد کو پھانسی دیدی؛ ایک سو ستر آدمیوں کو کشتیوں پر قید بامشقت کی سزا دی، اور بہت سوں کو سزاءِ تازیانہ؛ قصبہ میں چند روز کے لئے امن و امان ہوگیا۔ یہ امن وہاں سے سب کو جلاوطن کئے جانے کے وقت تک قایم رہا*۔

مگر صرف یہی نہ تھا کہ مولدین کو ان خلاف قانون امور ہی سے سابقہ پڑتا تھا؛ بڑی مصیبت تو اُن کے لئے یہ تھی کہ اُن کو اُن قوانین اور رسم و رواج کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا کہ جن کے رو سے وہ تمام حقوق سے محروم کردیئے گئے تھے، اور اُن کی حالت بالکل غلاموں کی سی ہوگئی تھی؛ اور یہ سب کچھ صاف طور پر اُن حلفی معاہدات کے خلاف تھا کہ جو اُن سے کئے گئے تھے۔ جبریہ اصطباغ پانے سے اُن کا بار اور بھی بڑھ گیا تھا، اور اس کے بدلے میں اُن کو کوئی مراعات حاصل نہیں ہوئی تھیں۔ فرایض، ذمہ داری اور محکمہ احتساب و محنہ کی جوابدہی کے لئے تو وہ عیسائی تھے، لیکن قانوناً غیر مساوات اور ہر طرح کے بار اُٹھانے کے لئے وہ مسلمان تھے۔ باب چہارم میں ہم کہہ آئے ہیں کہ جب چارلس پنجم نے مولدین کو جبراً عیسائی بنانے کا حکم دیا ہے تو اُنہوں نے یہ حتمی وعدہ کیا تھا کہ تمام مولدین کو عیسائیوں کی سی آزادی دی جائیگی۔ اسی وعدہ کی بنا پر ان لوگوں نے یہ درخواست کی کہ اپنے مذہب پر قایم رہنے کے لئے اُن (مولدین) پر بہت سی غلامانہ شرایط اور بہت سے محاصل لگائے گئے تھے، مگر جب وہ جبراً عیسائی کئے گئے تو اُن سے یہ کہا گیا کہ تم پر سے وہ محصول اُٹھائے جائینگے۔ چونکہ اب وہ اتوار اور تیوہاروں کے دن محنت و مشقت نہ کرسکینگے، اس

* قستالہ میں تو بڑی شکایت اُن لوگوں کی تھی کہ جو بغاوت کے بعد غرناطہ سے وہاں پہنچ گئے تھے۔ فرمان شاہی کے موافق ایک کمیشن مقرر کی گئی تھی، اُس کی رپورٹ ہے کہ ۱۵۲۷ء سے ۱۵۸۱ء تک دو سو آدمیوں سے زیادہ طلیطلہ، اقلعہ، اشبیلیہ وغیرہ کے قرب و جوار میں قتل کئے گئے تھے، یہ ثابت ہُوا کہ سات یا آٹھ گروہوں کا یہ سارا کام تھا۔ اُنہوں نے اپنا کام ۱۵۷۷ء میں شروع کیا تھا، کیونکہ اس وقت تک وہ تمام ملک سے اچھی طرح واقف ہوگئے تھے۔ (مصنف)

بنا پر وہ یہ چاہتے ہیں کہ اُن سے صرف وہی محصول لیا جائے جو عیسائیوں سے لیا جاتا ہے ۱۵۲۶ء کے انتظام کے موقعہ پر یہ جواب دیا گیا تھا کہ اُن کو عیسائی ہی سمجھا جائیگا اور خاص طور پر تحقیقات کرکے اس کا اہتمام کیا جائیگا کہ نہ اُنھیں نقصان پہنچے، نہ اُن کے زمینداروں کو۔ اسی سال ایک یہ بدشگونی ہوئی کہ بلنسیہ کی پنچایت نے یہ اعلان کردیا کہ مولد مزارعین پر تمام عیسائی اپنے حقوق قایم رکھینگے اور وہ اپنا وطن نہ بدل سکینگے۔* امراء نے اپنے حقوق ادا کرا ہی لئے۔ وہ لگان لے لیتے تھے اور نقصان کے معاوضہ میں بہت سی رقوم رکھوا لیتے تھے، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بیچارے مزارعین منہ ہی تکتے رہ جاتے تھے چارلس بھی بظاہر اس معاملہ میں بالکل بے اختیار تھے، اس لئے اُنھوں نے پوپ سے امداد چاہی، اُن کو امید یہ تھی کہ محکمہ احتساب محنہ کو وہ اختیارات مل جائینگے جن کا نفاذ کرتے ہوئے وہ خود ڈرتے تھے۔ پوپ کلیمنٹ ہفتم نے ۱۵ر جنوری ۱۵۳۱ء کو بذریعہ ایک فرمان کے جواب دیا۔ یہ فرمان بالخصوص اس لئے ذکر کے قابل ہے کہ ایسا فرمان شاید اب تک محکمۂ احتساب محنہ کو نہ ملا ہوگا۔ یہ فرمان محتسب اعظم مین رک کے نام تھا؛ اس میں لکھا تھا کہ جب شرقیئین کو عیسائی بنایا گیا تھا تو اُن زمینداروں اور نوابوں کو، جن کے پاس نو عیسائی بطور مزارعین یا غلاموں کے تھے، اُس نقصان کے بدلے میں معاوضہ دینے کا حکم دیا گیا تھا، جو شرقیئین کے عیسائی ہونے سے اُن کو پہنچا تھا۔ مگر یہ نواب نہ صرف اُن سے لگان ہی وصول کرتے ہیں بلکہ ذاتی خدمت بھی لیتے ہیں، اور اُس کے علاوہ اور کئی محاصل وصول کرتے رہتے ہیں× جو اُن کے عیسائی ہونے سے پہلے بھی نہیں لئے جاتے تھے اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ نو عیسائی اتنا بار نہیں اُٹھا سکتے، اور اسی بنیاد پر یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی پچھلی حالت پر قایم رہیں جس روز گوشت نہیں کھانا چاہئے اُس

---

* مولدین سے جو روز روز بدعہدیاں کی جاتی تھیں اُن کو قانونی لباس پہنانے کے لئے یہ کہا جاتا تھا کہ وہ لوگ اصل میں مرتد تھے۔ یہ ایک مسلمہ اصول مذہب تھا کہ اگر کوئی جایز بہانہ مل جائے تو مرتدین سے ایفاء عہد کرنا ضروری نہیں ہے۔ (مصنف)

× سپین میں یہ زوفرا کہلاتا تھا۔ یہ ایک محصول تھا کہ جو مدجلین کو فصل کی بٹائی کے علاوہ دینا پڑتا تھا۔ اس کے متعلق آخر وقت تک شکایت قایم رہی۔ رائے بیرا نے اس کا دو مرتبہ ذکر کیا ہے۔ (مصنف)

دن گوشت کھائیں اور عیسائیوں کے تیوہاروں اور اُن کے مراسم کا خیال نہ رکھیں۔ چونکہ چارلس چارۂ کار معلوم کرنا چاہتے تھے، اور اُن کو اصل واقعات کی خبر نہ تھی، اس لئے اُنہوں نے مین رک کو حکم دیا کہ وہ نہایت احتیاط سے تحقیق کر کے اُن کو مطلع کریں کہ آیا نو عیسائیوں پر واقعی ناروا ظلم ہوتا ہے یا نہیں، اور اگر ایسا ہو تو وہ پوپ کے حکم کے حوالہ سے امرا وغیرہ کو حکم دیدیں کہ مولدین سے آراضی کے متعلق اُتنا ہی وصول کریں جتنا کہ پُرانے عیسائیوں سے، اُن کو کسی طرح تنگ نہ کریں ورنہ وہ خارج کر دیئے جائینگے یا کوئی ایسی ہی سخت سزا پائینگے۔ اگر وہ اس کی تعمیل نہ کریں تو اُن کی شکایات سننے اور انصاف کرنے کے واسطے وہ ہر وقت تیار رہیں، اس کے لئے اُنہیں پورے اختیارات حاصل ہیں۔ سرپرست جو سزا وہ دے سکتے ہیں وہ صرف تنبیہات ہی ہونی چاہئیں، اگر ضرورت پڑے تو حکام ملکی سے امداد لے لیں۔ اس حکم کے موافق جنوری ۱۵۳۴ء میں مین رک نے کیلسینا اور ہارو کو اس غرض سے بلنسیہ بھیجا کہ وہ مولدین کے واسطے گرجا اور اُس کے علاقہ قایم کریں۔ اُن کو یہ ہدایت کی کہ بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ نئے انتظام کا نفاذ کر دیا جائے، اور ہر بات میں نئے عیسائیوں کو پُرانوں کی برابر سمجھا جائے، نیز وہ خفیہ طور پر یہ بھی تحقیق کریں کہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں محکمۂ احتساب محتہ کہاں تو مولدین کو ستانے اور دق کرنے والا تھا، اور کہاں اُس کو اُن کا محافظ بننا پڑا، یہ بالکل نئی بات تھی۔ اس کا کچھ پتہ نہیں ملتا کہ اس خصوص میں اُس نے کیا کیا، لیکن یقیناً اُس نے یہ قرار دیا ہوگا کہ مولدین پہلے اپنے آپ کو عیسائی ثابت کریں، تب اُس کی امداد کے امیدوار بنیں۔ رؤسا اور زمینداروں پر اُس نے جو مقدمات بنائے وہ اس جرم میں تھے کہ وہ اپنے مزارعین کی حمایت کرتے ہیں، جس کے یہ معنی تھے کہ اُن کے معاملہ میں دست اندازی نہ کی جائے، اور اُن کے جرم ارتداد کی طرف سے چشم پوشی کی جائے۔ چونکہ اُن کو پنچایتوں کی طرف سے کسی طرح کی امداد کی توقع نہیں تھی، نہ کبھی اُن کو آسانیاں بہم پہنچانے کے لئے کوئی کوشش کی گئی، اس لئے صرف ایک ہی لازمی نتیجہ تھا، کہ اُن کے ہر طرح کے بار بڑھتے چلے جائیں عیسائی اس کے منتظر رہتے تھے کہ اُن پر مقدمہ قایم ہونے سے اُن کی ضبطی جایداد سے فایدہ اٹھائیں۔

امراءورؤساءوزمینداروں کی عادت پڑی ہوئی تھی کہ جتنا وہ عیسائیوں سے وصول کرتے تھے اُس سے دوگنا مولدین سے وصول کریں، ۸۲۵ء میں جو اعلان کیا گیا اُس سے اُنہوں نے اور بھی عزم بالجزم کرلیا کہ اُتنا ہی وصول کئے جائینگے۔ پیداوار اراضی سے وہ تہائی سے لے کر آدھے تک مولدین سے لے لیتے تھے، اس کے علاوہ لگان اور پہلی فصل کا محصول الگ تھا، بعض وقت کلیسا بھی کچھ دعوے کر بیٹھتا تھا اور وہ لے کر چھوڑتا تھا۔ اس کے بعد زوفرا الگ تھے، بیگار الگ، جبریہ قرض جدا اور گرجاؤں کی امداد کا خرچ جدا۔ نماز کی غیر حاضری کا جرمانہ تھا اور شراب پینے اور سُوّر کا گوشت نہ کھانے کے عوض میں محصول ادا کرنا ہوتا تھا آ اہلکاران محکمہ احتساب و محنہ نے اُن کو اپنے سے اتنا ڈرایا ہوا تھا کہ اُن کی اراضی وہ مفت کاشت کر دیتے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ نہ اُن کا کوئی حامی تھا، نہ مددگار؛ اور ہر شخص، پادری ہو یا عامی، ایک منظم طریقہ سے اُن کو لوٹتا تھا۔ اُن کی بُری حالت پر اُن کے بے رحم دشمن پادریوں کا بھی پتھر دل پسیج جاتا تھا۔ فرے بلیڈا جیسا شقی القلب پادری بھی اُن کے اُن محاصل کا ذکر کرتا ہے، جو اُن کو ادا کرنے پڑتے تھے، اور جن سے وہ پسے چلے جاتے تھے، اور کہتا ہے کہ یہ محاصل بڑھتے ہی چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ یہ بدقسمت اُس بوجھ کو اُٹھا سکنے کے قابل ہی نہ رہے۔ اِسی لئے وہ ہمیشہ بغاوت کے لئے سازشیں کرتے رہتے تھے۔ لطف یہ ہے کہ رائے بیرا کو یہ شکایت ہے کہ وہ دولتمند ہوتے جاتے ہیں؛ حالانکہ اُن کو اراضی کی پیداوار کا ایک تہائی، معمولی خدمات اور بہت سے جبریہ تحفے اور قرض دینے پڑتے تھے!

پادری فون سیکا کہتا ہے کہ وہ لگان اور دیگر محاصل کلیسا کو ادا کرتے تھے؛ مگر نہ بطیب و رضاء بلکہ پادریوں کے سخت جبر و تشدد اور بڑی بڑی ترکیبوں سے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جب فصل اُٹھاتی اور بٹائی ہونے لگتی تو اُن سے کہا جاتا کہ آدھا، یا تہائی (جیسا کچھ اُس علاقہ کا رواج ہوتا) زمیندار کو دیدو، اُتنا لگان اور حبوب دو، اتنا قرضہ سابقہ کا بقیہ دو، وغیرہ وغیرہ؛ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بیچارے کاشتکار بالکل خالی ہاتھ، یا اپنی کاشت کا اقل قلیل حصہ لے کر گھر آجاتے

تھے۔ وہ کہتا ہے کہ اُن کی اس حالت زار پر کسی کو رحم نہ آتا تھا؛ کیونکہ عام خیال یہ تھا کہ اُن کو مفلس قلاش اور روبائے رکھنا ہی اچھا ہے۔ وہ حقیقتہً ایسے غلام تھے جن پر رحم نہیں کیا جاتا تھا؛ وہ جانور تھے جن پر رحم نہیں آنا چاہئے؛ اُن پر ہر وقت اس لئے ظلم کیا جاتا تھا کہ کہیں وہ بغاوت کرنے کے قابل نہ ہو جائیں؛ خاص کر اُن اضلاع میں جو سمندر کے قریب تھے تاکہ وہ افریقیہ چلے جانے کے لائق ہی نہ رہیں۔

جہاں تک کہ بلنسیہ اور غرناطہ کا تعلق تھا مولدین کی حالت حتے الامکان غلامان محبوس کی سی رکھی جاتی تھی۔ چارلس کے فرمان مصدرہ ۱۵۴۱ء میں لکھا تھا کہ وہ اپنی رہائش کی جگہ صرف اس لئے بدلتے رہتے ہیں کہ کسی طرح ملک بربر کو نکل جائیں؛ اگر کوئی اُن کو پناہ نہ دے تو وہ اپنا مسکن کیوں بدلتے رہیں۔ اس لئے اُن کو حکم دیا گیا کہ اگر وہ نقل مکانی کرینگے تو وہ قتل کر دیئے جائینگے؛ اور اُن کی جایداد ضبط کر لی جائیگی۔ اگر ایک زمیندار کے علاقے سے نکل کر دوسرے زمیندار کے علاقہ میں جائینگے تو اسی سزا کے مستوجب ہونگے۔ جو شخص کہ اُن کو پناہ دے کر بلا اجازت شاہی اپنا مزارع یا رعیت بنائیگا تو اُس کو پانچ سو فلارن جرمانہ یا سزائے تازیانہ ہوگی۔ یہی سزا؛ اور جلاوطنی مزید برآں اُن لوگوں کے لئے تجویز کی گئی جو غرناطہ اور قشتالہ کے مولدین کو پناہ دیں۔ مولدین سے کہا گیا کہ اگر وہ حدود بلنسیہ میں داخل ہونگے تو اُن کی سزا قتل اور ضبطی جایداد ہے۔ ۱۵۴۵ء میں اس وحشیانہ قاعدہ کی پھر تجدید ہوئی؛ اور مولدین ارغون کو بھی اُن لوگوں میں شامل کر لیا گیا جو بلنسیہ میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔ ایسے ہی قواعد ۱۵۶۳ء اور ۱۵۸۶ء میں جاری کئے گئے۔

چونکہ مال تجارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے اور رکھنے والے قریبًا تمام ہی مولدین تھے؛ اس لئے یہ قواعد اُن کے لئے سخت مصیبت کا باعث تھے؛ اور حکام کو اُن کے تنگ کرنے کا بہت ہی اچھا بہانہ مل گیا تھا۔ ۱۵۷۶ء میں ان میں سے ایک شخص، گیمول فرنینڈیز؛ باشندۂ غرناطہ نے بادشاہ سے یہ شکایت کی کہ مال تجارت کو اِدھر سے اُدھر پہنچانے

میں اُس کو قرطبہ، اشبیلیہ اور دیگر مقامات میں جانا پڑتا ہے مگر باوجود اس کے کہ اُس کے پاس
پروانہ راہداری ہوتا ہے اُس کو گرفتار کر لیا جاتا اور اُس کا مال پکڑ لیا جاتا ہے۔ حکام و عمال مقامی
اُس سے جو کچھ بہ تشدد رشوت لے لیتے ہیں اُس کا اندازہ بآسانی لگ سکتا ہے لیکن اس شکایتی
درخواست کا صرف یہ نتیجہ ہوا کہ ایک فرمانِ شاہی جاری کیا گیا، جس میں حکام کی توجہ اس طرف مبذول
کی گئی کہ حکم یہ ہے کہ مولدین غرناطہ ایک رات بھی اپنے مسکن سے بغیر اجازت، اور صرف بہت تھوڑے
عرصہ کے لئے ضمانت دینے کے بعد غیر حاضر ہو سکتے ہیں۔ اس قاعدہ کی سختی سے پابندی کی جائے۔
یہ بھی بتلا دینا چاہئے کہ خچر بانی کا پیشہ رشک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا؛ یہ لوگ مال تجارت کے ساتھ
خبریں بھی اِدھر سے اُدھر لے جاتے تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ مولدین ان ہی کے ذریعہ سے نمک حرامانہ
سازشیں کرتے ہیں، جن کا ذکر تو ہم بہت کچھ سنتے ہیں، مگر دیکھنے میں کہیں نہیں آتیں، صرف کاغذات
سرکاری تک محدود ہیں۔

مولدین کو یہ چھوٹی سی رعایت بھی نہیں دی جاتی تھی کہ وہ کہیں چلے جائیں، خاص کر ملک
بربر میں۔ باب دوم سے یہ معلوم ہو چکا ہے فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے غرناطہ کے نو عیسائیوں کو
ملک سے باہر نکلنے کے لئے سخت سزائیں تجویز کی تھیں۔ یہ پالیسی برابر قایم رہی۔ افریقیہ سے
ہر طرح کی آمد و رفت اور رسل و رسایل پر سخت نگرانی اور تحدید تھی محکمۂ احتساب و محنہ اور حکام
ملکی ہر وقت نگراں رہتے تھے میں دیکھتا ہوں کہ ۱۵۴۸ء میں صدر محکمہ نے ملک بربر سے اس لئے
خط و کتابت کی اجازت دیدی تھی کہ قیدیوں کے چھڑانے میں آسانی ہو۔ اور ۱۵۵۳ء میں ایک
شاہی فرمان جاری ہوا، جس میں لکھا تھا کہ لوگوں کا سواحل بحر کے شہروں پر باہر جانا بڑھتا جا رہا ہے
یہ بند کیا جائے۔ کوئی شخص بغیر اجازت کے بربر نہ جانے پائے، اور پروانۂ راہداری کے لئے پانچ
ڈوکیٹ لئے جائیں۔ ۹ ستمبر ۱۵۵۸ء کے مراسلہ میں محکمہ صدر نے پوپ پال چہارم کو لکھا کہ محکمہ احتساب و
محنہ لوگوں کی نقل و حرکت کی نگرانی میں سخت مصروف رہا ہے۔ اس کا جو نتیجہ ہوا وہ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ اشبیلیہ میں جو سب سے بڑا اجلاس عدالت احتساب و محنہ کا ۲۴ ستمبر ۱۵۵۹ء کو ہوا اُس میں

دو مولدین زندہ جلائے گئے۔ جہاں اُن پر اور بہت سے جرایم تھے وہاں سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ اُن میں سے ایک ملزم مولدین کو ملک بربر میں لے گیا تھا، اور دوسرے نے اپنی عورتوں اور بچوں کو وہاں پہنچایا تھا۔* ملک بربر ہی ایسی جگہ تھی کہ جہاں اُن لوگوں کا جانا محکمہ احتساب و محنہ بند کرنا چاہتا تھا، جو اُن کے ظلم و ستم کے لذت چشیدہ تھے۔ ۱۵۶۱ء میں سپین کا جو سفیر وینس میں رہتا تھا اُس نے پھر وہی لکھا، جو پہلے لکھ چکا تھا، کہ بلنسیہ اور ارغون کے بہت سے مولدین لیوانٹ جا رہے ہیں، تیس سے زیادہ آدمی معہ اپنے عیال و اطفال کے وہاں موجود ہیں، جو روانگی کے انتظار میں پڑے ہیں، اور بہت سے آدمی روز چلے آ رہے ہیں۔ ایک تاجر جو قسطنطنیہ میں ابراہیم کہلاتا ہے، اور غرناطہ میں ہرنینڈو ڈی ٹلاویرا اُس کے کہنے پر بہت سے آدمی غرناطہ سے آ رہے ہیں۔

۹ مئی ۱۵۶۱ء کو محکمہ صدر نے یہ رپورٹ محتسبین بلنسیہ اور سرقسطہ کو بھیج کر لکھا کہ پوری طرح نگرانی کریں اور اس فعل قبیح کو روکیں۔ یقیناً یہی وجہ تھی کہ سرقسطہ کے حکام نے ایک حکم جاری کیا کہ مولدین ارغون سے نکلنے کا قصد نہ کریں، اور عیسائی اُنہیں کوہ پائرینیز کے اُدھر جانے اور راستہ

* ایک واقعہ ایسا ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ سپین میں اختیارات کے متعلق عجیب بیہودہ مقابلہ ہوتا تھا یہ واقعہ ۱۵۶۲ء کا ہے۔ غرناطہ کے جو مولدین بربر جاتے ہوئے پکڑے جاتے تھے اُن کو حکام فوجی قتل کر دیتے تھے۔ لیکن اگر اتفاقاً محکمۂ احتساب و محنہ کو اُن کی کوئی شکایت ہوتی تھی تو پہلے وہ اُن پر اپنے یہاں مقدمہ چلاتے اور سزائیں دیتے تھے، اور جب وہاں سے اُنہیں چھٹکارا ملتا تھا تو پھر محکمہ فوج کو قتل کر دینے کے لئے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ ایک لدیوس البوسن افریقیہ جاتے ہوئے المیدنیکا میں پکڑا گیا، ٹینڈیلا نے حکم دیا کہ اُس کو قتل کر دیا جائے، اور پھر محکمہ احتساب و محنہ کے سپرد کر دیا۔ وہاں اُس کا جرم معاف کر دیا گیا۔ اب ٹینڈیلا نے اُسے طلب کیا تو یہاں سے انکار ہوا، اور محکمہ صدر میں اس کی رپورٹ کر دی گئی۔ فلپ ثانی نے احتساب و محنہ کے موافق فیصلہ کیا اور یہ لکھا کہ یہ بہتر ہوگا کہ ایسے آدمی جرم ارتداد میں زندہ جلا دیئے جائیں تاکہ لوگ دیکھیں اور عبرت پکڑیں اور ہدایت کی کہ آیندہ یہی کیا جایا کرے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۹۳ء نے صدر نے یہ رویہ اختیار کیا کہ ملکی حکام سے مدد لی جائے کیونکہ شاہی حکام اُن مولدین کو سزائیں نہ دیتے تھے، جو عفو جرم کے بعد الجیریا جاتے تھے۔ (مصنف)

بتلانے میں اُن کی مدد نہ کریں۔ ۲۰ر جون ۱۵۸۵ء کی عدالت احتساب محنہ نے چار آدمیوں کو سزا دے کر اپنا جی ٹھنڈا کر لیا، دو کو تو اس لئے کہ انہوں نے بدرقہ کا کام کیا تھا، اور دو کو اس لئے کہ وہ وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ تین کو سزاء تازیانہ اور قید و کشتیوں کی مشقت، اور سزاء تازیانہ اور قید کی، اور ایک عورت کو ذلیل کُن لباس پہننے کی۔ شدہ شدہ جب جلاوطنی کا وقت قریب آیا تو اس نگرانی میں کمی آگئی، ۲۴ر جنوری ۱۶۰۸ء میں پنچایت نے تجویز کی کہ قتلونیہ کے وائسرائے کو ہدایت کی جائے کہ جو مولدین کہ فرانس جا رہے ہیں اُن کی نگرانی کریں، ان میں سے ذی مقدرت اور صاحب اقتدار لوگوں کو گرفتار کر لیں، تاکہ اُن کی نیت معلوم ہو جائے اور باقیوں کو جانے دیں، کیونکہ جتنے مولدین کم ہونگے اُتنا ہی اچھا ہے؛ اس کی وجہ یہ تھی، کہ یہ تجویز ہو رہی تھی کہ اُن سب کو بربر بھیج دیا جائے۔

سب سے زیادہ دل کو لگنے والی ذلت یہ تھی کہ مولدین سے ہتھیار چھین لئے گئے تھے؛ یہ نہ صرف ذلت ہی تھی، بلکہ اس سے وہ نہتے رہ گئے تھے، ایسے وقت میں بھی اپنی حفاظت نہ کر سکتے تھے جب کہ جور و تشدد زوروں پر تھا اور روزمرّہ کی بات ہو گیا تھا، پُرانے عیسائی اس مقہور قوم کی جانوں کی اتنی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے جتنی کہ ایک کتّے کی۔ باب دویم سے معلوم ہو چکا ہے کہ جب ۱۵۰۱ء میں غرناطہ میں امن و امان قایم کیا گیا ہے تو ہتھیار رکھنا ممنوع قرار دیا گیا تھا، اور اس کی خلاف ورزی کی سخت سزا مقرر کی گئی تھی۔ مولدین ہتھیار بنانے میں ید طولےٰ رکھتے تھے، اور جہاں اور بڑی بڑی صنعتیں اُن کے ہاتھ میں تھیں، وہاں یہ صنعت تو بالکلیہ اُن ہی کی تھی۔ اس صورت میں اس قانون کا نفاذ ایک مشکل بات تھی۔ ۱۵۱۱ء اور ۱۵۱۵ء میں جو اس حکم کی تجدید کی گئی اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل یا تو کی ہی نہیں گئی، یا یوں ہی ٹال دیا گیا۔ چونکہ مولدین کو اس حکم سے تکلیف ہوتی تھی اس لئے ۱۵۱۱ء کے فرمان شاہی میں یہ اجازت دی گئی کہ وہ گول نوک کے چاقو رکھ سکتے ہیں، مگر نوکیلے چاقو ممنوع ہی رہے۔ ہتھیار رکھنے کے لائسنس دیئے جانے لگے، اور غالباً اُن لوگوں کے فایدہ مالی کا باعث

ہوتے تھے جن کے اختیار میں یہ لائسنس دیتے تھے۔ اس شوت ستانی کے متعلق چارلس پنجم کی توجہ مبذول کرائی گئی تو اُنھوں نے اپنے فرمان مصدرہ ۱۵۲۶ئہ میں یہ حکم دیا کہ یہ لائسنس حکام کے حوالہ کر دیئے جایا کریں، اور وہ اس کا فیصلہ کریں کہ اُن کے متعلق کیا کارروائی کی جائے۔ رؤساء و زمینداروں کو منع کر دیا گیا کہ وہ اپنی رعایا اور مزارعین کو لائسنس نہ دیں ۱۵۲۸ئہ میں یہ قواعد تمام ملک محروسہ میں جاری کر دیئے گئے۔ یہ لائسنس جہاں جاری ہوئے وہاں اُن کا بُری طرح استعمال بھی ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ لائسنس دار اپنی ضرورت سے زیادہ ہتھیار لے لیتے تھے اور کوہستان کے ڈاکہ مارنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے اِس کے انسداد کے لئے ۱۵۴۱ئہ میں یہ حکم ہوا کہ مولدین اپنے تمام ہتھیار حکام فوجی کے سامنے خود لا کر پیش کریں، وہ اُن سب پر مُہر لگائیگا؛ جو شخص اس حکم کی تعمیل نہ کرے اُس کو پانچ برس کی قید اور کشتیوں کی مشقت کی سزاء ملیگی ۱۵۶۳ئہ میں اس حکم کی پھر تجدید کی گئی، لیکن پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اس کی چنداں تعمیل نہیں ہوئی ۰

بلنسیہ میں اصطباغ کی کارروائی شروع کرنے سے پہلے احتیاطاً نومبر ۱۵۲۵ئہ میں مسلمانوں سے ہتھیار لے لئے گئے ۱۵۲۸ئہ کے انتظام جدید کے موقعہ پر ان لوگوں نے درخواست دی کہ اُن کو اُن کے ہتھیار واپس دے دیئے جائیں کیونکہ وہ اب تک ان ہتھیاروں کو نہایت وفاداری اور نمک حلالی کے ساتھ بادشاہ کی خدمت کے لئے استعمال کرتے رہے ہیں، اور جب تک زندہ رہینگے یہی کرتے رہینگے۔ اس کا جواب یہ ملا کہ اُن سے وہی سلوک کیا جائے جو پُرانے عیسائیوں سے کیا جاتا ہے۔ مگر جو کچھ اور معاہدوں کا حشر ہوا وہی اس کا بھی انجام ہوا کہ تعمیل نہیں کی گئی جس طرح اور معاہدات اور وعدے ایفانہ کرنے کے لئے کئے گئے تھے اُسی طرح اس وعدہ کو بھی ایفانہ ہونے کا فخر حاصل ہوا ۱۵۴۱ئہ کے فرمان کے موافق جہاں اور تحدیدیں ہوئیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ مولدین کوئی ہتھیار نہ رکھنے پائیں۔ خواہ جارحانہ ہوں یا مدافعانہ۔ گورنمنٹ کی معمولی سستی یا لاپروائی کہ اس حکم کی بھی تعمیل نہیں ہوئی؛ اور ۱۵۴۵ئہ میں حکم جدید جاری ہوا کہ مولدین

کے ہتھیار لے لئے جائیں۔ یہ امر کہ یہ کام کچھ کم دہشتناک نہ تھا' وایسرائے (ڈیوک آف کیلے بریا) کے اُس مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے' جو اُنہوں نے ۳ر فروری ۱۵۴۵ء کو شاہزادہ فلپ کے نام لکھا تھا' کہ "میں نے رئیس الاساقفہ وغیرہ سے مشورہ کیا ہے' اور اُنہیں قسم دیدی ہے کہ اس کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں' اُن سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ یہ تدبیر نہایت ضروری ہے' مولدین کے پاس صرف ایک چاقو چھوڑ دیا جائے' اور اُن کی وہی حالت کردی جائے جو غرناطہ کے مولدین کی ہے۔ سب سے زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے امرا مثلاً ڈیوک آف سیگوربے' گینڈیا اور کاونٹ آف اولیوا کو خفیہ طور پر پہلے ہی اس سے متنبہ کر دیا جائے' میں اس انتظام کو ریاستہاء البیرخ اور القصر میں شروع کرونگا جو میرے ہی ماتحت ہیں۔ یہی مقامات ایسے ہیں کہ جہاں مسلمان سب سے زیادہ رہتے ہیں۔ جب میں اور تین اور امراء اس انتظام کو شروع کر دینگے تو اور امرا کو علیحدہ رہنے کی ہمت نہ پڑیگی' اگرچہ میں مولدین سے ڈرتا ہوں کہ اگر اُن پر اس طرح تشدد کیا جائیگا تو وہ ملک بربر کو بھاگ جائینگے کوہستان برنیا اور ایسپےڈان پر قبضہ کر لیا جائے' کچھ فوج اس طرح رکھی جائے کہ بوقت ضرورت وہ فوراً بلا لی جاسکے۔ بہتر یہ ہو کہ امراء ہی سے یہ کام کرایا جائے' جیسا کہ حکم ہوا ہے شاہی عُمال سے یہ کام نہ لیا جائے' مگر اُن کی موجودگی ضروری ہے تاکہ مولدین کو یہ معلوم رہے کہ یہ انتظام ہر جگہ کے لئے عام ہے"۔

ان مشوروں کا یہ نتیجہ نہیں ہوا کہ کوئی کارروائی کی جاتی (شاید امراء و رؤسا اس کی تعمیل کرتے ڈرتے تھے) اور ۱۵۴۶ء میں رئیس الاساقفہ ٹوماس ڈی ولانووا نے یہ رائے دی کہ جب واعظین کو مولدین کے اصطباغ دینے کے لئے بھیجا جائے تو اُن کی حفاظت کے خیال سے مولدین کے ہتھیار لے لئے جائیں' خاص کر ایسے حربے جو پھینکے جاسکیں' مثلاً بندوق اور تیر و کمان۔ مگر پھر بھی کچھ کیا گیا' اور ۱۵۵۲ء میں سینٹ ٹوماس نے سخت خوفزدہ الفاظ میں شاہزادہ فلپ کو لکھا کہ ترکوں کا ایک بیڑہ مجورقہ کے قریب دیکھا گیا ہے' اس لئے اُنہوں نے عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ فوراً دو ہزار سپاہی بھیج دیئے جائیں تاکہ بغاوت نہ ہونے پائے' اگر اس خاص غرض کے لئے

وہ کام نہ آئے تو مولدین کے ہتھیار چھیننے میں کام دینگے، یہ وہ کام ہے جو اب سے بہت پہلے ہوجانا چاہئے تھا۔ معمول کے موافق کاہلی اور سستی کی عملداری رہی، ۱۵۶۱ء میں محتسب گریگوری ڈی مزنڈا سے بادشاہ نے مشورہ طلب کیا تو اُنہوں نے یہ رائے دی کہ سب سے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ مولدین سے ہتھیار لے لئے جائیں۔ سردی کے موسم میں یہ کارروائی کی جائے کیونکہ اُن دنوں بحری قزاقوں کو ساحل تک آنے کی ہمت نہ پڑیگی۔ امراء کو حکم دیا جائے کہ وہ اپنی رعایا سے ہتھیار لینا شروع کریں، اور اُنہیں دھمکائیں کہ اگر وہ ہتھیار نہ دینگے تو بادشاہ خود لیلنگے۔ آخر ۱۵۶۳ء میں کارروائی شروع کی گئی۔ رؤساء نے خفیہ طور پر ہر جگہ ایک ہی وقت میں ہتھیار لینے کی کوشش کی! کیونکہ حکم یہ تھا کہ اگر وہ حکم کی تعمیل نہ کریں تو دو ہزار فلارن جرمانہ ادا کریں۔ فرمان شاہی مصدرہ ۱۹ر جنوری ۱۵۶۳ء میں یہ حکم تھا کہ تمام اصطباغ یافتہ مولدین اور اُن کی اولاد نہ ہتھیار اپنے گھر رکھیں نہ اپنے پاس، اگر اُن کے پاس ہتھیار نکلیگا تو اُن کو دائمی قید بامشقت کی سزا دی جائیگی، ہتھیار اور وہ مکان جس میں وہ ہتھیار پائے جائینگے وہ ضبط کیا جائیگا، اور اس کے علاوہ کوئی اور سزا بھی دی جاسکیگی، جو سزاء موت بھی ہوسکتی ہے۔ حکم تھا کہ صرف چار گھنٹہ کے اندر ہتھیار دے دیئے جائیں، اس کے بعد تمام ہتھیاروں کی فہرست بنائی جائے اُس میں اُن کی قیمتیں درج کی جائیں تاکہ وہ مالکوں کو ادا کر دی جائے۔ اس کے ساتھ ہی سپہ لار فوج نے یہ اعلان کر دیا کہ تمام مولدین شاہی حمایت میں آ گئے، جو شخص کہ اُن سے بدسلوکی یا اُن کی توہین کریگا، جو شخص کہ اُن کو کتا یا ایسا ہی کوئی اور لفظ کہیگا تو اُس کو چھبیس ڈوکیٹ جرمانہ یا تیس دن کی قید ہوگی، جو شخص اُن کو ماریگا یا زخمی کریگا، یا اُن کی جائداد کو کسی طرح نقصان پہنچائیگا، تو اگر وہ معزز ہوگا تو دو سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائیگا، اور اگر کوئی عامی ہوگا تو اُتنے ہی عرصہ کے لئے قید اور کشتیوں کی مشقت کی سزا پائیگا۔ ہتھیاروں کے دینے اور لینے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ جو فہرست بنائی گئی تھی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولدین کے ۱۶۳۷۷ مکانات سے ۱۴۹۳۰ تلواریں، ۴۵۴۳ کمانیں اور بہت سے جارحانہ و مدافعانہ ہتھیار ضبط کئے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ مولدین نے بڑی مشقت کے ساتھ ہتھیار اپنے لئے مہیا کئے تھے۔

ارغون میں ہتھیار لینے کا کام محکمۂ احتساب و محنہ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ اس محکمہ نے ۱۹ نومبر ۱۵۵۹ء کو ایک حکم جاری کیا کہ کوئی مولد اپنے پاس ہتھیار نہ رکھے۔ لیکن رؤساء نے اس حکم کے خلاف محکمۂ صدر میں مرافعہ کیا۔ اُن کا اقتدار بھی اتنا تھا کہ انہوں نے اس کارروائی کو ایک غیر معین وقت تک کے لئے ملتوی کرا دیا۔ رؤساء نے وجہ یہ بیان کی کہ اگر مولدین کے پاس ہتھیار نہ رہے تو وہ نہروں پر آبپاشی کے لئے اپنے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ۱۵۹۰ء میں پھر کارروائی شروع کی گئی اور یہ کہا گیا کہ اگر وہ اپنے ہتھیار دیدینگے تو اُن کو عام معافی دے دی جائیگی۔ بادشاہ سے مشورہ کرنے کے بعد محکمہ صدر نے محتسبین سرقسطہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس معاملہ میں رئیس الاساقفہ، ایسراء الملے نار اور کاؤنٹ آف ساسٹا کو سے مشورہ کریں۔ اُس زمانہ کے طور وطریق کی عجیب مثال یہ واقعہ ہے کہ جب محتسبین نے رئیس الاساقفہ کو لکھا کہ وہ مجلس شوریٰ کے انعقاد کا دن اور وقت مقرر کریں، تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ خود ہی وقت مقرر کردیں، لیکن جواب اس طرح دیا کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ محتسبین، رئیس الاساقفہ کے محل پر اُن کی خدمت میں حاضر ہوں۔ محتسبین وہاں امرا کی طرح جانا چاہتے تھے، کیونکہ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس میں اُن کی توہین ہوتی ہے اس لئے انہوں نے ۲۲ مئی ۱۵۹۰ء کو محکمہ صدر میں رپورٹ کرکے ہدایت طلب کی۔ یہاں ۱۸ جنوری ۱۵۹۱ء تک اس رپورٹ پر غور ہوتا رہا اور پھر یہ حکم ہوا کہ مجلس شوریٰ الجعفریہ میں منعقد کی جائے، کیونکہ وہاں محکمۂ احتساب و محنہ قایم ہوچکا ہے، رئیس الاساقفہ کو اطلاع دے دی جائے اگر وہ آنا چاہیں تو اُن کے بغیر ہی اوروں سے مشورہ کرلیں۔ اس کے بعد بوجہ انٹونیو پیریز کی سرکشی اور شرارت کے اور دیر لگی جب اُس کا معاملہ طے، اور طرازونا کی پنچایت کا فیصلہ ہوگیا تو یہ بکھیڑا پھر شروع کیا گیا۔ ۲۰ مارچ ۱۵۹۳ء کو فلپ نے مولدین کے ہتھیار چھین لینے کا حکم دے ہی دیا، اور اسی غرض سے پیڈرو ڈپیکو رکن محکمہ صدر اور ڈران لیڈروں ڈی گیوارا کو سرقسطہ بھیجا کہ وہ محتسبین سے اس معاملہ کی تفصیلات کے متعلق مشورہ

کریں۔ اُنہوں نے یہ تصفیہ کیا کہ محکمہ احتساب و محنہ کی طرف سے ایک حکم جاری کردیا جائے، چنانچہ تمام محتسبین اپنے سکرٹریوں کو لے کر ایک کمرہ میں صبح کے وقت جمع ہوئے اور دوسری صبح کو چھ بجے تک ایک سو تیس قصبات کے لئے احکام کا مسودہ تیار کرتے رہے۔ احد الشعانین (پام سنڈے) ۱۴ اپریل کو تمام ملک محروسہ میں یہ اعلان کیا گیا کہ تیس دن کے اندر اندر تمام ہتھیار دیدیئے جائیں، اگر اس کے بعد کسی نوعیسائی کے پاس ہتھیار پایا گیا تو اُس کو سو تازیانوں اور سو ڈوکیٹ جرمانہ کی سزا دی جائیگی۔ اس کے ساتھ ہی محتسب اعظم کیو روگا نے اعلان کیا کہ تمام غلط کاریوں اور ارتداد کے جرایم معاف کئے جاتے ہیں، بشرطیکہ اعتراف کرلیا جائے۔ دو محتسب تمام ملک محروسہ میں اس غرض سے بھیجے گئے کہ وہ ہتھیار لینے کی کارروائی کی نگرانی کریں، اور اُن لوگوں کے قصور معاف کریں جو ایڈکٹ آف گریس سے مستفید ہونا چاہتے ہیں کسی نے ہتھیار دینے میں چون و چرا نہیں کی؛ علاوہ اُن ہتھیاروں کے جو زمین میں دبا دیئے گئے، یا خفیہ طور سے فروخت کردیئے گئے ۷۶، ۷ تلواریں ۱۳۵۶ نیزے وغیرہ ۴۸۹ کمانیں ۳۷۸۳ بندوقیں اور اور بہت سے ہتھیار جمع ہوگئے۔ چونکہ اس حکم کے موافق چاقو نہیں لئے گئے اسلئے رفتہ رفتہ اُن کا قد و قامت بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ وہ سخت حربہ بن گئے محکمۂ احتساب و محنہ کے دو تین اہلکار گرفتاریاں کرتے ہوئے ان ہی چاقوؤں سے مارے گئے۔ آخر ۱۶۰۳ء میں حکم ہوا کہ یہ چاقو ایک خاص لمبائی کے ہوں، اور نوکیلے نہ ہوں٭

قتلونیہ میں آخر وقت تک ہتھیاروں کے متعلق پرانے اور نئے عیسائیوں میں کسی طرح کی تمیز روا نہیں رکھی گئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخری جلاوطنی کے وقت خطرات پیدا ہوگئے، جو فضول تھے کیونکہ ہتھیاروں کا استعمال کبھی ہوا ہی نہیں۔

علاوہ اس کے کہ مولدین سے مدافعت کے تمام ذرایع چھین لئے گئے، ان احکام کی تاویل کرتے ہوئے وہ تحدیدیں کی گئیں کہ مزدوروں، کاشتکاروں اور کاریگروں کو ہمیشہ کے لئے دقت رہی،

٭ ۱۵۹۳ء میں جوآن ڈیل اولمو حاکم محکمہ احتساب و محنہ بلنسیہ کو چالیس ڈوکیٹ اس کارگزاری کے صلہ میں انعام دیا گیا کہ اُنہوں نے مولدین زہیٔ البراسین اور ٹیریول کے ہتھیار لینے میں کارنمایاں کیا۔ (مصنف)

اُن کو بجا شکایتیں پیدا ہوئیں اور وہ ہمیشہ جھنجلاتے رہے۔ مثال کے طور پر یہ کہنا کافی ہے کہ نیشکر کاٹنے کے لئے بھاری بھاری درانتیوں کی ضرورت ہوتی ہے، مگر مولدین اس کو نہ رکھ سکتے تھے، کیونکہ وہ قانوناً ممنوع تھیں۔ اس کے علاوہ اور ہزاروں باتیں تھیں کہ مولدین کی صنعت و حرفت میں اوزاروں کے نہ ہونے کی وجہ سے رُکاوٹ پیدا ہوگئی، کیونکہ حکام و عُمال نے اُن کو مخدوش قرار دے رکھا تھا۔ ۱۵۶۷ء میں ایک خچربان مگیول راڈریگز نامی نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اُس کو ایک گول نوک کا نیچہ، جیسا کہ غرناطہ میں مولدین کو رکھنا جایز قرار دیا گیا ہے، رکھنے کی اجازت دی جائے، کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنا کام نہیں کر سکتے۔ اس درخواست کے جواب میں ایک فرمان شاہی جاری ہوا، جس میں تمام احکام متعلقہ کا اعادہ کر کے کہا گیا کہ تمام ملک محروسہ میں مولدین کو سوائے ایک بے نوک چاقو کے کوئی ہتھیار رکھنا ممنوع ہے، اگر کسی کے پاس کوئی ہتھیار پایا جائیگا تو پہلے جرم میں ضبطی ہوگی، دوسرے میں چھ سال کی قید اور کشتیوں پر مشقت، اور تیسرے میں قید با مشقت دائمی۔ ان تمام احکام کی سختی سے تعمیل کی جانے کی تاکید کی گئی۔

جو لوگ کہ عہدہ دار وغیرہ تھے اُن پر یہ الزام لگایا جانا مشکل تھا کہ اُنہوں نے وعدہ خلافیاں کیں، مگر یہی وہ بات تھی جو سولھویں صدی کے آخر میں مولدین پر شاق گزرنے لگی، خاص کر اُن لوگوں پر جو اُن میں متمول یا تعلیم یافتہ تھے، اور جن میں سے اکثر نہ صرف ظاہری، بلکہ صدق دل سے عیسائی تھے۔ جس وقت اُن کو جبراً عیسائی بنایا گیا ہے، اور اُن سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اُن کے حقوق پُرانے عیسائیوں جیسے ہونگے، اُس وقت یہ بات چنداں نمایاں نہ تھی، بلکہ یہ اُس وقت پیدا ہوئی کہ جب مذہبی جنون نے غیر مسامحت پیدا کر دی۔ اس غیر مسامحت کے پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ لوتھر کی اصلاحات مذہبی کی وجہ سے ان لوگوں کے جذبات میں ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا تھا۔ سپین میں ایک اور جنون "خونِ خالص" یا "نجابت" کا شروع ہوا، جس نے ملک بھر کو حسد، غیرت، نفرت اور فسادِ قلبی سے معمور کر دیا۔ اس کتاب میں اتنی گنجایش نہیں ہے کہ اس منحوس خیال نجابت پر تفصیل سے لکھا جائے۔ اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ سولھویں صدی کے وسط میں جو لوگ مسلمانوں یا یہودیوں

کی اولاد تھے، یا اُن لوگوں کی اولاد تھے، جن پر محکمۂ احتساب و محنہ نے جرم ارتداد قایم کرکے تعذیب دینی کی سزا دی تھی، اُن کے لئے تمام کالجوں، یونیورسٹیوں، گرجاؤں، مذہبی اور فوجی عہدوں، محکمۂ احتساب و محنہ کے رُکن بننے، حتےٰ کہ میونسپل کے رُکن بننے کے دروازے سختی کے ساتھ بند کر دیئے گئے تھے۔ اس وقت صحیح طور پر یہ بتلانا ناممکن ہے کہ اس کا شیوع کس حد تک ہوا، کیونکہ ہر شخص بجاءِ خود اس معاملہ میں قانون مجسم تھا۔ مثال کے طور پر یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ غرناطہ میں بڑے گرجا، اور اُن گرجاؤں میں جن کے متعلق اور گرجا تھے نجابت کا خبط نہ تھا، مگر بلبوا آمین یہ شرط تھی کہ میونسپل میں نجیب الطرفین کے سوا کوئی شخص رکن نہ ہونے پائے۔* بڑی بڑی یونیورسٹیوں، مثلاً سلامنکا اور القلعہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نجابت کی شرط صرف اساتذہ اور عُمال تک محدود تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ناممکن تھا کہ طلبہ کا جم غفیر اپنے نجیب الطرفین ہونے کے ثبوت حاصل کرنے میں تکلیفیں بھی اُٹھائیں، اور خرچ بھی برداشت کریں۔ مگر طُلیطلہ کے ڈومینیکی کالج میں جو طالب علم دینیات یا دیگر علوم حاصل کرنا چاہتا تھا اُس کا نجیب الطرفین ہونا لازمی تھا۔× جس سرزمین میں کہ کلیسائی یا ملکی عہدوں کی

---

* معلوم ہوتا ہے کہ صوبۂ باسک بالخصوص مسلمانوں اور یہودیوں کا مخالف تھا۔ ۱۴۸۲ء میں گی پس کا ایک قانون تھا کہ کوئی نوعیسائی نہ اُس علاقہ میں رہے، نہ وہاں شادی کرے۔ ۱۵۱۱ء میں بسکے نے ایک فرمان شاہی حاصل کیا کہ تمام نوعیسائیوں اور مسلمانوں اور اُن کی اولاد کو جلاوطن کر دیا جائے۔ ۱۵۶۱ء میں قستالہ کی کونسل میں ایک درخواست گزری کہ یہی قانون وہاں نافذ کیا جائے؛ مگر کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسا قانون وہاں کبھی نافذ نہیں ہوا، اور اُس کو جاری کرنا مناسب نہیں ہے۔ سائلوں کو حکم دیدیا گیا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں، اگر اس معاملہ پر غور کرنے کی ضرورت داعی ہوئی تو وہ پھر طلب کر لئے جائینگے۔ باوجود اس انکار صاف کے اُن لوگوں نے ۱۵۶۵ء میں پھر وہی درخواست پیش کی، اور پھر وہی جواب پایا۔ (مصنف)

× طُلیطلہ کے اسقف سی لیشیو نے اپنے خط مورخہ ۱۹ رجون ۱۵۴۷ء اسمی شاہی کونسل میں یہ بحث کی ہے کہ نجابت کا قانون، جو اُس نے اپنے یہاں جاری کیا ہے نہایت موزوں ہے۔ اسی خط میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ یہ قانون تمام سپین کے کالجوں میں جاری ہے، یہاں تک کہ بولونا میں بھی جو البورنوز کا قایم کیا ہوا ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۵ پر ملاحظہ ہو)

تمنا ہر اُس شخص کو رہتی ہو جو علم کے نام شُد بُد سے بھی واقف ہو وہاں اتنی بڑی رکاوٹ پیدا کر دینی عقل کی بات نہ تھی۔ اس سے ہر ایک ذہین اور مقتدر مولد کے دل میں آگ نہ لگنی اور سلطنت سے بیزاری نہ پیدا ہو جانی ناممکن بات نہ تھی۔ نواریٹ کا یہ خیال ہے کہ اگر نجابت کا جنون نہ پیدا ہوتا تو مولدین کے جلاوطنی کی ضرورت بھی نہ پیدا ہوتی۔ یعنی اگر ان لوگوں کو اوروں جیسی عزت و آبرو حاصل ہو جاتی تو یہ سب عیسائی ہو جاتے، نہ یہ بے جگر ہو کر سلطنت کا مقابلہ کرتے، نہ اپنی اس بے عزتی سے اُن کو مذہب مسیحی سے نفرت ہوتی ؛

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں تو یہ خیال رہا ہے کہ اس آفت سے مولدین کو مستثنےٰ رکھا جائے۔ محکمہ احتساب و محنہ کے حکام اگرچہ تنخواہ دار نہ ہوتے تھے، مگر ان کی تمنا ہر شخص کو رہتی تھی، کیونکہ اس سے ایک حد تک تعزز حاصل ہو جاتا تھا اور حکام ملکی کے حدود اختیارات سے اس محکمہ کا افسر مستثنےٰ ہوتا تھا۔ اس محکمہ کے متعلق نجابت کا اشارہ سب سے پہلے صدر کے حکم مصدرہ ۱۰ اکتوبر ۱۵۴۶ء میں پایا جاتا ہے، جس کے موافق محکمہ احتساب و محنہ میں صرف پُرانے عیسائی ہی مقرر ہو سکتے تھے۔ ۱۵۴۷ء میں مون زدن کی کونسل نے یہ شکایت کی کہ بہت سے مولدین اس محکمہ میں مقرر ہو گئے ہیں۔ اس کے جواب میں محکمہ صدر نے یہ لکھا کہ سوا ملحدین اور مذہب سے روگرداں اور ان کے حمایت کرنے والے لوگوں کے ہر ایک شخص اس محکمہ میں مقرر ہو سکتا ہے۔ لیکن بہت جلد یہ اصول بدل گیا۔ محتسب اعظم والڈیس نے ۱۵۵۲ء میں محتسب بلنسیہ کو لکھا کہ وہ اپنے محکمہ میں اُن لوگوں کو مقرر نہ کرے کہ جو یہودیوں یا مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ ۱۰ مارچ ۱۵۵۲ء کو ایک فرمان شاہی جاری ہوا جس کے موافق یہ اصول عامہ قایم کیا گیا کہ اس محکمہ کے تمام حکام پُرانے عیسائی ہوا کریں لیکن باوصف اس کے جب فلپ ثانی نے ملک میں امن قایم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴) یہ قاعدہ ہے کہ سوا پُرانے عیسائیوں کے اور کوئی اُس کالج میں داخل نہیں ہو سکتا، نہ پادری بن کر اس کالج سے نکل سکتا ہے۔ کونسلوں کے تمام اراکین اور حکام دیوانی و فوجداری بھی یہی پُرانے عیسائی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی نو عیسائی غلطی سے ان عہدوں پر مقرر ہو گیا ہو تو وہ علیحدہ بات ہے ؛ (مصنف)

کرنے اور مولدین کی شکایات رفع کرنے کے لئے ۱۵۶۵ء میں دورہ کیا ہے تو اُنہوں نے یہ حکم دے دیا کہ معزز اور با اثر مولدین اس محکمہ میں مقرر کئے جائیں لیکن ۱۵۶۸ء ہی میں برشلونہ کے محتسب کو اس لئے تہدید کی گئی کہ اُس نے احکام سابقہ کی تعمیل نہیں کی اور یہ تاکید کی گئی کہ وہ آئندہ صرف نجیب الطرفین ہی کو محکمہ احتساب و محنہ کا حاکم مقرر کیا کرے۔ اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ کلیسائی عہدوں کے متعلق بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا۔ ۱۵۶۶ء میں اسقف اعظم ایالا نے بلنسیہ کے کلیسا میں یہ کا قاعدہ جاری کیا تو اُنہوں نے حکم دیا کہ کوئی شخص جو چوتھی پشت میں یہودی کی نسل ہو یا دوسری پشت میں ان کا رشتہ دار ہو وہ نہ کلیسا میں کوئی عہدہ پائے نہ کسی طرح کی ترقی۔ اس حکم میں مولدین کا نام نہ آنا قابل لحاظ امر ہے۔ پوپ پال چہارم نے یہ حکم دیا تھا کہ جو شخص چوتھی پشت میں یہودی کی اولاد ہو وہ کلیسا میں کوئی عہدہ نہ پائے۔ ۱۵۷۳ء میں پوپ گریگوری سیزدہم نے مسلمانوں کی اولاد کو بھی اسی حکم میں شامل کر دیا۔ لیکن مونزوں کی کونسل میں ۱۵۶۴ء میں یہ قرار دیا جا چکا تھا کہ جو شخص بلنسیہ کے مولدین کے کالج کا تعلیم یافتہ ہو وہ اپنے آدمیوں کو دینی و روحانی تعلیم دے سکتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ اس کالج نے اچھے اچھے پادری، واعظ اور دینیات کے ماہر پیدا کئے تھے۔* لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا گیا، نفرت و حقارت کو ترقی ہوتی گئی، اس استثنا کا احاطہ وسیع ہوتا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لائق ذی استعداد اور بلند نظر آدمی، جو سلطنت کی خدمت کر کے دکھلاتے اور جنہوں نے فی الحقیقت اپنے آدمیوں کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا، وہ مایوس ہو بیٹھے اور اُنہوں نے اپنی تمام تر طاقت و ہمت سلطنت سے بیزاری پھیلانے اور بغاوت و فساد کا خیال پیدا کرنے میں صرف کر دی۔

اگر سوسائٹی اور سلطنت کے متعلق مولدین کے تعلقات، وجوہ متذکرہ بالا نے قابل افسوس

* جون سیکا اپنی کتاب کے صفحہ ۷۶ میں کہتے ہیں کہ اسقف اعظم ٹرے بیرا نے تمام مولد پادریوں کو معطل کر دیا اور اس بات کی کچھ پروا نہیں کی کہ اُن میں بہت سے عالم اور پادری ایسے ہیں کہ جن پر کبھی کوئی دھبہ نہیں آیا، اور جو بڑے بڑے دینی کالجوں کے تعلیم یافتہ تھے۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اُن پر یہ شک ہو گیا تھا کہ آیا اُنہوں نے اصطباغ لیا ہے یا نہیں۔ (مصنف)

کر دیئے تھے تو قطع نظر کلیسائی جور و تشدد کے کلیسا کے متعلق بھی اُن کے خیالات چنداں اچھے نہ تھے۔ اُن کو اُن کے آباؤ اجداد کی سرزمین میں صرف اس لئے رہنے کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ عیسائی کہلاتے تھے گو برائے نام ہی سہی۔ یہ کلیسا کا فرض تھا کہ وہ اُن کو مذہب مسیحی کا پابند کرتا خواہ وہ پابندی ظاہری ہی ہوتی، لیکن یہ تو نہ ہوا' ہوا تو یہ کہ ہر وقت اُن کی نگرانی کی گئی اُن پر جاسوس رکھے گئے۔ اور اُن کو اُن مراسم مذہبی کے ادا کرنے پر مجبور کیا گیا کہ جن سے اُنہیں دلی نفرت تھی۔ پادریوں کے مقرر کئے ہوئے شحنہ اُن سے بہ تشدد تمام جائز و ناجائز روپیہ وصول کرتے تھے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ اُن کی نگرانی کریں اور صرف اس صورت میں اُن سے تاوان وصول کریں کہ جب وہ تیوہاروں کے روز کام کرتے ہوئے پکڑے جائیں یا گرجاؤں سے غیر حاضر رہیں یا ایسے کام کرتے ہوئے دیکھے جائیں جو اُن ہدایات کے برخلاف ہوں کہ جو چھاپ کر اُن کو دے دی گئی تھیں۔ ۱۵۹۵ء سیگوربے کے اسقف پیریز بیان کرتے ہیں کہ یہ شحنہ جو کچھ وصول کرتے تھے اُس کا نصف یا ثلث اُن کو دیا جاتا تھا۔ چونکہ یہ رقم بہت ہی قلیل ہوتی تھی اس لئے اس آسامی کو بہت ہی غریب آدمی منظور کرتے تھے۔ جو جرایم کئے جاتے تھے اُن کے اخفاء کے بدلے میں اُن کو رشوتیں بھی ملتی تھیں۔ یہ غریب اپنا فرض ادا کرتے ہوئے ڈرتے بھی تھے کیونکہ ایک طرف تو اُن کو زمیندار دھمکاتے تھے اور دوسری طرف (دور افتادہ اصلاح میں) مولدین ۔

ایک رسم ایسی تھی کہ جس کو مولدین کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتے تھے یعنی اپنے مُردوں کی حرمت۔ اُن کا قاعدہ تھا کہ صاف کفن دیتے اور پاک زمین میں دفن کرتے تھے۔ باب پنجم میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صاف کفن پہنانے کے جرم میں محکمۂ احتساب محنہ نے مقدمے چلا دیئے تھے۔ قبروں کے متعلق جمعیت المولدین نے ۱۵۲۸ء کی کونسل میں یہ درخواست دی کہ جہاں جہاں وہ پرانے عیسائیوں کے ساتھ رہتے ہیں اُن کو یہ اجازت دی جائے کہ وہ اپنا قبرستان الگ کر لیں۔ اس کا یہ جواب دیا کہ جو مساجد کہ گرجا بنائی گئی ہیں اُن کے قریب وہ اپنا قبرستان بنالیں لیکن اگر پرانے عیسائی وہاں گڑنا چاہیں تو وہ مانع نہیں ہو سکینگے۔ اس فیصلہ سے مولدین کسی قدر خوش ہو گئے

۱۵۹۱ء تک اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ اس سال یہ حکم ہوا کہ مولدین کو گرجاؤں کے اندر دفن کیا جائے۔ اُن کے نزدیک یہ ایسی مکروہ بات تھی کہ وہ بادشاہ یا پوپ کو تیس ہزار ڈوکیٹ تک دینے کو تیار ہو گئے کہ اُن کے لئے قبرستان الگ تجویز کر دیا جائے، خواہ وہ مزبلہ ہی کیوں نہ ہو، مگر کون سنتا تھا، وہ حکم بحال رہا۔

ایک اور چیز جو مولدین کو ہر وقت بے چین رکھتی تھی وہ اُن کے بچّوں کو اصطباغ دیا جاتا تھا۔ کلیسا کا ایک یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ مولدین کا کوئی بچہ بغیر اصطباغ کے باقی نہ رہے۔ ظاہر تو یہ کیا گیا کہ بغیر اس کے وہ نجات ابدی نہیں پا سکتے، مگر اصلیت یہ تھی کہ تا وقتیکہ یہ نہ ہو جائے وہ تحت اختیارات کلیسا نہیں آ سکتے تھے۔ اس کے لئے نہایت سخت قواعد بنائے گئے کہ کوئی بچہ بغیر اصطباغ کے باقی نہ رہے۔ مولدین میں سے کوئی عورت دایہ کا کام نہیں کر سکتی تھی۔ مولدین کے ہر ایک گاؤں میں ایک عیسائی دایہ رہتی تھی، جس کے انتخاب میں سخت احتیاط کی جاتی تھی، اور اُس کو خاص ہدایات دی جاتی تھیں۔ وہ ہر ایک حاملہ مولدہ کی سختی سے نگراں رہتی تھی۔ اگر کوئی حاملہ اُس کی نگاہ سے رہ جاتی تھی تو اُس پر ایک سو ریال جرمانہ کیا جاتا تھا۔ بچّہ کے پیدا ہونے کے بعد وہ اُس کو ماں کی گود میں دے کر دودھ پلوا دیتی تھی، اس کے بعد اُس کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ مقامی پادری یا شحنہ کو تولید کی اطلاع دے دے۔ اُس کو حکم تھا کہ سواء ضروریات خانگی وغیرہ کے وہ زچہ کے پاس سے نہ ٹلے۔ جس روز بچہ پیدا ہوتا تھا اُسی روز یا اُس کے دوسرے روز اصطباغ دے دیا جاتا تھا۔ ایک رجسٹر میں نہایت احتیاط سے اس بچّہ کا نام وغیرہ درج کر لیا جاتا تھا، تاکہ آئندہ اُس کے شناخت میں کوئی غلطی نہ ہو سکے۔ عام طور پر سے یہ بیان کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ہے بھی صحیح کہ جب بچّہ کا باپ اصطباغ دلوا کر اپنے بچّہ کو گھر لے کر آتا تھا تو وہ سخت کاوش کے ساتھ زیت مقدس (اصطباغ کے تیل) کو بچّے کے جسم سے چھڑا کر اُس کو غسل دیتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اس سے اصطباغ کی ناپاکی دور* ہو گئی ہے۔

---

* فون سیکا نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اصطباغ سے بچنے کے لئے مولدین ایک ہی بچّہ کو کئی کئی مرتبہ پیش کرتے تھے۔
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۹ پر ملاحظہ ہو)

ایک اور معاملہ مولدین کی شادی اور نکاح کا ایسا تھا کہ جس میں کلیسا اور اہالی کلیسا مولدین کے مراسم اور اعتقادات میں دخل دیتے تھے، جس سے بجا طور پر شکایتیں تھیں۔ نسبت اور ناطوں کا معاملہ کلیسا نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ اُس نے رشتہ داریوں کی کچھ حدود قایم کر دی تھیں کہ جن میں مناکحت نہیں ہو سکتی تھی۔ پہلے تو اُس نے یہ شرط لگائی تھی کہ صرف وہی ناطے صحیح ہونگے کہ جن کے درمیان میں سات پشتوں تک کوئی رشتہ نہ ہؤا ہو، لیکن پھر اس کو چار پشتوں تک کے لئے محدود کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد کلیسا نے ایک ادعائی روحانی وغیر روحانی قرابت پر زور دیا، اور اس تحدید کو اور بھی وسیع کر کے اتنے سوالات قایم کئے کہ جو بہت دق کرنے والے تھے۔ اس کے ساتھ ہی کلیسا نے پوپ کو یہ اختیارات دیئے کہ وہ بعض حالتوں اور صورتوں میں اس احاطۂ محدودہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۸) بلیڈا کہتے ہیں کہ بقول ان آٹھ روز کے اندر بیس بچے پیدا ہوئے، اس طرح صرف ایک ہی بچہ کو بیس مرتبہ اصطباغ دیا گیا۔ ایک گانوں والے دوسرے گانوں والوں کو اصطباغ کے لئے اپنے بچے دیدیا کرتے تھے۔ دریاء میجارس کے کناروں پر جتنے مواضع تھے اُن میں یہ رسم تھی کہ دو مہینہ کے اندر جو بچہ پہلے پیدا ہوتا اُس کو اُن بچوں کے عوض میں بار بار اصطباغ دیا جاتا تھا، جو اس عرصہ میں پیدا ہوئے ہوں۔ (فون سیکا صفحہ ۶۷) اس قول کی بنیاد یہ ہے کہ اوران سے اسقف اعظم رائے بیرا کو ایوڈار کے ایک پناہ گزین مسلمان نے ایک مخبری کی تھی۔ رائے بیرا کو اس کا اتنا یقین آیا کہ اُس نے تمام مولدین پادریوں کو معطل کر دیا (جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے) کیونکہ اُن کے اصطباغ یافتہ ہونے میں شک پیدا ہو گیا تھا۔ ۳ر اگست ۱۶۱۰ء کو رائے بیرا نے ایک کلیسائی حکم جاری کیا کہ جتنے ناسمجھ بچے تھے، اور جو جلاوطنی کے وقت والدین سے چھین کر رکھ لئے گئے تھے، اُن کو از سر نو اصطباغ دیا جائے۔ بلیڈا نے پہلے تو مخبر کے اس بیان کو صحیح سمجھا، لیکن بعد میں انہوں نے اس کی تردید کی۔ اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک مولدین کا تعلق ہے بیچارے اہالی کلیسا بہت ہی سریع التصدیق لوگ ہوتے تھے مگر سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ ان بچوں میں لڑکے بھی ہوتے تھے اور لڑکیاں بھی۔ لڑکے کی جگہ لڑکی، اور لڑکی کی جگہ لڑکا پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی پادری ایک ہی دن کی عمر کے بچہ کے مقابلے میں دو ہفتہ یا دو مہینہ کی عمر کا بچہ اصطباغ کے لئے منظور نہیں کر سکتا تھا۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ دریاء میجارس کے کنارے مولدین کے صرف پچاس خاندان بستے تھے اور اُن میں مہینہ میں ایک بچہ سے زیادہ پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ (مصنف)

کے اندر مصاہرت کی اجازت دے سکتا ہے۔ مگر اس قاعدہ کو قرار دینے کے وقت کلیسا اس امر کو نظرانداز کر گیا کہ پوپ کو اجازت دینے کے اختیارات دے کر وہ صاف طور پر اس کا اعتراف کرتا ہے کہ جو ممانعت اُس نے قایم کی ہے وہ بالکل مصنوعی اور بے بنیاد ہے، نہ وہ کسی فطری قانون پر مبنی ہے نہ اخلاقی پر۔ اس نے جناب پوپ کو ایسے وسیع اختیارات دے دیئے کہ جن کا اثر ملکی معاملات پر پڑتا تھا، یعنی اُن کو اختیار تھا کہ کسی خاندان کے آپس میں مصاہرت کی اجازت دے دیں، یا کسی نکاح کو فسخ کر دیں، مگر جناب پوپ کی آمدنی کا ایک اور ذریعہ بڑھ گیا۔ وہ اپنے اجازت ناموں کو خریدار کی حیثیت اور ضرورت کے موافق قیمت لے کر فروخت کرنے لگے*
مسلمانان سپین میں چچا کی اولاد کے درمیان میں مناکحت جایز تھی، اور چونکہ وہ بیشتر چھوٹی چھوٹی تعداد میں زراعتی گانوؤں میں رہتے تھے اس لئے کئی نسل متواتر سے آپس ہی میں شادیاں ہو کر رشتہ داریوں کا ایک جال بنا رہتا تھا۔ نسلاً بعد نسل کی تزاوج نے ایسے پیچیدہ تعلقات قرابت پیدا کر دیئے تھے کہ شاید ایک بھی آدمی اُن میں ایسا نہ مل سکتا ہو کہ جن کی مناکحت بروءِ قانون کلیسا حرام یا ناجایز نہ قرار دی جا سکے۔ یہی کیفیت اُن مسلمانوں کی تھی جو شہروں کے اُن محلوں میں رہتے تھے جو اُن کے لئے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔ یہاں اتنی بات اور زیادہ تھی کہ عیسائی عورتوں سے بھی شادیاں برابر ہوتی رہتی تھیں۔ جب ۱۵۰۱ء میں قشتالہ کے مسلمان بجبر عیسائی بنائے گئے تو اُن کے اصطباغ پاتے ہی اُن کے نکاح ٹوٹ گئے، اور اُن کی اولاد اولادِ ناجایز قرار پا گئی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اتنے بڑے اہم معاملہ میں آخر کیا کارروائی کی گئی ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ ۱۵۵۵ء میں جب میری گومیز پر مقدمہ چلایا گیا تھا تو ایک یہ الزام بھی اُس پر تھا کہ اُس نے اپنے لڑکے کی ایسی لڑکی سے شادی کرنی چاہی تھی جو

* چنانچہ ۱۳۰۱ء میں پوپ بونی فیس ہشتم نے دس ہزار روپیہ لے کر فرڈیننڈ چہارم، بادشاہ قشتالہ کے نکاح کو جایز قرار دیا۔ مگر اُن کے والد، سینکو چہارم، کا نکاح ناجایز ہی رہا کیونکہ پوپ سے اجازت نامہ حاصل نہیں کیا گیا تھا۔ پوپ اور کلیسا کے ان مضحک احکام کا تماشا دیکھنا ہو تو گارشی الٰن غیرہ دیکھو۔ (مصنف)

بروۓ قانون کلیسا ناجایز تھی اور اس شادی کے لئے اُس نے پوپ سے اجازت بھی نہیں لی تھی۔ ۱۵۲۶ء میں جب تمام بلنیسہ کو اصطباغ دیا گیا تو جمعیت مولدین نے محتسب اعظم کو یہ درخواست دی تھی کہ اگر موجودہ نکاحوں کو ناجایز قرار دیا جائیگا تو ہم پر بہت شاق ہوگا اس لئے نایب پوپ سے کہا جائے کہ وہ موجودہ نکاحوں اور ان نکاحوں کو جو اس وقت سے چالیس برس بعد تک ہوں جایز رکھیں اس کا یہ جواب دیا گیا کہ نایب پوپ سے پہلے ہی مشورہ کیا جا چکا ہے وہ اس پر آمادہ ہیں کہ جو نکاح کہ اس وقت ہیں اور جو اصطباغ دئے جانے سے پہلے ناطہ ہو چکے ہیں اُن سب کو جایز قرار دیں لیکن آئندہ کے لئے کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی محتسب اعظم سے کہا گیا کہ وہ اس معاملہ میں پوپ سے اجازت لے لیں مگر سائلوں سے یہی کہا گیا کہ ان کو قانون کلیسا کی پابندی کرنا پڑیگی۔

مولدین کے لئے قانون کلیسا کی پابندی کرنا ناممکن تھی۔ وہ برابر آپس میں حسب دستور سابق شادیاں کرتے رہے گو کلیسا اور قانون کی نظروں میں یہ نکاح محض ناجایز تھے اور منکوحہ کی وہی حیثیت تھی جو ایک "داشتہ" عورت کی ہوتی ہے۔ بلاشبہ پادریوں نے ان لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ پوپ سے اجازت نامہ خرید لیں اور بغیر اس کے وہ مراسم نکاح کے ادا کرنے سے انکار کرتے رہے۔ ہم کو یہ بتلایا گیا ہے کہ شاذ و نادر ہی اجازت لی جاتی تھی اور وہ بھی محکمہ احتساب و محنہ کے خوف سے۔ اکثر مقامات میں تو صرف اسی پر قناعت کی جاتی تھی کہ یہ لوگ اپنے زمیندار کو صرف یہ اطلاع دے دیتے تھے کہ متعاقدین کے درمیان میں فلاں رشتہ ہے۔ اگر وہ کوئی عذر نہ کرتا تھا تو شادی ہو جاتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان زمینداروں یا امراء کی یہ غفلت تھی جس کا خمیازہ اُن میں سے چند کو یوں بھگتنا پڑا کہ محکمۂ احتساب و محنہ نے اُن پر مقدمات چلائے اور علی رؤس الاشہاد اُن کو تعذیب دینی کی سزا دی گئی۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ ۱۵۶۴ء کے موزروں کی پنچایت نے یہ درخواست کی کہ سینٹا کروز کے حکام سے جن کو اس معاملہ میں اختیارات حاصل تھے اجازت عام لے دی جائے نیز یہ کہ جو اولاد ایسے نکاحوں سے پیدا ہو اس کو اولاد جایز قرار دی جائے۔ بلنیسہ کی کونسل منعقدہ ۱۵۶۵ء میں اساقفہ نے جو اس کا جواب دیا وہ یہ تھا کہ جو لوگ کہ رشتہاء ممنوعہ کے اندر نکاح کریں یا وہ لوگ کہ جو

اس قاعدہ کی خلاف ورزی کرائیں سب کو خارج از کلیسا کر دیا جائیگا' یا اور کوئی اور سخت سزا بھی دی جائیگی"
باوجود اس کے کہ یہ ناخوش آیند معاملہ اہم تھا' مگر اور اسی قسم کے معاملات کی طرح اس کو بھی یوں ہی چلنے دیا گیا۔ آخر ۱۵۸۷ء میں فلپ ثانی نے پوپ سکسٹس پنجم کو لکھا کہ مولدین پوشیدہ طور پر نیز رشتہاء ممنوعہ کے اندر نکاح کرتے ہیں' جو ناجایز ہیں' اور اُن کی اولاد بھی ناجایز۔ اس کا فلپ کو جو کچھ جواب ملا وہ پوپ کا ایک حکم مورخہ ۲۵ جنوری ۱۵۸۸ء تھا کہ جس میں اسقف اعظم رلئے بیرا کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ' اور اُس کے اساقفہ' صرف چھ مہینہ تک ایسے نکاحوں اور ایسی اولادوں کو جایز قرار دے سکتے ہیں' متعاقدین کے والدین کا جُرم بھی معاف کر سکتے ہیں' مگر اُن کو کوئی تعذیب دینی ضرور دی جائے۔ اور ان تمام باتوں کے لئے وہ کسی قسم کی فیس نہ لے سکینگے۔ ان شرایط پر امید نہیں پڑتی کہ کلیسائی عُمّال نے پوپ کے اس حکم کے شیوع و تعمیل میں ذرا سی بھی تکلیف اُٹھائی ہو' یا مولدین نے اس سے مستفیض ہونا چاہا ہو۔ سب سے آخر میں ۱۵۹۵ء میں اس کا تذکرہ پھر سنا جاتا ہے' اور وہ اس طرح کہ فلپ نے یہ قصد کر لیا کہ روم کو لکھا کہ حکام کو اجازت نامہ دینے کی منظوری دیدی جائے۔ یقیناً یہ حکم جاری ہو گیا ہوگا' مگر بلا شبہ اس کا بھی وہی حشر ہُوا ہوگا جو پہلے احکام کا ہُوا۔

جہاں اور چھوٹی چھوٹی تکلیفیں تھیں وہاں مولدین پر ایک یہ پابندی بھی عاید کی گئی تھی کہ وہ جانوروں کو اپنی رسم کے موافق ذبح نہ کریں۔ اُن کو حکماً منع کر دیا گیا تھا کہ وہ قصاب کا کام نہ کریں' اور کسی بیمار کے لئے بھی مرغ حلال نہ کریں' اُن کو یہ بھی اجازت نہ تھی کہ جب جانور ذبح ہو رہے ہوں تو وہ مذبح کے قریب بھی جائیں۔ غالباً اس حکم کی تعمیل کرانی مشکل تھی' خصوصاً اُن دور افتادہ مقامات میں جہاں مولدین ہی رہتے تھے' کیونکہ اس قاعدہ کا ۱۵۹۵ء میں از سر نو نفاذ ہُوا۔

شاہ فلپ دوئم کا ایک ڈچ تیر انداز ۱۵۸۵ء میں بادشاہ کے ساتھ مونزوں گیا تھا' اور اُس نے مولدین اور اُن کے حالات کو بچشم خود دیکھا تھا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ "ارغون کی سرحد سے گزر کر اُس نے دیکھا کہ امراء کے تقریباً تمام ہی علاقہ میں مسلمان آباد ہیں' اور شاہی علاقوں

میں پُرانے عیسائی۔ مسلمان بمشکل تمام شاہی علاقوں میں آباد ہونے پر آمادہ کئے جاتے ہیں۔ قصبۂ میول، جو ہسپانی مولدین کی صنعت و حرفت کا مرکز ہے، مارکوئیس آف کمارا سا کا ملکیت ہے اس میں نو عیسائی ہی آباد ہیں۔ جنگھاء باز یافت کے بعد ہی سے یہ لوگ اپنے قدیم قوانین کے پابند چلے آتے ہیں، نہ سؤر کا گوشت کھاتے ہیں، نہ شراب کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ جب بادشاہ کسی مقام سے کوچ کر جاتا ہے تو وہ شیشے اور چینی کے برتن، جن میں یہ حرام چیزیں کھائی پی گئی ہوں، توڑ ڈالتے ہیں یہاں قریباً دو سو خاندان کے آباد ہیں، ان میں سے صرف تین خاندان پُرانے عیسائیوں کے ہیں، وہ بھی ایک پادری کا، دوسرا شحنہ کا اور تیسرا اسراء والے کا۔ باقی تمام خاندان ایسے ہیں کہ جو کم پوس ٹیلا جانے کی بہ نسبت مکہ شریف کے حج کو ترجیح دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ گرجا میں بہت ہی کم آدمی حاضر ہوتے ہیں کیونکہ وہ سواء اتوار یا اور تیوہاروں کے کبھی نہیں کھلتا۔ ان ہی دنوں میں نو عیسائیوں کو بجبر جماعت میں حاضر کرایا جاتا ہے"۔

یوں سلطنتِ ارغون میں دونوں قومیں اُتنی ہی ایک دوسرے سے بعید تھیں جتنی کہ اُس وقت کہ جب چارلس پنجم نے اپنی یہ منحوس کوشش شروع کی تھی کہ تمام ملک سپین میں ایک ہی دین رہے۔ سلطنت قشتالہ میں کچھ نمایشی قُرب چلا تھا، اگرچہ باتیں لازمۂ مذہب ہیں اور تصدیق قلبی کہلا سکتی ہیں، اُن میں بعد المشرقین تھا۔ رائے بیرا کی دوسری رپورٹ سے ان دونوں قوموں کے درمیان میں جو تعصبات تھے وہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "مولدین دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک تو وہ ہیں۔ جو امراء اور زمینداروں کے مزارعین نہیں ہیں، جیسے وہ تمام آدمی جو غرناطہ سے نکالے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اُن کو امراء کی زمینوں میں آباد ہو جانا چاہئے تھا مگر وہ قشتالہ کے مختلف مقامات، مثلاً اویلا، اولمیڈا وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں کہ جو از روء پیدائش امراء کے مزارعین ہیں، مثلاً وہ لوگ جو ارغون اور بلنسیہ میں رہتے ہیں۔ ان میں سے پہلے تو عیسائیوں میں رہتے ہیں، وہ زیادہ تر ہماری ہی زبان بولتے ہیں، ہمارا ہی لباس پہنتے ہیں اور ہتھیار رکھتے ہیں، مگر باوجود اس کے وہ ویسے ہی پکے مسلمان ہیں جیسے کہ بلنسیہ والے۔

اُن کو مسلمان رہنے میں بہت کچھ آسانیاں حاصل ہیں؛ اگرچہ نہ اُن کی کوئی جمعیت یا مسجد ہے نہ وہ الگ بستے ہیں، مگر اُن پر کسی پادری کی نگرانی نہیں ہے۔ پادریوں اور اسقفوں کے لئے یہ کچھ کم قابل ملامت بات نہیں ہے۔ باقی رہ گئے دوسرے، وہ اکٹھے رہتے ہیں، اُن کی مسجدیں بھی ہیں اور جمعیت بھی، مگر اُن پر ایک نگران مقرر ہے۔ اول الذکر کے پاس ہتھیار ہیں، خچر بانی کا پیشہ کرتے ہیں، اور سپین بھر میں اور لوگوں سے مل جُل سکتے ہیں۔ فوجوں میں وہ جاسوسی کا کام کرتے ہیں۔ وہ طمّاع بھی ہیں اور حزورس بھی۔ سپین میں دولت کے متعلق اُن کی وہی حالت ہے جو پانی میں اسفنج کی۔ اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ ملک کا سب سے زیادہ سونا اور چاندی اُن ہی کے پاس ہے کیونکہ اگرچہ ملک میں روپیہ کی بہت ہی کمی ہے، مگر یہ لوگ دولتمند ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے زمینداروں کو بہت زیادہ نذرانہ دیتے ہیں، تاہم اُن کے پاس دولت زیادہ ہے۔ وہ اپنے زمینداروں کو اپنی پیداوار کا تہائی حصہ دے دیتے ہیں، اور یہ زمیندار نہ صرف معمولی لگان اور خدمات ہی لیتے ہیں، بلکہ بہت سے تحایف اور قرض بھی، اس پر بھی اُن کی حالت بہت اچھی ہے۔ یہ مولدین جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں کے آدمیوں کو مفلس کر دیتے ہیں۔ اُنھوں (رائے بیرا) نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ غرناطہ سے نکلے ہوئے مولدین نے کاروبار وغیرہ میں پُرانے عیسائیوں کا مقابلہ کیا ہے، اور موخرالذکر کی تعداد کو کم کر دیا ہے۔ وہ سخت محنتی ہیں اور حزورس۔ وہ کھانے پینے اور کپڑے پر بہت کم خرچ کرتے ہیں۔ وہ اتنی مزدوری پر کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ جس پر پُرانے عیسائی قناعت نہیں کر سکتے، اسی لئے لوگ اُن ہی سے زیادہ کام لیتے اور اُن ہی کو ملازم رکھتے ہیں۔ کلوں وغیرہ سے جتنے کام ہوتے ہیں اُن سب پر اُن ہی کا قبضہ ہے، تجارت بھی اُن ہی کے ہاتھ میں ہے، اور مزدوری تو اُن کی ملکیت ہے۔ روٹی، گوشت اور شراب کا جتنا محصول ہے وہ بادشاہ کی ملکیت ہے، ان میں سے مولدین کوئی چیز نہیں خریدتے اس لئے یہ سارا محصول پُرانے عیسائیوں کی گرہ سے نکلتا ہے یوں ہم اپنے ملک میں مرتدوں کو آباد کر رہے ہیں اور دینداروں کو تباہ"۔

یہ امر کہ مولدین اپنی چیزوں کو ارزاں فروخت کرتے ہیں، اور مزدوری تھوڑی لیتے ہیں، اس کا

منظر ہے کہ منجملہ اور شکایات کے یہ شکایت سب سے زیادہ اس کا باعث ہوئی کہ فریقین میں دشمنی ہو گئی
وینس کا جو سفیر ۱۵۹۵ء میں آیا تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ مولدین کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے، اور وہ
دولت میں بھی برابر ترقی کر رہے ہیں۔ وہ لڑائی پر کبھی نہیں جاتے اور صرف تجارت کرنے اور نفع اٹھانے
کے فکر میں لگے رہتے ہیں لیکن بلیڈا کہتے ہیں کہ اگر وہ پرانے عیسائیوں کے مقابلہ میں ارزاں فروش
ہیں، یا مزدوری کم لیتے ہیں، تو کم از کم اُن کا خاندان تو زیادہ ہوتا ہے، اس لئے لازمی طور پر انہیں خرچ
بھی زیادہ کرنا پڑتا ہے، اور اُن کا روپیہ ملک ہی میں رہتا ہے۔ اس طرح وہ اُن غیر ممالک والوں سے
کم نقصان دہ ہیں جو فضول واہیات چیزیں لا کر یہاں بیچ کر ہمارے ملک کو لوٹ لے جاتے ہیں۔
سروینٹیس نے اپنی کتاب میں اُس وقت کے موجودہ خیالات ظاہر کئے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ مولدین
اضعافاً مضاعفہ بڑھتے چلے جاتے ہیں، اُن میں سے کوئی ایسا نہیں ہوتا کہ شادی نہ کرتا ہو، وہ اپنی
اولاد کو کسی خانقاہ وغیرہ میں نہیں داخل کرتے، نہ فوج میں شامل ہونے دیتے ہیں، اُن کو وہ خود
تعلیم دے لیتے ہیں، اس لئے اس مد میں بھی اُن کا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے تمام علم و فن کو اس میں
صرف کر دیتے ہیں کہ کسی طرح ہمیں لوٹ لیں۔ وہ خرچ نہیں کرتے، اور جو کچھ کماتے ہیں اُس کو جمع
کر رکھتے ہیں۔ اسی لئے سپین بھر میں سب سے زیادہ مالدار یہی ہیں۔ یہ تپ لاحق ہیں، جو تپ محرقہ سے
بھی زیادہ اذیت رساں ہے، گو مار ڈالنے میں دونوں یکساں ہیں ۱۵۹۲ء میں جو دربار قستالہ میں
ہوا اُس میں بھی یہی خیالات سرکاری طور پر ظاہر کئے گئے، اور فلپ سے کہا گیا کہ پہلے بھی یہ عرض کیا جا
چکا ہے کہ غرناطی مولدین وبا کی طرح تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کا علاج کیا جائے۔ یہ بھی عرض
کیا گیا کہ یہ مصیبت روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے، اگر اس کا مداوا نہ کیا گیا تو وہ اور بھی زور پکڑتے جائینگے
تجارت پر انھوں نے پورا قبضہ کر لیا ہے، بالخصوص اشیاء خوردنی پر، مولدین وہ کٹھالی ہیں کہ جس میں
سونا چاندی گلا چلا جاتا ہے، یہ لوگ روپیہ جمع کر کے اُس کو فصلیں اٹھانے کے وقت تک چھپا رکھتے
ہیں تاکہ فصل کا تمام غلہ اُن ہی کے ہاتھوں سے ہو کر نکلے۔ کہیں وہ دوکاندار بن جاتے ہیں، کہیں باورچی
کہیں قصاب، کہیں سرائے والے، کہیں سقے، غرض جس ڈھنگ سے بھی ہو سکتا ہے وہ روپیہ کماتے

اور جمع کر رکھتے ہیں۔ وہ کبھی زمین نہیں خریدتے، مگر دولتمند اور وقیع ہو جاتے ہیں، اور یوں یہی وکلیسائی عدالتوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ یہ عدالتیں اُن کی ایسی رعایتیں کرتی ہیں کہ وہ کُھلم کُھلا مذہب عیسوی سے بے نیاز رہتے ہیں۔ وہ روز بروز ملک بر برکو ہجرت کرتے نظر آتے ہیں، آپس ہی میں نکاح کرتے ہیں، اور کبھی اجازت نہیں لیتے، باوجود اس کے بڑے دھوم دھام سے شادیاں مناتے ہیں۔ باوجود ممانعت ہتھیار لگائے پھرتے ہیں۔ گزشتہ دس برس کے اندر جو بدترین جرایم ہوئے ہیں وہ ان ہی کے کئے ہوئے ہیں۔ جس وقت ٹیکس لگایا گیا تھا اُس وقت ان کی مردم شماری ہوئی تھی، اُن ہی اعداد سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ جب چاہیں سلطنت بھر میں فساد مچا سکتے ہیں، غرض ان تمام خرابیوں کے انسداد کے لئے بادشاہ سے درخواست کی گئی۔

اب اس کا جو کچھ علاج تھا وہ یہ تھا کہ تمام حکام فوجداری کے نام ایک تاکیدی فرمان جاری ہُوا کہ مولدین پر جو کچھ پابندیاں عاید کی گئی ہیں اُن کی سختی سے پابندی کرائی جائے۔

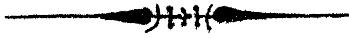
یہ ظاہر ہے کہ مولدین کے خلاف جو شکایات قستالہ میں تھیں وہ ارغون میں نہ تھیں، مگر دونوں کی بنا ایک ہی تھی۔ نفرت صرف مذہبی ہی نہ تھی، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ اہالی سپین کھانے اُڑانے والے تھے، اور مولدین اشیاء کے پیدا کرنے، اور جمع رکھنے والے۔ اہالی سپین کا پیشہ یہ تھا کہ وہ گرجاؤں کے ہو رہیں، یا کلیسا کی خدمت کریں، یا فوج کی نوکری کریں، یا کوئی اور سرکاری ملازمت؛ مولدین سے نفرت کرتے تھے حالانکہ اُن ہی کی محنت و مشقت پر اُن کی بسر اوقات ہوتی تھی؛ اُن کو مولدین سے اس لئے حسد تھا کہ وہ محنت سے کماتے ہیں، اور جز رسی سے خرچ کرتے ہیں؛ وہ مولدین پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ اُنہیں رفتہ رفتہ مفلس قلاش کر رہے ہیں، حالانکہ یہ افلاس خود اُن کی غلط طرز معیشت، اور غلط کارانہ پالیسی کا نتیجہ تھا۔ وہ مولدین کی گاڑھے پسینہ کی کمائی کو لوٹ لینے کا بہانہ ڈھونڈھتے تھے، اور اُن کو قعر فلاکت میں پھینک دینے کی فکر میں رہتے تھے۔

ایک شخص نے بچشم خود دیکھ کر بلنسیہ کی ایک عجیب رسم بیان کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولدین کے خلاف جنون مذہبی کس کس رنگ میں ظاہر ہوتا تھا۔ جب کوئی مولد کسی جرم میں

سزاءموت پاتا تھا تو اُس سے یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ آیا وہ عیسائی مرنا چاہتا ہے یا مسلمان ۔ مقدم الذکر صورت میں اُس کو بازار کے کسی چوک میں پھانسی دیدی جاتی تھی، اور موخر الذکر حالت میں وہ فصیل شہر کے باہر (جس کو رملہ کہتے تھے) لے جا کر سنگسار کیا جاتا تھا اور اُس کے بعد اُس کی لاش جلادی جاتی تھی۔ یہ جو کچھ ہوتا تھا انجیل کی ایک آیت کی تعمیل میں ہوتا تھا۔ سنگساری کی تکلیف سے بچنے کے لئے وہ عموماً یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم عیسائیوں کی موت مرنا چاہتے ہیں، لیکن جب اُن کے گلے میں پھانسی کا رسہ ڈالا جاتا تو وہ کلمۂ توحید پڑھنے لگتے تھے۔ لوگ اس کے لئے اپنے گھروں سے تیار ہوکر آتے تھے، اور ہاتھوں میں پتھر لئے کھڑے رہتے تھے، تاکہ انجیلی حکم کی تعمیل ہو جائے۔ جیسے ہی یہ غریب ملزم کلمہ پڑھتا، اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک اپنی زبان سے نکالتا، اُدھر سے اولوں کی طرح پتھر برسنے لگتے تھے، جن سے نہ صرف پھانسی پانے والا شخص ہی مرجاتا، بلکہ بہت سے تماشا دیکھنے والے عیسائیوں کے سر بھی پھوٹ جاتے تھے۔ دوسری صبح کو اُس میدان میں، جہاں شام کو ہزاروں پتھروں کا ڈھیر ہوتا تھا، ایک پتھر بھی نظر نہیں آتا تھا۔ ان کو راتوں رات لوگ اُٹھا کر لے جاتے تھے اور نہایت احتیاط کے ساتھ ایک شہید کا تبرک بنا کر رکھ لیتے تھے ۔

قومی منافرت، دینی عداوت اور ادعائی تصادم فواید کی مخالفت وہ چیزیں تھیں کہ سب نے مل کر حالات موجودہ کو ایسا کر رکھا تھا کہ جس کا علاج سواء ایک حاذق و ماہر سیاست داں کے کوئی نہ کر سکتا تھا، اور اُس زمانہ میں سرزمین سپین پر ایسا آدمی پیدا ہونا ممکنات سے نہ تھا۔ جبراً عیسائی بنائے جانے کے حکم نے مولدین کی حالت کو صاف طور پر بدترین بنا دیا تھا۔ بجاء اس کے کہ وعدہاء سابقہ کے موافق اُن کی وہی حیثیت سمجھی جاتی جو پُرانے عیسائیوں کی تھی، اُن کی پچھلی تکالیف تو قایم ہی رہیں، نئے نئے بوجھ اور بڑھا دیئے گئے، اُن کی حرکات و سکنات کی ہر وقت ایک شخص نگرانی کرتا تھا، شحنہ اور کمینہ سپاہی اُن سے جبراً روپیہ چھینتے رہتے تھے، محکمۂ احتساب و محنہ کا ہر وقت اُن کو کھٹکا لگا رہتا تھا، اُن کے اوپر اُن کے ستانے والے، اُن کی سنجات

کے لئے عنایات (!) کرتے تھے، وہ اُس کو ہمیشہ مکاری سمجھتے تھے، اور اُن کی رسم و رواج، عادت و خصلت پر بے ضرورت دخل در معقولات جانتے تھے۔ اس ہر وقت کی اشتعال سے اگر وہ ہر وقت بے چین رہتے ہوں، اور اس ناقابل برداشت غلامی سے نجات پانے کے لئے اگر وہ ہر وقت تیار رہتے ہوں تو یہ کچھ بعید نہ تھا۔



باب ہشتم

غرناطہ کی بغاوت

غرناطہ میں اس تجربہ کو انتہا پر پہنچا دیا گیا کہ مولدین کہاں تک ظلم اور ہر قسم کی غلط کاریاں سہہ سکتے ہیں۔ ۱۵۰۰ء میں جو بغاوت ہوئی تھی اُس کے فرو کرنے میں بہت سختیاں ہوئیں؛ جو لوگ زیادہ شریر تھے اُن کو افریقہ جانے دیا گیا، باقی آدمی امن و امان کے ساتھ اپنے کاروبار میں لگ گئے؛ ممکن ہے کہ یہ لوگ اپنی حالت پر قانع نہ ہوں مگر ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اور تھے بھی خاصے مرفہ الحال اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ رعایا کا ایک معتدبہ حصہ پر امن راستہ پر پڑ گیا۔ پیڈرازا، جو غرناطہ کے بڑے گرجا کا پادری تھا، مولدین کی بابت قریباً چشم دید حالات بیان کرتا ہوا اُن کی تعریف کرتا ہے، اور لکھتا ہے کہ اُن میں بہت ہی کم ایسے آدمی تھے جو کچھ کام نہ کرتے ہوں، وہ با اخلاق لوگ تھے، اپنے معاملات میں راست باز تھے اور اپنی قوم کے غربا کی پرورش کرنے میں دریا دلی سے کام لیتے تھے لیکن حکام کے لالچ اور عُمّال کے ہتک آمیز سلوک نے مل کر اُن کو ناخوش کر دیا تھا۔ پادری بھی ان عمّال سے کسی حالت میں کم نہ تھے اور ان کے برتاؤ کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اُن کو مذہب مسیحی سے ذرا سی بھی دل بستگی باقی نہیں رہی تھی۔ اسقف اعظم گیوریرو نے ۱۵۶۵ء میں صوبہ کی ایک کونسل منعقد کر کے ان خرابیوں کی اصلاح کرنی چاہی مگر ان کے مددگار پادریوں نے یہ کہا کہ کونسل میں جو کچھ ہونے والا ہے وہ اُن کے حقوق پر دست اندازی ہوگی، اس لئے جو حالت تھی وہ علیٰ حالہا قایم رہی۔ مولدین نے گو ظاہری طور پر اصطباغ لے لیا تھا، مگر درحقیقت وہ دل سے مسلمان ہی رہے؛ وہ اگر گرجاؤں میں جاتے تھے تو محض جرمانہ سے بچنے کے لئے

تیوہاروں کے دن وہ گھر میں بیٹھ کر، بہ نسبت اور دونوں کے، اور زیادہ خوشی سے کام کرتے تھے؛ بمقابلہ یک شنبہ کے وہ جمعہ کی حرمت زیادہ قایم رکھتے تھے؛ دسمبر کی سخت سردیوں میں بھی وہ غسل کرتے تھے، اور بڑی پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے؛ قانونی خانہ پُری کرنے کے لئے وہ اپنے بچّوں کو اصطباغ دلواتے تھے، مگر اصطباغ کے بعد وہ بڑی کاوش سے اپنے بچّوں کو غسل دیتے تھے، تاکہ زیت مقدس کا نشان بھی اُن کے بدن پر نہ رہ جائے؛ لڑکوں کی ختنہ کرتے تھے، اور اُن کے اسلامی نام رکھتے تھے؛ دُلہن کو عیسائیوں سے مانگ تانگ کر، مسیحی لباس پہنا کر گرجاؤں میں لے جاتے تھے، مگر وہاں سے واپس آکر وہ کپڑے اُتار کر پھینک دیئے جاتے تھے اور بڑی دھوم دھام سے اسلامی طریقہ پر نکاح کرتے تھے۔ شادی کی رسم ادا کرنے کے لئے وہ مسیحی دُعائیں یاد کر لیتے تھے، مگر پھر اُن کو بھلا دیتے تھے؛ صوم الاربعین (لینٹ) کے دن وہ اعتراف گناہ کرآتے تھے، تاکہ صداقت نامہ مل جائے، لیکن اُن کے یہ اعتراف بالکل نامکمل اور بیہودہ ہوتے تھے، کیونکہ ہر سال ایک ہی بیان دہرا دیا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ تھا مگر وہ اپنے بادشاہ کے وفادار رعایا تھے، کیونکہ ۱۵۲۲ء جو لڑائی کمیونیروس سے ہوئی اُس میں سب سے پہلے ان ہی مولدین نے اپنے بادشاہ کی حمایت میں تلوار اُٹھائی؛ ڈان جوآن ڈی گراناڈا، جو آخری بادشاہ (ابو عبداللہ) کا بھائی تھا، قستالہ کی فوج کا سپہ سالار بنا اور اپنا فرض تندہی سے ادا کیا۔

۱۵۲۶ء میں شاہ چارلس غرناطہ میں تھے تو مولدین کی طرف سے تین آدمیوں یعنی فرنینڈو وینے گاس، مگیول ڈی ارا گون اور ڈایگو لوپیز بے نیکسرا نے جو مسلمان بادشاہوں کی اولاد تھے، بادشاہ سے یہ درخواست کی کہ پادریوں، حاکموں، شحنوں اور اور عمّال کی دست درازیوں سے اُن کی حفاظت کی جائے۔ اس پر اُنھوں نے ایک کمیشن اس غرض سے مقرر کی کہ وہ اس معاملہ کی تحقیقات کر کے اپنی راے لکھے۔ اس کمیشن کا ایک رکن پادری انٹونیو ڈی گیووارا تھا، جو بلنسیہ میں اصطباغ دینے کے کام پر لگا ہوا تھا۔ اس کام کو چھوڑ کر وہ فوراً الفجارہ پہنچا۔ یہاں سے اُس

نے ایک خط اپنے ایک دوست کو لکھا' جس میں یہ لکھا ہے کہ "نو عیسائیوں کو صرف اتنی اصلاح
کی ضرورت ہے کہ بجاء اس کے کہ اُن کو علی الاعلان سزا دی جائے' خفیہ طور پر اُن کی اصلاح کی
جائے؛ اُن کو اس بُری طرح دینی تعلیم دی گئی ہے' اور حکام نے اس طرح اُن کی غلط کاریوں کی
طرف سے چشم پوشی کی ہے کہ یہ کافی ہوگا کہ آیندہ کے لئے اُن کا علاج کیا جائے' اور اُن کی گزشتہ
باتوں کو مضےٰ' مضےٰ سمجھا جائے"۔ کمیشن نے اپنی جو رپورٹ شاہ چارلس کے سامنے غرناطہ میں پیش
کی' اُس کے مضمون کے متعلق کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا؛ مولدین نے جو شکایتیں بدسلوکی کی کی
تھیں اُن کو ارکان کمیشن نے صحیح قرار دیا' لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اتنے مولدین میں صرف
سات آدمی سچے عیسائی ہیں۔ چارلس نے اس رپورٹ کو عمایدکی ایک مجلس کو دیدیا' جس کے
صدر محتسب اعظم مین ریک تھے؛ اس کا نتیجہ "فرمان غرناطہ" مصدرہ ۷ دسمبر ۱۵۲۶ء تھا۔
جیسی کہ امید تھی اس فرمان سے مولدین کی مسلمہ شکایات کا رفع داد نہیں کیا گیا' بلکہ اُن کے
کفر و الحاد کو بجبر دبانے کا حکم دیا گیا؛ مگر نہ اس طرح کہ اُن کی تعلیم پر زور دیا جاتا' بلکہ اس طرح
کہ اُن پر بہت سی پابندیاں عاید کی گئیں اور دھمکیاں دی گئیں۔ زمانہ گذشتہ کے قصور تو
معاف کر دیئے گئے' مگر آیندہ کے لئے تخویفاً محکمۂ احتساب و محنہ کا صدر مقام جیان سے
اٹھا کر غرناطہ میں تبدیل کر دیا گیا۔* اُن لوگوں کے قصوروں کی معافی کے لئے ایک میعاد مقرر
کر دی گئی' جو اُس عرصہ کے اندر آ کر اعتراف کر لیں' اُس کے بعد لامذہب لوگوں کے متعلق جو قانون
ہے اُس پر سختی سے عمل کیا جائیگا۔ اتنا ضرور ہوا کہ چند سال تک بجاء ضبطی جایداد کے جرمانہ
لیا گیا' مگر ساتھ ہی یہ تنبیہ کر دی گئی کہ یہ رعایت زیادہ عرصہ قایم نہ رہیگی۔

اس فرمان میں جو بہت سی پابندیاں عاید کی گئی ہیں وہ بہت خفیف نظر آتی تھیں'
لیکن وہ سب بہت دق کرنے والی اور تکلیف دہ تھیں۔ مثلاً حکم تھا کہ مولدین عربی نہ بولیں اور

---

* اس تبدیلی مقام کے متعلق جو فرمان جناب پوپ نے جولائی ۱۵۲۷ء کو صادر کیا وہ قلعہ سینٹ اینجلو سے جاری ہوا
جہاں پوپ کلیمنٹ کو چارلس کی فوج نے قید کر رکھا تھا۔ (مصنف)

مسلمانوں کا لباس نہ پہنیں، درزی اسلامی وضع کے کپڑے نہ سئیں اور سنار اسلامی وضع کا زیور نہ بنائیں، حمام بند کر دئے جائیں، مولدین کے یہاں بچے پیدا ہوں تو عیسائیہ دایہ سے کام لیا جائے، اور یہ دایہ اس کی نگرانی کرے کہ پیدائش کے وقت کوئی اسلامی رسم ادا نہ کی جائے؛ اس کی نگرانی کی جائے کہ وہ ہتھیار نہ رکھنے پائیں، اور اُن کے لائسنس اکثر ملاحظہ کئے جائیں، ہر عیسائی تیوہار ہر جمعہ، ہر اتوار اور ہر شادی کے موقعہ پر مولدین اپنے دروازے کھلے رکھیں، تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ وہ کوئی اسلامی رسم تو ادا نہیں کرتے اور عیسائیوں کے مراسم کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں، قستالی زبان میں بچوں کی تعلیم کے لئے غرناطہ، وادیش اور المیریا میں مدارس کھولے جائیں، کسی شخص کو اسلامی نام سے نہ پکارا جائے، کوئی مولد آزاد ہو یا غلام بغیر اصطباغ کے باقی نہ رہے* ◆

---

* فرڈی نینڈ ہی نے اسلامی لباس کو ممنوع قرار دیا تھا، لیکن پھر اس ممانعت کو ملتوی کر دیا گیا؛ ۱۵۱۸ء میں چارلس نے اس حکم کی تجدید کی، مگر مولدین کی درخواست پر پھر ملتوی کر دیا۔ اسلامی لباس پہننے اور عربی زبان بولنے کی ممانعت بلنسیہ میں بھی کی گئی، مگر ۱۵۲۸ء کی مجلس میں اس حکم کا نفاذ دس برس کے لئے ملتوی کر دیا گیا ◆

۱۵۶۷ء میں فلپ ثانی نے اُن لوگوں کو جو غرناطہ سے جلاوطن کئے گئے تھے یہ حکم دیا کہ وہ عربی نہ بولیں، جیسا کہ ہم ابھی بیان کرینگے مسلمانوں کے لئے جو مسیحی عبادت کی کتاب الفرایض لکھی گئی تھی وہ عربی زبان میں تھی، معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کبھی ترجمہ بھی نہیں کیا گیا۔ مختلف مقدمات کے دوران میں ہر موقعہ پر یہی ذکر آتا ہے کہ دعائیں عربی زبان میں تھیں مسماۃ فرانسسکا ڈی رائے بیرا کو ۱۶۰۳ء کی اُس عدالت دینی نے جس کا اصل کام مجرمین کا زندہ جلانا تھا اور طلیطلہ میں منعقد ہوئی تھی، معاف کر دیا تھا۔ اس میں اس مجرمہ نے یہ بیان کیا کہ "میں مسلمان ہی رہنا چاہتی تھی؛ بعض ادعیہ میں نے یاد کیں، لیکن چونکہ میں عربی نہ جانتی تھی اس لئے مجھ سے یاد نہ ہو سکیں" سترھویں صدی کے وسط میں، جب مولدین جلاوطن کئے جا چکے ہیں، تو ایک "دستور العمل دینی" سپین کی زبان میں اُن لوگوں کے لئے بنایا گیا جو تونس میں جلاوطن کئے گئے تھے۔

اس کے مصنف نے افسوس کیا ہے کہ مولدین عربی نہیں جانتے، اور وہ مراسم عبادت سے ناواقف ہیں ◆

پادری بلیڈا نے اپنے ایک خط، اسمی فلپ سوم، مورخہ ۱۶۰۵ء میں اس تدبیر کی بہت تحقیر کی ہے کہ مولدین کو یوں عیسائی بنایا جائے کہ وہ اپنے لباس اور زبان کو چھوڑ دینے پر مجبور کئے جائیں۔ اسی خط میں وہ کہتے ہیں (دیکھو صفحہ آیندہ)

اس سے مولدین میں سخت اضطراب پھیل گیا، اور ایسا ہونا لازمی تھا۔ اُنھوں نے ایک جلسہ منعقد کر کے اسّی ہزار ڈوکیٹ جمع کئے اور چارلس کو لکھا کہ اگر وہ اس فرمان کو منسوخ کر دیں تو علاوہ نذرانہ معمولی کے وہ یہ رقم پیش کرینگے۔ بادشاہ کے مشیر ایسے نہ تھے کہ اتنی بیش قرار رقم کو چھوڑ دیتے، چنانچہ بادشاہ نے غرناطہ سے روانہ ہونے سے پیشتر اس حکم کے نفاذ و تعمیل کو ملتوی کر دیا اور یہ لکھا کہ یہ حکم التوا و نفاذ جب وہ چاہینگے منسوخ کر دینگے۔ نہ صرف اتنا ہی ہوا، بلکہ مولدین کو یہ اجازت دے دی گئی کہ وہ جب تک شہر میں رہیں تو ایک تلوار اور ایک تمنچہ اور جب بیرونجات میں جائیں تو ایک نیزہ اور رکھ سکتے ہیں، مگر اس کے سوا وہ اپنے گھروں میں کوئی اور ہتھیار نہ رکھیں۔ سنہ ۱۵۳۰ء میں بادشاہ تو جرمنی میں گیا ہوا تھا کہ اُس کی والدہ نے لباس کے متعلق اُس فرمان کا پھر نفاذ کر دیا؛ لیکن جب مولدین نے بادشاہ سے مرافعہ کیا تو اُس نے اپنی واپسی کے وقت تک اپنی ماں کا حکم منسوخ کر دیا۔ غالب قیاس یہ ہے کہ جب وہ جرمنی سے واپس آیا تو یہ معاملہ یوں تبراضی فریقین فیصل ہوا کہ ایک خاص ٹیکس لے کر غرناطہ کے مولدین کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ عربی زبان بولیں اور اسلامی لباس پہنیں سنہ ۱۵۶۳ء میں اس ذریعہ سے بیس ہزار ڈوکیٹ خزانہ شاہی میں داخل ہوئے۔ مدتوں یہ معاملہ یوں ہی چلتا رہا؛ جب اسقف اعظم گاس پرڈی اوالوس کا (تقریباً سنہ ۱۵۴۲ء میں) دور دورہ ہوا تو اُس نے مولدین کو اپنا لباس چھوڑنے پر مجبور کیا، مگر عہدہ داران ملکی نے افسران فوج کی مدد سے اُس کو اس ارادہ سے باز رکھا۔

(تتمہ فٹ نوٹ صفحہ ما قبل) کہ مولدین کے بڑے بڑے فقہا اس طرح عیسائیوں کا لباس پہنتے اور ملکی زبان بولتے ہیں کہ پہچانے بھی نہیں جاسکتے۔ بلیڈا اسی خط میں یہ راء دیتے ہیں "میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ کوئی ممیز لباس پہنیں یا کم از کم زرد یا نیلے کپڑے پہننے پر مجبور کئے جائیں، جس طرح روم میں یہودیوں کو مجبور کیا جاتا ہے"۔

اس سے پُرانے زمانہ میں لباس کی چنداں پروا نہیں کی جاتی تھی۔ عیسائیوں کا بطل عظیم سِڈ مسلمانوں ہی کے لباس میں دفن کیا گیا تھا۔ جنگ گریڈوس میں، جو سنہ ۱۰۶۳ء میں ہوئی، سڈ ڈالچو مسلمان سردار تھا، عیسائیوں کا لباس پہنتا تھا اور رومی بولی بولتا تھا، سپین کی فوج کی صف میں گھس گیا اور ارغون کے بادشاہ رومیرو اول کو ایسا زخمی کیا کہ وہ اُسی سے مر گیا۔ (مصنف)

محکمہ احتساب محنہ باضابطہ طور پر قایم ہو چکا تھا، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند روز تک اس محکمہ نے کچھ نہیں کیا، کیونکہ ۱۵۳۲ء میں سپہ سالار مونڈیجار نے بادشاہ کو یہ رائے دی کہ اس کو معطل کر دیا جائے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتلائی کہ اب تک اس محکمہ نے کچھ نہیں کیا، کیونکہ نو عیسائیوں کے خلاف اُسے کوئی بات قابل اعتراض نہیں ملی محکمہ صدر نے اس کا یہ جواب دیا کہ سپہ سالار موصوف کو محکمہ احتساب محنہ سے بدگمانی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ معاملہ وہیں معلق چھوڑ دیا گیا۔ غالباً اس سے محکمہ احتساب محنہ کو اور بھی تقویت ہو گئی، اور اُس نے اپنا کام زور شور سے شروع کیا، کیونکہ ۱۵۳۷ء میں مولدین نے یہ درخواست دی کہ اُن کو معافی عام دے دی جائے جرمانہ اور ضبطی کا صیغہ اُڑا دیا جائے، اور محکمہ احتساب محنہ کے خرچوں کو پورا کرنے کا کوئی اور ذریعہ نکال لیا جائے۔ اس درخواست کا یہ جواب ملا کہ سزا ضبطی جایداد اور مالی عقوبت دینیہ قانون دینی وملکی کے موافق دی جاتی ہیں، لہذا یہ کسی طرح معاف نہیں ہو سکتیں، باقی رہ گئی معافی عام، اگر مولدین دین مسیحی کو قبول کر کے اپنی روحانی نجات کے خواہاں ہیں تو اُن کو موقت معافی دی جا سکتی ہے۔ اگر اُس عرصہ میں وہ محتسبین کے سامنے تحریراً اعتراف گناہ کر لینگے تو معاف کر دیئے جائینگے*۔ معلوم ہوتا ہے کہ کلیسا کا دباؤ اُن پر بڑھتا ہی چلا گیا، کیونکہ ۱۵۳۹ء میں مولدین نے مونڈی جار کی حمایت کے بھروسہ پر شاہ چارلس سے پھر معافی عام مانگی، اور یہ چاہا کہ اس کے لئے اعتراف گناہ کی شرط نہ لگائی جائے، اور جن لوگوں کو زندہ جلا دیئے جانے یا اور عقوبت دینیہ کی سزا دی جائے اُن کی جایداد پر بذریعہ ضبطی قبضہ نہ کیا جائے، نہ اُن (کی جائدادوں) پر اور کسی قسم کا بار ڈالا جائے، نہ اُس سے ملزمان زیر تجویز کا خرچ وصول کیا جائے۔ اس مرتبہ پھر چارلس

---

* کسی معمولی پادری کے سامنے جو اعتراف گناہ کیا جاتا تھا وہ بصیغہ راز ہوتا تھا، اور اُس پر بعد از تحریر مُہر لگا دی جاتی تھی محکمہ احتساب محنہ میں حکام کا پیشکار ملزمین کا بیان (یا اعتراف) لکھتا جاتا تھا، جو ملزم کے برخلاف بطور ثبوت پیش کیا جاتا تھا۔ پہلا اعتراف تو دینی ہوتا تھا اور دوسرا فوجداری۔ یہ بیانات تو تھے ہی، حکم یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو بھی داشگاف کریں۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ محتسبین کے سامنے اعتراف کرنے میں عذر کرتے تھے ۔ (مصنف)

نے ایک کمیشن مقرر کی جس کا ایک رُکن گیووارا بھی تھا، یہ اب مونڈونیڈو کا اسقف تھا، غرناطہ کے بہت سے پادری اور بہت سے معززین بھی اس کے اراکین تھے۔ اس کمیشن کی رپورٹ مولدین کے خلاف تھی۔ اُنھوں نے لکھا کہ مولدین کو دو مرتبہ مہلت دی جاچکی ہے، اگر بادشاہ اُن پر رحم ہی کرنا چاہتا ہے تو تیسری مہلت بھی پھر دے دیجئے کہ اُس میں وہ لوگ تحریری اعتراف گناہ کرکے بلا ضبطی جایداد اور بلا ذلیل کُن لباس پہنائے معافیاں لے لیں، لیکن اُن کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ضبطی ایک قانونی سزا ہے، جو کسی طرح معاف نہیں ہوسکتی ۔

۱۵۴۳ء میں اُنھوں نے ایک مرتبہ پھر سخت کوشش کرنی چاہی۔ اُنھوں نے یہ انتظام کیا کہ چھ یا سات ہزار ڈوکیٹ کرسٹوبل میکسیا کو دیں، جو پیڈرو ڈو سوٹو، بادشاہ کو اعتراف گناہ کرانے والے کا بھائی تھا، اور بیس ہزار ڈوکیٹ مونڈیجار کو،* اور بغیر اعتراف گناہ یا سزا کے معافی کی درخواست کریں محتسب اعظم ٹویرا اور محکمہ صدر نے مولدین کو کمیشن کی رپورٹ کا حوالہ دیا، اور پرانی شرائط پر مہلت دینے کا وعدہ کیا۔ مونڈیجار نے جواب دیا کہ "مولدین اس کو منظور نہیں کرتے کیونکہ تحریری اعتراف گناہ سے وہ سخت خطرات میں مبتلا ہوجاتے ہیں اس لئے جو کچھ اُن پر گذرے گی اُس کو برداشت کرنے پر تیار ہیں"۔ مونڈیجار نے یہ بھی کہا کہ گو پوپ کے احکام منگائے جاسکتے

---

* اس وقت مونڈیجار غرناطہ کا حاکم اعلےٰ نہیں تھا۔ وہ ۱۵۳۵ء میں چارلس کے ساتھ تونس گیا تھا۔ اس کے بعد وہ نوارکا وایسراء ہوگیا اور ۱۵۶۶ء تک اس عہدہ پر ممتاز رہا۔ پھر وہ قستالہ کی کونسل کا صدر بنا دیا گیا۔ سلطنت بھر میں اس سے بڑا عہدہ دار کوئی نہ تھا۔ اگر ہم یہ بیان کردیں تو یہ قصہ صاف طور پر سمجھ میں آجائیگا کہ آینگو لوپیز ڈی مینڈوزا کاونٹ آف ٹینڈیلا کو جو غرناطہ کا سب سے پہلے حاکم اعلےٰ تھا، مارکوئیس آف مونڈیجار کا خطاب دیا گیا تھا، اُس کے بعد اُس کے خاندان میں جو سب سے بڑا بیٹا ہوتا تھا وہ کاونٹ آف ٹینڈیلا کہلاتا تھا اور الحمرا کا حاکم ہوتا تھا۔ اینگو لوپیز ۱۵۱۲ء میں مرگیا، اُس کے بعد اُس کا بیٹا لوئیس ہرٹاڈو ڈی مینڈوزا دوسرا مارکوئیس ہوا۔ ۱۵۳۵ء میں اس کی جگہ اُس کا بیٹا لوپیز کاونٹ آف ٹینڈیلا ہوا اور ۱۵۶۶ء تک غرناطہ کا حاکم اعلےٰ رہا۔ جب اس کا باپ مرگیا تو یہ شخص تیسرا مارکوئیس ہوا ۔ (مصنف)

ہیں، مگر بادشاہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ جب چاہیں ضبطی جایداد کو معاف کر سکتے ہیں۔ دربار شاہی پر سخت دباؤ ڈالا گیا، اور سب سے بڑا دباؤ تو یہ تھا کہ ایک لاکھ بیس ہزار ڈوکیٹ پیش کر دیئے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چارلس نے اپنے خط مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۵۴۳ء میں مونڈ یجار کا بہت ہی شکریہ ادا کیا، اور شاہزادہ فلپ اور ٹویرا کو لکھا کہ مولدین کو معافی عام دے دی جائے، نہ اُن سے اقرار گناہ کرایا جائے، نہ سزائیں دی جائیں نہ پچیس یا تیس برس تک کوئی ضبطی کی جائے۔ اُدھر محکمۂ احتساب و محنہ کا اب ایسا زور بڑھ گیا تھا کہ وہ احکام شاہی کی اکثر تعمیل نہیں کرتا تھا۔ ٹویرا اور محکمہ صدر نے وہی جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے، اور یہ بھی لکھا کہ مولدین نے جو ایک لاکھ بیس ہزار ڈوکیٹ پیش کئے ہیں وہ معافی عام و ضبطی کے معاوضہ کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ وہ از روئے ایمان یہ رائے نہیں دے سکتے کہ پچیس یا تیس برس تک کوئی ضبطی نہ کی جائے، کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ مولدین کو بالکل آزاد کر دیا گیا ہے کہ وہ جو افعال خلاف دین چاہیں کریں، نیز ایسا کرنا احکام دینی کے بھی خلاف ہوگا؛ یہی بہت بڑا رحم ہوگا کہ نصف جایداد ضبط کر لی جائے، اور باقی نصف اُن ہی لوگوں کی اولاد کو دیدی جائے، تاکہ وہ مذہب کیتھولک کے پابند ہو سکیں۔ اس تحریر کے آخر میں انہوں نے لکھا کہ جو لوگ کہ مولدین کی وکالت کر رہے ہیں وہ اُن کو ان شرائط کے منظور کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ مگر جب مونڈ یجار کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی تو انہوں نے اس کو نامنظور کر دیا۔

چارلس نے ۲ر جولائی ۱۵۴۴ء کو ٹینز سے تاکیداً لکھا کہ اُن کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ اُن کے سفیر جوآن ڈی ویگا نے روم سے لکھا کہ وہ اس معاملہ کے متعلق پوپ کا حکم حاصل کر رہے ہیں، جو بہت موثر ہوگا۔ جب جوآن ڈی ویگا نے یہ حکم بھیجا تو وہ مولدین کی امیدوں کے برخلاف نکلا*۔ اس پر

---

*۔ ویگا نے جو عرضداشت روم میں دی تھی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ چارلس دل سے یہ کوشش کر رہے تھے کہ اُن کو یہ اختیار مل جائے کہ وہ مولدین کے مطالبات کو پورا کر سکیں۔ مگر پوپ کے جن پادریوں کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا اُنہوں نے زمانہ آیندہ کے لئے کسی شرط کے کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ بقول اُن کے اس سے گنہگاروں کو تشویق ہوتی تھی؛ وہ یہ چاہتے تھے کہ جرم ارتداد میں زندہ جلا دینے کے اختیارات وہ اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ اس بحث مباحثہ میں مہینوں گزر گئے، آخر ایک معاملہ طے ہوا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ محکمۂ احتساب و محنہ نے ساری دقتیں پیدا کیں تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ اس محکمہ کا ایک مستقل وکیل روم میں رہا کرتا تھا۔ (مصنف)

ایک مدت مدید حل مولڈ انٹونیو سیر را نو نے ٹو یرا کو لکھا کہ مولدین اپنے مطالبات میں کمی کر دینگے، اور صرف اُن ہی امور پر قناعت کر لینگے کہ جو منصفانہ و عادلانہ ہوں، اور بادشاہ کو اس شرط پر نذرانہ دینے کو تیار ہیں کہ اُن کے متعلق ایک کمیشن قایم کر دیں کہ اُن کے معاملہ کا فیصلہ کر دے۔ چنانچہ ڈائیگو ڈی ئی زا، اسقف کناریز، جو اُس وقت غرناطہ کی عدالت میں جج تھا کمیشن مقرر ہُوا۔ اس نے مولدین کے عمایدکو بلا بھیجا۔ ان لوگوں نے کاونٹ آف ٹنڈیلا سے اجازت لے کر کہا کہ اُن کے حق میں جو کچھ عادلانہ سلوک ہونا چاہئے اگر وہ کیا جائیگا تو وہ قناعت کر بیٹھینگے، اور اس کے بدلے میں دو لاکھ ڈوکیٹ نذر دینگے۔ مگر جب اس گفت و شنید کی ٹنڈیلا کو خبر ہوئی تو اُس نے اپنے حامیوں کو مولدین میں بھیج دیا کہ وہ اُن میں پھوٹ ڈلوا دیں، چنانچہ ان لوگوں نے اپنی ترکیبیں چلنے میں جہاں رعایت کی امید دلائی وہاں زجر و توبیخ سے بھی کام لیا۔ ۱۵۵۵ء میں کاونٹ ٹنڈیلا نے مولدین سے کہا کہ وہ پوپ سے اُن کے لئے یہ اجازت لے دینگے کہ وہ اپنے ہی منتخب کردہ آدمیوں کے سامنے اعتراف گناہ کریں، اور وہی بغیر کسی عقوبت دینیہ کے اُن کو معاف کر دیں، نیز یہ کہ بادشاہ اُن ضبطیوں کو معاف کر دے، جن کے وہ مستحق ہو چکے ہیں، اور محکمہ احتساب و محنہ کے اختیارات چالیس برس تک کے لئے سلب کر لئے جائیں۔ اُنہوں نے تمام ملک محروسہ میں اپنے آدمی بھیج دیئے کہ وہ مولدین کو اس کے فواید سے آگاہ کریں، اور اس پر آمادہ کریں کہ وہ جتنی بھی رقم دے سکیں جمع کر کے اُن لوگوں کو دین جو اُن کے معاملہ میں شاہ چارلس اور جناب پوپ سے اُن کی سفارشیں کرینگے۔ محکمۂ احتساب و محنہ یہ سُن کر گھبرا اُٹھا، اور جو تدبیر سوچی گئی تھی، اُس میں اس طرح دست اندازی کی کہ ٹنڈیلا کے آدمیوں پر مقدمے کرا دیئے۔ اس پر ٹنڈیلا، شاہزادہ فلپ، گیورو، اسقف اعظم غرناطہ اور ویلڈیس کے درمیان میں ایک طویل خط و کتابت شروع ہو گئی*۔ اس عرصہ میں جو خط و کتابت اسقف اعظم اور ویلڈیس

---

* میرے پاس ان بیانات کی صحت کو جانچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے؛ مگر یہ سب سرکاری کاغذات سے لئے گئے ہیں۔ بہرحال جو مخالفت محکمۂ احتساب و محنہ اور ملکی عدالتوں کے درمیان میں تھی اُس کو نہیں بھولنا چاہئے۔ غرناطہ میں تو یہ مخالفت عداوت کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ (مصنف)

کے درمیان میں ہوئی اُس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولدین کو خاموش کرنے کے لئے یہ کوشش کی گئی کہ ایک موقت عرصہ کے لئے معافی دے دی جائے۔ چنانچہ اس عرصہ میں چند لوگوں نے آکر اعتراف بھی کر لیا۔ ۱۵۵۳ء میں ایک اور مہلت دی گئی، محتسبین کے پاس ایک کمیشن بھیجی گئی اور اُن کو اختیار دیئے گئے کہ ارتداد کے جرم کو وہ معاف کر سکیں۔

چارلس پنجم کے تخت چھوڑنے کے بعد مولدین نے ایک اور کوشش کی، اور فلینڈرس میں فلپ ثانی کے پاس کچھ ایلچی بھیجے۔ اُنہوں نے یہ شکایت کی کہ مونڈیجار اور ٹنڈیلا نے اُن کو چکنی چپڑی باتیں سے بہلا رکھا ہے۔ ہمارے مطالبات پہلے سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے مطالبات میں یہ اور ایزاد کیا کہ ملزم کو قیدخانہ بھیج کر جو اس پر اور اُس کے تمام معاملات پر راز کا گہرا پردہ ڈال دیا جاتا ہے، یہ پردہ ہٹا دیا جائے، اور گواہوں کے نام ظاہر کر دیئے جایا کریں، نیز یہ کہ جب اُن سے کوئی گناہ سرزد ہو تو فوراً ہی اُن پر مقدمہ نہ قایم کیا جایا کرے، بلکہ اُن کو بتلا دیا جایا کرے کہ صحیح طریق یہ ہے۔ اس کے بدلہ میں اُنہوں نے ایک لاکھ ڈوکیٹ پیش کئے، اور یہ وعدہ کیا کہ وہ ہمیشہ تین ہزار ڈوکیٹ سالانہ محکمہ احتساب و محنہ کے خرچ کے لئے ادا کرتے رہینگے۔ فلپ نے یہ درخواست صدر محکمہ میں اس حکم کے ساتھ بھیج دی کہ جب ہم سپین میں واپس آئیں تو اس معاملہ پر رپورٹ پیش کی جائے۔ اس پر مولدین نے معاملۂ پیش آمدہ پر بحث کرنے اور اپنی طرف سے اختیارات کامل کے ساتھ نمایندے انتخاب کرنے کے لئے جلسہ منعقد کرنے کی اجازت مانگی۔ محکمہ صدر نے یہ اجازت دے تو دی، مگر اس شرط سے کہ جلسہ میں اسقف اعظم، ایک محتسب، پریزیڈنٹ محکمہ موصوف اور ججان عدالت شامل رہیں۔ اسقف اعظم گیوریرو فلپ سے یہی کہتا رہا کہ ضبطیوں کا قاعدہ ہرگز منسوخ نہ کیا جائے۔ اُدھر مولدین ۱۵۶۱ء تک برابر یہ درخواستیں دیتے رہے کہ اُن کے مطالبات منظور کئے جائیں، یا کم از کم اُن کے ساتھ وہی رعایت کی جائے جو ارغون اور ویلاڈولڈ والوں کے ساتھ کی گئی ہے۔

جس کاغذ سے میں نے یہ تفاصیل لی ہیں وہ یہیں ختم ہو جاتا ہے؛ مگر یہ قیاس غالباً صحیح

ہے کہ مولدین کی کوششیں لاحاصل رہیں، اور اُن کو محکمۂ احتساب کے چنگل سے بالکل چھڑانے یا اُن کا بوجھ ہلکا کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہوا۔ اُن کی بار بار درخواستیں دینے، اپنی بات پر اَڑے رہنے اور فلینڈرس تک جانے کی صعوبت سفر اور زحمت خرچ برداشت کرنے سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ عمایدین میں ایسے لوگ ضرور تھے کہ جو اُن کو جھوٹی امیدیں دلاتے اور اُس کے بدلے میں اُن سے روپیہ وصول کرتے رہتے تھے۔ یہ لین دین اگرچہ بے نتیجہ رہا، مگر جو کچھ بھی ہوا اُس کی اہمیت بڑی ہے کلیسائی محکمہ کی کارگزاری کے اعداد و شمار کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اُن کی کارروائیوں سے کتنا دباؤ پڑا، اور جن پر دباؤ پڑا اُن کی کیا کیفیت ہی حقیقت حال یہ ہے کہ مولدین کی حالت روز بروز زبون ہوتی چلی جا رہی تھی۔ مولدین یہ کوشش کرتے تھے کہ محکمۂ احتساب و محنہ کی کوششوں کو بیکار کر کے دکھلائیں، اور محکمہ مذکور اُن سے اس کا بدلہ لیتا تھا، اور پہلے سے زیادہ سختی کرتا تھا۔ پادریوں اور چھوٹے چھوٹے عمال کے ظلم و زیادتیاں خوب پھل پھول رہی تھیں۔ اُن کے دق ہونے اور چڑنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اُن کو اُن کی اراضی سے قانوناً محروم کیا جا رہا تھا؛ وہ اِس طرح کہ "حکام حدبست" مقرر کئے گئے، اور اُن کے سامنے بہت سے دعادی بادشاہ کی طرف سے پیش کئے گئے۔ حکام موصوف نے بلا اس کے کہ فریق ثانی کا جواب دعوے لیں، تمام اراضی متدعویہ کو، خواہ وہ کسی مولد کے پاس بذریعہ بیع کے ہو یا توریثاً پہنچی ہو بادشاہ کو دلوا دی۔ مختصر یہ ہے کہ اُن کی یہ حالت تھی کہ "نہ اُن کی زبان تھی، نہ اُن پر مہربانی ہو سکتی تھی" نہ اُن کا کوئی یار تھا نہ مددگار، نہ وہ خود اپنی حفاظت کر سکتے تھے*

۱۵۶۵ء میں یک لخت ایک تازہ مصیبت یہ آئی کہ ۱۵۲۶ء کے ایک بھولے بسرے قانون کی تجدید کر دی گئی، جس کے موافق زمیندار امرا کی تمام اراضی بادشاہ کے ہاتھ میں آگئیں اُن کے ہاتھ سے یہ بھی اختیار گیا کہ وہ کسی کو اپنی مرضی سے اپنے یہاں رہنے دیں، یہاں تک کہ گرجا میں بھی کوئی شخص تین روز سے زیادہ نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ بہت سے مولدین نے اپنے دشمنوں سے ایک طرح کا معاملہ کر لیا تھا، اور وہ امراء اور زمینداروں کی زمینوں پر آباد ہو گئے

اور وہاں وہ امن و عافیت کے ساتھ اپنے بال بچوں کو پال پوس رہے تھے۔ سالہا سال گزر جانے کی وجہ سے اُن کے پُرانے جرائم بھول بسر گئے تھے۔ حکام اور افسران مال تو نذرانے کی تلاش میں رہتے ہی تھے اُن کو ایک بہانہ مل گیا، اُنھوں نے محافظ خانوں کو ڈھونڈھ کر پُرانے مقدمات برآمد کئے اور شحنوں کو اُن کے پیچھے لگا دیا، نتیجہ یہ ہُوا کہ ملک بھر میں کوئی مولد بھی ایسا نہیں رہ گیا جس کو اپنی گرفتاری کا ہر وقت اندیشہ نہ ہو۔ اس پر حکام فوج اور اسقف اعظم اور محکمۂ احتساب و محنہ کی مخالفت کو اور ایزاد کرنا چاہیئے۔ ان سب نے مل کر یہ کیا کہ بدامن اور جرائم پیشہ سب ہی توقزاقوں کے ساتھ جا ملے۔ اُنھوں نے اپنے اپنے گروہ الگ الگ بنا لئے اور بہت سی وارداتیں ایسی کیں کہ معمولی حکام اُن کا علاج سواء فوج کے نہ کرسکتے تھے اس بدامنی کو روکنا لامحالہ سپہ سالار کا کام تھا، لیکن حکام فوج اور حکام ملکی کے درمیان کئی مرتبہ حدود اختیارات کے متعلق تنازع ہو چکا تھا۔ اس وقت بھی یہی ہُوا کہ ایک دوسرے کو متہم کرتا اور اس کیفیت کا ذمہ وار قرار دیتا تھا۔ آخر اس بدامنی کا انتظام صدر عدالت، الونزو ڈی سین ٹی لانا کے ہاتھ میں دیا گیا۔ اُنھوں نے آٹھ آٹھ آدمیوں کے گروہ مقرر کرائے اور اُن سے امید رکھی گئی کہ وہ تمام انتظام کردینگے۔ ان لوگوں کو اتنی تنخواہیں دی گئیں کہ جو اسراف کے حد تک پہنچی ہوئی تھیں، یہ سب لوگ صدر عدالت کے عزیز یا کسی اور طرح رشتہ مند ... ناتجربہ کار تھے، لہٰذا بیکار۔ ان کو ایسے وسیع اختیارات دے دئے گئے تھے کہ اُن کی شکایت کرنے سے سب ڈرتے تھے اس سے بہت سے مولدین پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے، یا افریقیہ چلے گئے۔ قزاقوں کا گروہ بڑھ گیا، اور مولدین کے تعلقات بربریوں سے اور بھی مضبوط ہوگئے۔

یہ ظاہر ہے کہ سلطنت کی بدامنی کو بڑھانا سخت بے عقلی تھی کیونکہ یہ مسلمہ امر تھا کہ غرناطہ کی یہ حالت تھی کہ اُس کے بھڑکنے میں صرف ایک چنگاری کی کسر تھی۔ غرناطہ کے تعلقات ہر جگہ سے قطع کر دینے کے خیال سے یہ حکم دیا گیا کہ کسی اور مقام کا کوئی مولد کسی بہانہ سے بھی وہاں نہ آنے پائے، اور اگر آئے تو فوراً غلام بنا لیا جائے۔ یہ بڑی سختی تھی کیونکہ قستالۂ جدید کی سب سے

آخر عدالت مرافعہ غرناطہ میں تھی (جس طرح کہ قستالۂ قدیم کی ویلاڈ والڈ میں) جب ۱۵۵۱ء میں دربار میڈرڈ نے یہ درخواست کی کہ یہ ممانعت اُن لوگوں پر حاوی نہ کی جائے جو کسی مقدمہ کی پیروی کرنے یا کسی ضروری کام سے وہاں آئیں، لیکن دوسرے مقامات سے رسل ورسایل اور آمدورفت کے خطرات اتنے قوی تھے کہ یہ درخواست نامنظور کر دی گئی۔ جن مصالح کی وجہ سے کہ مولدین کی آمدورفت روک دی گئی تھی، وہ اس کے بھی تو مقتضی تھے کہ اُن کی شکایات کو رفع کیا جائے؛ مگر یہ نہیں کیا گیا، بلکہ اس کی جگہ تکلیف پہنچانے کے تازہ اسباب ڈھونڈھے گئے۔ ۱۵۶۳ء میں اُس حکم کی تجدید کی گئی جس کے موافق ہتھیار رکھنے کے اجازت ناموں کو سپہ سالار کے سامنے پیش کیا جانا ضروری تھا، اور بصورت خلاف ورزی چھ سال قید بامشقت کی سزا تھی۔ اسقف اعظم، پیڈرو گیوریرو، جب ۱۵۶۳ء کی کونسل منعقدہ ٹرینٹ سے واپس آئے تو وہ چند روز کے لئے روم میں ٹھہرے اور پوپ پائیس چہارم سے مل کر بہت افسوس سے کہا کہ "مولدین بالکل برائے نام ہی عیسائی ہیں"۔ جناب پوپ نے حکم دیا کہ "تم جاکر شاہ فلپ سے کہہ دو کہ وہ اس کا علاج کریں اور ان لوگوں کی روح کو بچانے کا فکر کریں"۔ اس پیغام پر زور ڈالنے کے لئے اسقف روسانو، نایب پوپ، کے نام حکم صادر ہوا کہ ان کو عیسائی بنانے میں بادشاہ کو مدد دیں۔ گیوریرو نے گھر پہنچتے ہی ۱۵۶۵ء میں اپنے صوبہ کی کونسل منعقد کی، جس کے اثر سے مولدین کی حفاظت تو کجا وہ اور بھی برافروختہ ہو گئے۔ اسقفوں نے آپس میں مشورہ کر کے بادشاہ کو تاکیدیں کیں کہ ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ مولدین اپنے اعتقادات کو نہ چھپا سکیں؛ اور گیوریرو نے بادشاہ سے صاف کہہ دیا کہ اس ناپاک فرقہ سے اپنی سلطنت کو صاف کر لیا جائے؛ نیز یہ کہ یہ معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ اُن میں کون کون عیسائی ہے؛ اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اُن باتوں کی ممانعت کر دی جائے جن سے وہ اپنی رسوم چھپائے رہتے ہیں۔ اسقف اعظم بلنسیہ، ٹوماس آف ولانووا، نے بھی بادشاہ کو لکھا کہ "میں نے غرناطہ کے کلیسا کا اسقف ہونا اس لئے نامنظور کر دیا کہ میں ناپاک بھیڑوں کے گلے کا معلم نہیں بننا چاہتا، لیکن افسوس ہے کہ

بلنسیہ کی حالت غرناطہ سے بھی بدتر ہے۔"

شاہ فلپ کا مشیر ڈائیگو ڈی ایس پی نوسا اس وقت اُن کے مُنہ چڑھ رہا تھا۔ وہ اُن ہی دنوں میں قستالہ کی کونسل کا صدر بنایا گیا تھا چند روز کے بعد ہی وہ محتسب اعظم، سگیونزا کا اسقف اور کارڈینل بننے والا، اور ۱۵۷۲ء میں اس غیرت سے مرجانے والا تھا کہ اُس کو بادشاہ نے اس لئے تہدید کی تھی کہ فلینڈرس کے چند اہم کاغذات میں اُس نے بے ایمانی کی تھی۔* موجودہ ملکی حالت میں وہ سخت ناتجربہ کار تھا۔ کیپ ریرا نے بہت صحیح کہا ہے کہ "دو پادریوں کی ٹوپیوں نے ملک میں وہ ناقابل تلافی فساد ڈالا، جو خود پہننے والوں کا کام تھا۔" بادشاہ نے ایک مجلس کو گیوریرا کی تحریرات براۓ غور سپرد کردیں۔ اس مجلس کے ارکین میں ایس پی نوسا اور اُسی کی طبیعت کے ایک اور آدمی اور ڈیوک آف ایلوا تھے۔ ان سب نے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ مولدین اصطباغ پاکر عیسائی ہوگئے ہیں، تو اُن کا عیسائی ہونا تسلیم کرلیا جائے، اور اُن کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ مسلمانوں کا لباس، زبان اور مراسم کو چھوڑ دیں۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے ۱۵۲۶ء کے حکم کی تجدید کرکے اُس کا نفاذ کردیا جائے۔ تمام ارکین مجلس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ اپنی تجویز پر عمل کرنے کے لئے بادشاہ کے ایمان پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے اپنے طور سے ڈاکٹر اوٹا ڈو دی القلعہ کے کالج کے پروفیسر دینیات سے (جو بعد میں اسقف اویلا ہوئے) اس معاملہ میں رائے لی۔ اس نے بادشاہ کے جواب میں کہا کہ اگر عمایدِ سلطنت، یا امرا اور زمینداروں میں سے کوئی یہ کہے کہ قستالہ میں ایک پُرانی مثل مشہور ہے کہ "جتنے زیادہ مسلمان ہونگے اُتنا ہی زیادہ فایدہ ہوگا"، تو یہ کہہ دیا جائے کہ اُس مثل سے بھی زیادہ پُرانی اور سچی مثل یہ ہے کہ "جتنے دشمن کم ہوں اُتنا ہی اچھا" اور ان دونوں مثلوں کو ملاکر یہ مثل اور اصول قایم کیا جائے کہ "جتنے مسلمان زیادہ مریں اُتنا ہی

---

* لطف یہ ہے کہ باوجود اس کے فلپ نے اُس کی قبر پر کھڑے ہوکر یہ کہا تھا کہ "یہ شخص میرا بہترین مشیر تھا، اور ایسا آدمی پھر مجھے نہ ملا۔" (مصنف)

زیادہ فایدہ ہوگا کیونکہ دشمن کم ہو جائینگے۔" سنا ہے کہ فلپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے +

شاہ فلپ کے دربار میں جتنے کلیسائی جمع تھے اُن کو دیکھتے جو کچھ پالیسی قرار پانے والی تھی اُس میں کوئی شک تھا ہی نہیں۔ جلدی جلدی کر کے ایک فرمان کا مسودہ تیار کیا گیا، جس میں ۱۵۲۶ء کے سب سے زیادہ قابل اعتراض دفعات کو جمع کر دیا گیا، پیڈرو ڈی ڈیزا، رکن مجلس متذکرہ بالا، اور مجلس صدر غرناطہ کی عدالت اعلےٰ کا افسر مقرر کیا گیا، اور ۲۴ مئی ۱۵۶۶ء کو یہ حکم دے کر بھیج دیا گیا کہ وہ اُس فرمان کو وہاں مشتہر کر کے نافذ کر دیں، اور کسی کی ایک نہ سنیں*۔ باوجود اس کے کہ ٹنڈیلا سے (جو اس وقت مارکوئیس آف مونڈیجار ہو چکا تھا) نہ مشورہ لیا گیا نہ پہلے سے اُس کو اس کی اطلاع دی گئی، حالانکہ اُس کو سپہ سالاری کا تیس برس کا تجربہ تھا۔ باوجودیکہ وہ دربار شاہی میں موجود تھا، مگر اُن کو جو پہلی اطلاع پہنچی وہ ایس پی نوسا کی معرفت ایک حکم تھا کہ فرمان سنانے کے وقت وہ غرناطہ میں موجود رہے۔ ٹنڈیلا نے یہ شکایت کی کہ اتنے اہم معاملہ کو اٹھانے کی تیاری کر لی گئی، اور اُسے اطلاع بھی نہیں دی گئی۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ غرناطہ میں نہ فوج ہے نہ سامان حرب، اس لئے وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ مولدین کی وفاداری اور نمک حلالی کی اس وقت آزمایش کر کے شہر پر اتنا گراں بار ڈالا جائے۔ اس بنا پر اُس نے درخواست کی کہ اُس کو فوج سے مدد دی جائے تاکہ وہ بغاوت رفع کر سکے، کیونکہ یہ نظر آرہا ہے کہ بغاوت ضرور ہو جائیگی۔ مگر اُس کی کسی نے ایک نہیں سُنی، ایس پی نوسا نے اُن کو سخت تحقیر آمیز لہجہ میں کہہ دیا کہ جہاں وہ بھیجے

* بغاوت کے خاتمہ کے قریب ۱۴ اگست ۱۵۷۰ء کو جو خط بادشاہ کے بھائی ڈان جان آف آسٹریا نے بادشاہ کو لکھا تھا اُس سے مختصر طور پر ڈیزا کے خصایل معلوم ہوتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"حضور نے مختلف ذرایع سے یہ سنا ہوگا کہ ڈیزا کا جو سلوک ان لوگوں (مولدین) کے ساتھ ہے وہ مناسب نہیں ہے عام طور پر یہ راء ہے کہ اصل میں بغاوت کا باعث یہی شخص ہے (الہبقی نے تو مجھے یہی بتلایا ہے) مولدین جو اب تک ہتھیار نہیں ڈالتے اُس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ آخر اُسی کی عدالت میں اُنہیں پیش ہوتا ہے۔ اور میرے نزدیک اس میں کچھ شبہ بھی نہیں ہے۔ میں بمنت حضور سے گزارش کرتا ہوں کہ اُس کے متعلق اچھی طرح غور کر لیا جائے، اور اُس کو کہیں کا اسقف بنا دیا جائے، یا کوئی اور عہدہ دیدیا جائے، مگر یہاں نہ رکھا جائے۔ حضور کی سب سے بڑی خدمت اگر کوئی ہے تو یہ ہے"۔ (مصنف)

جارہے ہیں، جائیں، اور اپنا کام کریں۔ جنگی کونسل نے ٹنڈیلا کی تائید کی، لیکن شاہی کونسل نے یہ قرار دیا کہ ایسی ذلیل قوم کو مطیع رکھنے کے لیئے محکمہ فوجداری کافی ہے، جس کے پاس نہ ہتھیار ہیں، نہ جس کا کوئی نظام ہے، نہ اُس کو فن حرب سے واقفیت ہے، ٹنڈیلا کو صرف تین سو سپاہی ساحل بحر کی حفاظت کے لئے دیئے گئے، اور یہ حکم ملا کہ بعض مخصوص مہینوں میں وہ وہیں رہیں، کبھی کبھی غرناطہ آتے رہیں۔ شاید ایسی مجنونانہ مہم، اتنی مجنونانہ تنگ نظری کے ساتھ کہیں بھی ہاتھ میں نہ لی گئی ہوگی ●

ڈیزا یہ قضاء مبرم لے کر ۵ ہر مئی ۱۵۶۶ء کو غرناطہ پہنچا، اور فوراً اپنا دربار جما کر اپنے عہدہ کا جایزہ لے لیا۔ اس فرمان کو وہ چھپوا کر اپنے ساتھ لایا تھا، تاکہ ہر جگہ تقسیم کر دیا جائے، اس کے لئے اُس نے یکم جنوری ۱۵۶۷ء مقرر کی، جو غرناطہ پر فرڈی نینڈ اور ازا بیلا کے قبضہ کرنے کی تاریخ تھی۔ بعض جگہ یہ خیال تھا کہ تجویز یہ تھی کہ مولدین کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے کہ وہ ہر طرف سے مایوس ہو جائیں، تاکہ یک لخت اُن کا خاتمہ کر دیا جائے۔ فرمان شاہی کی بعض دفعات اس خیال کی تائید کرتی تھیں، کیونکہ اُس میں کہیں بھی یہ درج نہ تھا کہ مولدین کو مذہبی تعلیم دی جائے، بلکہ اُس کا تمام تر مفہوم نہایت جابرانہ کارروائی تھی، اور مقصود یہ تھا کہ اُن کے اجداد کی مراسم میں دست اندازی کر کے اُن میں غیظ و غضب پیدا کر دیا جائے۔ اُن کو حکم تھا کہ تین برس کے اندر اندر قستانی زبان سیکھ لیں، اس کے بعد کسی کو عربی بولنے، پڑھنے یا لکھنے کی اجازت نہ ہوگی، نہ اپنے گھروں میں، نہ علے رُوس الاشہاد، اور جتنی دستاویزات عربی میں لکھی جائینگی وہ سب کالعدم متصور ہونگی۔ تیس ۳۰ دن کے اندر تمام عربی کتابیں ڈیزا کے حوالہ کر دی جائیں، اُن میں سے جن کتابوں کو وہ بے ضرر سمجھیگا وہ اُن کے مالکوں کو تین برس کے لئے واپس دیدیگا، اور اس میعاد کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے واپس لے لی جائینگی۔ زبان قستانی میں تعلیم کی کوئی تدبیر نہیں بتلائی گئی تھی، بلکہ یہ حکم تھا کہ ڈیزا اور گیوریرو مل کر مناسب تدابیر کرینگے۔ مسلمانوں کی وضع کا کوئی کپڑا نہیں سلوایا جائیگا؛ جو کپڑے خالص ریشمین، یا نصف ریشمین اور نصف سوتی موجود ہیں وہ

ایک سال تک پہننے جا سکتے ہیں، اُس کے بعد اُن کے استعمال کی اجازت نہ ہوگی، سوتی کپڑے دو سال تک استعمال کئے جا سکینگے، اور اس عرصہ کے اندر عورتوں کو نقاب ڈالنے یا برقعہ اوڑھنے کی ممانعت ہوگی۔ نسبت ناطہ، شادی بیاہ، دعوت و ضیافت میں کلیسائی احکام پر عمل کرنا ہوگا، اثناء تقریب میں، نیز ہر جمعہ کی سہ پہر کو، اور تیوہاروں میں، مکانوں کے دروازے کھلے رکھے جائینگے۔ رقص و سرود گو خلاف مذہب نہ ہوں، مگر جمعہ اور تہواروں کو موقوف رہینگے۔ بچوں کے نام اسلامی نہ رکھے جائینگے، اور مہندی لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔ مصنوعی حمام، خواہ عام ہوں یا خاص، منہدم کر دیئے جائینگے، اور آیندہ کوئی شخص اُن کا استعمال نہ کر سکیگا۔ کوئی مولد کوئی مسلمان غلام اپنے پاس نہ رکھ سکیگا، عام اس سے کہ اُن کے پاس اس کا اجازت نامہ ہو یا نہ ہو۔ حبشی غلام رکھنے کے اجازت نامے جس کسی کے پاس ہوں وہ اُن کو ڈیزا کے سامنے براء غور پیش کرینگے۔*

مولدین کو یہ ساری باتیں بیہودہ اور بیکار تحکم معلوم ہوتی تھیں اب سے چالیس برس پیشتر بھی اُن کو دھمکیاں دی گئی تھیں، مگر اُس وقت اُنہوں نے اپنی آزادی خرید لی تھی، اور بلا شبہ اُن کو یہ امید تھی کہ موجودہ حالت میں بھی وہ یہی کرینگے لیکن اس وقت اُن کا سابقہ سخت دل اور ناتجربہ کار مذہبی دیوانوں سے تھا۔ ڈیزا نے اسقف سے مشورہ کیا کہ فرمان کے نفاذ کی سہل ترین تدبیر کیا ہے؟ دونوں نے مل کر پادری ہوروز کو بلا بھیجا، جو مولدین کا بہت دوست بنا ہوا تھا، اور عربی خوب بے تکلف بولتا تھا۔ ہوروز کو نے ان دونوں کی ہدایت کے موافق بڑے بڑے مولدین کو جمع کرکے اُن کے سامنے نئے قانون کی تشریح کی، اور اُن سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ اپنے آدمیوں سے اُس کی تعمیل کرائینگے تو بادشاہ اُن کو بڑے بڑے عہدہ دیگا اور وہ مقربین شاہ میں سے

---

* ایک حکم خاص، جس پر کوئی تاریخ نہیں ہے، اب تک محفوظ ہے، اُس میں لکھا ہے کہ تمام مصنوعی حمام ملک محروسہ غرناطہ میں منہدم کر دیئے جائیں۔ جو شخص اُن کو رہنے دیگا، یا اُن کو استعمال کریگا، خواہ اپنے گھر میں یا باہر، اُس کو پہلی مرتبہ پچاس روز پابجولان قید کی سزا دی جائیگی، ایک ہزار مرواریدی جرمانہ ہوگا اور دو سال کے لئے جلاوطن ہوگا، دوسری مرتبہ یہ سزا دو المضاعف ہوگی، اور تیسری مرتبہ نصف جایداد ضبط کر لی جائیگی اور پانچ برس کے لئے قید بامشقت پائیگا ۱۲ (مصنف)

ہوجائینگے۔ مگر اُن سب نے کہہ دیا کہ ہم کو اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس معاملہ میں اپنے آدمیوں کے سامنے لب کُشائی کریں، ورنہ ہم سنگسار کردئے جائینگے۔ اُس نے دوسری مرتبہ پھر کوشش کی مگر اُن کو پہلے سے بھی زیادہ سخت پایا۔ اس موقعہ پر اُس نے ڈیزا کا بھی نام لیا اور یہ کہا کہ بادشاہ اپنے احکام کی تعمیل کرانے پر مصر ہے اس لئے اُن سے جتنا بھی فایدہ اُٹھایا جاسکے اُٹھالیں۔

یکم جنوری ۱۵۶۷ء کو اس فرمان کا بڑی دھوم دھام سے اعلان کیا گیا۔ مولدین کو جب تمام باتیں معلوم ہوئیں تو اُن میں ایسی کھلبلی مچی جو بیان نہیں ہوسکتی۔ اس فرمان کی سب سے پہلی ہدایت یہ تھی کہ تمام حمام فوراً ضایع کردیئے جائیں، یہاں تک کہ بادشاہ کا بھی۔ تمام جمعیتوں نے علماء البیسن سے مشورہ کرنے کے لئے آدمی بھیجے، اور سب نے متفق اللفظ کہا کہ اگر خوشامد درامد سے داد رسی نہ ہو تو آخری تدبیر بغاوت ہے آزادی کے لئے لڑائی میں مرنا اس سے اچھا ہے کہ ایسے ظلموں کی حالت میں زندہ رہیں۔ ڈیزا ان لوگوں کے غیظ وغضب سے اتنا مرعوب ہوا کہ اُس نے دربار شاہی کو لکھا کہ احتیاطاً بغاوت کے فرو کرنے کا انتظام کرلیا جائے، ۱۵۶۷ء میں تو اُس نے ان احکام کی تعمیل میں اُتنی سختی نہیں کی کہ جتنی کرنی چاہئے تھی، اس فرمان کے موافق اُس نے سزائیں نہیں دیں، اور چونکہ معمولی شحنہ ایسے گنوار تھے کہ کسی کی ہتک کردینی اُن کے نزدیک کوئی بات نہیں تھی، اس لئے اُن کو ہٹا کر دوسروں کو مقرر کردیا اور یہ ہدایت کی کہ وہ ان مولدخواتین کے ساتھ بہت مہذبانہ پیش آئیں، جن کو وہ نقاب یا بُرقعہ استعمال کرنے کے جرم میں گرفتار کریں۔ اس اثنا میں ڈان جوآن اینریکیز ساکن بازہ، نے جو اعلےٰ طبقہ کے لوگوں میں سے تھا، مولدین کا مرافعہ دربار شاہی میں لے جانے اور اس فرمان کے معطل کرنے کے لئے کوشش کرنے کا وعدہ کیا۔ اِدھر وہ روانہ ہوا اُدھر ڈیزا نے ایس پی نوسا اور بادشاہ کے نام خطوط بھیجے کہ مولدین مطیع ہوتے جاتے تھے، مگر اینریکیز کی انگیخت پر، جس وقت سے کہ اُس نے اُن کی حمایت کی ہے، پھر سر اُٹھانا شروع کیا ہے۔ شاہ فلپ نے مولدین کا مرافعہ ایس پی نوسا کے سپرد کردیا، کیونکہ وہ قستالہ کا پریزیڈنٹ تھا، اور اس شخص نے صاف جواب دیدیا کہ فرمان شاہی میں کسی طرح کی نرمی نہیں کی جاسکتی؛ اصل یہ ہے کہ دیندار

ارکین سلطنت نے بادشاہ کو اُس کے ایمان وضمیر سے ڈرایا، اور یہ کہا تھا کہ غیر مذاہب اور مرتدین کے ارواح کا وہ ذمہ دار قرار دیا جائیگا۔ اس کا مرافعہ شاہی کونسل کے سامنے کیا گیا، یہاں ڈیوک آف ایلوا، لیوس ڈی اے ویلا اور القنطرہ کے سپہ سالار کی یہ رائے تھی کہ فرمان شاہی کے نفاذ کو ملتوی کر دیا جائے، اور کونسل کو یہ رائے دی کہ مصالحت کا ایک یہ بھی طریق ہو سکتا ہے کہ اُس کی دفعات میں سے ایک دفعہ کی تعمیل ایک سال میں کرائی جائے، اور دوسری کی دوسرے سال، لیکن شاہی کونسلوں میں ڈیزا اور ایس پی نوزا کو وہ اقتدار حاصل تھا جو افسران فوج اور سیاست دانان ملک کو نہ تھا۔

جب ریشمین کپڑے اُتروانے کا وقت آیا تو اسقف نے تمام پادریوں کو حکم دیا کہ ۱۵۶۸ء کی نوروز کی نماز کی جماعت میں وہ گرجاہی میں مولدین کو یہ حکم سنا دیں؛ اُدھر ڈیزا نے تمام پادریوں کو یہ حکم دیا کہ تین اور پندرہ برس کی عمر کے جتنے بچے ہیں سب کو پکڑ کر مدرسوں میں داخل کر دیا جائے اور اُن کو اصول دین مسیحی اور قستالی زبان کی تعلیم دی جائے۔ اس سے اور بھی اضطراب پھیلا، اور مولدین نے چند مبعوثین کو ڈیزا کے پاس اس کے متعلق بحث کرنے کو بھیجا؛ اُس نے اُنہیں یقین دلا دیا کہ اُن سے بچے چھینے نہیں گئے، بلکہ بادشاہ نے یہ عزم مصمم کر لیا ہے کہ کسی طرح اُن کی ارواح بچ جائیں، اور نئے احکام کا نفاذ ہو جائے۔ یہاں تک نوبت پہنچنے کے معنی تھے افتراق و اختراق۔ مولدین کے سامنے دو راستے کھلے ہوئے تھے، یا تو وہ خاموشی کے ساتھ اطاعت کر لیں، یا بغاوت کر دیں؛ تیسری کوئی صورت باقی نہ تھی۔

بادی النظر میں بغاوت بیکار معلوم ہوتی تھی، بلکہ اس سے بالکل مایوسی ہی تھی۔ نہ اُن کے پاس ہتھیار تھے، نہ اُن کو فوجی تعلیم دی گئی تھی، نہ سامان حرب تھا، نہ قلعے، روپیہ تھا مگر تھوڑا؛ دوسری طرف سپین کی عظیم الشان سلطنت تھی، جو اُس زمانہ میں مہذب دنیا میں نہایت قوی سمجھی جاتی تھی، ہر سمندر میں اُس کے بیڑے تھے، اور تقریباً ہر ملک میں اُس کی فوجیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ شان و شوکت بانگ دُہل تھی کہ خالی پیٹ سے نکلتی تھی، واقعی دیکھا جائے تو ظاہری نمائش

ہی تھی اور بس۔ وینس کے جو سفیر اُن دنوں آئے تھے اُنہوں نے صاف لکھا ہے کہ سپین کے فوجی ذرایع کچھ بھی نہ تھے، فوج کے لئے سپاہیوں کو مہیا کرنا مشکل تھا اور جو سپاہی موجود تھے وہ اُن سپاہیوں کے ہتھیاروں کا استعمال کرنا نہ جانتے تھے جو اپنا غلغلہ ڈال چکے تھے۔ اسی سال انٹونیوٹا ئی پولو نے یہ دیکھ کر کہ سواحل بحر اس طرح غیر محفوظ ہیں کہ بربر کے بحری قزاق جب چاہیں سب کچھ لوٹ لے جائیں، یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر اہالی افریقیہ ملک پر حملہ کردیں اور مولدین، جو محض ظاہری عیسائی ہیں، اُن کی مدد کریں، تو سلطنت سپین کو وہی خطرات پیش آئینگے جن کو وہ زمانہ سابقہ میں دیکھ چکی ہے۔ شاہ چارلس پنجم ملک کا اچھی طرح خون چوس چکے تھے، اور فلپ بھی یہی کچھ کر رہے تھے۔ فرے بلیڈا کہتے ہیں کہ جو جنگ کہ ہونے والی تھی اُس کے لئے کوئی ایسی تدبیر نہیں تھی کہ اُٹھا رکھی گئی ہو، لیکن بیک وقت ایک ہزار سوار بھی جمع نہ ہوسکے، حالانکہ فرڈیننڈ اور ازابیلا کے وقت میں، ملاغہ کے محاصرہ کے موقعہ پر بارہ ہزار سوار فوج میں تھے اور بازہ کی فتح کے وقت بھی اتنے ہی آدمی تھے۔ مالی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی۔ چارلس مرتے ہوئے سلطنت پر ایسا خوفناک قرض چھوڑ گیا تھا کہ فلپ اپنی تخت نشینی کے وقت اس خیال میں تھا کہ آیا اس قرض کی ادائیگی سے انکار کردینا چاہیئے یا نہیں، باوجودیکہ نئی دُنیا (امریکہ) کے معلوم ہوجانے سے ایک نیا خزانہ مل گیا تھا، مگر فلپ تھا کہ قرض سے دبا ہی رہا؛ جو کچھ آمدنی ہونے والی ہوتی تھی وہ پہلے ہی خرچ ہوچکتی تھی؛ اگر کسی بغاوت کے فرو کرنے کی ضرورت پڑتی تو سخت ضرورت کے موقعہ پر بھی بمشکل کچھ روپیہ فراہم ہوسکتا تھا۔* اگر ایسی صورتوں میں سامان حرب کی کمی تھی تو ایک معمولی

---

* ڈان جان آف آسٹریا کی دوران جنگ کی جو خط و کتابت ہمارے سامنے ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی مانگ کسی طرح کم نہ ہوتی تھی۔ ۳۰ ستمبر ۱۵۶۹ء کو اُس نے فلپ کو لکھا کہ ہر شخص روپیہ کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے، دوسرے سے مانگتا ہے اور نہیں ملتا۔ روپیہ کے بہم پہنچنے میں وہ مشکلات واقع ہورہی ہیں کہ ہر چیز میں نقصان اُٹھانا پڑتا ہے ۴ اکتوبر کو اُس نے یہ امید ظاہر کی کہ سپاہیوں کی تنخواہ دینے اور سامان رسد خریدنے کے لئے روپیہ مل جائیگا؛ بغیر اس کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ ۱۹ فروری ۱۵۷۰ء کو اُس نے لکھا کہ روپیہ بھیجنا نہایت ضروری ہے اسی تاریخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۹ پر ملاحظہ ہو)

بات تھی ۔

البیسن کے ذہین مولدین حقیقت حال سے ناواقف نہ تھے، لیکن کلیسائیوں کا گروہ فلپ کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اُس کو گڑھے میں ڈھکیلنے کو لئے چلا جا رہا تھا۔ مولدین جانتے تھے کہ کوہستان کے قدرتی قلعے اُن کی پناہ دینے کو کافی ہیں، اُن کو امید تھی کہ ترک اور افریقیہ کے مسلمان، ایسے سپاہی ہیں کہ تمام سپین اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور یہ دونوں اقوام اُن کی پوری مدد کرینگے؛ وہ سوچتے تھے کہ مولدین کے پچاسی ہزار خاندان تو وہ ہیں جو ٹیکس ادا کرتے ہیں، پندرہ ہزار خاندان وہ ہیں کہ جن کو محصلین ٹیکس نے (اپنے طمع کے لئے) چھپا رکھا ہے؛ ان خاندانوں سے کم از کم ایک لاکھ جنگجو آدمی بہم پہنچ جائینگے۔ اس کے علاوہ اُن کو اُن تین پیشینگوئیوں پر بڑا اعتماد تھا، جو فرڈی ننڈ اور ازابیلا کی فتح کے وقت سے اُن میں متداول چلی آتی تھیں، ان کی بنا پر اُن کو کامیابی کا بہت یقین تھا*۔ مولدین کو کم از کم یہ امید تھی کہ اگر وہ اپنی جمعیت کی طاقت دکھلائینگے تو فرمان کا منسوخ ہونا، یا مہلت کا ملنا یقینی ہے۔ مارمول کرواجل کہتا ہے کہ مولدین میں جو لوگ متمول تھے اُنہوں نے گو اپنے بھائیوں سے اتفاق کر لیا، مگر وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ عام بغاوت ہو جائے، وہ اس پر راضی تھے کہ چند ہی مقامات پر سر اُٹھایا جائے، تاکہ وہ اپنا مقصود اصلی گنوار اور جاہل کوہستانیوں کی مدد سے حاصل کر لیں۔ بہر حال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۸) کے قریب اُس نے ایس پی نوسا کا شکریہ ادا کیا کہ اُس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ روپیہ بہم پہنچایا جائیگا، کیونکہ روپیہ کی اشد ضرورت تھی۔ ۲ر جولائی کو وہ بادشاہ کے منظور نظر رائی گومیز کو لکھتا ہے کہ ”دو چیزیں اشد ضروری ہیں، روپیہ اور فوج، دونوں کے بھیجنے کا انتظام کرو، خواہ اس کے لئے بادشاہ کو اپنا صرف خاص کا علاقہ ہی کیوں نہ فروخت کرنا پڑے، چالیس ہزار ڈوکیٹ جو آئے تھے وہ خرچ ہو گئے“۔ ۲۹ اگست کو وہ رائی گومیز سے شکایت کرتا ہے کہ شاید دربار شاہی یہ سمجھ رہا ہے کہ روپیہ چھاؤنی کے خرچ کے لئے درکار ہے، بلکہ صورت یہ ہے کہ بہت سے قرضوں کے ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے، فوج محافظ کی تنخواہیں نہیں دی گئی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ (مصنف)

* افسوس ہے کہ مصنف علام نے ان پیشینگوئیوں کو نہیں لکھا۔ مگر تعجب ہے کہ مولدین نے باوجود اپنی ہوشیاری کے تُرکوں پر اعتماد کیا۔ (مترجم)

جو کچھ بھی صورت ہوئی اضطراب اور بے چینی اور بھی بڑھی، اور آخر یہ قرار پایا کہ ۱۵ اپریل ۱۵۶۸ء بروز پنجشنبہ (جو مبارک دن ہے) بغاوت شروع ہو۔ یہ قرارداد ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دی گئی، قزاقوں کی ہمت بڑھ گئی، وہ جھنڈے اُڑاتے ہوئے کھلے خزانے عیسائیوں کو قتل کرتے اور لوٹتے پھرنے لگے، اُن میں جو راہب وغیرہ رہتے تھے اُنہوں نے بادشاہ اور مونڈیجار کو (جو اُس وقت دربار شاہی میں تھے) صحیح خبریں بھیجیں، اور کہلا بھیجا کہ یہاں کی حالت مخدوش ہے، اُدھر ڈاری کل کے پادری فرانسسکو ڈی ٹوری جوس نے جو عربی خوب بولتے تھے، اور مولدین میں اکثر اُن کے دوست تھے، یہی پیغام بھیجا۔ مونڈیجار فوراً غرناطہ پہنچے، وہاں اُن کے بیٹے ٹنڈیلا، الحمرا کی مضبوطی کی فکر اور شہر والوں کو ہتھیار تقسیم کر رہے تھے۔ مونڈیجار کو دیکھ کر البیسن کے سرگروہوں نے کوہستانیوں کو کہلا بھیجا کہ سازش ظاہر ہوگئی، اس لئے مزید کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مولدین بہت ہی غصہ کا منہ بنائے ہوئے ڈیزا کے پاس پہنچے، اور اُس سے یہ شکایت کی کہ ہم پر شبہ کیا جاتا ہے، اور یہ کہا کہ ہم اپنے بڑے بڑے آدمیوں میں سے دو یا تین سو آدمیوں کو بطور یرغمال کے پیش کرنے کو تیار ہیں کہ اُن کو قید خانہ میں بھیج دیا جائے۔ ڈیزا نے بھی بہانہ کیا اور مولدین کو یہ یقین دلایا کہ اُن کی نمک حلالی پر کسی طرح کا شبہ نہیں ہے، یرغمال کے متعلق اُس نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، اگر بادشاہ کی خدمت کے لئے اُن کی ضرورت ہوئی تو ان لوگوں کے لینے میں تامل نہ ہوگا، لیکن جیسے ہی اون مبعوثین نے پیٹھ موڑی ڈیزا نے حکام فوجداری کو بلا کر حکم دیا کہ مولدین پر مقدمات قایم کرنے کے لئے تیاریاں کر لیں، اصل مجرمین اور ضامنوں کے متعلق کارروائی شروع کر دیں، اور رفتہ رفتہ سب کو گرفتار کر لیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز میں تمام مشتبہ لوگوں سے قید خانے بھر گئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس کمانیں اور بندوقیں رکھنے کے لائسنس ہیں اُن سے بھی یہ ہتھیار چھین لئے جائیں۔ ایک خاص حادثہ کی وجہ سے ۱۶ اپریل کو یکایک یہ خبر اُڑ گئی کہ البیسن والوں نے بغاوت کر دی ہے، اور وہ ہتھیار لے کر نکل آئے ہیں۔ یہ واقعہ اس کا شاہد ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کتنی کشیدگی تھی۔ عیسائی عورتیں گرجاؤں اور الحمرا

میں پہنچ گئیں، اور مرد ہتھیار لے کر تیار ہو گئے۔ حکام فوجداری نے اُن گلیوں میں پہرہ کھڑا کر دیا جو البیسن کو جاتی تھیں، مگر یہ پہرے ایسے نہ تھے کہ عیسائیوں کے حملے اور لوٹ مار کو روک سکتے؛ کیونکہ یہ لوگ البیسن کو لوٹنا چاہتے تھے؛ لیکن اُس وقت بڑے زور سے بارش ہو رہی تھی اور گلیوں اور راستوں میں اتنا پانی بہ رہا تھا کہ چلنا پھرنا محال تھا۔ آخر یہ خبر غلط نکلی؛ مگر احتیاطاً لوگوں کو ہتھیار تقسیم کر کے منظم کر لیا گیا۔ اسی موقعہ پر مولدین کا ایک خط بنام سلطان فیض پکڑا گیا، جس میں اُنہوں نے سلطان موصوف سے مدد مانگی تھی۔ مونڈیجار نے یہ خط بادشاہ کے پاس بھیج دیا، اور یہ درخواست کی کہ یا تو اُنہیں کچھ فوج دی جائے، یا فرمان کا نفاذ ملتوی کر دیا جائے، اور اگر یہ بھی نہ ہُوا تو اُس کو کچھ نرم کر دیا جائے لیکن فلپ کو توڈیزا کی رپورٹوں پر اعتماد تھا کہ مولدین بالکل مطیع و فرمان بردار ہیں، اور اُن کی طرف سے کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہے، اسی لئے بادشاہ نے فرمان کے نافذ کرنے کا حکم دیا اور فوج مہیا نہیں کی۔

مولدین اپنی اطاعت و انقیاد کے پردے میں سرگرمی کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ آخر یہ قرار پایا کہ کرسمس کی رات کو ہتھیار اُٹھائے جائیں؛ اُس وقت لوگ گرجاؤں میں ہونگے، اور چونکہ رات اندھیری ہوگی اس لئے کوہستان کے لوگ آسانی کے ساتھ شہر میں پہنچ جائینگے، اور کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ صرف پچیس آدمی البیسن کی حفاظت کے واسطے مقرر تھے، جو مونڈیجار سے جبراً لے لئے گئے تھے، اس لئے اس سخت مصیبت کو روکنے کے لئے کوئی بڑا سامان نہ تھا۔ ۲۳ دسمبر کو پہاڑوں میں بغاوت شروع ہوئی، اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک سو بیاسی مقامات شمشیر بکف ہو گئے۔ گرجاؤں کی بے حرمتی کی گئی، جو پادری اور عیسائی باغیوں کے ہاتھ آ سکے اُن کو عذاب کے ساتھ مار ڈالا گیا، عورتوں اور بچوں کو سامان حرب کے معاوضہ میں ملک بربر کو بھیجنے کے لئے رکھ لیا گیا۔ ویلگا کے آٹھ ہزار آدمی ملازم رکھ لئے گئے، اور اُن سے کہہ دیا گیا کہ وہ البیسن پہنچیں اور شہر کو آگ اور تلوار سے تباہ کر دیں۔ سازش تو بہت ہی سوچ سمجھ کر ہوئی تھی، مگر عین آخری وقت پر البیسن والوں کو خیال گذرا کہ یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا ہے اس لئے اُنہوں نے کہلا بھیجا کہ سر دست اس کو ملتوی رکھا جائے۔ باوجود

اس کے اُن میں سے ایک شخص، فرح ابن فرح، نے جو بہت ہی من چلا آدمی تھا ڈیڑھ سو قزاقوں کو لے کر شہر کا دروازہ توڑ ڈالا، ایک دو چوکیداروں کو بھی مار ڈالا اور یہ کوشش کی کہ اُس کے ہم وطن اُس کا ساتھ دیں، مگر کسی نے اُنگلی تک نہ ہلائی، حالانکہ وہ یہ مشہور کر چکا تھا کہ سلطان مراکش اور سلطان الجیریا اُن کی مدد کے لئے ساحل بحر پر اُتر چکے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ رات بھر شہر میں رہا، کسی شخص کو اُس کے مقابلہ کی ہمت نہیں پڑی، آخر وہ صبح کو واپس چلا گیا۔ حاکم فوجداری صرف تیئیس ۲۳ آدمی جمع کر سکا؛ اور مونڈیجار کے پاس، جو اُس وقت الحمرا میں تھے، صرف ایک سو چالیس پیدل اور پچاس سوار تھے۔ یہ جمعیت الحمرا ہی کی حفاظت کے لئے غیر مکتفی تھی، اور مونڈیجار اس مقام کو چھوڑ بھی نہ سکتا تھا ہر بات سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر مولدین خاموش نہ ہو جاتے تو وہ بہت آسانی کے ساتھ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاتے۔

بہرحال بغاوت شروع ہو چکی تھی اور باغیوں نے اپنا ایک بادشاہ بھی منتخب کر لیا تھا۔ یہ شخص ڈان ہرنینڈو ڈی کارڈووا ڈی ویلر تھا، جو خلیفہ عبد الرحمٰن کی اولاد میں سے تھا۔ یہ شخص غرناطہ کی شہری کونسل کا رکن تھا، اور ایک زمانہ میں اپنے ہی گھر میں اس لئے قید کر دیا گیا تھا کہ اُس نے کونسل کے جلسہ میں اپنے ایک ساتھی پر تلوار کھینچ لی تھی؛ وہ متمول آدمی تھا، مگر فضول خرچ؛ اُس کے والد کو ایک جرم میں قید کر دیا گیا تھا، اور اس کے انتقام میں اُس نے مستغیث اور اُس کے چند گواہوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ بادشاہ بنائے جانے کے بعد وہ کوہستان میں بھاگ آیا؛ اور ۲۹ ستمبر کو اندراش میں بڑی دھوم سے اُس کی تاجپوشی ہوئی اور اُس کا نام ابن اُمیہ رکھا گیا۔ اُس نے یہ کوشش کی کہ عیسائیوں کو قتل نہ کیا جائے۔ نو ہی مہینہ کے بعد لوگ اُس سے ناراض ہو گئے، اُس کے تُرکی اور الجیریا کے معاونوں نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا، اور اُس کی جگہ ایک شخص عبد اللہ کو بادشاہ بنا لیا۔ جان توڑتے ہوئے ابن امیہ نے یہ ظاہر کیا کہ "میں عیسائی ہوں، میں نے صرف اس واسطے بغاوت کی تھی کہ اُن لوگوں سے انتقام لے لوں جنہوں نے میرے والد کو ستایا تھا، میں نے ان لوگوں کو بہت کچھ تنگ کر لیا، اور اب مجھے مرنے کا کوئی رنج نہیں ہے"۔

مونٹیجار کے جاسوس ہر طرف سے یہ خبریں لا رہے تھے کہ تمام ملک میں بغاوت کی آگ لگی ہوئی ہے۔ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ اس ضرورت شدید کے موقعہ پر بھی اُس کے پاس کافی ذرائع نہیں ہیں، حالانکہ اُس کو پہلے معلوم تھا، اور اُس نے بادشاہ کو جتلا دیا تھا کہ ایسا سخت وقت آنے والا ہے۔ اُسے کسی طرح امید نہ تھی کہ ڈیزا، یا مقامی حکام اُس کو مدد دینگے، کیونکہ وہ پہلے ہی سے اُس کے مخالف ہو رہے تھے۔ چنانچہ ڈیزا نے اُن کے تنگ اور ذلیل کرنے کا ایک ذریعہ نکال لیا۔ اُس نے مارکوئیس آف لوس ویلیز، مونٹیجار کے قدیمی دشمن، کو لکھا کہ وہ مرسیہ سے کچھ فوج لے کر مولدین پر حملہ کر دے۔ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ مونٹیجار کے اختیارات میں دخل دیا گیا۔

اس ویلیز بہت ہی بلند نظر، مغرور اور خود رائے شخص تھا، اور مولدین کا جانی دشمن۔ اس شخص نے مونٹیجار کا نام "لوہے کے سر الاشیطان" رکھا ہوا تھا۔ اس نے ڈیزا کے حکم کو ہزار غنیمت سمجھا، اپنے ہی خرچ سے فوج تیار کی اور چڑھ دوڑا، مگر کوئی انتظام کسی طرح کا نہ کر سکا، قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں؛ لیکن آخر بادشاہ کا منظور نظر تھا، ہر جگہ اُس کی حمایت ہوتی رہی ؂

اسپین کا فوجی طور و طریق اُس زمانہ سے چلا آتا تھا کہ جب فتوحات کا فیصلہ خود فاتحین کرتے تھے، اور بوقت ضرورت ہر ایک گروہ اور ہر ایک گاؤں سپاہی مہیا کرتا تھا؛ بھرتی کرنے والے ہی سپاہیوں کی خورجیوں میں خورد نوش کا سامان بھر دیتے تھے، جو عموماً ایک ہفتہ کے لئے کفایت کرتا تھا؛ سپاہیوں کا فرض تھا کہ جب تک یہ رسد ختم نہ ہو وہ بلا معاوضہ اپنے ملک کی خدمت کریں؛ اس کے بعد تین مہینہ اُن کو اور کام کرنا ہوتا تھا، اور اس زمانہ میں بھی وہی لوگ اُن کی خوراک مہیا کرتے تھے؛ پھر چھ مہینہ اور کام کرتے تھے، اور اس عرصہ میں نصف خوراک اُن ہی کے ذمہ ہوتی تھی اور باقی نصف خزانہ شاہی سے ملتی تھی۔ اس کے بعد یہ سپاہی واپس کر دیئے جاتے تھے اور دوسرے سپاہی اُن کی جگہ بلائے جاتے تھے۔ یہ لوگ لازمی طور پر بالکل ناتجربہ کار ہوتے تھے اور نظام فوجی کا نام بھی نہ جانتے تھے۔ چونکہ ایک مدت مدید سے ملک میں امن چلا آتا تھا، اس لئے وہ ہتھیار بھی پکڑنا بھول گئے تھے! لکھا ہے کہ وینس کے ایک سفیر نے ۱۵۰۰ء کی یہ حالت بیان کی ہے کہ اُن میں

سے اکثر بندوق چلاتے ڈرتے تھے۔ چونکہ تنخواہ کا ملنا غیر متیقن تھا، اس لئے اُن کو قابو میں رکھنا، یا صف جنگ میں قایم رکھنا مشکل تھا، اُن کی غرض اصلی تو صرف یہ تھی کہ کسی طرح لوٹ کا مال لے کر گھر چل دیں۔ زمانۂ قدیم سے یہ رسم چلی آتی تھی کہ مال مغروتہ کو فروخت کرکے جو کچھ حاصل ہوتا تھا۔ اُس میں سے پانچواں حصہ بادشاہ کے لئے رکھ لیا جاتا تھا، باقی فوج میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، لیکن اُن کا لوٹا ہؤا مال اُن ہی کو دے دینے اور پانچواں حصہ سب میں تقسیم کر دینے سے یہ لوگ بخوشی خاطر کام کرتے تھے۔ مینڈوزا سچ کہتا ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اُن کی طمع بڑھتی چلی جاتی ہے، جو کچھ جس کو ملتا ہے اُس پر قبضہ کر لیتا ہے، اور اُس کی حفاظت کرنے کے لئے اپنے فرائض منصبی سے غفلت کرتا ہے، یہاں تک کہ بعض تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں، لوٹ کا مال اتنا لوگوں کے پاس ہوتا ہے کہ وہ بوجھ کے مارے ہل نہیں سکتے، اور کم زور ہو جاتے ہیں، بعض لوگ اُس کو لے کر گھر چل دیتے ہیں۔ تمام لڑائیوں میں یہی کیفیت رہی۔ کسی لڑائی میں فتح ہوئی تو سپاہی ایسے نو کدم اپنے گھر کا راستہ لیتے ہیں کہ شکست کے وقت بھی ایسی سُرعت کے ساتھ نہیں بھاگتے۔ ہم کو سپین کی تاریخ میں ایسے بہت سے موقعے نظر آتے ہیں کہ سپاہیوں کی جمعیت کی جمعیت بھاگ گئی ہے، اور اُن کے روکنے کے لئے جو فوج بھیجی گئی ہے اُس کو بھی اُنھوں نے مار بھگایا ہے۔ لڑائی نہ ہوتی تھی بلکہ لوٹ کھسوٹ ہوتی تھی، سپاہیوں کی دست درازی کو کوئی چیز روکنے والی نہ ہوتی تھی، فوج کے پیچھے پیچھے قسمت آزما سوداگروں کی ایک فوج ہوتی تھی، جو وہیں کے وہیں لوٹ کا مال خرید لیتے تھے، اب اس میں خواہ قیمتی اشیاء ہوں، غلام ہوں یا جانور۔ سچ تو یوں ہے کہ اکثر لڑائیاں گویا غلاموں کے پکڑنے کا کھیدا ہوتی تھیں۔ ابتداء میں ایک یہ سوال پیدا ہؤا کہ جو قیدی کم از کم براءِ نام عیسائی ہیں وہ غلام بنائے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ دار السلطنت میڈرڈ میں بہت سے قابل وکیل اور علماءِ دین ایسے تھے جن کی متفقہ رائے یہ تھی کہ یہ لوگ غلام نہیں بنائے جا سکتے۔ بادشاہ نے یہ معاملہ ڈیزا کے سامنے پیش کیا، اُس نے اور اُس کے مشیروں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ غلام بنائے جا سکتے ہیں۔ بادشاہ نے اسی کے موافق فرمان جاری کر دیا، مگر اتنی انسانی ہمدردی کی کہ دس برس سے کم

عمر کے لڑکوں اور گیارہ برس سے کم کی لڑکیوں کو مستثنےٰ کر دیا، مگر ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ ان کو عیسائیوں کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ اُن کی پرورش کریں اور تعلیم دیں لیکن ان مستثنیات کو کون سنتا تھا، اور کون اُن پر عمل کرتا تھا؟ وہاں تو گویا قاعدہ عام یہ ہو گیا تھا کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کا گروہ (بعض وقت تو ان کی تعداد دو ہزار ہو جاتی تھی) نیلام گھر میں پہنچا دیا جائے۔ اس واقعہ کے بعد کئی سال تک ملک محروسہ سپین کے محکمۂ احتساب و محنہ کو سواء اس کے اور کوئی شغل ہی نہیں رہ گیا کہ وہ کوہستان کے غلاموں کے مقدمات فیصلہ کیا کرے۔

غرض اُس وقت یہ مختصر حالات تھے کہ جب مونڈیجار کو اُس طوفان کا مقابلہ کرنا تھا کہ جو ۲۷ ر دسمبر ۱۵۶۸ء کو غرناطہ پر برس پڑا۔ اُس نے اپنی تمام قوت اور عزم و ثبات کو اُدھر لگا دیا۔ جو کام اُس کے ہاتھ میں تھا اُس کے لئے وہ نہایت موزوں تھا۔ وہ تیس برس تک سپہ سالار رہا تھا اور ملک کے چپہ چپہ اور ایک ایک آدمی کو جانتا تھا؛ اُس کو شروع ہی سے نظام قایم رکھنے کی تعلیم ملی تھی، فوج پر حکومت کرنے کی عادت تھی، اور مزاحمت سے وہ برافروختہ ہو جاتا تھا؛ اُس کو اپنے اوپر پورا بھروسہ تھا، وہ اپنے ہی دل سے مشورہ کرتا تھا، اور کسی کو اپنے دل کی بات نہ بتلاتا تھا۔ جو صفات اُس میں تھیں اُن سب کی اُسے ضرورت تھی، کیونکہ اُسے بغیر آدمی، بغیر روپیہ، بغیر توپخانہ، بغیر سامان حرب اور بغیر سامان رسد کے لڑنا تھا۔ اُس نے فوراً اندلوشیہ کے علاقہ سے کہا کہ اپنے اپنے حصہ کا روپیہ اور آدمی دیں، مگر اُنھوں نے اس حکم کی تعمیل میں سستی کی؛ کیونکہ وہ کئی مرتبہ پہلے ہی بغاوت کی چھوٹی خبریں سُن چکے تھے؛ ملاغہ کے تمام ٹھیکہ داروں کو حکم دیا کہ سامان خورونوش جتنا بھی اُن کو ملے خرید لیں، بارود، سیسہ وغیرہ کا انتظام کریں، ساحل بحر کی حفاظت کی طرف اُس نے خاص توجہ کی، حکام شہر نے شہر والوں کو مسلح کر دیا، اور ۲ر جنوری تک ایک چھوٹی سی فوج شہر اور

---

* ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غلاموں کی بیع و شرا بالکل بادشاہ کا حق سمجھا جاتا تھا چنانچہ مونڈیجار ایک موقعہ پر یہ اشارہ کرتا ہے کہ قریب ایک ہزار عورتوں کے جو جبلیس کے قتل عام میں گرفتار ہوئیں، وہ سب غرناطہ بھیج دی گئیں، یہاں سب کا نیلام ہوا اور اُن کی قیمت بادشاہی خزانہ میں داخل کر دی گئی۔ (مصنف)

مضافات شہر کے رہنے والوں کی کوچ کر گئی۔ مونڈ سجار نے پہلی ہی نظر میں تاڑ لیا کہ جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ بہت ہی سخت ہے۔ ٹبلیٹ کا پُل کوہستان کی کنجی تھا، جس جگہ یہ پل بنا ہُوا تھا وہاں پانی بہت گہرا ہے اور پہاڑوں سے ٹکراتا ہُوا نکلتا ہے؛ اس اہم مقام کو لینے کے لئے اس نے ڈائیگوڈی کوئی ساڈا کو چند صد نا تجربہ کار، غیر قواعددان آدمی دے کر بھیجا؛ یہ سب لوٹ پر پڑ گئے اور مولدین ان سب پر آ پڑے؛ نتیجہ یہ ہُوا کہ کوی ساڈا بمشکل تمام اپنی اور اپنے بقیۃ السیف آدمیوں کی جان بچا کر بھاگا۔ پل پر مولدین نے قبضہ کر لیا۔ اُس کو اُن کے قبضہ سے چھڑانا نہایت ضروری تھا۔ ۳ر جنوری کو مونڈ سجار ڈھائی ہزار پیدل، اور ڈھائی سو سوار لے کر اپنی مہم پر بڑھا، دوسرے روز دو ہزار آدمیوں کی اُسے، اور کمک پہنچ گئی۔ جب ٹبلیٹ پر پہنچے تو یہ معلوم ہُوا کہ مولدین نے پُل کو اس طرح منہدم کیا ہے کہ صرف ایک ہی آدمی ایک دفعہ میں اُس پر سے گزر سکتا ہے، اور وہ بھی سخت خطرہ کی حالت میں۔ دوسری طرف مولدین کا لشکر کھڑا تھا۔ مونڈ سجار کی فوج تذبذب کی حالت میں وہاں ٹھہر گئی؛ آخر ایک راہب ایک ہاتھ میں صلیب دوسرے میں تلوار لئے ہوئے بڑھا اور پل پر سے گزرنے لگا، دو آدمی اُس کے پیچھے ہوئے، ایک تو پل کی لکڑیوں پر سے گرا اور پہاڑ کے پتھروں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا؛ دوسرے نے ہمت کی، اُس پر سامنے سے گولیاں پڑ رہی تھیں، مگر وہ پار اُتر ہی گیا اور دشمنوں میں تہلکہ ڈال دیا۔ غرض پل پر قبضہ ہو گیا اور اُس کی مایحتاج مرمت کر لی گئی۔

اس کی ضرورت نہیں ہے کہ مونڈ سجار کی اس مختصر اور اُس کے درخشاں نتائج کا حال ہم تفصیلی لکھیں۔ سخت سردی اور برفباری میں، دشوار گزار پہاڑوں میں وہ جان توڑ کر لڑے اور جنگ پر جنگ سر کی؛ دشمن کو کہیں چین نہیں لینے دی، اُن کا تعاقب کر کے اُن پر فتح حاصل کی۔ مولدین کے بہت ہی جلد چھکے چھوٹ گئے، اور اُنھوں نے اپنے آپ کو سپرد کر دینے کے لئے شرائط طلب کیں۔ ۱۸ر جنوری ہی کو پادری ڈوری جوس نے جو بیلیس کے مقام پر، کوہستان کے سترہ مجسٹریٹوں کو لا کر مونڈ سجار کے قدموں میں ڈال دیا؛ وہ اپنے آپ کو مونڈ سجار کے حوالہ کرنے پر تیار تھے، اور سب نے

یہ درخواست کی کہ وہ ہی اُن کے معاملہ میں پڑ کر صلح کرا دیں۔ مونڈ یجار اُن سے برفق و ملاطفت پیش آیا اور اُن کی حفاظت کا وعدہ کر لیا، بلکہ یہ حکم دیدیا کہ اُن پر کوئی دست درازی نہ کی جائے؛ سپاہی تو ہر وقت اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ کہیں لوٹ حاصل ہو جائے اسی غرض سے وہ یہ چاہتے تھے کہ لڑائی طول کھینچتی جائے۔ جب مونڈ یجار نے ان مبعوثین کو بحفاظت تمام واپس پہنچا دینے کا اس خیال سے حکم دیا کہ وہ اپنے آدمیوں سے جا کر کہہ دیں کہ سب لوگ باطمینان تمام اپنے اپنے گھروں میں آجائیں، تو سارے سپاہی چیخ اُٹھے۔ مونڈ یجار کا مقصود یہ تھا کہ جہاں تک جلد ہو سکے ملک میں سکون پیدا ہو جائے لیکن ادھر تو اُس نے اُن مقامات کو سند معافی و اماں دے دی جنہوں نے اطاعت قبول کر لی تھی، اُدھر اُس نے فوجی کارروائی برابر سختی کے ساتھ جاری رکھی؛ چنانچہ اُس نے حکم دیا کہ کوئی قیدی گرفتار نہ کیا جائے؛ واجراس میں جو عارضی طور پر اُسے پس پا ہونا پڑا تھا اُس کے انتقام میں یہ حکم تھا کہ وہاں قتل عام کر دیا جائے، نہ عورت کو چھوڑا جائے نہ مرد کو، نہ بچے کو نہ بوڑھے کو۔ اُن کی دلیل یہ تھی کہ اطاعت کے بدلے میں ملاطفت، اور مقابلہ کے بدلے میں بے رحمی کرنا، وہ باتیں ہیں کہ جن کا یقینی نتیجہ امن و امان ہے۔ وسط فروری تک بغاوت عملی طور پر فرو ہوگئی۔ ابن اُمیہ* کی یہ کیفیت تھی کہ وہ پریشان مارا مارا پھرتا تھا۔ دن کو کسی کھوہ میں چھپ بیٹھتا تھا، اور رات کو اُن لوگوں کے گھروں جا پڑتا تھا کہ جن کو مونڈ یجار امان دے چکے تھے۔ اُن ایک سو بیاسی مقامات میں، جنہوں نے بغاوت کی تھی، سب نے اطاعت قبول کر لی سوا ایک ویلرال الٹو کے، جو بے چراغ ہو گیا۔ اطاعت کی ایک شرط یہ تھی کہ مولدین اپنے سارے ہتھیار گرجاؤں میں جمع کر دیں۔ اس غرض کے لئے مونڈ یجار نے پادری ٹوری جوس کو بیس آدمی دے کر اُن کے یہاں بھیج دیا۔ یہ کام نہایت آسانی کے ساتھ ہو گیا، اور

---

* یقیناً یہاں مصنف علام کو سہو ہوا ہے۔ ابن امیہ کو تو ترکوں اور الجیریوں نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔ یہ دوسرا ابن آمیہ کہاں سے پیدا ہو گیا۔ غالباً بجائے عبداللہ کے وہ ابن امیہ کہہ گئے ہیں۔ آئندہ جہاں ابن امیہ کا نام آئے اُسے عبداللہ سمجھنا چاہئے۔ (مترجم)

ستر گاڑیاں ہتھیاروں کی الحمرا میں پہنچ گئیں۔ احکام کی تعمیل اس قدر جلد کی گئی کہ بغاوت سے پہلے بھی نہیں کی گئی تھی، جب انہوں نے اُن لوگوں کے گرفتار کرنے کے لئے آدمی بھیجے جنہوں نے ابھی تک اطاعت قبول نہیں کی تھی، اور وہ واقعی مجرم تھے، تو بیسیوں کی تعداد میں کوہستان سے گرفتار ہو کر آگئے۔ اُن سب کو سزاء قتل دی گئی، مگر کسی نے اُنگلی تک نہیں اُٹھائی۔ ملک میں سکون کامل ہو گیا؛ البتہ عیسائی قزاق کہیں پہنچ جاتے تھے تو وہ لُوٹ مار کر ہی آتے تھے۔

مولدین کی اطاعت پذیری کا ایک واقعہ ایسا ہے کہ شاید اُس کا ذکر نہ کرنا غیر موزوں ہوگا۔ ۸ ار جنوری کو جب جو بیلیس پر قبضہ ہُوا ہے تو اُن غیر مصافی لوگوں نے، جنہوں نے وہاں پناہ لی تھی، تین سو مرد اور دو ہزار ایک سو عورتیں لا کر مونڈیجار کے آدمیوں کو حوالہ کر دیں۔ وہ سب شہر میں پہنچا دیئے گئے، اور عورتوں کو حفاظت کے لئے گرجا میں ٹھہرا دیا گیا۔ مگر چونکہ گرجا اتنا تنگ تھا کہ اُس میں ساری عورتیں نہ آسکتی تھیں اس لئے باقیوں کو باغ میں رکھکر اُن پر حفاظت کے لئے پہرہ لگا دیئے گئے۔ رات کے وقت ایک عیسائی سپاہی نے ایک مولدہ نوخیز لڑکی کو اُٹھا کر لے بھاگنا چاہا۔ ان ہی قیدی عورتوں میں ایک نوجوان مولد عورتوں کے بھیس میں تھا، اُس نے اس مولدہ لڑکی کی حمایت کی، اور عیسائی سپاہی کو زخمی کر دیا۔ اس شور و شغب میں بہت سے سپاہی جمع ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جتنے قیدی تھے سب کو ذبح کر ڈالا گیا، صرف وہی عورتیں بچیں جو گرجا کے اندر تھیں، اور وہ بھی اس طرح کہ اندر سے زنجیریں بند کر لی گئیں۔ دوسرے روز اس قتل عام کے تین بانیوں کو پھانسی چڑھا دیا گیا، اور مونڈیجار نے بقیۃ السیف قیدیوں کو اُن کے رشتہ داروں کی سپردگی میں دے کر کہہ دیا کہ اُن کی خبر گیری کریں، اُن کے خورد نوش کا انتظام کریں، اور جب اُن سے پھر طلب کئے جائیں تو سب کو حاضر کر دیں۔ جب اُس علاقہ میں سکون ہو گیا تو اُن عورتوں کی طلبی ہوئی۔ اُن عورتوں کے شوہروں اور والدین نے بلا چون و چرا اُن کو لا کر مونڈیجار کے حوالہ کر دیا، اور وہ سب بازاروں میں بطور کنیزکوں کے فروخت

کردی گئیں۔ مونڈیجار نے بہت صحیح کہا کہ فرماں برداری کا اس سے بڑھ کر اور کوئی بھی ثبوت نہیں ہو سکتا، کہ لوگ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو الفجارہ کے انتہائی مقامات سے لاکر اس لئے حوالہ کردیں کہ وہ بطور کنیزکوں کے فروخت کر ڈالی جائیں۔ مونڈیجار نے یہ شیخی ماری، اور اس میں وہ قابل معافی ہے، کہ اس نے اتنا اہم کام ایک ناکافی فوج کے ساتھ، دو مہینہ سے کچھ زیادہ عرصہ میں کُل پندرہ ہزار ڈوکیٹ خرچ کرکے کر دکھلایا! اس رقم میں زیادہ حصہ مال مغروتہ کے خمس اور جو بیلیس کے غلاموں کے زرمبیعہ کا ہے۔

لیکن مونڈیجار نے جو امن وامان کا خواب دیکھا تھا اُس کی تعبیر معکوس اُس نے بےطرح اپنی آنکھ سے دیکھ لی۔ فلپ کے طرز حکومت کے موافق تمام اختیارات خود بادشاہ کے ہاتھ میں تھے کچھ اختیارات اُنہوں نے دوسروں کے تفویض کر رکھے تھے، جن کے استعمال میں ہر شخص مختار و آزاد تھا۔ ان سب کے آپس میں رقابت ومعاندت رہتی تھی، اور اس نے باہمی مشورہ اور اُس پر کاربند ہونا ناممکن بنا رکھا تھا۔ فریقین کی پالیسیوں میں ہمیشہ تصادم رہتا تھا، جس سے کچھ بھی نہ ہو سکتا تھا، اور آخر اُن کے لڑائی جھگڑے بادشاہ کے سامنے پیش ہوتے تھے، اور یہاں فیصلہ آخر میں اکثر لگتی تھی۔ شہر غرناطہ کے گرد بہت سے پردے پڑے ہوئے تھے، کوئی کسی کی تودۂ ضخیم کا تھا، کوئی آپس کی عداوت کا، کوئی ایک شخص واحد کی بلند نظری کا۔ یہ سب پردے ایسے گندہ تھے کہ کسی بالغ خرد کی نگاہ صحیح چیز کو نہیں دیکھ سکتی تھی، نہ وہ صحیح طور پر یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ جب مونڈیجار نے لوس ویلیز سے یہ کہا کہ میں امن وسکون کے لئے فلاں فلاں تدبیر کرنا چاہتا ہوں، تو اُس نے مغرورانہ لہجہ میں جواب دیا کہ "میں جنگ کو انتہا پر پہنچانا چاہتا ہوں"۔ حقیقتہً لوس ویلیز کو کوئی حق نہ تھا کہ وہ مونڈیجار کے معاملہ میں دخل دیتا، لیکن اُس کو ڈیزا نے بلایا تھا۔ گو اُس کو اُس (ویلیز) کے بلا لینے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ اُدھر ویلیز کی شیخی یوں اور بھی بڑھ گئی کہ فیلکس میں اُس کو فتح حاصل ہوگئی تھی۔ اس لڑائی میں اُس نے سات سو مولدین کو مار ڈالا تھا، اور اُس کے آدمیوں کا بہت کم نقصان ہوا تھا۔

یہ فتح بھی بالخصوص اس لئے قابل ذکر ہے کہ ایک طرف تو ویلیز کے قواعددان اور مسلح آدمی تھے، اور دوسری طرف آفت کے مارے، قریباً نہتے، مولدین، کہ اپنے حقوق کے لئے لڑ رہے تھے۔ سنا گیا ہے کہ اس جنگ میں مولدین کی عورتوں تک نے کام کیا، اور انہوں نے اپنی جان تک کی پروا نہیں کی، اور کچھ نہ ہو سکا تو سواروں کے گھوڑوں کو ہی چھروں سے زخمی کر کے بیکار کر دیا، جو یہ بھی نہ کر سکیں انہوں نے عیسائیوں کی آنکھوں میں مٹی ہی جھونک جھونک کر اندھا کر دیا٭۔

نظام فوجی کی پروا نہ کرنے والے، قانون کو بالاءطاق رکھنے والے سپاہی، جن کا کاسۂ طمع و آز کبھی بھر ہی نہ سکتا تھا، صلح کے سخت مخالف تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ جن لوگوں کو مونڈیجار نے تحریراً امان دی تھی وہ اُن کو چھوڑ دیتے۔ یوں ابن اُمیہ کی تلاش کے بہانہ سے برنارڈینو ڈی دلالٹا نے تین سو آدمی منڈیلا سے لے کر لیرولس پر حملہ کر دیا۔ یہ وہ مقام تھا کہ جس کو امن کی جگہ سمجھ کر اُن مولدین نے پناہ لی تھی، جن کو مونڈیجار نے امان دیدی تھی۔ ولالٹا نے عورتوں کا ایک جم غفیر پکڑ لیا، اور بہت سا مال لوٹ لیا۔ جب مونڈیجار نے یہ تجویز کی کہ اس شخص کو سزا دی جائے، تو اُس نے یہ عذر کیا کہ وہاں بہت سے آدمی ایسے جمع تھے جو لڑنے کے لئے تیار تھے، نیز یہ کہ اُس کو اجازت تھی کہ عورتوں کو بطور کنیزکوں کے فروخت کر ڈالے۔ اس سے بھی بدتر حالت ویلیرال باجوکی ہوئی، کیونکہ یہ اطلاع ملی تھی کہ وہاں ابن امیہ چھپا ہوا ہے۔ مونڈیجار نے الوارو فلورس اور انٹونیو ڈی اویلا کو ایک لشکر دے کر بھیجا، اور یہ حکم دیا کہ ابن امیہ سے کہہ دیں کہ وہ اپنے آپ کو تفویض کر دے، اور جن لوگوں نے اُس کو پناہ دی ہے، اُن سے کہہ دیں کہ وہ جوابدہی کے لئے حاضر ہو جائیں جب اُس مقام کے قریب فوج پہنچی تو مولدین کے

٭ یہی کیفیت مونڈیجار کی اُس لڑائی میں ہوئی جو اُس نے پیٹرلس کے مقام پر ۱۲ جنوری کو لڑی تھی۔ جس وقت یہ لڑائی ہو رہی تھی اُس وقت سخت کہر تھا۔ مولدین مونڈیجار کی فوج کے اس قدر قریب آ گئے تھے کہ انہوں نے پتھر مار مار کر بہت سے سپاہیوں کو زخمی کیا، لیکن جب کہر جاتا رہا تو بندوقچیوں نے مار مار کر انہیں ہٹا دیا۔ (مصنف)

بڑے بڑے آدمی نکل آئے اور اُنہوں نے پروانۂ امان دکھلا کر دریافت کیا کہ جو کچھ حکم ہو ہم اُس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ اس کے جواب میں سپین کی سپاہی اُن پر ٹوٹ پڑے، اور دو سو کے قریب آدمیوں کا قتل عام کر دیا؛ صرف وہی بچے جو کوہستان کی طرف نہیں بھاگ سکے؛ کیونکہ عیسائیوں کے سپاہی لوٹ مار کرتے اور مولدین کی عورتوں اور بچّوں کو گرفتار کرتے پھر رہے تھے۔ بقیۃ السیف آدمی تیار ہو کر آئے اور اُنہوں نے دریافت کیا کہ کیا مونڈیجار نے یہی حکم دیا ہے کہ اُس مقام کو بالکل لوٹ لیا جائے؛ اگر یہی حکم ہے تو ہمیں یہ بھی منظور ہے؛ لیکن چونکہ ایسا کوئی حکم اُنہیں نہیں دکھلایا گیا، اس لئے مولدین نے سپاہیوں پر حملہ کر دیا، جو لوٹ کے مال سے پہلے ہی بوجھل ہو رہے تھے۔ عیسائی سپاہیوں نے بے طرح مار کھائی، اور آخر اُن کے پیر اُکھڑ گئے؛ انٹونیو ڈی اویلا قتل ہو گیا، مولدین نے اپنی عورتوں بچوں کو چھڑا لیا، اور ساتھ ہی بہت سا سامان حرب بھی لے لیا۔ اس کے بعد اُنہوں نے مونڈیجار کے پاس اپنے کچھ آدمی بھیج کر اپنی بے گناہی ظاہر کی اور کہلا بھیجا کہ ہم تمام ہتھیار اور سامان حرب دینے پر تیار ہیں، مونڈیجار بھی اُن کے عذرات سننا چاہتا تھا، مگر اس سے عیسائیوں کو بہت ہی غصّہ آیا اور اُنہوں نے مونڈیجار کی بادشاہ سے سخت شکایت کر دی۔

جو شدائد کہ ان خونخوار اور فحّاش سپاہیوں نے کئے اُن کا دوہرا اثر ہوا، کئی بار مولدین نے اِن قزّاقوں کو زیر کر لیا، جس سے اُن کا دل بڑھ گیا اور اُن کو ہتھیار مفت ہاتھ آگئے۔ اس کے علاوہ اُن کو یہ معلوم ہو گیا کہ مونڈیجار کی امان دی ہوئی کوئی وقعت نہیں رکھتی؛ عیسائیوں کی اطاعت کر لینے سے بھی اُنہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا؛ نیز یہ کہ اگر اُن کے محفوظ رہنے کی کوئی تدبیر ہے تو صرف یہ کہ پہاڑوں میں جا گھسیں اور اپنی حفاظت خود کریں۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو ابن اُمیہ چھپا چھپا پھرتا تھا، یا اُس نے بہت جلد چار ہزار آدمیوں کی ایک فوج جمع کر لی۔ دربار شاہی کی پالیسی پر اس کا اثر بہت ہی خوفناک پڑا۔ مونڈیجار کے دشمن (یعنی ڈیزا، محتسبین، حکام شہر غرناطہ، وہ لوگ جن کا فایدہ لڑائی کو طول دینے میں تھا، اور جو لوگ مولدین کو صفحہ ہستی سے بالکل

مٹادینا چاہتے تھے) ایس پی نوسا اور فلپ کے کان بھرتے، اور مونڈیجار پر بہتان لگاتے رہتے مثلاً یہ کہا گیا کہ غرناطہ میں اُس کی بہت سی جایداد ہے، اُس کی قدر و قیمت قایم رکھنے کے لئے وہ مولدین کی رعایتیں کرتا ہے۔ اُس کی خدمات اور کامیابیوں کی تحقیر کی گئی، اور لوس ویلیز کو آسمان پر چڑھایا گیا۔ جب مونڈیجار نے بادشاہ کو لکھا کہ ملک میں امن ہو گیا ہے، اور آیندہ کے لئے ہدایات طلب کیں کہ آیا مولدین پر رحم کیا جائے، یا اُن کو سختی سے سزائیں دی جائیں، تو، ارماچ کو یہ حکم پہنچا کہ یہ قرار پا چکا ہے کہ ڈان جان آف آسٹریا (بادشاہ کا سوتیلا بھائی) غرناطہ کا سپہ سالار بنایا جائے اور مونڈیجار الفجارہ میں کافی جمعیت چھوڑ کر شہر میں واپس آجائے، اور ملک کا سارا مشرقی حصّہ لوس ویلیز کی ماتحتی میں دے دے۔ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ مونڈیجار کو بے عزّت کر کے موقوف کر دیا گیا۔ بہرحال اُس نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اُس کے وہاں سے ہٹتے ہی وہی فواحش پھر شروع ہو گئے۔ سپاہیوں کی شرارت کی کوئی روک تھام نہیں رہی بلکہ اُن لوگوں نے، جو یہ چاہتے تھے کہ مولدین تنگ آکر پھر باغی ہو جائیں، جن کے ذاتی اغراض ملک کی بدامنی سے وابستہ تھے اور حکام عدالت، جو مولدین کو سزائیں دینے کے لئے بے قرار ہو رہے تھے، ان سپاہیوں کو برابر شہ دیتے رہے۔ ویگا اور قرب و نواح کے قصبے جب ڈاکوؤں، قتل و غارت اور عورتوں کی بے حرمتی سے تنگ آگئے تو وہ سب شمشیر بکف ہو گئے۔

ڈان جان کو ایسی فوج دینے کے لئے، جو اُن کی حیثیت کے موافق اور فریق ثانی کے کچل ڈالنے کے واسطے کافی ہو بڑی زور کی تیاریاں کی گئیں قصبوں اور شہروں کو حکم بھیجا گیا کہ وہ اپنے اپنے حصّہ کی فوج اور رسد بہم پہنچائیں، روم میں جو سپین کا سفیر (ڈان لیوس ڈی ریکے سے نیس) رہتا تھا، اُس کو حکم دیا گیا کہ وہ اٹلی کے جہازوں کو لے کر سپین پہنچے اور ساحل بحر کی آکر حفاظت کرے تاکہ افریقیہ سے کوئی کمک مولدین کو نہ مل سکے، نیپلس میں جو قریب تین ہزار کے فوج تھی، وہ بھی بلالی گئی۔ مگر یہ اتنے بڑے پیمانہ کی تیاریاں ارکین دربار شاہی کے باہمی حسد و بغض سے بیکار ہی سی رہیں۔ ڈان جان ایک ناتجربہ کار، جو بیس برس کا نوجوان تھا، شہرت پانے کا اُسے

بڑا شوق تھا، مگر اُس کی آنکھوں میں لحاظ تھا، طبیعت میں مروت تھی، اپنی قابلیت پر اُس کو اعتماد نہ تھا، اُس کو ہر وقت یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ میرے چاروں طرف گڑھے کھدے ہوئے ہیں، اور اُس کو یہ شکایت تھی کہ اُس کو بذات خود چڑھائی کرنے سے کیوں روکا گیا ہے۔ وہ اپنے ساتھ بطور اپنے مشیر کے، اپنے اُستاد لیوس کیوجاڈا کو لے کر آیا تھا، جو فوجی قابلیت میں بہت مشہور تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد گونزالو ہرنینڈیز ڈی کارڈووا، ڈیوک آف سیسا، مشہور سپہ سالار کا پوتا بھی آکر شامل ہو گیا۔ یہ شخص میلان کا وایسراء رہ چکا تھا، اور جنگ لومبارڈیس اس نے خاصی شہرت حاصل کر لی تھی۔ یہ دونوں، اور اُن کے ساتھ مونڈیجار، ڈیزا اور اسقف اعظم گیویرو ڈان جان کے مشیر کار مقرر ہوئے؛ ان کے مشوروں کے بغیر وہ قدم نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ کیوجاڈا اکھڑ اور ضدی آدمی تھا اور شاہ چارلس کی روایات کا دلدادہ تھا۔ سیسا کو اگر کچھ تجربہ تھا تو صرف اُس فوج کا جو اٹلی اور فلینڈرس میں تھی اور اچھی تنخواہ پاتی تھی۔ مونڈیجار کو صرف مقامی فوج کا حال معلوم تھا، جو بہت تھوڑی تنخواہ پر کام کرتی تھی، لیکن لڑائی پر جانے سے جان چراتی تھی۔ گیویرو اور ڈیزا کو ذرا سا بھی فوجی تجربہ نہ تھا۔ لوس ویلیز اور سیسا گو چچا بھتیجے تھے، مگر اُن کے درمیان میں ایک مدت سے مناقشہ چلا آتا تھا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک کو دوسرے پر رشک تھا، یوں یہ دونوں مل کر کام نہیں کر سکتے تھے۔ اس سب پر طرّہ یہ حکم تھا کہ تا وقتے کہ دارالسلطنت سے اجازت نہ آجائے قدم نہ اُٹھاؤ۔ اس ناقابل عمل طریق جنگ کے نتایج بہت ہی جلد ظاہر ہو گئے۔

۱۲ اپریل کو ڈان جان غرناطہ میں پہنچا؛ اُس کا استقبال بڑی دھوم دھام سے ہوا اور دس ہزار فوج کی قواعد اُسے دکھلائی گئی۔ اس استقبال میں سب سے زیادہ نمایاں اور قابل ذکر بات یہ تھی کہ اُن چار سو عیسائی عورتوں کا گروہ دکھلایا گیا، جن کو مونڈیجار نے مولدین سے چھینا تھا، اور جن کی اُس (مونڈیجار) کے دشمنوں نے اس وقت اس غرض سے نمایش کی تھی کہ ڈان جان کو اُن کے مقتول شوہروں اور باپوں کے انتقام لینے کا خیال پیدا ہو۔ ساتھ ہی ڈان جان پر یہ ظاہر کیا گیا کہ اُن خواتین کو جو کچھ صدمات اور نقصان پہنچے اُن کا چنداں خیال نہیں ہے، بلکہ افسوس

یہ ہے کہ قاتلوں کو معاف کر دیا گیا ہے۔ سیسا کے آنے کا انتظار کر کے ڈان جان نے ۲۲ اپریل کو اپنا پہلا دربار شورے منعقد کیا۔ مونڈیجار نے تین تدابیر بتلائیں کہ اُن میں سے ایک پر عمل کیا جائے۔ ڈیزا نے کہا کہ سب سے پہلے البیسن، ویگا اور کوہستان کے مولدین کو وسط ملک میں لے آنا چاہیئے، اس کے بعد اُن کو سخت ترین سزائیں دی جائیں۔ سب سے پہلے البیو نیلا کے مولدین سے شروع کرنا چاہیئے جو اطاعت کے بہانہ سے عیسائیوں کو لوٹ رہے ہیں۔ چونکہ راؤں میں اختلاف تھا اس لئے بڑی طول طویل بحث ہوئی اور کچھ تصفیہ نہ ہُوا۔ یہ مہم گویا پاش پاش ہو گئی جو مولدین کہ امن سے بیٹھ گئے تھے وہ مونڈیجار کے الگ ہو جانے کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ اُن کو جو سندات امان مونڈیجار نے دی تھیں اُنہوں نے واپس کر دیں، اور اطاعت کا جو حلف اُٹھایا تھا اُس سے بریت کر لی۔ جو مقامات کہ اب تک نمک حلال رہے تھے، اُنہوں نے بھی ان ہی مولدین کی تقلید کی۔ باقاعدہ فوجی لڑائی ایسے حملے بن گئے جو قزاق لوٹ مار کے لئے کیا کرتے ہیں عیسائیوں کی جمعتیں کی جمعتیں ماری گئیں، مولدین کے دل بھی بڑھ گئے اور ہتھیار بھی اُن کے ہاتھ لگ گئے غرناطہ گویا محاصرہ میں آ گیا، کیونکہ مولدین، ویگا کو لوٹتے کھسوٹتے غرناطہ کے دروازوں تک پہنچ گئے۔ لوس ویلیز کو شاہ فلپ نے بارہ ہزار آدمیوں کی فوج الگ دے دی تھی، جس کو دوسرے سے کوئی علاقہ نہیں تھا۔ ویلیز اور اُس کی فوج بیکار ہی پڑی رہی، آخر سپاہیوں نے بھاگنا شروع کیا، یہاں تک کہ صرف ایک ہزار پیدل اور دوسو سوار رہ گئے۔ سپاہیوں کے بھاگ جانے کی وجہ اُس نے یہ بیان کی کہ ضروری سامان رسد نہیں دیا گیا۔ دوسری طرف ڈان جان نے بڑے تیقن کے ساتھ یہ جواب دیا کہ جو کچھ اُس نے مانگا وہ اُس کو پہنچا دیا گیا۔ جو بغاوت کہ اب تک الفجارہ اور کوہستان نویڈا تک محدود تھی وہ ایک طرف تو المیریا کے پہاڑوں تک پہنچ گئی، اور دوسری طرف ملاغہ تک۔ تمام ملک میں آگ لگی ہوئی تھی، اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ سلطنت سپین میں اس کے بجھانے کی طاقت ہی نہیں ہے ؛

اس ساری مصیبت میں ڈیزا کو اتنی طمانیت تھی کہ اُس کی پالیسی پر عمل ہو رہا ہے۔ یکم جون

کو ایک مہم البشیولا بھیجی گئی۔ اس قصبہ میں بالکل سکون تھا، مگر ڈیزا چاہتا تھا کہ اُس کو تباہ کر دیا جائے۔ فوج نے تمام مردوں کو جو وہاں سے نہ بھاگ سکے قتل کر دیا، اور عورتوں اور بچوں کو جن کی تعداد پندرہ سو تھی، گرفتار کر کے لے آئی۔ ڈان جان نے ان سب قیدیوں کو سپاہیوں کو بطور کنیزکوں اور غلاموں کے دے دیا۔ اُن کی دوسری دلی خواہش یہ تھی کہ البیسن کو بے چراغ کر دیا جائے۔ جنگی کونسل کو اس کے لئے جنگی تدابیر سوچنے کے لئے کئی دن لگ گئے۔ چونکہ بیرونجات کی بغاوت کا اندیشہ بڑھتا جاتا تھا، اس لئے اندرون شہر میں جو دشمن موجود تھے اُن کا انتظام کرنا اشد ضروری تھا۔ آخر کار فلپ کو یہ حکم جاری کرنے پر رضامند کر لیا گیا کہ غرناطہ اور البیسن کے تمام مولدین کو، جن کی عمریں دس سے ساٹھ برس تک تھیں، اندلشیہ کے مختلف مقامات میں بھیج دیا جائے۔ تجویز یہ ہؤا کہ اُن کو معہ اُن کی فہرست کے ایک مقام پر حکام فوجداری کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ حکام اُنہیں یہ ترغیب دیں کہ وہ بامن و امان وہاں سے نکل جائیں اور اُن سے کہہ دیں کہ اُن کو یہاں سے محض اس لئے علیحدہ کیا جاتا ہے کہ وہ کسی محفوظ مقام میں پہنچ جائیں، جب امن ہو جائیگا تو وہ سب واپس بلا لئے جائینگے۔ اُس وقت جو لوگ نمک حلال ثابت ہونگے اُن کو بادشاہ کی طرف سے انعام دیا جائیگا۔ یہ ہوتے ہوتے غرناطہ میں محافظت شہر کے لئے فوج جمع کر لی گئی، جس کو خزانۂ شاہی سے تنخواہ ملنے والی تھی، اس فوج کو پوری طرح مسلح کر دیا گیا، اور ۲۳ر جون کو ڈان جان نے ایک اعلان جاری کر دیا کہ البیسن کے تمام آدمی اپنے اپنے علاقہ کے گرجاؤں میں جمع ہو جائیں۔ اس اعلان کے جواب میں مولدین نے صاف کہہ دیا کہ ہم جب تک زندہ ہیں اپنے گھر نہیں چھوڑینگے۔ یہ جو کچھ بھی ہؤا مونڈیجار کے بغیر اطلاع کے ہؤا، کیونکہ وہ ایسی تجاویز کی ہمیشہ مخالفت کرتے رہتے تھے۔ لیکن ڈان جان نے اُنہیں بلا کر اپنا یہ عندیہ ظاہر کیا کہ ان سب کو قتل کر ڈالا جائے۔ مگر البیسن کی تنگ پتھریلی گلیوں میں یہ کرنا اپنی جان پر کھیلنا تھا، اس لئے مونڈیجار نے بمشکل تمام ڈان جان کو اس سے باز رکھا۔ کونسل کا اجلاس پھر منعقد کیا گیا، لیکن وہ کوئی ایسی تدبیر نہیں بتلا سکی کہ ڈان جان کو اس دلدل سے نکال سکیں، آخر مونڈیجار نے

کہا کہ میں مولدین کو رضامند کرلونگا کہ وہ ڈان جان کا کہا مان لیں۔ چنانچہ وہ اپنے خاص نیزہ بردار جو تعداد میں تیس تھے، اور اپنے بیٹے فرانسسکو کو لے کر باب البنوت کے میدان میں گئے، اور مولدین کے سرگروہوں کو بلاکر اُن کو تعمیل حکم کرنے پر تیار کر دیا۔ جب تک سارے مولدین گرجاؤں میں نہیں پہنچ گئے، وہ وہیں کھڑا رہا اور گرجاؤں کو بند کر کے اپنے آدمیوں کا وہاں پہرہ لگادیا۔ یہاں سے واپس آکر اُس نے ڈان جان کو اطلاع دیدی اور کہہ دیا کہ اب کچھ فوج وہاں بھیج دی جائے، اور اُس کو سامان خورد نوش دے کر تاکید کر دی جائے کہ کوئی سپاہی کسی مولد سے بدسلوکی نہ کرے، نہ اُن کے گھروں میں قدم رکھے۔ دوسرے روز وہ شفاخانہ ریال بھیج دیا گیا، جو شہر سے ایک گولی کے ٹپہ پر واقع تھا۔ اس کے بعد فہرستیں بنائی گئیں، اُن کو کئی گروہوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کی اُسی طرح مشکیں کس دی گئیں، جیسی اُن غلاموں کی کسی جاتی ہیں جو جہازوں پر مشقت کرتے تھے، اور جہاں کہیں اُن کو بھیجنا تھا فوج کے پہرہ میں بھیج دیا گیا۔ چند روز تک تو عورتوں کو اُن کے گھروں ہی میں رہنے دیا گیا، تاکہ وہ اپنا اثاث البیت فروخت کرسکیں، اُس کے بعد اُن کو اُن کے شوہروں کی خدمت کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ جو مرد اس طرح بھیجے گئے، اُن کی تعداد تین ہزار پانچ سو تھی؛ عورتوں کی تعداد ان سے بہت زیادہ تھی۔ ان بدنصیبوں کی مصیبت اور مایوسی کا حال بیان کرتے ہوئے مورخوں کو بھی رحم آگیا ہے، اور کیوں نہ آتا، وہ بیچارے یکایک اپنے گھروں سے نکالے گئے، ہر چیز کو ویسے ہی چھوڑ دینا پڑا، اور ایسی جگہ بھیجے گئے کہ جس کا حال انہیں خود معلوم نہ تھا۔ بہت سے آدمی راستہ ہی میں رنج، صدمہ، تکان اور بھوک سے مر گئے؛ بہت سوں کو اُن لوگوں نے مار ڈالا جو اُن کی محافظت کے لئے مقرر ہوئے تھے؛ بہت سوں کو لوٹ کر انہیں بطور غلام کے فروخت کر ڈالا۔ اس کارروائی سے خطرہ جاتا رہا؛ لیکن یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہوتا ہے کہ جہاں چہل پہل اور صنعت و حرفت تھی وہ جگہ خالی رہ گئی، اور فارغ البالی کا خاتمہ ہو گیا!

یوں ۱۵۶۹ء کی موسم گرما و خزاں میں معاملہ چلتا رہا۔ ۳ ستمبر کو مونڈیجار دربار شاہی میں طلب کیا جاتا ہے، اور اس کے بعد اُس کا کہیں نام نہیں آتا؛ کیونکہ پھر اُس کو کسی جنگ پر

نہیں بھیجا گیا۔* اُس کی غیر حاضری سے باقی ارکین کونسل کو اطمینان ہو گیا؛ لیکن چونکہ اُس کے مشوروں پر کبھی عمل ہوا ہی نہیں تھا، اس لئے اُس کا عدم وجود برابر ہی رہا۔ سپین کی یہ انتہاء درجہ کی خوش قسمتی تھی کہ کسی اسلامی سلطنت نے اس مصیبت کش مکش میں اپنے ہم مذہبوں سے کوئی ہمدردی نہیں کی؛ اُنہوں نے صرف اتنا ہی کیا کہ باغیوں سے اظہار خوشنودی کیا اور اپنی رعایا میں سے اُن لوگوں کو سپین جانے کی اجازت دیدی جنہوں نے اپنے ہم مذہبوں کی مدد کرنی چاہی۔× ان میں سے چھ یا آٹھ سو آدمی گئے، اور مولدین کی فوج کے نہایت قیمتی راس الرؤس ہو گئے۔ کچھ اسلحہ و سامان حرب افریقیہ سے بطور مال تجارت کے گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سپین کی بحری طاقت اتنی نہ تھی کہ وہ سواحل بحر کی آمد و رفت کو روک دیتی ⁕

آخر کار ۱۹ اکتوبر کو فلپ نے دو فرامین جاری کئے۔ پہلے میں اپنے خصوصی انداز سے حکم تھا کہ البیسن سے جو ما بقے باقیات الصالحات ہیں وہ بھی نکال باہر کئے جائیں۔ ان میں بوڑھے مرد اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے، بہت سے کاریگر تھے اور مزدور، جن کی خدمات ملک بھر کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ ان ہی میں مدجلین تھے، جنہوں نے یہ درخواست کی کہ ہمیں شروع میں چھوڑ دیا گیا تھا تو اب کیوں پکڑا جاتا ہے، مگر شنوائی نہیں ہوئی۔⊗ دوسرا فرمان امن سے

---

* مونڈیجار کو واپس بلا لینا اُس کی بے عزتی تھی گو اُس پر یہ کہہ کر پردہ ڈالا گیا کہ اُس کو اس لئے واپس بلایا گیا ہے کہ اُس کے مشوروں کی ضرورت تھی۔ ۱۵۷۲ء تک وہ سپہ سالار رہا، اس کے بعد بلنسیہ کا وایسرائے بنا دیا گیا، اور پھر نیپلس بھیج دیا گیا۔ یہ سلطنت اسپین کا سب سے بڑا عہدہ تھا لیکن یہ ترقی جیسی کچھ تھی ظاہر ہے۔ وہ عہدہ وایسرائی پر چند سالہ رہا۔ غرناطہ کی سپہ سالاری پر اُس کی ساری عمر گزر چکی تھی، اور اُس کی اولاد پر بھی منتقل ہونے والی تھی۔ شاید فلپ اس لئے خوش ہوا ہو کہ اس ترکیب سے اُن امرا کا زور ٹوٹ گیا، جو اُس کے زمانہ کے طریق حکومت کے موافق بہت قابو یافتہ تھے ⁕ (مصنف)

× اسلامی سلطنتوں اور اسلامی سلاطین کی یہ انتہاء بے غیرتی و بے حمیتی ہے۔ اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ وقت ایسا تھا کہ اگر ایک سلطنت بھی عیسائیوں کو دھمکا دیتی تو مسلمانوں کا یوں خون نہ ہوتا۔

من از بیگانگان ہرگز ننالم — کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد (مترجم)

(⊗ یہ نوٹ صفحہ ۳۴۸ پر ملاحظہ ہو)

بھی زیادہ اہم تھا۔ جو فوجیں کہ ڈان جان اور لوس ویلیز کے واسطے تیار کی گئی تھیں اُن کے سپاہی، قبل اس کے کہ یہ بغاوت عام فرو ہو، بھاگنے شروع ہو گئے تھے؛ اور یہ عقدہ لاینحل ہو گیا تھا کہ اُن کی جگہ کیوں کر پُر کی جائیں۔ اس لئے بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ [اب لڑائی کی صورت یہ ہو گی کہ آگ اور تلوار سے کام لیا جائیگا]* کیونکہ اب تک باغیوں کو سزا دینے کے متعلق ہی گفتگو رہی تھی۔ ساتھ ہی اُس نے سپاہیوں کو یہ رعایت دی کہ اپنا مغروقہ مال سپاہی خود رکھ سکینگے؛ خواہ اس میں غلام ہوں، جانور ہوں یا کسی طرح کا مال؛ اس میں سے بادشاہی خُمس وصول نہ کیا جائیگا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ اُن سپاہیوں میں، جو بے دل ہو گئے تھے، اور جن کو لوس ویلیز کے سپاہیوں نے اور بھی مایوس کر دیا تھا، اُن میں پھر لالچ پیدا ہو جائے۔ سپاہیوں کو ترقی بھی دے دی گئی، اور اُن کو اُن لوگوں کے برابر کر دیا گیا جو اٹلی میں کام کرتے تھے؛ یعنی چار طلائی مُہر ماہوار بندوقچیوں، اور تین نیزہ بازوں کی تنخواہ ہو گئی۔ اس کے علاوہ سپین کے امراء اور شہری اپنے آدمیوں کو تنخواہ دیتے دیتے تھک گئے تھے، اور اپنے اپنے علاقوں میں جو جُنگی وہ لیتے تھے وہ اس غرض کے لئے کافی نہ ہوتی تھی؛ اس لئے اس مرتبہ جو فلپ نے اُن سے سپاہی مہیا کرنے کو کہا تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ پیدل فوج کی تنخواہ وہ خود (بادشاہ) دینگے اور سواروں کی شہر والے اور امراء۔ ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ ان تدابیر سے اچھے نتائج پیدا ہوئے؛ لیکن جس ضرورت سے یہ سب کچھ کرنا پڑا اُسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت سپین کے ذرائع بہت ہی کم تھے۔ ایک اور کوشش یہ کی گئی اگر اس

⊗ اس محشر نما دار و گیر میں وہ کس طرح چھوڑے جا سکتے تھے آخر "بچہ شتر" تو تھے۔ سچ پوچھو تو سب سے زیادہ مورد غضب الٰہی ان ہی کو ہونا چاہئے تھا۔

تو سنجو د چہ کردی کہ بما کنی نظری — بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن (مترجم)

* الفاظ زیر خطوط وحدانی ایک سپینی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اس زبان میں ابھی میری لیاقت اتنی نہیں ہے کہ میں تیقن سے کہہ سکوں کہ میں نے ترجمہ صحیح کیا ہے۔ (مترجم)

میں بہت کامیابی نہیں ہوئی) کہ کسی طرح بددیانتی کا سدباب کیا جائے، جس کی وجہ سے فوج میں آدمی پورے نہیں رہتے، افسران فوج لوگوں کا نام درج فہرست سپاہیان کر دیتے ہیں اور اُن کی تنخواہیں خود کھا جاتے ہیں محکمہ رسدرسانی اور اسلحہ میں تو ناقابل بیان بددیانتی ہوتی تھی، بتیس کپتانوں کا تو روپیہ ہی دیا جاتا تھا۔

یہ ساری تیاریاں ایک آخری کوشش کی تھیں اس میں کامیابی متیقن ہونے کے لئے فلپ نے ڈان جان کو میدان جنگ میں خود جانے کی اجازت دے دی۔ یہ ترکیب بھی کارگر ہوئی، بہت سے اُمرا اور شرفا بادشاہ کے بھائی کو اپنی کارگزاری دکھلانے کے لئے رضا کارانہ فوج میں آکر داخل ہو گئے اور اپنے ساتھ آدمی بھی لے آئے۔ دسمبر میں تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں یہ مہم اس لئے شروع کی جانے والی تھی کہ گلیرا اور وادی المنصورہ پر قبضہ کر لیا جائے، جو ملک کے مشرقی حصہ میں واقع تھے۔ لیکن اس سے پہلے یہ ضروری تھا کہ وجارا کو لے لیا جائے، کیونکہ یہاں سے مولدین کی ایک فوج محافظ شہر والوں کو تنگ کرتی رہتی تھی۔ اس مہم کے لئے نو ہزار پیدل اور سات سو سواروں کی جمعیت کا انتظام کیا گیا، مگر معمولی تساہل کی وجہ سے اس میں دیر ہو گئی۔ شہر کی فوج کی افسری رسم قدیمہ کے موافق کاونٹ آف ٹینڈیلا کو دی گئی، لیکن آخری وقت پر جوان راڈریگز ڈی ولافیورٹ نے اس کا دعوے کیا۔ یہ شخص خاص طور پر مونڈیجار کا دشمن تھا۔ اس معاملہ پر کونسل میں خوب گلخپ ہوئی، مگر کچھ تصفیہ نہ ہوا۔ آخر معاملہ دارالسلطنت کی طرف رجوع کر کے جواب کا انتظار کیا گیا۔ وہاں سے ولافیورٹ کے حق میں فیصلہ ہونا ہی تھا، اور ہوا۔ غرض ۲۳ر دسمبر کو مہم روانہ ہوئی۔ مگر اُس کی حالت عجیب مضحک تھی مخبروں نے یہ خبر دی تھی کہ وجارا کی فوج محافظ میں چھ ہزار بندوقچی ہیں، تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ صرف چار ہزار ہیں، لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہاں کل ایک سو بیس[۱۲] ترک اور بربری تھے، اور چار سو تئیس[۴۲۳] مولدین۔ ان لوگوں کو صحیح خبریں پہنچ گئی تھیں اس لئے یہ عین وقت پر اپنا مال متاع لے کر وہاں سے چل دیئے تھے۔ ڈان جان غرناطہ میں واپس آئے تو اُن کو معلوم ہوا کہ

اُس وقت سے زیادہ عقلمند ہیں کہ جب وہ مہم لے کر روانہ ہوئے تھے۔ جو سبق اُنہوں نے اس وقت سیکھا تھا اُس کو دوسرے وقت کے لئے ذخیرہ کر رکھا اور یہ ارادہ کر لیا کہ اب وہ خود بات کو سوچیں سمجھینگے، اور اپنی عقل سے کام لینگے جواب تک معطل تھی +

آخر وہ ۲۹ ر دسمبر ۱۵۶۹ئہ کو گلیرا کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۹ ر جنوری ۱۵۷۰ئہ کو معہ بارہ ہزار آدمیوں کے بخیریت وہاں پہنچ گئے۔ ۱۲ ر فروری کو ڈیوک آف سیسا آٹھ ہزار پیدل اور تین سو پچاس سوار لے کر الفجارہ میں گئے، غرناطہ کے سپہ لار ڈیزا رہے، اُن کو چار ہزار آدمی دے کر شہر کی حفاظت پر مقرر کر دیا گیا۔ سپین بھر میں ہر جگہ انتہائی کوشش کر کے بہت بڑی فوج مہیا کی گئی، جو کام مونڈیجار نے اب سے ایک سال پیشتر چند ہزار سے کم آدمیوں سے دکھایا تھا اُس کے لئے اتنی بڑی تیاری کی گئی۔ یہ ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ اس مہم کی تفصیلات بیان کی جائیں، اس میں لوس ویلیز کی نالیاقتی اور سیسا کی ناقابلیت قدم قدم پر ظاہر ہوتی رہی غنیمت یہ ہؤا کہ باوجودیکہ ڈان جان بالکل کٹ پتلی بنا ہؤا تھا، اور بات بات پر اُس کو فلپ ٹوکتا تھا، مگر اُس کی سرگرمی اُن دونوں کی لغویات کی نعم البدل ہوتی چلی گئی۔ جنگ میں بہت سرگرمی دکھلائی گئی اور اُس میں وہی پُرانی لوٹ مار اور وہی عادت کے موافق وحشت ظاہر ہوتی رہی جس وقت گلیرا پر حملہ کیا گیا ہے تو ڈان جان نے مولدین مردوں کو کہیں پناہ نہیں دی، اور چار سو مولدین عورتوں اور بچوں کو سخت بے رحمی کے ساتھ محض اس جرم میں ذبح کروا ڈالا کہ جن سپاہیوں نے اُن کو گرفتار کیا تھا وہ اُن کو اپنے ہی پاس رکھنا چاہتے تھے، اور چار ہزار یا پانچ سو مولدین عورتوں اور بچوں کو بطور کنیزکوں اور غلاموں کے رہنے دیا۔ اس کے چند ہی روز بعد ڈان جان کا اُستاد لیوس کیوجاڈا مارا گیا، اور اُس کے ساتھ ہی اُس کی تہائی فوج بھی غارت ہوئی، ایک ہزار بندوقیں اور تلواریں دشمنوں کے ہاتھ آئیں۔ اس مصیبت کی یہ وجہ تھی کہ اُس کے سپاہی لوٹ پر جا پڑے تھے۔ فوج کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے ڈان جان کو بھی وہی مصائب پیش آئے جو اُس کے پیش رو سپہ لاروں کو پیش آ چکے تھے۔ المنصورہ کو فتح کر لینے کے بعد

وادیش کو آتے ہوئے ڈان جان نے ایک خط ۸ اگست کو فلپ کے نام لکھا کہ اُن کی ہدایت کے موافق وہ ایک فوج کو بھرتی کر کے الفجارہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں' اس وقت صرف بارہ سو آدمی موجود ہیں۔ ڈان جان کو اُنھوں نے بادشاہ کی توجہ اس طرف منعطف کی کہ بالخصوص غرناطہ و وادیش میں بہت سے بیہودہ واعظ' برسرِ منبر' بادشاہ کو اُس مرحمت خسروانہ پر سب و شتم کرتے ہیں جو وہ اس قوم کے ساتھ مرعی رکھتے ہیں۔ اسی خط میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ سخت افسوس ناک بات ہے کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سپاہی' جن کا کام لڑنا ہے' لوٹ مار کر کے بھاگ جاتے ہیں' پادری' جن کا کام ان بدبختوں (مولدین) کی شفاعت کرنا ہے' کیونکہ ان میں سے اکثر اس واسطے گنہگار رہے کہ اُنھوں نے مذہبی تعلیم نہیں پائی' اپنی تمام تر کوشش اس شکایت کرنے میں صرف کر دیتے ہیں کہ اُن (مولدین) پر رحم کیا جاتا ہے؛ نیز یہ پادری ایسی باتوں میں دخل دیتے ہیں جن سے اُنھیں کوئی تعلق نہیں۔

یہ تمام سانحہ پادریوں کی دخل در معقولات کا نتیجہ تھا؛ مگر یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ آخر وہ کون پادری تھے جو باوجود اپنی خونخواری اور جنونِ مذہبی کے فلپ کے ادعائی مرحمت خسروانہ کی شکایت کرتے تھے؛ کیونکہ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اُس نے کیا' یا کرایا' اگر وہ رحم تھا تو شاید یک لخت تمام مولدین کا قتلِ عام کرا دینا بے رحمی کہلائی جاتی۔ ابھی یہاں تک نوبت نہیں پہنچی تھی کہ یہ معلوم ہوتا کہ جو اصل مقصود ہے اُس کی باری آنے والی ہے۔ مولدین میں جو لوگ کہ نظرِ غایر رکھتے تھے وہ اطاعت پذیری کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ یہ بے رحم پالیسی کہ اُن کو جلاوطن کر دیا جائے شروع ہو گئی تھی۔ ۲۴ فروری ۱۵۷۰ء ہی کو فلپ نے ڈان جان کو حکم دیا کہ جتنے پُرامن مولدین وادیش اور بازہ اور دیگر مقامات میں' جو اُن کے ماتحت ہیں' رہتے ہیں سب کو جہاں تک ممکن ہو' بغیر کسی جھگڑے کے' جمع کر کے اندرونِ ملک کی طرف ہنکا دیں' اور اُن کو یہ اجازت دیدیں کہ وہ اپنی عورتیں اور بچے اور مالِ منقولہ اپنے ساتھ لے جائیں۔ ڈان جان نے مقام سیروں سے لکھا کہ میں نہ یہ جگہ چھوڑ سکتا ہوں' میں

اپنی فوج کو کسی طرح تقسیم کر سکتا ہوں۔ ۵ ر مارچ کو بادشاہ نے اس تجویز کو مان لیا، اور لکھا کہ شاہی کونسل نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مولدین میں سے ایک متنفس بھی سلطنت (صوبۂ) غرناطہ میں نہ رہنے دیا جائے، نیز یہ کہ اس کا انتظام اُس نے ڈیزا کے سپرد کر دیا ہے۔ ڈیزا نے ایسے مبارک اور حسب دلخواہ کام کا انصرام فوراً شروع کر دیا۔ سب سے پہلے اُس نے ویگا مولدین کو لیا۔ یوم احد الشعانین (پام سنڈے) ۱۹ ر مارچ کو اُس نے یہاں کے تمام مولدین کو اپنے اپنے گرجاؤں میں بند کر دیا، اور اُن میں سے نکال کر اُنہیں ریال میں پہنچا دیا۔ اُن کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مال منقولہ کو فروخت کر دیں۔ اُن کے لئے آسانی بہم پہنچانے کی غرض سے اُن کا غلّہ اور جانور فوج کے لئے خرید لئے گئے، اور اُن کی بازاری قیمت دی جانی تجویز ہوئی۔ اس میں مولدین کی طرف سے ذرا سی بھی مزاحمت نہیں ہوئی؛ فوج کے پہرہ میں اُن کو لے جا کر قشتالہ کے مختلف مقامات میں تقسیم کر دیا گیا۔ ماہ اپریل میں وادیش والوں کی باری آئی؛ یہاں بھی اُن کو گرجاؤں میں بند کر دیا گیا؛ مگر اس واقعہ سے یہ شبہ ہو گیا کہ آیا کوہستان کے لوگ اطاعت قبول کرینگے یا نہیں، گو وہ بھی اپنے ہتھیار ڈال رہے تھے اُن کو طفل تسلی دینے کے لئے اس تحریک کو چند روز کے لئے ملتوی کر دیا گیا، اور اُن پر یہ ظاہر کیا گیا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے محض اُن کی حفاظت کے لئے کیا جا رہا ہے؛ جب امن ہو جائیگا تو اُن سب کو واپس بلا لیا جائیگا، اور بادشاہ سب کو انعام عطا فرمائیگا۔

جلاوطن کرنے کی اس تدبیر نے، اکثر مقامات میں قتل و غارت، سلب و نہب کی صورت اختیار کر لی۔ رونڈا اور کوہستان برمیجا (جو صوبۂ غرناطہ کے انتہاء مغرب میں واقع تھے) کے مولدین اب تک امن کے ساتھ بیٹھے تھے، اور وہ بغاوت میں شامل نہ ہوئے تھے۔ اپریل میں فلپ نے انٹونیو ڈی لونا کو رونڈا بھیجا، کہ وہ اُن کو اندلشیہ اور ایسٹریمیڈورا کی طرف نکال دیں۔ اس غرض کے لئے اُسے چار ہزار پیدل اور ایک سو سوار دیئے گئے۔ اس جمعیت کو لونا نے کئی گروہوں میں تقسیم کر کے یہ چاہا کہ قبل اس کے کہ مولدین کو یہ معلوم ہو کہ کیا ہونے والا ہے،

اُن کو گرجاؤں میں بند کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دے۔ لیکن جیسے ہی ان سپاہیوں کو مولدین نے دیکھا تمام مرد، اپنے اپنے خاندانوں کو چھوڑ کر، پہاڑوں پر بھاگ گئے۔ سپاہیوں میں کسی قسم کی نظام کی پابندی تو تھی ہی نہیں، اُنھوں نے فوراً مولدین کی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا، مکانوں کو لوٹ لیا، اور جانوروں کو اپنے قبضہ لے لیا؛ جس نے ذرا سی بھی مزاحمت کی اُس کو قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر مولدین پہاڑوں پر سے اُتر آئے، اور بہت سے سپاہیوں کو، جو مال مغرو تہ لئے جاتے تھے، قتل کر ڈالا۔ گے نل وا گو اسل میں خاصی لڑائی ہوئی؛ اس میں مولدین نے اپنی عورتوں اور بچوں کو چھڑا لیا۔ ڈی لونا اپنے اُن پندرہ سو آدمیوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہوئے، جو مولدین کی عورتوں، بچوں اور دیگر مال مغروتہ کو لئے جاتے تھے؛ ان سب کو اُنھوں نے رونڈا میں اس طرح فروخت کیا کہ گویا وہ میدان جنگ کا مال مغروتہ تھے ۔ یہ سوداکر کے سب بھاگ گئے۔ جتنے مولدین مل سکے اُن سب کو لونا نے قشتالہ بھیج دیا، اور خود اشبیلیہ میں فلپ کے پاس چلا گیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے اس الزام کی بریت کی، جو اُس پر مولدین نے لگایا تھا کہ اُس نے شاہی پروانۂ امان کی بے حرمتی کی ہے۔ مولدین نے اس شرط پر اپنے ہتھیار ڈال دینے، اور بادشاہ کا حکم مان لینے پر آمادگی ظاہر کی کہ اُن کی عورتیں بچے اور مال، اُن کو واپس کر دیا جائے، جو بقول اُن کے آسانی کے ساتھ واپس ہوسکتا تھا۔ لونا کے عذرات معقول سمجھے گئے، اور تمام الزام سپاہیوں کے سر تھوپا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سیرا بر میجا میں سخت بغاوت قایم رہی، جس کے فرو کرنے میں ڈیوک آف مدینہ سدونہ اور ارکوس کو ایک مدت مشغول رہنا پڑا۔ یہ بغاوت ابتداء ۱۵۷۱ء تک برابر قایم رہی۔

قریباً یہی حالت ٹوروش کی ہوئی، جو ملاغہ کے قریب واقع تھا؛ وہاں ارے والو ڈی زوازو کو مولدین کے جلاوطن کرنے کے لئے لگایا گیا تھا۔ اس شخص نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مولدین کو چپ چاپ گرجاؤں میں بند کر دیں، اور جب یہ ہو گیا تو اُس نے آبادی کے گرد پہرہ لگا دیا؛ اس پر بھی بہت سے آدمی اپنے خاندان اور جانوروں کو لے کر کوہستان بر میجا پہنچ گئے، اور وہاں کے باغیوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ ٹوروش کو یوں بے چراغ کر کے اُس نے جوان ڈی باجرا ئیگو

کو تھوڑی سی فوج دے کر چھوڑ دیا' اور اُس کو یہ حکم دیا کہ وہ اس تھوڑی سی جمعیت کی مدد سے مال منقولہ کو جمع کرلے۔ اس شخص نے یہ سمجھ کر کہ پناہ گزینوں کے تین ہزار جانور' بہت سی عورتیں اور بچے ہیں' اور یہ سب چونکہ نہتے ہیں اس لئے بآسانی ہاتھ آ سکتے ہیں' ایک سو بیس قسمت آزما آدمیوں کو اس کام پر لگا دیا؛ لیکن مولدین نے اُن کو ایک کمینگاہ میں پھنسا لیا؛ بہت سوں کو تو وہیں کھیت رکھا' بقیتہ السیف کی جانیں اُس وقت بچیں کر جب ملاغہ اور ٹوروش سے فوج بھیجی گئی۔ اس کے بعد ٹوروش کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا؛ یہ دیکھ کر مولدین پہاڑوں پر سے اُتر آئے' اور اُنہوں نے گرجاؤں اور عیسائیوں کے گھروں کو پھونک دیا۔

یوں جلاوطنی کی کارروائی ہر جگہ ہوتی رہی' کہیں آسانی سے اور کہیں جانیں دے کر۔ شرائط اطاعت پذیری تو ۹ / مئی ۱۵۷۰ء ہی کو طے پا گئی تھیں' اور اُن کے موافق یہ سمجھا گیا تھا کہ جو شخص اطاعت قبول کرے اُس کو جلاوطن کر دیا جائے؛ لیکن دریاء منصورہ پر جتنے مفتوحہ مقامات تھے وہاں زحمت بلکہ گلخپ ہوئی' کیونکہ سپاہیوں نے وہاں طرح طرح پر دست درازی کی تھی۔ بازہ میں ڈان لونشو دی کرواجل نے اتنی کامیابی حاصل کی کہ غلہ اور جانور تقسیم کرنے کے بہانہ سے تمام مولدین کو گرجاؤں میں قید کر لیا۔ یہ اُن آخری ہدایات کی تعمیل میں کیا گیا تھا' جو فلپ نے ۲۸ / اکتوبر ۱۵۷۰ء کو ڈان جان کے نام جاری کی تھیں' کہ تمام مولدین کو' خواہ وہ وفادار' نمک حلال اور مطیع ہی کیوں نہ ہوں' جلاوطن کر دیا جائے؛ جو مولدین کہ غرناطہ' ویگا' وادی لیکرن اور صوبۂ ملاغہ کے رہنے والے تھے اُن کو قرطبہ پہنچا دیا جائے' اور وہاں سے ایسٹرے میڈورا اور جلیقیہ میں تقسیم کر دیا جائے؛ وادیش' بازہ اور منصورہ کے رہنے والے طلیطلہ پہنچا کر قشتالۂ قدیم اور طلیطلہ سے لے کر لیون تک تقسیم کر دیئے جائیں؛ المیریا و نواح المیریا کے مولدین کو کشتیوں میں بٹھا کر اشبیلہ پہنچا دیا جائے؛ کوئی شخص مرسیہ اور بلنسیہ کے قرب و جوار یا اندلشیہ میں نہ بھیجا جائے' کیونکہ وہاں مولدین پہلے ہی زیادہ ہیں؛ کوئی خاندان اُس کے سرپرست سے جدا نہ کیا جائے۔ پندرہ پندرہ سو آدمیوں کا گروہ معہ عورتوں اور بچوں کے' بنا لیا جائے اور ہر گروہ دو سو پیدل اور

بیس سوار اور ایک حاکم اعلےٰ کی نگرانی میں روانہ کیا جائے، یہی حاکم اعلےٰ اُن لوگوں کی فہرست بنا لے جو اُس کی تحویل میں ہوں، راستہ میں اُن کے خورونوش کی خبر رکھے اور سب کو اپنی اپنی جگہ پہنچادے۔ ڈان جان نے بڑی سرگرمی سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا کیونکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ غرناطہ سے نکل کر ترکوں کے بیڑے کی روک تھام کا کام کریں۔ ۵ رنومبر کو اُس نے وادیش سے رائی گومیز کو لکھا کہ اس ضلع سے بہت سے مولدین جلاوطن کئے گئے ہیں، اور یہ سارا کام ہزار سپاہیوں سے لے لیا گیا ہے۔ آخری قسط اُسی روز روانہ کی گئی ہے۔ اسی خط میں وہ بھی لکھتا ہے کہ "دنیا بھر میں اگر کوئی سخت دردناک واقعہ ہوا ہے تو وہ یہ ہے، کیونکہ جس وقت یہ لوگ روانہ ہوئے ہیں اُس وقت سخت آندھی چل رہی تھی، برف پڑ رہا تھا اور بارش ہو رہی تھی، اور یہ کیفیت تھی اگر ماں اپنے بچے کو، بیوی اپنے شوہر کو اور بیوہ عورت اپنے اکلوتے کو راستہ میں چھوڑ دے تو کچھ عجب نہیں ہے"۔ اسی خط میں اُس نے یہ بھی لکھا کہ "سلطنت کو یوں تباہ کرنا ایسا سخت بے رحمانہ فعل ہے کہ جس کا اندازہ نہیں لگ سکتا"۔

اگرچہ باقاعدہ مزاحمت تو ماہ مئی ہی میں ختم ہوگئی تھی کہ جب شرائط اطاعت طے ہو چکی تھیں۔ ان شرائط کے موافق جو بربری کہ مولدین کی کمک کے لئے آئے تھے اُن کو جون میں واپس جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس اجازت سے اسپین کا رہا سہا غرور بھی تذلیل سے مبدل ہو گیا۔ مگر باوجود اس کے بے قاعدہ اور غیر منظم لڑائی ایک مدت تک جاری رہی۔ بہت سے آدمیوں نے کوہستان سے آکر اپنے آپ کو تفویض کر دیا مگر بہت سے مولدین اب بھی وہاں ایسے رہ گئے تھے جو اپنے آپ کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کے خطرہ اور فاتحین پر اعتبار کرنے کے مہلکہ میں ڈالنے سے مذبذب تھے۔ اُن کو مذبذب ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ جب وہ بہت بڑی تعداد میں اپنے عیال واطفال کو لئے ہوئے فیلکس سے المیریا اپنے آپ کو تفویض کرنے کے لئے آرہے تھے تو اُن کے پیچھے پیچھے سپاہیوں کی ایک جماعت بھی آئی، اور جس وقت مولدین شہر میں پہنچے اُن ہی کے ساتھ ہی یہ بھی پہنچے، اور جاتے ہی اُنہوں نے یہ دعوے

کیا کہ یہ سب ہمارے غلام ہیں۔ گارشیا ڈی ولا رونیل افسر فوج نے تو ان مولدین کو بطور مطیع سرکار قبول کر لیا، مگر سپاہیوں نے ڈان جان سے جا کر شکایت کر دی۔ شاہزادہ مذکور نے یہ مقدمہ ایک جج کے سپرد کر دیا، اور اُس نے سب کو غلام قرار دیدیا۔ عبداللہ (بادشاہ مولدین) نے بھی شرائط منظور کر لی تھیں، لیکن اتفاق سے بربریوں کے دو سو آدمیوں کا ایک گروہ کسی طرح سپین کے ساحل پر اُتر کر انفجارہ پہنچا؛ اُنہوں نے عبداللہ کو یہ یقین دلا دیا کہ اُن کے ملک سے بہت بڑی کمک بہت جلد پہنچنے والی ہے، یہ سُن کر اُس نے مرتے دم تک لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ ستمبر ۱۵۷۰ئہ میں عبداللہ کے مقابلہ کے لئے کوہستان کے دو طرف سے فوج بھیجی گئی، اس نے جا کر وہاں قہر برپا کر دیا۔ جو چیز اس فوج کے سامنے آئی اُس کو تباہ کر دیا، تمام فصلوں کو جلا دیا، مولدین مردوں کا قتل عام کر دیا، ہزاروں مولدین عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر غلام اور کنیزک بنا لیا۔ جو چند قیدی پکڑے اُن کو قتل کر دیا، یا جہازوں پر مشقت کرنے کے لئے بھیج دیا۔ پہاڑوں کی ایک ایک کھوہ کو ڈھونڈھ مارا، اور اُن میں جتنے ملے اُن کو یا تو قتل کر دیا، یا دُھواں کر کے دم گھونٹ کر مار ڈالا۔ سواء تباہی اور بربادی کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جگہ جگہ قلعے بنا لئے اور فوجوں کو تعینات کر دیا، کہ وہ گشت لگاتی رہیں۔ بیچارے بقیۃ السیف مولدین ایک کھوہ سے دوسری کھوہ میں چھپتے پھرتے رہے۔

مگر باوجود اس کے اہالی سپین یہ سمجھتے تھے کہ جب تک عبداللہ نہ پکڑا جائیگا لڑائی ختم نہ ہوگی۔ وہ کوہستان کے دشوار گزار مقامات میں کھوہوں کے اندر چھپتا پھرتا تھا۔ آخر ماہ مارچ ۱۵۷۱ئہ میں اُس کے نہایت معتمد آدمیوں میں سے ایک شخص گونزالو ال شینس، اُس کو قتل کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ یہ شخص مشہور قزاق تھا، اور بہت سے جرایم کا مرتکب ہو چکا تھا، اُس کی ناراضی کی وجہ یہ تھی کہ وہ ملک بربر کو بھاگ جانا چاہتا تھا، مگر عبداللہ نے اُس کا جہاز جلوا کر اُس کو نہ جانے دیا۔ فرانسسکو بریڈرو نامی غرناطہ کے سُنار کے معرفت اُس نے عبداللہ کے سر کا سودا کرنا چاہا۔ ڈیوزا کے حکم سے الونسو ڈیل کیسٹیلو نے اُس کو لکھا کہ وہ اور جو لوگ اُس کے ساتھ

عبداللہ کا سر لے کر آئینگے اُن کو ذاتی اور مالی معافی دے دی جائیگی؛ نہ وہ قتل کئے جائینگے، نہ جہازوں پر مشقت کی سزا پائینگے؛ باقی رہ گیا محکمہ احتساب و محنہ کا محاسبہ اُس سے اُن کا چھٹکارا کچھ ہلکا سا تاوان دے کر کرا لیا جائیگا، اور اُن کو اجازت دی جائیگی کہ جس مقام کو وہ پسند کریں وہاں رہیں؛ اس کے علاوہ گونزالوال شینس کو اُس کی بیوی اور بیٹی واپس دیدی جائیگی جو کنیز کیں بنالی گئی ہیں؛ پچاس قیدی بغیر خون بہا کے اُسے بخش دیئے جائینگے؛ اُس کو اختیار دیا جائیگا کہ وہ چھ آدمی منتخب کرلے اور اُن کو وہی ہتھیار رکھنے کی اجازت دیجائیگی جو پُرانے عیسائی رکھ سکتے ہیں؛ جن جرایم قتل و غارت کا وہ قبل از بغاوت مرتکب ہو چکا ہے اُن سب کو معاف کردیا جائیگا*

گونزالوال شینس نے بریڈو کے ساتھ جو ساز باز کیا تھا وہ کھلے بغیر نہ رہا۔ عبداللہ اُس کی کھوہ میں گیا اور اُس کو بہت شرمندہ کیا۔ گونزالو نے عبداللہ کو وہ خط دکھلا دیا؛ دونوں میں جھگڑا ہو پڑا۔ گونزالو اور اُس کے رفیقوں نے عبداللہ کو قتل کر ڈالا، اور اُس کی لاش کو پہاڑ پر سے نیچے پھینکدیا، تاکہ سب لوگ دیکھ لیں کہ اُن کا کوئی بادشاہ نہیں رہا ہے۔ خط معافی سے سب نے فائدہ اُٹھانا چاہا، اور سب ہی گونزالو کے ساتھ ہو لئے۔ اُن سب کو بڑی شان کے ساتھ غرناطہ کے بازاروں میں گشت کرایا گیا، عبداللہ کی لاش کو اس طرح گھوڑے پر سوار کردیا گیا تھا کہ گویا وہ زندہ ہے۔ گونزالو کے بندوقچیوں نے بندوقیں چلا کر سلامی اُتاری، جس کا جواب الحمرا کے توپخانہ نے دیا۔ دربار عام میں ڈیوک آف ارکوس ڈیزا اور ارکین سلطنت نے اُس کا استقبال کیا۔ گونزالو نے ارکوس اور ڈیزا کے ہاتھ چومے اور عبداللہ کی بندوق اور تلوار اُن کے سپرد کرکے کہا کہ "اگر آپ کا گڈریہ اپنے آقا کے پاس زندہ بھیڑ کو نہیں لا سکا تو وہ اُس کو مُردہ تو لے ہی آیا ہے" عبداللہ کی لاش کی ہر طرح کی بے حرمتی کی گئی، اور اُس کا سر کاٹ کر ایک آہنی پنجرہ میں بند کرکے ایک چوک کی

* کیسٹیلو نے اسی مضمون کا ایک خط ایک مولڈ موسومہ اندریس ال زنڈاٹی کو بھی لکھا تھا، مگر اُس نے اس خط سے یہ فایدہ اُٹھایا کہ اپنے بہت سے ساتھیوں کو لے کر ملک بربر کو چلا گیا ۔ (مصنف)

محراب پر رکھ دیا گیا۔ یہ سر کئی برس تک الفجارہ کی طرف دیکھتا رہا۔ جن اضلاع میں کہ حال ہی میں بے چینی پھیلی تھی ان میں سپاہیوں کی چھوٹی چھوٹی جمعیتیں چھوڑ دی گئیں اور ہر سپاہی سے کہہ دیا گیا کہ جو کوئی ڈیزا کے پاس کسی مولدکو پکڑ کر لائیگا اُس کو بیس ڈوکیٹ فی کس انعام ملیگا۔ جب کوئی شخص ڈیزا کے سامنے پیش ہوتا تو وہ اُس کو غور سے دیکھتا اگر وہ معمولی آدمی ہوتا تو اُس کو جہازوں پر مشقت کے لئے بھیج دیتا تھا اور اگر ان میں کوئی سر برآوردہ ہوتا تو پہلے تو چمٹے گرم کرا کر اُس کی کھال نچواتا اور پھر پھانسی دے دیتا ؛

یوں وہ لڑائی ختم ہوئی جس کو ایک نامعقول جنون مذہبی نے شروع کرایا اور جس نے محض جہالت و نا قابلیت کی وجہ سے ساٹھ ہزار اسپین کے آدمیوں کا خون کرادیا کم از کم تیس لاکھ ڈوکیٹ خرچ کرائے اور انجام کار ایک مرفہ الحال ملک بے چراغ ہو گیا۔ لیونارڈو ڈونے تو سفیر وینس کی یہ راءہے کہ ملک کی یہ تباہی نہایت عقلمندی کا کام تھا! یہ راء کیا ہے؟ ایک غیر صحیح دماغ کا نتیجہ ہے کہ نقصان کو نفع اور عیب کو صواب بنا کر دکھلاتا ہے اور تباہی کو سب سے زیادہ عقل کا کام بتلاتا ہے۔ سفیر موصوف یہ بھی کہتا ہے کہ اگر کہیں ترک بجاء وینس پر حملہ کرنے کے باغی مولدین کو کافی کمک بھیج دیتے تو وہ سپین میں ایسی آگ لگا دیتے کہ جس کا بجھانا قریبًا بالکل ہی ناممکن ہو جاتا۔ اور اگر یہ بغاوت مرسیہ بلنسیہ قتلونیہ اور ارغون میں بھی پھیل جاتی تو سیاست دانان سپین کو یہ امید تھی کہ فرانس کے ہیوگینوٹ پائرے نیز سے نیچے اُتر کر تمام ملک کو روند ڈالتے۔ یہ ایک عجیب بات ہے اور ملک سپین کی خصوصیت ہے کہ ڈیزا جو اس قابل لعنت معاملہ کا روح رواں تھا بہت ہی خوش بخت رہا۔ وہ مدتوں غرناطہ کی سپہ سالاری پر ممتاز رہا۔ پھر فلپ کے مراحم خسروانہ سے کارڈینل ہو گیا اور روم میں کلیسا کا نہایت متمول اور معزز آدمی بنا*؛

*فلپ کی سفارش سے اُس کو پوپ گریگوری سیزدہم نے ۱۵۷۸ء میں پرسکا کا کارڈینل بنا دیا۔ ۱۵۸۰ء میں وہ روم گیا وہاں وہ شدہ شدہ کارڈینل بشپ ہو گیا۔ اور ۱۶۰۰ء میں نہایت عزت و حرمت کی زندگی بسر کر کے پختہ عمر میں مر گیا۔ اُس نے بہت بڑا محل بنایا تھا۔ اُس کے مرنے کے بعد وہ محل کارڈینل بورگیس کے ہاتھ آیا۔ یہ شخص بعد میں پوپ پال پنجم ہوا ؛
پادری بلیڈ لکھتا ہے کہ جب میں ۱۵۹۱ء میں روم گیا ہوں تو ڈیزا سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا ؛ (مصنف)

جو علاقے کہ مولدین کے نکالے جانے کی وجہ سے جنگل بن گئے تھے اُن کے آباد کرنے کا فوراً ہی فکر شروع ہوگیا۔ ۲۴ فروری ۱۵۷۱ء کو مونڈیجار کو حکم ہوا کہ وہ فوراً غرناطہ آکر ان علاقوں کی آبادی کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اس کے متعلق ایک فرمان جاری ہوا جس کے موافق نئے آباد ہونے والوں سے کہا گیا کہ اُن کو مولدین کے مکان مفت دے دیئے جائینگے۔ بہرحال مونڈیجار آیا، مگر چند ہی روز کے بعد واپس چلا گیا۔ ۲۷ ستمبر ۱۵۷۱ء کو ایک اور فرمان جاری ہوا اُس کے موافق مولدین کے مکانات نوآبادکاروں کو برائے نام ایک ریال سالانہ کرایہ پر دیئے جانے کا حکم تھا؛ اراضی کے متعلق حکم تھا کہ معمولی عُشر کے علاوہ بادشاہ کو کچھ محصول جنس کی صورت میں دینا پڑیگا؛ شہتوت اور زیتون کے درختوں پر دس برس تک آمدنی کا پانچواں حصہ محصول ہوگا اور اُس کے بعد تہائی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جلاوطنوں کی جایداد غیر منقولہ بحق بادشاہ ضبط کرلی گئی تھی، اور وہ اضلاع میں براہ راست بادشاہ کے تحت تصرف میں تھی؛ نیز یہ کہ آبادکاروں کو ترغیب دینے میں بادشاہی منافع کا خیال نظرانداز نہیں کیا گیا تھا۔ آبادی کی رفتار بہت ہی سست رہی۔ ۳۱ اگست ۱۵۷۲ء کو جو تفصیلی قواعد جاری ہوئے اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک لوگ آکر آباد نہیں ہوئے تھے۔ نوآبادی کے لئے کئی ضلعوں میں حکام مقرر کئے گئے؛ بظاہر مقصود اصلی یہ معلوم ہوتا تھا کہ مالدار آدمیوں کو لاکر آباد کیا جائے کہ وہ اراضی کے بڑے بڑے قطعات لے سکیں، اور وہ اُن کو آبادکاروں کے درمیان مساوی حصص میں تقسیم کردیں۔ ان قواعد میں تیل کے کولھوؤں، غلہ کی چکیوں، شکستہ مکانوں، نہروں سے آبپاشی، گانوؤں کی چراگاہوں، گرجاؤں اور پُرانے عیسائیوں کے حقوق اور تصفیہ تنازعات کے متعلق مشکل اور پیچیدہ ضوابط وضع کئے گئے تھے۔ جس تہذیب کو یوں بے رحمی کے ساتھ تباہ کیا گیا تھا اُس کو پھر از سرِ نو قایم کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ جو اراضی کہ امرا اور زمینداروں کی تھیں وہ اُن کو واپس دے دی گئیں، اور اُن کو حکم ہوا کہ وہ اُن اراضی کو نوآبادکاروں کے درمیان میں تقسیم کردیں، مگر جتنا وہ مولدین سے لیتے تھے اُس سے زیادہ نوآبادکاروں سے نہ لیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ اراضی منضبطہ کے بہت سے حصول

کے تو یوں ٹکڑے اُڑ گئے ہونگے کہ جو نقصانات دوران جنگ میں ہوئے تھے اُن کا معاوضہ دینا پڑا ہوگا؛ صرف یہی ایک ترکیب تھی جو اختیار کی گئی ہوگی کیونکہ اسی تدبیر سے خزانۂ شاہی پر بہت کم بار پڑ سکتا تھا*۔ باقی رہے وہ بچے جو اس جنگ کی دارو گیر میں پکڑے گئے تھے اُن کے متعلق ۱۵۷۲ء میں یہ حکم ہؤا کہ اُن کو غلام نہ بنایا جائے، بلکہ پُرانے عیسائیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے؛ وہ بیس برس کی عمر تک اُن کو اچھی طرح پرورش کریں، اُن کے کھانے کپڑے کی اچھی طرح نگرانی کریں۔ یوں نہایت سُستی مگر سخت مصیبت کے ساتھ اُس آفت اور بربادی کے بدل ماتحلل کی تدابیر کی گئیں جو بآسانی شروع ہی میں رُک سکتی تھی ۔

بیچارے جلاوطنوں پر جو مصایب پڑے وہ بہت سخت تھے۔ لیونارڈو ڈونے ٹو اپنا چشم دید واقعہ بتلاتا ہے کہ بہت سے آدمی تو اس مصیبت اور صدمہ ہی کی وجہ سے جاں بحق ہو گئے۔ یہ بات ایسی ہے کہ اس کے اعتبار کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔ وہ تمام ملک سپین میں، پرتگال کی سرحد تک، پھیلا دیئے گئے۔ اُن کے لئے ایک عارضی افسر نوآبادی مقرر کیا گیا۔ یہ امر کہ وہ ناخواندہ مہمان سمجھے گئے تھے، اُس شکایت سے ثابت ہوتا ہے جو اہالی قرطبہ نے ۱۵۷۲ء میں کی تھی، کہ مولدین اُن کے غلام ہیں اور وہ غلاموں کو پناہ دینے پر مجبور رکئے گئے ہیں۔ مولدین جرائم کرتے پھرتے ہیں، آٹھ دس ڈوکیٹ خرچ کر کے ہتھیار رکھنے کا لائسنس لے لیتے ہیں اور خلاف منشاء قانون ہر جگہ گھومتے رہتے ہیں۔ اس پر بحث و غور کرنے کے بعد ۶ اکتوبر ۱۵۷۲ء کو ایک فرمان جاری ہؤا، جس کی ۲۳ دفعات تھیں۔ اس میں وہ تمام ضوابط درج تھے کہ جن کے موافق اُن کو اسپین میں رہنے کی اجازت تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

اُن پر ہمیشہ نگرانی رکھی جائیگی۔ جہاں وہ رہیں اُن کا نام وہاں درج فہرست کیا جائیگا، اور اُس کا ایک مثنیٰ افسر مقامی کے پاس رہے گا۔ اگر اُن کے یہاں بچہ پیدا ہو تو وہ اس فہرست

---

* سیفرونیس (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) ۱۵۷۳ء کے واقعات میں لکھتا ہے کہ مولدین غرناطہ کی جتنی جایداد فلپ کے ہاتھ آئی تھی اُس کی آمدنی ایک لاکھ پچیس ہزار کراؤن تھی ۔ (مصنف)

میں درج کیا جائیگا، اور جو کوئی مرے اُس کا نام خارج کر دیا جائیگا۔ ہر ایک بڑے شہر میں مولدین
کا ایک افسر نگراں مقرر رہیگا، اور وہ پندرہ دن کے بعد اُن کی گرد آوری کریگا، ہر ایک گرجا
کے علاقہ میں وہاں کے پادری کے ساتھ ایک اور افسر اس غرض سے مقرر کیا جائیگا کہ وہ
ہر ہفتہ گرد آوری کرے۔ ان دو حکام کے علاوہ ہر علاقہ کے مجسٹریٹ کو حکم تھا کہ وہ ہر ماہ جاکر
اُنہیں دیکھے، یہ کہا گیا کہ یہ انتظامات اس غرض سے کئے گئے ہیں کہ نہ صرف اُن پر نگرانی ہی
قایم رہے، بلکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ اُن کے خورد و نوش کا کافی انتظام ہے یا نہیں، غربا کی خاص
طور پر خبرگیری اور مریضوں کا علاج ہوتا ہے یا نہیں مجسٹریٹوں کو یہ بھی حکم تھا کہ وہ یہ دیکھیں گے
کہ ہر شخص کو اپنے اپنے پیشہ کا کافی کام ملتا ہے یا نہیں۔ کسی شخص کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ بغیر
خاص حکم شاہی کے اپنی سکونت تبدیل کرے؛ اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو درخواست میں بہت
تفصیل کے ساتھ وجوہ بیان کرے، کسی شخص کو اجازت نہ ہوگی کہ اپنے جاۓ سکونت سے
ایک رات کے لئے بھی باہر رہے۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو اپنے علاقہ کے مجسٹریٹ سے اجازت
لے، اور بصورت اجازت وہ اپنا پتہ بتلائے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ کتنے روز باہر رہیگا۔ ایسے
اجازت ناموں کے لئے کوئی فیس نہیں لی جائیگی، نہ اُن میں کسی طرح کی روک ٹوک کی جائیگی،
بشرطیکہ یہ شبہ کرنے کی وجوہ نہ ہوں کہ درخواست کنندہ غرناطہ یا ورالبحر جانا چاہتا ہے۔ اگر ضرورت
ہوگی تو ضمانت لی جائیگی۔ حدود غرناطہ کے اندر قدم رکھنے کی سخت ممانعت ہوگی؛ اگر کوئی مولد
حدود غرناطہ سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر دیکھا جائیگا تو وہ بشرطیکہ ۱۶ برس سے زیادہ عمر
کا مرد ہو، سزاۓ قتل پائیگا؛ ساڑھے دس اور سولہ برس کی عمر کا ہوگا، یا کوئی عورت نو برس
سے زیادہ عمر کی ہو، تو وہ غلام یا کنیز بنالی جائیگی، اس سے چھوٹی عمر کے بچے پرانے عیسائیوں
کے سپرد کر دیئے جائینگے، وہ اُن کی بیس برس کی عمر تک پرورش کرینگے۔ اگر بلنسیہ، ارغون
یا نوار کی حدود سے دس فرسنگ کے اندر دیکھے جائینگے تو اُن کو وہی سزائیں دی جائینگی جو
غرناطہ کے لئے مقرر ہیں، فرق صرف اس قدر ہوگا کہ بجاۓ سزاۓ قتل کے اُن کو حبس دوام

ہوگا، اور جہازوں پر مشقت کرنی پڑیگی۔ اگر کوئی مرد اپنی جاء سکونت چھوڑ کر جانے کے جرم میں گرفتار ہوگا تو اُس کو سو ضرب تازیانہ لگائے جائینگے، اور اس کے بعد چار برس جہازوں پر مشقت کرنی پڑیگی؛ اگر عورت ہوگی تو وہ چار برس تک بطور کنیزک کے کام کریگی۔ جیسے ہی یہ معلوم ہوگا کہ کوئی مولد ایک دن کے لئے بھی اپنے مقام سے غیر حاضر ہے تو اُس کے خاندان، یا اُسی گھر کے رہنے والے آدمیوں سے اُس کا پتہ پوچھا جائیگا، اور اگر وہ صحیح نہ بتلائینگے تو اُن پر جرمانہ ہوگا، اور غیر حاضر کی تلاش کی جائیگی؛ جو شخص اُس کو چھپائیگا یا پناہ دیگا وہ مستوجب سزا ہوگا۔ یہ فراری جس شخص کو ملیگا وہ اُس کو قریب ترین مجسٹریٹ کے پاس حاضر کرے گا، اور اس کے عوض میں اُس کو آٹھ ڈوکیٹ انعام ملیگا۔ جس علاقہ میں اُن کی تعداد زیادہ تھی وہاں حکم تھا کہ وہ مسلمانوں کے محلہ میں نہ رہیں، بلکہ پُرانے عیسائیوں کے ساتھ رہیں، جہاں تک ممکن ہوتا تھا بچّوں کو عیسائیوں کے یہاں رکھ کر تربیت کیا جاتا تھا؛ مجسٹریٹوں کو حکم تھا کہ وہ اس کے نگرانی رکھیں کہ اُن کو مذہب مسیحی کی مبادیات کی تعلیم دی جاتی ہے یا نہیں ہتھیار رکھنے کی سخت ممانعت تھی؛ البتہ وہ ایسا چاقو رکھ سکتے تھے جو نوکیلا نہ ہوتا تھا۔ جو خلاف ورزی کرتا تھا تو پہلی دفعہ وہ ہتھیار ضبط کر لیا جاتا تھا، دوسری دفعہ چھ برس کے لئے جہاز پر مشقت اور تیسری مرتبہ عمر بھر کے لئے مشقت جہازی کا سزایاب ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ۱۵۶۶ء کے فرمان کی تجدید کر دی گئی، زبان عربی کے استعمال کے متعلق سخت قیود لگائی گئیں۔ اس کے موافق جو شخص اپنے گھر میں بھی عربی بولتا یا لکھتا اُس کو پہلے جرم میں ایک مہینہ کے لئے قید پابجولاں کی سزا دینے کا حکم تھا، دوسری مرتبہ دو مہینہ، تیسری دفعہ سو ضرب تازیانہ اور چار برس کے لئے مشقت جہازی۔ اگر کوئی عورت، یا سترہ برس سے کم عمر کا لڑکا ہو تو وہ چار برس کنیز یا غلام رکھا جانے والا تھا۔

مولدین کی طرف سے جو ہر وقت خطرہ رہتا تھا اگر اُس کے انسداد کی کوئی تدبیر کی جاتی تو اُس کا اثر یقیناً اچھا پڑتا۔ یہ کبھی نہیں سوچا گیا کہ عیسائیوں سے اُن کی وحشت اور مذہب

مسیحی سے اُن کی نفرت دور کرنے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ زبان عربی کے استعمال کے متعلق جو قیود لگائی گئی تھیں اُن کی مشق اُن لوگوں پر کی گئی جو عربی کے سوا اور کوئی زبان نہ جانتے تھے۔ اس سے قرطبہ کی شہری کمیٹی بھی کانپ اُٹھی، حالانکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، وہ لوگ مولدین سے خوش نہ تھے۔ ۲۸ نومبر کو اہالی قرطبہ نے ایک جلسہ کر کے یہ قرار دیا کہ قرطبہ کے حاکم سے عرض کیا جائے کہ یہ کام تو صرف خدا ہی کا ہے کہ وہ اُن کو کسی ایسی زبان کے بولنے پر قادر کر دے، جس کو وہ نہیں جانتے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ شحنہ ہر وقت اُن کو ستاتا اور گرفتار کر کر کے سزائیں دلواتا رہے؛ اس لئے اس پر زور دیا جائے کہ اس معاملہ کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُس سے درخواست کی جائے کہ مولدین کے واسطے ان ہی کے خرچ پر مدارس جاری کئے جائیں، وہاں اُن کو تعلیم دی جائے۔ اس کا جواب حاکم شہر نے صرف یہ دیا کہ اُس کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں ہے، اُس کا کام فرمان شاہی کی تعمیل کرنا اور کرانا، اور جو کوئی عربی بولنے یا لکھنے کے جرم میں اُس کے سامنے پیش کیا جائے۔ اُس کو سزا دے دینا ہے۔

سپین کے جتنے قوانین تھے وہ اپنے تشدد اور اُس پر عمل کرانے والوں کی غفلت یا طمع کی وجہ سے خود بخود غیر نافذ العمل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ۱۵۷۶ء اور ۱۵۸۳ء میں اس کی ضرورت شدید واقع ہوئی کہ سکونت سے بلا اجازت غیر حاضری کے متعلق جو قیود مولدین پر تھیں اُن کی پھر تجدید کی جائے۔ ۱۵۸۱ء میں مولدین کی فہرستیں تیار کرنے کی طرف پھر حکام کو توجہ دلائی گئی۔ یہاں تک تو ہوا کہ غرناطہ کی سرحد میں داخل ہونے کے متعلق جو وحشیانہ قیود لگائی گئی تھیں، وہ سب فضول ثابت ہوئیں؛ مولدین وہاں بے فکری کے ساتھ آمد و رفت رکھتے تھے، کیونکہ کوئی مجسٹریٹ اُن کو اس جرم میں سزاء موت دینے پر تیار نہ تھا۔ یوں اس شدید قانون کا عدم وجود برابر ہو گیا؛ آخر مجبور ہو کر یہ کرنا پڑا کہ سزاء موت کو کم کر کے مشقت جہازی کی سزا مقرر کرنی پڑی۔ ۱۵۸۲ء میں فلپ نے حکم دیا کہ تمام مولدین کو یک لخت گرفتار

گرلیا جائے، مولدین کی نگراں کونسل نے کہا کہ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے لئے بہت سے آدمیوں
کی ضرورت ہے اور اتنے آدمی ہم نہیں پہنچ سکتے؛ بادشاہ نے جواب دیا کہ مجھے خود جہازوں پر کام
کرنے کے لئے آدمی درکار ہیں جو حکم دیا گیا ہے اُس کی فوراً تعمیل ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے
اُس نے نہایت تفصیلی ہدایات دیں، اور بتلایا کہ یہ کام کس طرح یکایک ایک ہی دن میں ہو سکتا ہے
تمام مرد جن کی عمر سترہ اور پچپن برس کے اندر ہے اور جہاز پر کام کرنے کی قابل ہیں، سب گرفتار
کرلیا جائے، اور جہازوں پر کام کرنے کے لئے بھیج دیا جائے؛ باقی ماندہ مرد اور عورتیں اور بچے
خاص خاص مقامات پر پہنچا دیئے جائیں۔ اس معاملہ میں کوئی عذر نہ سنا جائے، نہ کوئی باقاعدہ
مقدمہ چلایا جائے۔* معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۸۵ء میں یہ سن کر کہ تین ہزار آدمی بلنسیہ پہنچ گئے ہیں، بادشاہ
نرم پڑ گیا؛ کیونکہ اُس نے وایسرائے اٹونا کو حکم دیا کہ اُن میں سے چھ آدمیوں کو پھانسی دیدیا جائے،
تاکہ سب کو عبرت ہو؛ اس کے بعد ایک اعلان جاری کر دیا جائے کہ اگر سب لوگ اپنے اپنے مقرر
کردہ مقامات میں واپس نہ چلے گئے تو ان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا۔ جو لوگ کہ جلاوطن کئے
گئے تھے اُن میں سے کئی ایک نے یہ عذر کیا کہ ہم پر ۱۵۷۲ء کا حکم حاوی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہم بدیں
وجہ پرانے عیسائی ہیں کہ ہمارے بزرگ اُس وقت عیسائی ہوئے تھے کہ جب جبراً اصطباغ دیئے جانے
کا حکم بھی نہ ہوا تھا۔ بعض وقت عدالتوں میں اس دعوے کا اُنہوں نے ثبوت دے کر صحیح قرار دلوا دیا؛
لیکن ۱۵۸۵ء میں فلپ نے حکم دیا کہ اس قسم کے تمام معاملات و مقدمات افسرانِ نگرانِ مولدین کے سپرد
کئے جایا کریں، اور حکم دیا کہ باوجودیکہ عدالت نے ان لوگوں کو بری کر دیا ہے، مگر ان پر پھر بھی سکونت،
اور ہتھیاروں کے متعلق قیود قانونی عاید رہینگی۔ اسی کونسل کے سامنے بعض لوگوں کی یہ درخواستیں بھی پیش
ہوئیں کہ وہ مولدین، جو جلاوطنی کے بعد آباد کر دیئے گئے ہیں، یا اب تک مارے مارے پھر رہے ہیں، وہ سب
بطور غلاموں کے اُنہیں دے دیئے جائیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مولدین غلام بھی بنائے گئے
تھے محکمۂ احتساب محنہ کو جلاوطن مولدین میں، خواہ آزاد تھے یا غلام، بہت سے شکار ہاتھ آ گئے اُن کے متعلق

---

* بقول مسٹر ہیوم کے تیرہ ہزار مولدین جہازوں یا کانوں پر مشقت کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اسی تعداد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کو جرم بغاوت میں پھانسی دی گئی۔ (مصنف)

اس محکمہ نے بڑا کارنمایاں کیا۔ کئی برس تک قشتالہ کی عدالتوں کو اُن مولدین کے مقدمات سے فرصت نہیں ہوئی جو غرناطہ سے آئے تھے۔ آخر کار یہ اصول قرار دیا گیا کہ ایام بغاوت میں چونکہ ان لوگوں نے بہت سی اسلامی مراسم پر عمل کیا ہے اس لئے وہ سب مجرم ہیں۔ کسی قدر غیر معمولی مقدمہ ایک مولد موسومہ ڈائیگو ڈی اورٹیگا کا تھا؛ اس شخص کی عمر بیس برس کی تھی؛ اس نے ۱۵۸۱ء میں اپنے آپ کو طلیطلہ کے محکمہ احتساب و محنہ کے سپرد کر دیا، اور یہ بیان کیا کہ جب میں کوہستان میں بچہ سا تھا تو میں نے بہت سی اسلامی مراسم پر عمل کیا تھا، اور طلیطلہ آنے کے برسوں بعد تک میرے دل میں مذہب مسیحی کی طرف سے سخت مشکوک رہے۔ اس نوجوان کے اقبال کے سواء اور کوئی شہادت اُس کے خلاف نہ تھی؛ اسی لئے اُس کو پوشیدہ طور پر تعذیب کی سزا دی گئی، مگر محکمہ صدر نے از راہ رحم یہ حکم دیا کہ اُس کی جایداد ضبط نہ کی جائے۔ باوجود ان تمام قیود اور تشددات کے ان اجنبی، جلاوطن، مصیبت زدہ لوگوں کی صنعت و حرفت، جو ان کی طبیعت ثانیہ بنی ہوئی تھیں، بارور ہوئیں؛ باوصف اس کے کہ وہ دشمنوں میں لاکر آباد کئے گئے تھے، اُنہوں نے اپنے علوم و فنون سے پھر وہ ترفہ حاصل کر لیا کہ جس کو دیکھ کر اُن کے ہمسایہ جلے مرتے تھے۔ مولدین کے جلاوطن کرنے کے دس برس بعد ایک سرکاری رپورٹ میں یہ لکھا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے؛ کیونکہ یہ لوگ نہ لڑائی پر جاتے ہیں، نہ راہب بننے کا ان کے یہاں دستور ہے؛ وہ اتنے محنتی اور کاریگر ہیں کہ جس وقت وہ قشتالہ میں لاکر آباد کئے گئے تھے وہ ٹکڑوں کو محتاج تھے، اور ایک بالشت زمین بھی ان کے پاس نہ تھی؛ آج دس برس کے بعد وہ خاصے مرفہ الحال ہیں، بلکہ بعض تو خوب امیر ہو گئے ہیں۔ اگر بیس برس تک ان کی یہی کیفیت رہی تو یہاں کے اصلی عیسائی، باشندے اُن کے نوکر ہو کر رہیں گے۔ یہ ظاہر تھا کہ اُن کو روندڈالنے سے کچھ حاصل نہیں ہوا، اور سپین کو سواء اس کے چارہ نہ تھا کہ یا تو اُن کا بیج ہی مار دیا جائے یا ملک بھر سے جلاوطن کر دے۔

باب نہم

بیرونی خطرات

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مولدین نے، جن پر اس طرح ظلم ہو رہا تھا کہ اُن کا کوئی دادرس نہ ہو سکتا تھا، اپنے قومی ہم مذہبوں سے استمداد کرنے میں کوتاہی کی ہوگی۔ پانچ صدیوں سے زیادہ گزر چکی تھیں کہ بحر روم اور اُس کے سواحلی ملکوں میں صلیب و ہلال کے آپس میں وہ زور آزمائی ہو رہی تھی کہ ایک دوسرے کو تباہ کر ڈالنا چاہتا تھا؛ ترکوں اور الجیریا والوں سے یہ امید رکھنی بیجا نہ تھی کہ وہ اپنے بھائیوں کے مصایب سے ہمدردی رکھتے تھے، اور اُن کے ذریعہ سے وہ یہ چاہتے تھے کہ اُس سلطنت کو کچل کر رکھ دیں، جو سولھویں صدی میں منجملہ اور دشمنان اسلام کے مسلمانوں کی سب سے بڑی جانی دشمن اور سب سے پیش پیش تھی۔ بیرونی دشمن کا خطرہ سیاست دانان سپین کے سامنے ہر وقت کھڑا رہتا تھا؛ اُس کو رفع کرنے کی تدبیر اُنھوں نے یہ سوچی کہ مولدین پر قیود بڑھاتے چلے جائیں، اور اُن کو کسی کام کا نہ چھوڑیں۔ مگر اس سے نفرت و وحشت بڑھی، اور اُس نے اس خطرہ کو اور بھی تقویت دی کہ مظلومین اپنے ہم مذہبوں سے مدد مانگینگے؛ اُدھر دشمن کو اتنی بڑی اور غیر محفوظ سلطنت پر بنگاہ طمع دیکھنے کے وسایل بہم پہنچائے۔ مدجلین کا گروہ وفادار اور نمک حلال رعایا میں سے تھا؛ لیکن جب مذہبی دیوانگی کے زور نے اُن کو بھی عیسائی کرنا چاہا تو وہ ملک کے سب سے بڑے اور خطرناک اندرونی دشمن بن گئے۔ پیٹر شہید نے ۱۵۱۲ء ہی میں غرناطہ کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر کوئی دلاور قزاق بحری اندرون ملک کا رخ کر دے تو رعایا اُس کے ساتھ ہو جائیگی؛ اور چونکہ بادشاہ اس وقت نوار کے فتح کرنے میں مصروف ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ

تمام ملک بالکل تباہ ہو جائیگا۔ ابھی غرناطہ کی بغاوت فرو نہیں ہوئی تھی کہ وینس کے سفیر، سکس مونٹو کوالی، نے ۱۵۷۰ء میں یہ لکھا کہ اگر ملک بربر سے کہیں مدد مل جائے تو تمام ملک سخت ترین آفت میں مبتلا ہو جائیگا؛ کیونکہ سپین میں مولدین کی تعداد چھ لاکھ ہے، اور وہ ہروقت حملہ آور کی مدد کے لئے تیار بیٹھے رہتے ہیں ۱۵۷۵ء میں لورینزو پری یولی نے بھی اُن کا حال لکھا ہے، مگر اُنھوں نے اُن کی تعداد چار لاکھ بیان کی ہے، اور لکھا ہے کہ وہ ملک کے لئے دایمی خطرہ ہیں غرناطہ ہی کے مولدین نے، چند صد قسمت آزما لوگوں کی مدد سے، سلطنت کو اتنا تنگ کر ڈالا کہ اُس کو اپنے تمام عزم و ثبات اور جان و مال کو اُدھر مصروف کر کے اُنھیں مطیع کرنا پڑا؛ نہ معلوم اُس صورت میں کیا ہوتا کہ جب کوئی قومی بیڑہ اور بڑی فوج تمام مولدین کو شمشیر بکف ہونے کی ترغیب دیتا۔ چونکہ مولدین کی تعداد ہمیشہ بڑھتی، اور عیسائیوں کی تعداد گھٹتی چلی جاتی تھی تو بقول فرے بلیڈا کے (بشرطیکہ وہ صحیح ہو) وہ ترکوں اور افریقی مسلمانوں کی مدد سے سرزمین سپین کو پھر فتح کر لیتے۔

غرض لڑائی جاری تھی، گو اُس سے قومی عزت و حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا تھا، مگر وہ سب بہت دق اور پریشان کرنے والی تھیں۔ یہ عجیب بات تھی کہ اگرچہ سپین اپنے جہازوں کے بیڑے امریکہ اور بحر شمالی میں بھیج رہا تھا، مگر اپنے سواحل کی حفاظت اتنی بھی نہ کر سکتا تھا کہ اپنے ملک کو ادنےٰ بحری قزاقوں سے محفوظ رکھ سکتا۔ چنانچہ ایک مثل مشہور ہو گئی تھی کہ "سپین کے سواحل بحری قزاقوں کے لئے امریکہ بنے ہوئے ہیں"۔ الزام مولدین ہی پر لگایا جاتا تھا؛ اس میں کچھ شک بھی نہیں ہے کہ اُن سے جہاں تک ہو سکتا تھا بحری قزاقوں کو مدد دیتے تھے، مسلمانان افریقہ سے رسل و رسایل رکھتے تھے اور ان قزاقوں کے حملوں سے یہ فایدہ اُٹھاتے تھے کہ اُن ہی کے ساتھ ملک بربر کو نکل جاتے تھے۔ جس سے اُن کے زمینداروں کو تکلیف ہوتی تھی لیکن سارا قصور چارلس پنجم اور فلپ دوم کی پالیسی متعلقہ ممالک غیر کا تھا کہ وہ دور افتادہ ملکوں میں اپنے ڈورے ڈالتے، اور سپین کی طاقت کو ایسے جھگڑوں میں کھوتے رہتے تھے کہ جن کی قوم کے لئے

کوئی اہمیت نہیں تھی۔ سپین کے سواحل کے غیر محفوظ چھوڑے رکھنے کی ایک یہ مثال کافی ہے کہ ۱۵۴۲ء میں مسلمانان افریقیہ جبل طارق پہنچ گئے۔ ویلاڈالڈ والوں کو اس سے اتنا دغدغہ پیدا ہُوا کہ اُنھوں نے چارلس کو درخواست دی کہ ملک کو بچانے کا کوئی فکر کیا جائے۔ ۱۶۰۴ء میں بلنسیہ والوں نے درخواست دی کہ کچھ زیادہ قلعہ وغیرہ بنائے جائیں، اور چار جہاز نیپلس کے جہازوں میں سے اس طرف رکھے جائیں، اور اس کا خرچ خود اُن سے وصول کر لیا جائے۔

قزاقان بحری کے ڈاکے ڈالنے کی شکایت اُس وقت سے شروع ہوئی کہ جب سے غرناطہ میں جبراً عیسائی بنائے جانے کی سختی شروع ہوئی۔ کہا جاتا ہے جب ۱۴۹۹ء اور ۱۵۰۰ء میں لوگوں کو زبردستی اصطباغ دیا جا رہا تھا، اور دربار شاہی کے تمام ارکین غرناطہ ہی میں بیٹھے ہوئے اس کی نیز بغاوت فرو کرنے کی کارروائی کی نگرانی کر رہے تھے، تو مولدین نے یہ دیکھ کر مسلمانان افریقیہ کو بلا بھیجا؛ اُنھوں نے کئی مقامات پر آ کر آفت برپا کر دی، اور بہت سے عیسائیوں، بالخصوص پادریوں، کو اُٹھا کر لے گئے۔ یہ شکایت تمام مولدین کے نکالے جانے کے وقت تک قائم رہی۔ فرے بلیڈا نے ان لوگوں سے ملک کو پاک کرانے کی برکات میں سے ایک برکت یہ بھی گنائی ہے کہ اس سے ملک سپین مسلمانوں کے آئے دن کے حملوں سے محفوظ ہو گیا، جن کو مولدین پناہ دیتے اور مدد کرتے تھے۔ سپین کے بہت سے گیتوں اور کہانیوں سے اس کی شہادتیں ملتی ہیں کہ یہ حملے اکثر ہوتے رہتے تھے، مگر ایک صحیح واقعہ میں رنگ آمیزی کرنی اور اُس کے لئے فرضی افسانے گھڑنے کی ضرورت نہ تھی، جیسا کہ دو ایک واقعوں سے معلوم ہوگا۔ ۱۵۲۹ء میں چند مولدین باشندۂ بلنسیہ نے باربروصہ سے یہ انتظام کیا کہ وہ اُن کو ملک بربر میں لے جائیں۔ اس درخواست کی تعمیل میں اُنھوں نے اپنے نایب کو کچھ جمعیت کے ساتھ سپین بھیج دیا۔ ۷ اکتوبر کو اُنھوں نے دریاء الطائی پر پہنچ کر چھ سو آدمی اُتار دیئے، اور اُن کو سَو سَو آدمیوں کے گروہ میں تقسیم کر کے اندرون ملک میں بھیج دیا۔ قصبہاء پارچینٹ اور مُرلیا سے اُنھوں نے سات سو مولدین کو جمع کیا، اور بخیر و عافیت تمام اپنے جہازوں میں واپس آ گئے۔ قصبہ پارچینٹ میں اُنھوں نے وہاں کے

وہاں کے زمیندار، پیڈرو پیرنڈریو کو اُس کے گھر میں گھیر لیا؛ وہ نو گھنٹے کامل بڑی بہادری سے اُن کا مقابلہ کرتا رہا، آخر اُس کے مزارعین نے اُنہیں کو بتلایا کہ وہ کس طرح بآسانی چھت پر چڑھ سکتے ہیں؛ یوں وہ زمیندار گرفتار ہو گیا۔ اسی واقعہ میں کاونٹ آف اولیوا کے بھی دو سو مولدین بھاگ گئے؛ اُس نے ساٹھ سوار لے کر اُن کا تعاقب بھی کیا، پیڈرو پورٹنڈو امیر البحر سپین کو دس ہزار کراؤن بھی دیئے گئے، مگر سب بیکار۔ نایب باربروصہ نے اس غرض سے صلح کا جھنڈا بلند کیا کہ پیرنڈریو کے خون بہا کا تصفیہ کر لیا جائے؛ گیارہ ہزار ڈوکیٹ مانگے گئے، اور وہ اس انتظار میں ٹھیرا رہا کہ بلنسیہ سے یہ رقم آجائے تو چلیں، لیکن اس اثنا میں اُن کو معلوم ہُوا کہ پورٹنڈو اُن کی گرفتاری کے فکر میں ہیں اس لئے وہ وہاں سے چلتا بنا۔ چونکہ ہوا ناموافق تھی اس لئے اُس کو ڈیس پالڈر میں ٹھیرنا پڑا، یہاں پورٹنڈو بھی اُس سے مل گیا۔ اس پر باربروصہ کے نایب نے یہ حرکت کی کہ مولدین کو خشکی میں اُتار کر ۲۵ اکتوبر کو سپین کے بیڑہ سے بھڑ پڑا۔ سپین کی دو کشتیوں کے سواء تمام جہازوں کو ڈبو دیا، پورٹنڈو کو قتل کر دیا اور اُس کے بیٹے کو گرفتار اور مولدین کو اپنے جہازوں پر سوار کر کے نکل گیا؛ الجیریا پہنچا اور پیرنڈریو کو مولدین سمیت باربروصہ کے سپرد کر دیا۔ پیرنڈریو کا خون بہا چار مرتبہ بھیجا گیا، مگر ہر مرتبہ رقم لانے والے لوگ دوسروں کو چھڑا لے گئے اور پیرنڈریو قید کا قید رہا۔ ۱۵۳۵ء میں جب چارلس تونس گیا تو پیرنڈریو کی بیوی نے اپنے بیٹے پیڈرو ڈی روڈا کو بادشاہ کے ساتھ اس امید پر بھیجا کہ وہ کسی معزز مسلمان کو گرفتار کر لیگا اور یوں اُس کا اور پیرنڈریو کا تبادلہ ہو جائیگا مگر جب یہ بھی نہ ہو سکا تو پیڈرو بہت سے خطوط لے کر پہلے فلینڈرس گیا، وہاں سے وینس پہنچا۔ چونکہ باربروصہ اُس کے باپ کو ۱۵۳۳ء میں قسطنطنیہ لے گئے تھے اس لئے اُس کا ارادہ تھا کہ وہ وہاں جائے۔ لیکن جب وہ رگوسا پہنچا تو اُس کو معلوم ہُوا کہ باربروصہ ایک بہت بڑا بیڑہ لئے ہوئے چارلس کا مقابلہ کرنے کے لئے (۱۵۴۱ء) الجیریا میں آرہے ہیں۔ یہ سُن کر اُس نے رینی، ڈچس آف فیریرا کا خط سفیر ترکی متعینہ دربار پیرس کو دے کر پانچ ہزار ڈوکیٹ پر اپنے باپ

کے خون بہا کا فیصلہ کیا۔ باربروصہ طولون میں آئے، پیڈرو اُن سے ملنے کے لئے بھاگا گیا، لیکن
جب وہ جینوا پہنچا تو اُس کو قسطنطنیہ سے اطلاع ملی کہ اُس کے باپ کا انتقال ہو گیا، اور
بلنسیہ سے خبر ملی کہ اُس کی ماں بھی مر گئی۔ نایب باربروصہ سے کسی قدر کم کامیابی ایک دوسرے
قزاق بحری ہوئی، جو نو مسلح کشتیاں اور چھ سو آدمی لے کر لورقہ، واقعہ ساحل قرطاجنہ پر اُترا
تھا۔ لوگ ایک بُرج میں جا چھپے، اُس کو آگ لگا دی گئی، اور قزاق موصوف ساٹھ قیدیوں اور
بہت سا مال مغروقہ لے کر چلتا بنا۔ وہاں سے وہ اسقف ٹوماس ڈی بورجا کو گرفتار کرنے کی
غرض سے ملاغہ پہنچا، لیکن اسقف موصوف کو اس کی خبر لگ گئی، اس لئے وہ وہاں سے بھاگ
گیا۔ ۱۶۰۹ء کے تمام موسم گرما میں سپین کے تمام جنوبی ساحل کو ایک انگریز، موسومہ سائمن
ڈانسر نے پریشان رکھا، جو عیسائیوں اور مسلمانوں کا ایک گروہ لئے ہوئے لوٹ مار کرتا پھرتا
تھا۔ فرانس سے وہ نکلوہ نکل گیا، اور الجیریا میں اُس کو پناہ دی گئی۔ وہ ہر ایک جہاز کو، خواہ وہ
کسی قوم و ملک کا ہوتا، گرفتار کر لیتا تھا، اور اندلشیہ کے سواحل کو خوب لوٹتا تھا۔ جہاں
اُس کو اور چیزیں ملیں وہاں اُسے میکسیکو کا ایک جہاز بھی ہاتھ لگا، جس پر تین لاکھ ڈوکیٹ بار
تھے۔ دو جہاز اور بھی اُس نے پکڑے، جن پر ڈیڑھ سو باشندگان سلسکے تھے۔ اُن کو اُس نے
طیطوان میں جا کر بطور غلاموں کے فروخت کر ڈالا۔

اس کے ذمہ وار بھی مولدین ہی قرار پائے، خاص کر اس لئے کہ وہ ملک بربر کو بھاگ جانا
چاہتے تھے، اور اس کے لئے وہ قزاقان بحری سے رسل و رسایل رکھتے تھے۔ اُن کو فرار ہونے
کے لئے بہترین مواقع حاصل تھے، اور اکثر بڑی تعداد میں نکل بھی بھاگتے تھے۔ ۱۵۵۹ء میں ڈھائی
ہزار گئے، ۱۵۷۰ء میں پالمیرا کے تمام آدمی بھاگ گئے، ۱۵۸۴ء کے موسم گرما میں الجیریا کا ایک بیڑہ
بلنسیہ آ کر دو ہزار تین سو آدمیوں کو لے گیا، اور دوسرے سال ایک اور بیڑہ کیلوسا کے تمام مولدین
کو لے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ الجیریا نے کچھ علاقہ سلطان ترکی سے لیا تھا، اور وہ اس کو مولدین
کو لا لا کر آباد کرنا چاہتے تھے*۔ اس کا یقین کامل ہو چکا تھا کہ ان تمام ترکیبوں کی اصل و بنیاد

(*: یہ نوٹ صفحہ ۲۷۱ پر ملاحظہ ہو)

مولدین ہیں۔ اس کے رفعداد کے لئے تمام تدابیر کی گئیں؛ اگر نہیں کیا گیا تو صرف یہ کہ سواحل کو مضبوط کر لیا جاتا۔ ۱۵۰۵ء میں پیٹر شہید بیان کرتا ہے کہ تمام سواحل افریقی بحری قزاق مسلمانوں کے لکدکوب ہو رہے تھے۔ اس شکایت کے رفع کرنے کے لئے ۱۵۰۸ء میں فرڈی نینڈ نے یہ حکم دیا کہ جبل طارق سے لے کر المیریا کے دو فرسخ آگے تک تمام علاقہ غیر آباد کر دیا جائے اور وہاں بجاء مولدین کے پُرانے عیسائی بسا دیئے جائیں۔ اس تجربہ میں بھی ناکامی ہی ہوئی۔ ۱۵۳۲ء میں سیگوویا والوں نے اس کا سارا الزام اُن مسلمانان افریقیہ پر رکھا جو افریقیہ سے لاکر یہاں آزاد چھوڑ دیئے گئے تھے؛ وہ اپنے ہموطنوں سے خط وکتابت رکھتے تھے؛ اس لئے اہالی سیگوویا نے چارلس کو لکھا کہ اُن کو آزاد کرنے کے ایک برس کے اندر اندر سواحل سے بیس فرسخ کے فاصلہ پر ہٹا دیا جایا کرے اور اگر نہ جائیں تو اُن کو سزاء موت دی جائے۔ لیکن چارلس نے اس کو ترمیم کر کے دس فرسخ کا فاصلہ کر دیا؛ اور خلاف ورزی کی سزاء سو ضرب تازیانہ اور دوسرے مرتبہ اُسی جرم کے ارتکاب کرنے کے بدلہ میں مشقت جہازی کی سزاء تجویز کی۔ بلنسیہ میں جو تکالیف ہوئیں اُن کا الزام بھی مولدین ہی کے سر تھوپا گیا۔ ۱۱ جنوری ۱۵۳۰ء کو وہاں کے وائسرائے نے ایک اعلان جاری کیا کہ مولدین کے تعلقات قزاقان بحر سے ہیں؛ اور وہ ہمیشہ افریقیہ چلے جانے کے فکر میں رہتے ہیں؛ اس لئے اُن کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی سکونتوں کو تبدیل نہ کریں؛ ورنہ اُن کی تمام جائداد ضبط کی جائیگی۔ جو زمیندار اُن کو اپنے یہاں رکھیگا اُس کو پانسو فلارن جرمانہ کیا جائیگا۔ جو مولد بغیر پروانہ راہداری کے ساحل اور القنطہ اور برشلونہ کے درمیان میں سفر کرتا ہُوا؛ یا کسی دوسرے علاقہ میں جاتا ہُوا پکڑا جائیگا اُس کو سزاء موت دی جائیگی؛ اور اُس کی جایداد ضبط کر لی جائیگی۔ جو لوگ کہ آٹھ برس پہلے عیسائی ہو چکے ہیں اور قزاقان بحری کو مدد دیا

(حاشیہ صفحہ ماسبق) ہ سرو مینٹیز نے اس موقعہ پر جو لوگ گئے تھے اُن کی روانگی کا حال بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ عیسائیوں نے ایک قلعہ نما گرجا میں پناہ لی تھی؛ اور دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا۔ اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باشندگان سواحل کتنی مخدوش اور غیر محفوظ حالت میں تھے ۔ (مصنف)

کسی قسم کا مشورہ دیتے ہیں، اُن کی بھی یہی سزا ہوگی۔ جب اس قانون پر عمل کرنے کا وقت
آیا تو معلوم ہوا کہ مجرموں نے کسی ترکیب سے اپنے آپ کو بالکل مفلس کر رکھا ہے، تاکہ وہ
سزاءِ ضبطی سے محفوظ رہیں۔ یہ دیکھ کر چارلس نے ۱۵۳۶ء میں حکم دیا کہ کسی شخص کو معاف نہ
کیا جائے، اور سزاءِ موت اور مشقت جہازی کی سزائیں کسی حال میں معاف نہ کی جائیں۔ ۱۵۴۱ء
میں اسی قسم کا ایک اور قانون جاری ہوا۔ اس کے موافق اوری ہیولا اور ساحل کے درمیان
میں مولدین کا جانا ممنوع قرار دیا گیا۔ ۱۵۴۵ء میں اسی کی تجدید کی گئی۔ اُسی سال ایک
فرمان شاہی کے ذریعہ سے بلنسیہ کے محکمۂ احتساب و محنہ پر زور ڈالا گیا کہ وہ دو ہزار ڈوکیٹ
سواحل کی حفاظت کے لئے ادا کرے۔ ۱۰ دسمبر ۱۵۶۷ء کو ایک اور قانون بنایا گیا، اور اُس کے
رو سے یہ فرض کر لیا گیا کہ جو نقصانات قزاقان بحری کرتے ہیں وہ مولدین کی مدد سے کرتے ہیں،
اور حکام چشم پوشی کرکے مجرموں کو سزائیں نہیں دیتے، اس لئے یہ حکم ہوا کہ جو لوگ کہ دین مسیحی
کے دشمنوں سے تعلقات اور ساز باز رکھینگے اُن کو سزاءِ موت اور ضبطی جایداد دی جائیگی؛
اس کے علاوہ عیسائیوں کا جتنا نقصان ہوگا (جس میں اُن قیدیوں کا خون بہا بھی شامل
ہے جن کو قزاق اپنے ساتھ لے جائینگے) وہ مولدین سے وصول کیا جائیگا۔ یہ تمام قوانین بے اثر
رہے۔ ۱۵۸۵ء میں ایک اور اعلان ہوا کہ مولدین کو سواحل کے پاس نہ جانے دیا جائے۔ اگر
قانون بنانا ہی اس مرض کی دوا تھی تو اُس کی کوئی کمی نہ تھی، مگر مشکل یہ تھی کہ نہ صحیح مرض تشخیص
کیا جاتا تھا، نہ دوا ہی صحیح ہوتی تھی۔ ایک کسی قدر معقول تدبیر وہ تھی جو باشندگان بلنسیہ نے
[illegible]ء میں تجویز کی تھی کہ اگر محکمۂ احتساب و محنہ کی سختی میں کمی کر دی جائے، اور ایک مولد کی شہادت
دوسرے کے حق میں پیش نہ کی جایا کرے تو وہ اس پر تیار ہو جائینگے کہ جتنے عیسائی قیدیوں کو
بلنسیہ کے ساحل پر اُن لوگوں نے گرفتار کیا ہے سب کو چھوڑ دیں۔ اس درخواست میں یہ
دلیل پیش کی گئی تھی کہ اگر ایسا کیا گیا تو قزاقان بحری کے حملے موقوف ہو جائینگے، کیونکہ نہ اُن کو
مولدین سے مدد ملیگی، نہ یہ لوگ اُنہیں خبریں دینگے؛ اس کے علاوہ مولدین کو خود یہ خیال پیدا

ہو جائیگا کہ جہاں تک ہو سکے اُن کو ادھر آنے سے روکے رکھیں۔ جیسا کہ ہونا یقینی تھا، یہ درخواست نامنظور کردی گئی۔

یہ تمام ذلتیں اور پریشانیاں برداشت ہو رہی تھیں جن سے مولدین کے ساتھ نفرت بڑھتی چلی جاتی تھی، مگر اب تک حاصل وصول کچھ بھی نہ ہوُا تھا۔ جس چیز سے کہ تمام سلطنت ہر وقت لرزہ براندام رہتی تھی وہ یہ تھی کہ عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ مولدین کسی بیرونی حملہ آور کے انتظار میں ہیں، اور کسی قوی سلطنت کو حملہ کرانے کی سازش میں لگے ہوئے ہیں۔ سولھویں صدی کے آخر، اور خاص کر بغاوت غرناطہ کے بعد سپین کے سیاست دان اسی فکر میں گھُلے جاتے تھے۔ مولدین کو ہر وقت یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ وہ ایسی زمین پر چل رہے ہیں کہ جس کے نیچے آتش فشاں پہاڑ ہے، وہ ہر وقت اس کے منتظر رہتے تھے کہ یہ زمین اب پھٹی کہ پھٹی، وہ نئی سازش کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے، محکمہ احتساب و محنہ کا بھلا ہو کہ اُس کو بہت ہی جلد معلوم ہو گیا کہ جس چیز کی وہ تلاش میں ہیں وہ کچھ دور نہیں ہے۔ یہ امر کہ مولدین سلطنت سپین کو سخت ضعیف و متزلزل کئے ہوئے ہیں، اُس رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے جو ۱۵۹۴ء میں ان شیو کاٹے مانو نے پوپ کلیمنٹ ہشتم کو کی تھی۔ اس رپورٹ میں اُس نے لکھا تھا کہ سرزمین سپین میں اندرونی طور پر تو بالکل امن و عافیت ہے، وہاں کے باشندے بھی نمک حلال اور وفادار ہیں، مگر مولدین کا گروہ سخت خوفناک ہے۔ وہ بجبر عیسائی بنائے گئے ہیں، مگر فی الحقیقت مسلمان ہیں، اُن کی تعداد اس وقت تین لاکھ ہے، مگر اضعافاً مضاعفہ بڑھ رہے ہیں، اور چونکہ صنعت و حرفت جانتے ہیں، اور جزرس ہیں، اس لئے دولتمند ہیں بحیثیت مجموعی وہ ایسی رعایا ہیں کہ جن کی طرف سے ہر وقت فکر رہنا چاہئے۔

جب فلپ دویم ۱۵۵۹ء میں سپین واپس آیا تو اُس نے مولدین کے متعلق رپورٹ مانگی، تاکہ وہ اُس پر اپنی آیندہ پالیسی کی بنیاد رکھیں۔ جب اس رپورٹ کے لکھنے کے لئے تحقیقات کی گئی تو جہاں اور باتیں معلوم ہوئیں، وہاں یہ بھی معلوم ہوُا کہ اُنہوں نے ترکوں سے یہ سازش کی

ہے کہ جب وہ بغاوت کریں تو اُدھر سے وہ بھی حملہ کر دیں۔ ۱۵۶۷ء میں ایک شخص ہیرونی مورولڈن پر بلنسیہ کے محکمہ احتساب و محنہ نے مقدمہ قایم کیا۔ دوران تحقیقات میں معلوم ہُوا کہ حال ہی میں بادشاہ الجیریا کا ایک خط آیا تھا، جس میں مولدین کو بغاوت کی ترغیب دی گئی تھی، اور یہ لکھا تھا کہ اسلحہ وہ بہم پہنچائینگے۔ اس کے بعد ہی غرناطہ کی بغاوت ہوگئی۔ اس سے اگرچہ یہ ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں کی سلطنتیں، جیسا کہ ظاہر کیا گیا تھا، حملہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں، مگر ساتھ ہی روز روشن کی طرح یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر کسی نے کوئی حملہ کیا، اور ساتھ ہی باغیوں نے حملہ آوروں کی مدد کی، تو سلطنت سپین اتنی کمزور ہے کہ وہ مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ۱۵۸۳ء میں یہ افواہ اُڑی کہ شاہ ہنر والی نوار اور ترکوں نے مل کر سپین پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، اور مولدین نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن کی مدد کرینگے۔ یہ سُن کر محکمہ صدر نے ۲۳ جنوری ۱۵۸۴ء کو ارغون کے حکام کو یہ حکم دیا کہ اس کی تحقیقات کر کے ایک تفصیلی رپورٹ بھیجیں، جس میں بغاوت کے متعلق شہادت، افواہ اور شکوک بھی درج کریں۔ چنانچہ ایک بہت طول طویل رپورٹ پیش کی گئی۔ اس رپورٹ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں اس خصوص میں کتنا فکر تھا، اور اس معاملہ میں کتنی احتیاطیں کی جاتی تھیں۔ اس رپورٹ کا خلاصہ درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ کچھ اندازہ لگایا جاسکے۔

رپورٹ کے شروع میں درج ہے کہ ۱۵۲۶ء میں جب مسلمانان بلنسیہ اور ارغون کو بجبر عیسائی بنایا گیا، اُسی وقت سے محکمہ احتساب و محنہ نے اُن پر نگرانی قایم کرلی۔ جو شہادت کہ اس وقت جمع کی گئی ہے اُس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کُھلم کُھلا مسلمانوں کی طرح رہتے رہے، اُن کو عیسائی بنانے کی جتنی کوششیں کی گئیں وہ سب ضائع گئیں، کیونکہ وہ اس وقت بھی اپنے دین پر ویسے ہی قایم ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ کوئی آثار ایسے نہیں ہیں کہ ۱۵۶۵ء تک بغاوت ہو۔ لیکن جب حکام ارغون نے جوان اسے ویڈو کو میڈریڈ والوں نے فرانسسکو ہرنن ڈیزاور ڈاٹیگو توریلا، مولدین ویلا ڈالڈ اور ارے ویلا، کو گرفتار کیا تو اُن کے اقبالی بیانوں سے یہ

معلوم ہوا کہ ارغون و بلنسیہ کے مولدین بغاوت کرنے کے لئے ترکوں سے انتظام کر رہے ہیں۔ ۱۵۶۸ء میں غرناطہ کی آفت شروع ہو گئی، اُس وقت ارغون والوں کو بھی جوش آیا ہوا تھا اور وہ اسلحہ اور سامان خورونوش ذخیرہ کر رہے تھے کیونکہ اُن کو یہ یقین تھا کہ ترک اُنہیں مدد دینگے۔ قصبۂ گرائیسل سے (جو طرزونہ کے قریب واقع ہے) یہ رپورٹ آئی کہ جب مولدین سے ہتھیار لئے گئے ہیں تو اُنہوں نے اپنی کمانیں اور تلواریں دے دیں، مگر بندوقیں چھپالی تھیں۔ ڈاروکا سے دو گاڑیاں بندوقوں کی بھر کر ولافیلس میں بھیجی گئیں، جہاں بارود کے چار کارخانے بڑے زور سے کام کر رہے تھے؛ ٹوریلاس میں بہت سی توپیں بسکے سے لائی گئیں، اور بندوق سازوں نے یہ اطلاع دی کہ مولدین برابر اور بندوقیں طلب کر رہے ہیں۔ ۱۵۶۹ء میں بلنسیہ کی سرحد پر ایک مخبر نے دو گاڑیاں سیسہ اور تانبے کی پکڑیں، جو مولدین خچریان لئے جاتے تھے۔ سیلڈا میں ایک خچربان دو مشکیں، بظاہر تیل کی، بھری ہوئی لئے آتا تھا؛ لوگوں کو تیل کی ضرورت تھی، اُنہوں نے ایک مشک زبردستی پکڑ لی، خچربان یہ دیکھ کر غایب ہو گیا۔ جب اُن مشکوں کو کھول کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اُن میں بجاۓ تیل کے بارود بھری ہوئی ہے۔ ایسی بہت سی شہادت موجود تھی جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ عید الفصح (ایسٹر) پر متفقہ طور سے بغاوت کی جائے؛ مگر غرناطہ والوں نے قبل از وقت ہی عید المیلاد (کرسمس) میں بغاوت کر دی؛ باقی مولدین اس بغاوت کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگے؛ مگر شاہی فوج نے جو کارروائی کی اُس سے وہ دل شکستہ ہو گئے۔

غرناطہ میں جو کچھ واقعات پیش آئے، اور بغاوت فرو کی گئی، اُس سے یہ معلوم ہوا کہ چند روز کے لئے یہ فکر رفع ہو گیا، مگر ۱۵۷۳ء میں یہ خبر ملی کہ بادشاہان طلمسان و الجیریا معول کبیر پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں، اور مولدین بغاوت کر کے اُن کی مدد کرینگے۔ اس خطرہ کو رفع کرنے کے لئے مولدین بلنسیہ سے ہتھیار لے لئے گئے۔ اس میں یوں بھی پیچیدگی پڑ گئی کہ آخرۂ پایرینیس سے حملہ ہو گیا۔ جب جنوری ۱۵۷۵ء میں فرانس کے ایک ہیوگوناٹ، موسومہ فرانکا لیس نلیاس نے اپنے مقدمہ کے دوران میں جب اُسے تعذیب کی گئی تو یہ بیان دیا کہ اب سے

دو برس پیشتر وہ مولدین ارغون اور بیرن ڈی راس، برن کے وائیسرائے، کے درمیان میں نامہ بر رہا ہے۔ اُس نے اپنے ساتھ ہی ایک مولڈ لوپ ڈارکوس نامی کو بھی پھانسا، اور جب اُس کی تعذیب کی گئی تو اُس نے بھی سب کچھ قبول لیا۔ یہ قرار پایا تھا کہ اگر راس اپنے آدمیوں کو لے کر ارغون پر حملہ کر دے تو سربرآوردہ مولدین اپنے آدمیوں سے بغاوت کرا دینگے اور راس کو جتنے روپیہ کی ضرورت ہوگی بہم پہنچا دینگے، بظاہر راس اُن سے دس یا بارہ ہزار کراؤن پیشگی مانگتا تھا۔ بادشاہ الجیریا اور سلطان روم کے پاس سفیر بھیجے گئے، انہوں نے بھی اس ترکیب کو پسند کیا، اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اس معاملہ میں جلدی کرنی چاہئے، لیکن ڈان جان کے بلنسیہ میں آجانے، اور مولدین کو نہتا کر دینے سے سارا نقشہ بگڑ گیا۔ لیکن یہ نہیں ہؤا کہ اس ارادہ کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہو۔ ایک شخص جوزف ڈوارٹی قسطنطنیہ بھیجا گیا، وہ دسمبر ۱۵۷۶ء میں سلطان کا خط لے کر آیا جو تمام مولدین کو دکھلایا گیا جہازوں کے تین بیڑے آنے والے تھے، ایک برشلونہ پیرپگنان کے درمیان میں ٹھیرتا، دوسرا ڈینیا میں اور تیسرا مرسیہ اور بلنسیہ میں، مولدین سے کہا گیا تھا کہ جب تک یہ بیڑے نہ آجائیں وہ بالکل خاموش رہیں (یہ ظاہر تھا کہ بیڑوں کے پہنچنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہو سکتا تھا) اور غرناطہ والوں کی طرح بے صبری نہ کریں۔ فروری ۱۵۷۷ء میں ایک مخبر لیوس مورینو نامی، خبریں لانے کے لئے بھیجا گیا، اُس نے آکر یہ اطلاع دی کہ ہر ایک بات کا انتظام ہو گیا ہے اور ساری تیاریاں بلنسیہ اور ارغون میں مکمل ہیں، اب صرف بیڑوں کے پہنچنے کا انتظار ہے، جو فری نانا اور گوبیٹا میں جمع ہو چکے ہیں۔ صرف یہی ایک شخص اپنی قوم کا غدار نہ تھا، بلکہ ایسے اور بہت سے آدمی محکمہ احتساب و محنہ سے تنخواہیں پاتے تھے اور مولدین کی خفیہ مجالس شوریٰ میں بھی شامل تھے۔ اپریل کے آخر تک محکمہ مذکور نے ایک خط، مورخہ ۱۶ اپریل کی نقل حاصل کر لی جو آن ڈی بنامیر ساکن بلنسیہ نے لکھا تھا، اور اُس میں مولدین ارغون کو یہ اطلاع دی تھی کہ بادشاہ الجیریا نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ بیڑے کے بھیجنے میں کچھ دیر ہو گئی، لیکن وہ پہنچیگا ضرور، جب تک وہ نہ آئے مولدین کو تیار رہنا چاہئے۔ پھر ماہ مئی میں یہ اطلاع ہوئی کہ بیڑہ ماہ اگست تک نہیں پہنچ

سکتا۔ بادشاہ الجیریا کے ایک اور خط کی نقل ملی، جس میں تمام امور کو بالتفصیل بیان کیا گیا تھا؛ بیڑے اور فرانس کا حملہ ایک ہی وقت میں ہونے والا تھا، جب اہالی فرانس پہنچ جاتے تو مولدین کوہستان چلے جاتے۔ اس میں سے کتنی باتیں صحیح تھیں، اور کتنی باتیں مخبروں نے اپنی روٹی کمانے کے لئے بنائی تھیں، اتنے عرصہ کے بعد معلوم کرنا ناممکن ہے، مگر ۱۵۷۶ء سے لے کر ۱۵۵۹ء تک جتنے آدمیوں کو محکمہ احتساب محنہ نے گرفتار کرکے مقدمے چلائے، اُن کے اقبالوں سے اُس کی تائید ہوتی ہے۔ محکمۂ احتساب محنہ برابر اپنی کارروائیوں میں لگا ہوا تھا، وہ لوگوں کو گرفتار کرکے سزائیں دے رہا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سازش کا وجود ضرور تھا، اور سازش کنندوں کو یہ امیدیں دلائی گئی تھیں کہ فرانس اور بربر سے اُن کو مدد ملیگی۔ یہ بھی قیاس غالب ہے کہ اہالی فرانس کو اپنے وطن میں کسی مشغلہ کی ضرورت تھی، اور فلپ نے اسی واسطے فرانس کے رومن کیتھولک لوگوں کو مدد بھی دی تھی ◆

قاعدہ ہے کہ جب کسی پولٹیکل مخبر کو کسی واقعی اور صحیح سازش کی خبریں نہیں ملتیں تو اُس کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ خود ہی ایک سازش کو بنا کھڑا کرتا ہے۔ دسمبر ۱۵۸۲ء میں حکام بلنسیہ نے حکام سرقسطہ کو اطلاع دی کہ انہوں نے مولدین کی ایک خط وکتابت کو پکڑا ہے، جو اہالی الجیریا سے تھی۔ اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ مولدین بلنسیہ عید الفصح میں بغاوت کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس اطلاع پر بہت سے آدمی گرفتار ہوئے؛ لیکن یہ بغاوت نہیں ہوئی؛ البتہ ۱۵ مئی میں اُسی مخبر لیوس مورینو نے یہ اضطراب پیدا کرنے والی خبر لا کر دی کہ قسطنطنیہ اور الجیریا سے اب بھی وہی پرانے وعدے ہو رہے ہیں، جن کا ایفاء اُس سفارت کے نتیجہ پر منحصر ہے جو سلطان نے بادشاہ فرانس کے پاس بھیجی ہے، اور جس کا یہ مطلب ہے کہ وہ خشکی سے سپین پر حملہ کریں، تو سلطان سمندر کی طرف سے حملہ کریگا۔ اس پر ایک اور مخبر، موسومہ گل پیریز، فرانس بھیجا گیا، وہ کچھ خبریں لے کر آیا؛ ان خبروں کی بنا پر آٹھ یا دس مولدین گرفتار کئے گئے، ان کے کاغذات بھی ضبط ہوئے، ان کو تعذیب بھی کی گئی، مگر ان سے کوئی بات معلوم نہ ہوئی۔ محتسبین جانتے

تھے کہ پیریز خود اوّل درجہ کا بدقماش آدمی ہے کیونکہ ۱۵۸۱ء میں اُسی کی مخبری پر ریوسکا کے چند مولدین کو گرفتار کیا گیا تھا جب اُن پر مقدمہ قایم کیا گیا تو اُنہوں نے مذہب سے روگردانی کا تو اقرار کر لیا لیکن جن جرایم کا پیریز نے اُنہیں متہم کیا تھا وہ ثابت نہ ہو سکے۔ ان میں سے ایک کی شہادت سے یہ معلوم ہوا کہ پیریز نہایت کمینہ آدمی چور اور جعلساز* ہے۔ پیریز پر مقدمہ قایم ہوا وہ اپنی جوابدہی میں برابر اپنی صداقت پر زور دیتا اور یہ کہتا رہا کہ جو خبریں میں نے دی ہیں وہ صحیح ہیں لیکن ساتھ ہی اُس نے یہ بھی اقرار کیا کہ مجھے مولدین سے اس خدمت کے عوض میں تنخواہ ملتی ہے کہ محکمۂ احتساب و محنہ کی کارروائیوں سے اُنہیں مطلع کرتا رہوں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوا کہ اُس نے بہت سے گواہوں سے بحلف جھوٹے بیان دلوائے ہیں اور بہت سے جعلی خطوط بنائے ہیں۔ جتنے مولدین مجرم بنائے گئے تھے وہ سب بری کر دیئے گئے اور پیریز اور اُس کے پیش کردہ گواہوں کو سزاء ہوئی۔ ادعائی سازش صاف طور پر جھوٹ اور بناوٹی تھی لیکن اس سے اتنا ضرور فایدہ ہوا کہ فکر برابر قایم رہا۔ ان تمام باتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطرات کس طرح ناسور بن گئے تھے اور ان سب کی وجہ یہ تھی کہ مولدین کی غیر طبعی حالت بنا دی گئی تھی محکمہ صدر کے خط مورخہ ۲۲ رجون ۱۵۸۵ء اسمی محتسبین بلنسیہ سے اس پر اور بھی زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ اس خط میں اُن کی توجہ شاہی حکم مورخہ ۱۲ رفروری ۱۵۸۲ء پر مبذول کرائی گئی تھی جس میں تحریر تھا کہ مولدین کی سازشوں کے خبر رکھنے میں وہ بہت ہوشیاری کو کام میں لائیں اور اُن کو تاکید کی گئی تھی کہ مولدین کی شرارت آمیز تدابیر پر وہ ہر وقت نظر رکھیں اور جو کچھ وہ دیکھیں یا سنیں اُس کی فوراً حکام سر قسطہ کو اطلاع دیدیں۔

یہ متفکرانہ نگرانی اور ہوشیار رہنے کی یہ تاکیدیں برابر جاری رہیں محکمہ صدر نے اپنے ایک خط مورخہ ۳ ر ستمبر ۱۵۸۹ء میں محتسبین بلنسیہ کو لکھا کہ بادشاہ کو ابھی معلوم ہوا ہے کہ مولدین کے کچھ

---

* ۱۵۸۱ء میں اس ادعائی سازش کے جرم میں بہت سے آدمیوں کو سزاء موت دی گئی مسلمانان الجیریا نے اس کے انتقام میں ایک معززہ عیسائی کو جو اُن کے قبضہ میں تھا سخت عذاب دے دے کر مار ڈالا۔ (مصنف)

برارادے ہیں، اور اس کے لئے جو تدابیر وہ اختیار کر رہے ہیں اُن سے بھی بادشاہ کو مطلع کیا گیا ہے۔ تین گاڑیاں ایسی پکڑی گئی ہیں جن میں بارود بھری ہوئی تھی، مولدین اُس کو مال تجارت بنا کر یا نزہ سے اویلا لئے جاتے تھے۔ لہذا محتسبین کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ نہایت احتیاط کے ساتھ اور خفیہ طور پر، جو سازش ہو رہی ہے اُس کا پتہ لگائیں اور یہ معلوم کریں کہ مولدین کس سے خط و کتابت کر رہے ہیں، آیا وہ گندھک اور شورہ کی خرید و فروخت کر رہے اور بارود بنا رہے ہیں یا نہیں اور آیا اُن کے پاس ہتھیار پوشیدہ یا ظاہر ہیں یا نہیں۔ جو کچھ معلوم ہو اُس سے بصیغہ راز مُہری خطوں میں، معہ اپنی راء اور اپنے مشورہ کے، اطلاع دیں +

فرانس میں مذہبی جنگ کے ختم ہونے، بادشاہ کو اختیارات شاہی حاصل ہونے اور ہنری چہارم جیسے قابل بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے سے اُس طرف کا خطرہ اور بھی زیادہ بڑھ گیا، خصوصاً اس لئے کہ ہنری کو سپین سے انتقام لینے کے بہت سے وجوہ تھے۔ ماہ مئی ۱۶۰۲ء میں کاونٹ آف بے ناوین تے، وایسراء صوبہ بلنسیہ کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ تحقیقات کر کے رپورٹ کریں کہ آیا اُس کے صوبہ کے مولدین فرانس والوں سے کچھ رسل و رسایل رکھتے ہیں یا نہیں۔ وایسراء مذکور نے اس کا جواب نفی میں دیا، مگر ساتھ ہی یہ لکھا کہ اُن کے تعلقات ترکوں سے پہلے کی نسبت بھی زیادہ گہرے ہو گئے ہیں، اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ حال ہی میں جو فرمان شاہی جاری ہوا ہے اُس سے اُن کے اوپر بہت زیادہ بوجھ پڑ گیا ہے۔ ارغون کے مولدین سے اس کی زیادہ توقع تھی کہ وہ فرانس کے ساتھ سازباز کریں گے، وہاں فرانس کے آدمی زیادہ ہیں، گو بلنسیہ میں بھی پندرہ سولہ ہزار فرانسیسی ہیں۔ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس پر پوری طرح سے غور و تامل کرنا چاہیئے۔ کونسل آف سٹیٹ نے اپنی مجلس شوریٰ کے بعد ۱۰ اگست کو فلپ سوم کے سامنے اس رپورٹ کو پیش کرتے ہوئے لکھا کہ "اور معاملات کے مقابلہ میں یہ معاملہ نہایت اہم ہے، اور اس پر فوری کارروائی ہونی چاہیئے"۔ ایک شخص بارٹولمی صقلیہ (سسلی) جاتا ہوا گرفتار کیا گیا، کیونکہ اس شخص نے طیطوان سے کوئی خط لکھا تھا۔ واقعہ بالا سے چھ مہینہ بعد یہ خط

پیش کرتے ہوئے کونسل نے اپنی اُسی راۓ پر پھر توجہ دلائی؛ نیز یہ لکھا کہ "مولدین بادشاہ مراکش سے خط وکتابت کر رہے ہیں، اور حال ہی میں اُنہوں نے ایک سفیر ترکوں کے پاس بھیج کر اُن کو تاکید کرائی ہے کہ وہ سپین پر حملہ کریں۔ یہ سفیر قرطبہ سے آیا تھا، قسطنطنیہ میں اُس کے ساتھ اچھا سلوک ہُوا، مگر چونکہ اس مہم میں دقتیں بہت معلوم ہوتی تھیں اس لئے وہ بے نیل مرام واپس آگیا۔"

مولدین نے ترکوں اور افریقیہ کے مسلمانوں سے امداد حاصل کرنے پر جو توقعات باندھی تھیں، وہ خواب سے زیادہ وقیع نہ ثابت ہوئیں؛ مگر ۱۶۰۲ء میں اس کی کافی وجہ پائی جاتی ہیں کہ فرانس سے اُن کو مدد ملنے کی امیدیں تھیں۔ مجامع مولدین بلنسیہ نے اپنی طرف سے پانچ آدمیوں کو اس غرض سے نایب مقرر کیا کہ وہ بغاوت کا انتظام کریں۔ ایک فرانسیسی مارٹن ڈی آئی رونڈے، الاکوس میں رہتا تھا، اُس نے ان نایبین کو ایک فرانسیسی مخبر، پیسکوال ڈی اٹاینی، سے ملوادیا۔ ان لوگوں نے اس شخص کو اپنی تدابیر سے مطلع کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ ہم ملک سپین کو فرانس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ شخص نایبین میں سے ایک، مگیول الامی، کو معہ ایک عرضداشت کے، ہنری کے پاس لے گیا۔ یہ عرضداشت بلنسیہ کے مولدین کی طرف سے تھی اور اس میں لکھا تھا کہ اُن کے چھتّر ہزار خاندان، پانچ قبیلوں میں منقسم ہیں، ہر ایک قبیلہ کے تین تین نایبین ہیں، یہ معاملہ ان ہی لوگوں کو سپرد کر دینا کافی ہوگا۔ وہ ساٹھ ہزار آدمی بہم پہنچا سکتے ہیں، سواء ہتھیاروں کے اُن پر کچھ اور خرچ نہ ہوگا، اور وہ خود تمام چیزوں کا انتظام کرینگے بلکہ کچھ مددخرچ اپنی طرف سے ادا کرینگے۔ بلنسیہ بالکل ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر فرانس ہماری مدد کریگا تو یہاں کا بادشاہ ہم ہنری چہارم کو بنا دینگے۔ صرف قلعہ برنیا میں فوج ہے، باقی قلعوں میں نہیں ہے؛ مولدین کے قصبوں اور گانوؤں میں سواء ایک یا دو اہلکاروں کے کوئی عیسائی نہیں ہے۔ اگر ایک بیڑہ بھی ڈینیا میں آگیا تو سپین کے سارے آدمی بھاگ جائینگے، شہر بلنسیہ فرانسیسیوں کے ہاتھ آجائیگا۔ وہاں اسلحہ کا پورا ذخیرہ موجود ہے۔ اس عرضداشت میں

یہ بھی لکھا تھا کہ جس حالت میں کہ وہ اس وقت ہیں اُس میں وہ نہیں رہ سکتے، کیونکہ محکمۂ احتساب محنہ اُن کی جایدادوں کو چھینے لیتا ہے، وہ ہر خاندان سے دو ریال سالانہ وصول کرنے پر بھی قناعت نہیں کرتا، جس سے اُسے ایک لاکھ باون ہزار ریال وصول ہو جاتے ہیں، اُس کو ایسے مکر و فریب یاد ہیں کہ جن سے وہ بہت کچھ چھیننا چاہتا ہے اور ہم سے کہتا ہے کہ "یہ اپنے اوپر رحم سمجھو کہ ہم سب کچھ تم سے نہیں چھین لیتے۔" جو معافیات ہم کو بادشاہان ارغون نے دی تھیں اُن کے فرامین چارلس پنجم نے ہم سے لے کر جلا ڈالے۔ ارغون میں چالیس ہزار سے زیادہ خاندان ہیں، جو کم از کم چالیس ہزار آدمی بہم پہنچا دینگے، کیونکہ اُن پر بھی وہی ظلم ہوتے ہیں جو ہم پر ہو رہے ہیں، اور اُن سے محکمہ احتساب محنہ وہی وصول کرتا ہے جو ہم سے۔ اگر شاہ ہنری نوار کو دیکھیں گے تو وہ وہاں بہ نسبت دشمنوں کے دوستوں کی تعداد زیادہ پائینگے، کیونکہ بہت سے عیسائی اُن کے ساتھ شامل ہو جائینگے، قتلونیہ میں تین ہزار اور قشتالہ میں پانچ ہزار خاندان اس مبارک کام کے لئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں، یہودی اور پراٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائی الگ رہے، ان کی تعداد بھی خاصی ہے، گو یہ سب چھپے ہوئے ہیں، مگر ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں، ایک دوسرے کو تسلی دے، اور خدا تعالےٰ سے دعا کر رہے ہیں کہ سپین والوں پر حملہ کرنے کا اُن کو موقعہ مل جائے۔

ہنری چہارم پر اس عرضداشت کا ایسا اثر پڑا کہ اُس نے الامی کو ۱۲ ستمبر ۱۶۰۲ء کو مارشل ڈیوک آف لافورس، گورنر نوار اور برن، کے پاس یہ ہدایت لے کر بھیج دیا کہ وہ ایک تجربہ کار اور معتبر آدمی کو سپین بھیجیں کہ وہ تمام معاملات کو نہایت احتیاط اور غور کے ساتھ دیکھے۔ لافورس نے یہ راء دی کہ اگر بمبلونہ پر قبضہ کر لیا جائے، اور ملکہ الیزبیتھ ساتھ ہی کورونا پر حملہ کر دے تو بادشاہ فرانس اہالی بلنسیہ کو مدد دے سکتے ہیں۔ ہنری چہارم نے ایک آدمی تو الامی کے ساتھ بلنسیہ بھیجا، اور اسے ٹانیٰ کو انگلستان بھیجا کہ وہاں جا کر وہ ملکہ کے سکرٹری سے اس معاملہ میں گفتگو کرے، ملکہ الیزبیتھ نے اس تجویز کو پہلے تو پسند کیا، مگر جب اس گفتگو میں اور کچھ

طول ہؤا تو اسے ٹمائینی ۱۶۰۴ء میں ایک انگریز موسو مطلامس اولیور براکن کے ساتھ واپس چلا آیا؛ اتنے میں ملکہ الزبیتھ کا انتقال ہوگیا، اور لارڈ برگھلے نے اُن سے یہ کہہ دیا کہ جو معاہدہ سپین کے ساتھ حال ہی میں ہؤا ہے اُس کے رو سے انگلستان اس مہم میں شامل نہیں ہو سکتا، لیکن لارڈ مذکور نے اُنہیں روپیہ دے کر کہا کہ اُنہیں ہالینڈ سے مدد کی درخواست کرنی چاہئیے* ۔

اس عرصہ میں لافورس کا فرستادہ پندرہ مہینہ تک بلنسیہ میں وہاں کے حالات کو دیکھتا رہا؛ جب وہ وہاں سے واپس آگیا تو ایک اور شخص، پےنی سالٹ، سوداگر کے بھیس میں وہاں بھیجا گیا۔ وہ اُس مجلس شورے میں موجود تھا جو ٹوگا میں منعقد ہوئی، اور جس میں چھیاسٹھ نائبین شامل تھے۔ یہ مجلس ۱۶۰۴ء کی عید المیلاد کے قریب ہوئی تھی۔ اس جلسہ نے لیوس ایسکونز، باشندۂ الاکوائس کو بادشاہ منتخب کیا، اور یہ قرار دیا کہ خمیس الصعود (ہولی تھرسڈے)، ۷ اپریل ۱۶۰۵ء کو بغاوت شروع کی جائے۔ تجویز یہ تھی کہ دس ہزار مولدین شہر بلنسیہ کے پاس جمع ہوں، رات کے وقت یک لخت حملہ کریں اور جو "ضریح مبارک" ہر ایک گرجا میں ہوتا ہے اُس کو آگ لگادیں، عیسائی اُسے بجھانے دوڑینگے، اس کے بعد "فرانسیسی۔ فرانسیسی" کا شور مچادیا جائے، اُس کو سن کر جتنے فرانسیسی وہاں ہوں سب دوڑ آئیں، شہر کو لوٹنا شروع کردیں اور اسلحہ کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے قبضہ میں کرلیں۔ پینی سالٹ خوشی خوشی فرانس چلا گیا، مولدین نے اُس سے یہ وعدہ کرلیا کہ وہ اسّی ہزار مصافی آدمی مہیا کر کے تین شہروں پر فرانسیسیوں کا قبضہ کرادینگے، ان میں سے ایک کوئی بندر ہوگا، ضمانت کے طور پر اُنہوں نے ایک لاکھ بیس ہزار ڈوکیٹ لافورس کو دے دیئے؛ وہ پینی سالٹ کو بادشاہ کے پاس لے گیا، اور اُس کو اپنا بنایا ہؤا نقشہ دکھلایا،

---

* ہیوم اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ اس معاہدہ کے ہوجانے کے بعد جیمس اول نے فلپ سوم کے پاس کچھ کاغذات بھیج دیئے جو ملکہ الزبیتھ کے پاس سے نکلے تھے۔ ان کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہالی بلنسیہ، ملکہ مذکور اور سوئٹزرلینڈ کے پراٹسٹنٹوں کو اپنی بغاوت میں مدد کرنے کے لئے آمادہ کر رہے تھے جس لارڈ برگھلے کا ان کاغذات میں نام ہے وہ یقیناً رابرٹ سسل ہے، جو اُس وقت وائیکاونٹ کرین بورن تھا، اور پھر ارل آف سیلسبری ہوگیا۔ (مصنف)

اُن مقامات کا نشان دیا جہاں قلعبندی کرنے کی ضرورت تھی، نیز اور تمام امور سے آگاہ کیا، جو اس مہم کے لئے ضروری معلوم ہوتے تھے، اور یہ یقین دلایا کہ ان سب باتوں پر عمل کرنے سے سلطنت سپین کی بساط اُلٹ جائیگی۔ ہنری چہارم یہ سن کر بہت ہی خوش ہوا۔ مگر لافورس کی تحریر سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ وہ موقعہ اس مہم کے لئے موزوں نہ سمجھا گیا لہذا اُس پر عمل نہیں ہوا۔ غالباً صحیح معاملہ یہ ہے کہ مولدین کے پانچ نابیین میں سے ایک شخص، پیڈرو کورٹس، باشندہ الاکو اس غدار نکلا؛ یہ تمام سازش کسی طرح ظاہر ہوگئی اور ۲۳ جون ۱۶۰۵ء کو کورٹس، ای ٹامنی، الامی اور ایری او نڈرے کو والیسئر نے سزاء موت دی تو کورٹس کو اس سزا سے بچا لیا گیا۔ اُس وقت یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اس سازش کی تمام خبریں جیمس اول بادشاہ انگلستان نے دی تھیں، یہ بھی کہتے ہیں کہ ارغون کے محکمۂ احتساب و محنہ نے ایک مقدمہ کے دوران میں یہ سب تفصیلیں معلوم کرلی تھیں؛ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس سازش کے تفصیلی حالات مختلف مقامات سے معلوم ہوگئے تھے ٭

اس ناکامی کے بعد دو یا تین برس تک امن رہا، لیکن ۱۶۰۸ء میں ایک نیا شگوفہ کھلا؛ اس سے جو پریشانی پیدا ہوئی وہ آسانی سے رفع نہیں ہوئی۔ مراکش میں مولاء شیخ اور اُن کے بھائی مولاء سیدان کے باہم خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ مولدین بلنسیہ نے پچاس آدمی موخر الاسم کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ اس خانہ جنگی کی بہ نسبت تو یہ ضروری ہے کہ سپین کو ازسرنو فتح کیا جائے، کیونکہ نہ وہاں سپاہی ہیں نہ اسلحہ؛ اسلحہ جتنے بھی ہیں قریباً سارے ہمارے قبضہ میں ہیں۔ ہم دو لاکھ آدمی دے سکتے ہیں؛ اگر مولاء سیدان صرف بیس ہزار آدمی لاکر ایک بندر پر قبضہ کر لیں تو اُن کو اندرون ملک میں کوئی مقابلہ کرنے والا نہ ملیگا کیونکہ سپین کے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے، نہ اُس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ کسی سلطنت کا مقابلہ کر سکے۔ ہالینڈ والوں سے بھی خط و کتابت کی گئی کہ وہ کچھ جہاز دیدیں، مگر اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا، لیکن ہم اتنا مسالا بہم پہنچا سکتے ہیں کہ افریقیہ اور سپین کے درمیان میں پُل بنا دیں۔ ۱۶۰۹ء

میں مولاء سیدان نے مولاء شیخ کو زیر کر لیا' تو موخر الاسم نے سپین میں پناہ لی اور مدد کے بدلے میں الاراچی کا بندر سپین کو دیدیا۔ ۱۶۰۸ء میں جب فلپ سوم نے دیکھا کہ خطرہ سر پر کھڑا ہوا ہے' تو اُس نے شاہی کونسل کو حکم دیا کہ سب کام چھوڑ کر پہلے اس طرف توجہ کریں' کیونکہ یہ اہم الامور ہے۔ فلپ نے اس کو تسلیم کیا کہ واقعی سواحل سپین بالکل غیر محفوظ حالت میں ہیں' مولاء سیدان اُس کا جانی دشمن ہے' ترکی سلطان احمد اول ایران کی جنگ سے فارغ ہو چکا ہے' اور اب اُس کو اپنے یہاں کے باغیوں کی طرف سے بھی اطمینان ہے' سپین کے جتنے مقبوضات اٹلی میں ہیں وہ سب خراب ہو چکے ہیں' وہاں بھی بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے' اور وہ ہر وقت آمادہ فساد بیٹھے ہیں' گھر کی یہ حالت ہے کہ مولدین کا گروہ ہماری سلطنت سے بیزار ہے' اور ہمارا جوا اُتار کر پھینکنا چاہتا ہے' شاید خدا تعالےٰ اس وجہ سے ناراض ہے کہ ہم نے ان ملحدوں اور بدمذہبوں کے ساتھ مسامحت کی ہے' کیونکہ اُن کے عیسائی بنانے کی جتنی تدابیر ہم نے کیں اُن سب کی اُنھوں نے مخالفت کی۔ ان وجوہ سے اُس نے کونسل کو حکم دیا کہ سلطنت میں امن قایم رکھنے کی تدابیر پر غور کریں' مگر مولدین کا قتل عام مقصود نہیں ہے' نیز ایسی فوج کی فراہمی کی ترکیب بھی بتلائیں کہ جس سے ملک کی حفاظت ہو سکے ۔

یہ خطرہ' جو گویا فوراً ہی پیش آنے والا تھا' ختم ہو گیا' مولدین نے کچھ اور لوگ فتحمند مولاء سیدان کے پاس بھیجے' مگر اُس نے اُن کا مذاق اُڑایا اور کہہ دیا کہ میں اپنے ملک سے نکل کر قسمت آزمائی نہیں کرنا چاہتا' اگرچہ وہ تنجیر تک پہنچ گیا' مگر اُس نے وہاں کچھ دست درازی نہیں کی' کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ سپین کو ناراض کرے' اُس نے تاجروں کو یقین دلا دیا کہ وہ اُن کے ملک میں' بغیر کسی روک ٹوک کے تجارت کر سکتے ہیں۔ یہ ساری بساطیوں اور بھی اُلٹ گئی کہ مولاء شیخ کے بیٹے نے مولاء سیدان کو شکست دیدی' اُدھر سلطان احمد اول نے اپنا بیڑہ اٹلی کے سواحل پر بھیج دیا۔ یہ خوف خواہ کتنا ہی بے بنیاد کیوں نہ ہو حقیقت میں بیرونی خطرات ضرور تھے۔ ہنری چہارم نے جو طول طویل ارادے سپین کی سلطنت کو ہمیشہ

کیلئے ذلیل کر دینے کا اپنے نزدیک سوچا تھا اس میں وہ مولدین کو نہ بھولا تھا۔ اگرچہ بلنسیہ کے مولدین ۱۶۰۹ء کے موسم خزاں ہی میں نکال دیئے گئے تھے اور ارغون کے ۱۶۱۰ء کے موسم بہار میں مگر پھر بھی یہ سمجھا گیا کہ اب بھی اتنے باقی ہیں کہ اُن سے سپین کو سخت پریشانی ہو سکتی ہے جس وقت لیس ڈی گیوریس بعد سیوائے اٹلی پر حملہ کرنے والا' اور ہنری بنفس نفیس فلینڈرس پر فوج کشی کرنے والا تھا' فوج کو چالونس میں جمع کیا جا رہا تھا' اُسی وقت لافورس' دس ہزار آدمی لے کر' سپین پر حملہ کرنے والا تھا' اس میں مولدین مدد دینے والے تھے' اسی غرض سے اُن سے پہلے ہی تعلقات بڑھا لئے گئے تھے۔ وہ اور بادشاہ اس معاملہ میں مشورہ کر چکے تھے' کہ یکایک ۱۴ مئی ۱۶۱۰ء کو' جب ہنری اپنی گاڑی میں جا رہے تھے' ایک شخص کی چھُری نے سپین کو بدترین اندیشہ سے ہمیشہ کے لئے نجات دے دی۔ مولدین کی جلاوطنی اس وقت تک عملی طور سے پوری ہوگئی تھی' سپین کی بحری یا بری فوجیں ایسی نہ تھیں کہ ہنری کی سوچی ہوئی تدبیروں کے سامنے سر اُٹھا سکیں۔ بیرن ڈی سالیئ ناک' فرانسیسی سفیر قسطنطنیہ' نے ۲ مئی ۱۶۱۰ء بہت صحیح لکھا تھا کہ خواہ کتنے ہی مولدین وہاں سے کیوں نہ نکال دیئے جائیں پھر بھی سپین کو تکلیف و مصیبت میں ڈالنے کے لئے کافی باقی رہ جائینگے۔ کسی اور جگہ کی جنگ میں اگر ایک کراؤن خرچ ہوگا تو یہاں ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہوگا۔ جب جنگ چھڑ گئی تو سپین کو ایک مراویدی بھی نکالنا اُتنا ہی مشکل ہوگا جتنا کہ اور ملک کو ایک ڈبلون۔ اگرچہ یہ سازشیں اور یہ تدبیریں ساری بیکار رہیں' لیکن کم از کم اُن لوگوں پر جو یورپ کے معاملات سے واقفیت تامہ رکھتے تھے' یہ ثابت ہوگیا کہ سپین جو سلوک مولدین کے ساتھ کر رہا ہے اُس نے سلطنت کو اتنا کمزور کر دیا ہے کہ نہ اُس میں مدافعت کی طاقت رہی ہے نہ مخاصمت کی۔ یہ ملکی حالت ایسی تھی کہ اس دلدل میں سے نکلنا ضروری تھا' خواہ اس میں مال خرچ ہو یا جان' تھوڑا خرچ ہو یا بہت۔

باب دہم

جلاوطنی

وَلَقَدْ رَأَیْتَ مَسَاکِنَنَا مَسْلُوبَۃً — سُکَّانُہَا وَمَصَانِعًا وَظِلَالًا
وَلَقَدْ رَأَیْتَ الدَّہْرَ کَیْفَ یُبِیدُہُمْ — شِیبًا وَکَیْفَ یُبِیدُہُمْ اَطْفَالًا

سیاست دانانِ سپین کے ناخنِ تدبیر اِس عقدہ کے حل کرنے میں مدت سے مصروف تھے کہ آخر مولدین کا کیا کیا جائے۔ اُن کی موجودہ صورت وحالت ایسی تھی کہ ہر وقت کا کھٹکا اور ہر وقت کا خطرہ لگا رہتا تھا؛ ایسا انتظام کرنا نہایت ضروری تھا کہ جس سے ہمیشہ کے لئے اطمینان ہوجائے۔ اس کوشش میں کہ ملک بھر میں ایک ہی مذہب رہے، خوشامد وایذیت، ترغیب و ترہیب سے کام لے دیکھا گیا، مگر سب کچھ سعی لاحاصل ثابت ہوئی۔ مسامحت اور منصفانہ سلوک کی وہ پالیسی جس پر بادشاہان ماسبق عامل تھے، اب پھر اُسی سے کام لینا مشکل کام تھا، گو یہ صحیح ہے کہ اس پالیسی پر عمل پیرا ہونے سے مدجلین کئی صدیوں تک رام رہے تھے، اور یوں یہ پالیسی کامیاب رہی، شکال صرف یہ تھا کہ کلیسا کا اٹل قانون اس کی اجازت نہ دیتا تھا کہ وہ اپنے فولادی پنجے سے اُن لوگوں کو چھوڑ دے کہ جن پر اصطباغ کے نجات دہندہ پانی کی بوندیں پڑ چکی ہیں؛ دوسری طرف پادریوں اور امراء کی طمع وآز یہ چاہتی تھی کہ اُن کو تختۂ مشق ستم ہی رکھا جائے۔ ایک کاغذ ایسا نکلا ہے کہ اگرچہ اُس پر بدقسمتی سے نہ تاریخ ہے نہ کسی کے دستخط، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض دوراندیش لوگ بھی اُس زمانہ میں موجود تھے اِس تحریر

کا محرر لکھتا ہے کہ "جو لوگ اُس سرزمین میں غلام اور مظلوم ہوں کہ جہاں وہ بادشاہ رہ چکے تھے، تو اُن کا اپنے ظالموں اور اُن کے عقاید سے نفور ہونا طبعی بات ہے۔ اگر وہ قابو میں آ سکتے ہیں تو لطف و رفق سے۔ جو پادری کہ دنیاوی خود مطلبی میں منہمک ہیں، اُن کو چاہیئے کہ وہ اپنا سارا وقت اور اپنی ساری دولت اس پر صرف کر دیں۔ عیسائی بنانے کی جو کھلے بندوں کوشش کی جاتی ہے، اُس کو بند کر دینا چاہیئے، محکمہ احتساب و محنہ کو معطل کر کے بٹھا دینا چاہیئے، جو لوگ نقل وطن کر کے جانا چاہتے ہیں اُن کو جانے دینا چاہیئے۔ اُن کی شکایات کو رفع کرنے کی ہر ممکن تدابیر کرنی چاہئیں، اور جو لوگ کہ اُن کو اپنی زبان یا اپنے فعل سے رنج پہنچاتے ہیں اُن کو سزائیں دینی چاہئیں۔ زبانی الفاظ کا بہت خرچ کیا گیا ہے، مگر ڈوکیٹ بہت ہی کم خرچ ہوئے ہیں۔ بہت سے پادری ایسے ہیں کہ جنہوں نے دینی کاموں میں ہزاروں خرچ کیئے ہیں، اگر یہ لوگ اپنے علاقہ کے مولدین کو عیسائی بنانے میں اتنا ہی خرچ کرتے تو بادشاہ اور خدا دونوں کی بہت بڑی خدمت کرتے۔ کفار چین و جاپان کو عیسائی بنانے کے لئے کوشش کرنا بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص شیروں اور شتر مرغوں کے شکار کے لئے افریقیہ جاتا ہوا اپنے گھر کو سانپوں اور بچھوؤں سے بھرا ہوا چھوڑ جائے اگر کوئی شکاری ایک صحرائی باز کو پال اور سدھا سکتا ہے تو کیا ایک تعلیم یافتہ اور عقیل پادری صحیح ترکیبوں سے اتنا نہیں کر سکتا کہ مولدین کے دل اپنے ہاتھ میں لے لے*؟"

---

* اس تحریر میں ایک جگہ ایسکوریال کے شہر کا ذکر آتا ہے! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ تحریر اُس صدی کے ربع آخر کی ہے۔

سنہ ۱۶۰۴ء میں جو کونسل فلپ سوم کے سامنے بلنسیہ میں منعقد ہوئی تھی اُس میں ایک لائق عالم دینی نے یہ بحث کی تھی کہ مولدین کے ساتھ بمہربانی پیش آنا چاہیئے۔ اُس نے یہ کہا تھا کہ مولدین کو بجبر عیسائی بنایا گیا، اُن کے سر کے بال پکڑ کر کلیسا کے قدموں میں ڈال دیا، اور پھر اُن کو مرتد قرار دیا گیا، جس کے یہ معنی ہیں کہ گویا وہ برضا و رغبت عیسائی ہوئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کو عیسائیوں اور اُن کے مذہب سے دلی نفرت ہو گئی۔ اس کا صرف یہی علاج تھا کہ اُن سے پیار محبت کا سلوک کیا جاتا۔ قریباً یہی بات ایک اور پادری نے پوپ کو لکھی تھی، اور اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ انگلستان میں چالیس برس تشدد و تعذیب ہوئی، مگر کسی نے مذہب نہ چھوڑا۔ (مصنف)

یہ خیالات اُس زمانہ کے کلیسا اور سلطنت کے طبایع کے لئے اتنے بیگانہ تھے کہ ایک قلب بھی ایسا نہ تھا کہ جو اُن کو سننا گوارا کرتا۔ گو محکمۂ احتسابِ محنہ کے تشددات، اور اُس پر بیہودہ اور لغو طریقہ کلیسائی نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ جو لوگ بجبر عیسائی بنائے گئے تھے اُنہوں نے بظاہر اپنی صورت حال عیسائیوں کی سی بنالی تھی، اس سے پادریوں وغیرہ نے یہ سمجھ لیا کہ اگر کچھ علاج ہے تو صرف یہ کہ جبر اور ظلم اور زیادہ کیا جائے۔ اس کی نرم صورتیں اگر دیکھنی ہوں تو اُن لوگوں کے مشورے دیکھنے چاہئیں، جو اس معاملہ میں مشورہ دینے کی کم و بیش قابلیت رکھتے تھے۔ گارشیا ڈی لوائے سا، اسقف اعظم طلیطلہ نے ۱۵۹۸ء میں یہ تجویز پیش کی کہ مولدین کو حکم دیا جائے کہ وہ سوا پُرانے عیسائیوں کے اور کہیں شادیاں نہ کریں؛ لیکن فون سے کا نے کہا کہ ایسے نکاح خلاف قانون ہونگے، قطع نظر اس کے، جب تک کہ موجودہ قانون نافذ ہے، پرانے عیسائی ایسے تعلقات پر کسی طرح راضی نہ ہونگے، کیونکہ یہی قانون تو حلف دروغی، ہتک اور لڑائی جھگڑوں کی بنیاد ہے۔ اس کے علاوہ مولدین اپنے دین پر اس شدت کے ساتھ قایم ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بجاء اس کے کہ وہ لوگ عیسائی ہوں اور بھی زیادہ گمراہ ہوجائینگے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو یہ چاہتے تھے کہ مولدین کو اپنے ہی دین پر قایم رہنے دیا جائے، اور اصطباغ دینا بند کردیا جائے، کیونکہ اس سے اصطباغ کی بے حرمتی ہوتی ہے کہ اُن لوگوں پر مقدس پانی خرچ کیا جاتا ہے، جن کو اُس سے نفرت ہے؛ لیکن اُن پر ٹیکس اور محصول لگا کر اس طرح دبایا جائے کہ وہ خود عیسائی ہونے کی درخواست کریں؛ لیکن اس کے ساتھ ہی فون سیکا نے کہا کہ "یہ بھی ناممکن ہے، کیونکہ پوپ اس کی اجازت نہ دینگے؛ اس کے معنی یہ ہونگے کہ ہر شخص کا ضمیر و دل آزاد کردیا گیا، حالانکہ یہ تمام قوانین دینی کے رُو سے قطعاً ممنوع ہے؛ اصطباغ خدا کے ساتھ ایک ایسا تعلق ہے جو کسی طرح نہیں ٹوٹ سکتا؛ کلیسا وہ شفیق ماں ہے کہ اپنی اولاد کو کلیجہ سے لگائے رہتی ہے، اور کسی کو اپنے سے الگ نہیں کرنا چاہتی؛ کونسل آف ٹرینٹ یہ چاہتی ہے کہ پیدائش کے وقت سب کو اصطباغ دیا جائے، اور اس کے ساتھ ہی اصطباغ

یافتہ والدین کی اولاد کو اصطباغ دیا جائے، اور اُن پر تاوان لگا کر مجبور کیا جائے کہ وہ عیسائیوں کی سی زندگی گزاریں؛ یہ پراٹسٹنٹوں کی بکواس ہے کہ عقاید کے معاملہ میں ہر شخص مختار و آزاد ہونا چاہیئے؛ اس کے علاوہ اگر مولدین کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنی مراسم دینی آزادی سے ادا کریں تو اس سے سخت فتنہ پیدا ہو جائیگا، اور بہت سے عیسائیوں کو اُن کے ساتھ شامل ہونے کی جرات پیدا ہوگی"۔ ایک مشورہ یہ بھی دیا گیا کہ مولدین کے تمام بچوں کو پکڑ کر پرانے عیسائیوں کو تعلیم و تربیت کے لئے دیدیا جائے؛ لیکن اسقف اعظم رائے بیرا نے یہ کہا کہ مولدین میں چالیس ہزار بچے سالانہ پیدا ہوتے ہیں، اول تو اُن کو زبردستی پکڑنے سے بغاوت ہو جائیگی، اگر نہ بھی ہوئی تو دس یا بارہ برس کی عمر تک اُن کی پرورش و تربیت وغیرہ میں پرانے عیسائیوں پر اتنا بوجھ پڑیگا کہ اُس کا خرچ والدین سے لے کر پورا کرنا ناممکن ہو جائیگا۔* تجربہ کار ہمدردان بنی نوع انسان کی کمی نہ تھی، ان لوگوں نے یہ دلیل دی کہ اگر ایماندار اُستادوں کی نگرانی میں مولدین کے قصبات میں مدارس قائم کئے جائیں، مولدین کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے بچوں کو اُن مدارس میں بھیجیں، اور اگر پادری، اقبال گناہ کرانے والے اور واعظین دیانتدار، قابل تقلید چال چلن رکھنے والے، متقی اور پرجوش کام کرنے والے ہوں تو جتنی تکلیفیں اس وقت ہو رہی ہیں اُن سب کا بیس برس میں خاتمہ ہو جائیگا۔ مگر ان خیالات خام پیدا کرنے والے حضرات سے یہ کہا گیا کہ پہلے بھی غرناطہ، بلنسیہ اور طرطوشہ میں اسی غرض سے شاہی کالج قایم کئے گئے، مگر ایک میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ غرناطہ کا کالج موسومۂ سین مگیول، پندرہ برس تک نو عیسائیوں کے لئے مخصوص رکھا گیا، مگر آخر اُس کو پرانے عیسائیوں کو دیدیا گیا۔ تجاویز اور حکمت بازی

---

*۱۵۷۵ء کے قریب ڈاکٹر مگیول ٹوماس نے (جو بعد میں لریدا کے اسقف ہو گئے تھے) اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے یہ رائے دی تھی کہ ایک دن مقرر کر کے مولدین کے تمام بچوں کو پکڑ لیا جائے، پھر اُن کو کالجوں میں بزبردستی داخل کر دیا جائے اور جب وہ تعلیم پا چکیں تو اُنہیں پرانے عیسائیوں کے سپرد کر دیا جائے۔ پیریز، اسقف سیگوربے نے ۱۵۹۵ء میں اس قول کو بڑے زور سے پیش کر کے یہ لکھا ہے کہ یہ تمام خرچ مولدین کی جایداد کو ضبط کر کے پورا کیا جا سکتا تھا۔ (مصنف)

کی کوئی کمی تھی ہی نہیں، ۱۵۸۴ء میں ایک شخص انٹونیو نے بادشاہ کو ایک عرضداشت میں لکھا کہ تمام مولدین کو سیاگو میں بھیڑ بکری کی طرح جمع کر لیا جائے۔ یہ حصہ ملک مسطح ہے، اور یہاں سے سمندر بھی بہت دور ہے، یہ لوگ یہاں رہینگے تو ان کے دماغ سے وہ ہوائے غرور بھی نکل جائیگی جو غرناطہ کی بغاوت میں کچھ فتوحات حاصل کرنے سے پیدا ہو گئی تھی ۱۶۰۰ء میں یہ بھی گفتگو ہوئی کہ اُن کو خچر بانی، تجارت اور دوکانداری نہ کرنے دی جائے اور اُن سے جبراً صرف کاشتکاری ہی کرائی جائے، تاکہ اُن کے باہمی اختلاط سے جو خرابیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے وہ جاتا رہے۔

اگرچہ اس قسم کے بہت سے منصوبے گانٹھے جاتے تھے، اور یہ بجاءِ خود دلچسپ بھی تھے، کیونکہ ان سے عوام الناس کے خیالات مولدین کے متعلق ظاہر ہوتے ہیں، مگر ان کی اہمیت کچھ تھی تو صرف اتنی کہ وہ طالب علموں کی سی ذہن آرائی تھی اور بس۔ حکام وقت اور سیاست دانان عصر ایسی تدبیر اختیار کرنا چاہتے تھے جو بار آور ہو، اور جہت کا بھی کام ہو۔ ۱۵۹۶ء میں، وینس کا سفیر اگوسٹی نو نانی لکھتا ہے کہ "جلا وطن کرنا نقصان رساں سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اُس سے ملک غیر آباد ہو جائیگا، بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ایک خاص وقت مقرر کر کے تمام مولدین کو یک لخت قتل کر دیا جائے، اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اُن کے یہاں جو لڑکا پیدا ہو اُس کو خصی کر دیا جائے۔ گومیز ڈاویلا آف ٹولیڈو نے ایک طول طویل عرضداشت، موسومہ شاہ فلپ سوم، میں مقدم الذکر تجویز کی تائید کی تھی، اور جو خطرات کہ مولدین کی وجہ سے موجود تھے یا پیدا ہونے والے تھے، اُن کی بڑے دردناک الفاظ میں تصویر کھینچی تھی۔ قتل عام کا خیال اگرچہ نہایت مکروہ اور لرزا دینے والا تھا، مگر ایسا تھا کہ سب کا اُس پر اتفاق ہو گیا تھا، اور قریب تھا کہ اس پر عمل کیا جائے۔ ۱۵۸۱ء میں فلپ دویم تولزبن میں اپنے نو مفتوح علاقہ پرتگال کی گرد آوری کر رہے تھے، یہاں اُن کے مشیر اور عماید سلطنت نے، جن میں ڈیوک آف ایلوا کاونٹ آف چن چون اور جوان ڈی آی ڈیا کیوز شامل تھے، ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے یہ قرارداد کی کہ مولدین کو سفر دریائی پر بھیجا جائے، اور عین وسط بحر میں جہازوں کے تختے توڑ کر سب کو ڈبو دیا جائے، صرف اُن ہی لوگوں کو رہنے دیا جائے جو پورے

عیسائی ہو چکے ہیں اور سپین میں قیام رکھنا چاہتے ہیں۔ اس طرح مولدین بھی دفع ہو جائینگے اور افریقیہ کی آبادی بھی نہ بڑھیگی، جو اس وقت خوفناک صورت اختیار کئے ہوئے ہے؛ یہ قرار پاگیا کہ جب ازورس سے بیڑہ واپس آئے تو الونزو ڈی لیوا سے کہا جائے کہ وہ اس تجویز پر عمل کرے؛ لیکن اس ارادے سے باز رہنا پڑا، کیونکہ جب بیڑہ واپس آیا تو اُس کو فوراً ہی فلینڈرس بھیج دینا پڑا۔ جب ۱۶۰۲ء میں فلپ سوم واپس آیا تو اُس کو اس تجویز سے مطلع کیا گیا؛ اُس نے بھی سن کر بہت ہی اظہار خوشنودی کیا، اور کہا کہ اس وقت تک جتنی تجویزیں ہو رہی تھیں اُن سب میں یہی بہترین تجویز تھی۔ ان سب باتوں کے برعکس ۱۵۹۰ء میں ایک یہ تجویز پیش کی گئی کہ محکمۂ احتساب محنہ کو تمام مولدین قشتالہ کے برخلاف مقدمات قایم کرکے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا چاہئے، اُن کو قتل یا ہمیشہ کے لئے جلاوطن کردیا جائے، یا عمر بھر کے لئے جہازوں پر مشقت کرنے کے لئے بھیج دیا جائے۔ اس سے زیادہ ترحم آمیز وہ تجویز تھی جو اسقف اعظم رائے بیرا نے پیش کی کہ ایک مقررہ عمر تک کے تمام مولدین مردوں کو غلام بنا لیا جائے، اور اُن سب کو یا تو جہازوں کی مشقت پر، یا امریکہ کی کانوں میں، کام کرنے کو بھیج دیا جائے؛ یا بہتر یہ ہوگا کہ ہر سال کے لئے ایک تعداد مقرر کرلی جائے اور اُتنے ہی آدمی وہاں بھیج دیئے جایا کریں؛ چار ہزار نوجوان سالانہ کا بھیجنا شاید زیادہ مناسب ہوگا، یوں ان لوگوں کی تعداد خود بخود کم ہوتی چلی جائیگی۔

یہ ساری تجویزیں خواہ کیسی ہی وحشیانہ اور خلاف انسانیت تھیں، مگر کسی شخص کے ایمان وضمیر پر ان سے کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔ کثیر التعداد علماء دین نے یہ ثابت کردیا کہ یہ سب تجویزیں قانون دینی کے موافق تھیں۔ اصطباغ پاکر مولدین عیسائی ہو گئے ہیں، اس لئے وہ قوانین کلیسا کے ماتحت ہیں، اور چونکہ وہ سب مرتد اور ملحد ہیں اس لئے سب مستوجب سزاء موت ہیں۔ اگر اُن کو قتل نہ کیا جائے تو یہ ترحم اور فیاضی ہے، ورنہ اُن کے جرایم اتنے ظاہر و باہر ہیں کہ اُن کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اُن سب کو قتل کردینا خدا تعالےٰ

کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ اسقف اعظم رائے بیرا کے دلایل بھی یہی تھے۔ اس شخص میں اُس زمانہ کا تمام توحش موجود تھا ہی ۱۵۹۶ء میں جو تجاویز اُس نے پیش کیں اُس میں علماء دین کی مجلس نے کوئی بات خلاف قوانین دینی نہیں پائیں۔ اس سے بھی زیادہ زبان دراز فرے بلیڈا تھا، اُس نے مسکت استاد دینی سے یہ ثابت کر دیا کہ مولدین کا ایک ہی دن میں قتل عام کیا جا سکتا ہے؛ اگر یہ نہ ہو تو بادشاہ تمام بالغ مردوں کے قتل، اور مابقی آدمیوں کو غلامی دوام کی سزا دے سکتا ہے؛ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یہ حکم دے دے کہ اُن سب کو بطور غلام کے اٹلی یا امریکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دے؛ یا اپنے جہازوں میں اُن کو رکھ کر عیسائیوں کو اس محنت شاقہ سے چھڑا سکتا ہے؛ بالخصوص پادریوں کو؛ اس سے یہ رسم بھی اُڑ جائیگی کہ مفسد پادریوں کو وہاں اس غرض سے بھیج دیا جاتا ہے کہ اُن کے خرچ کا بار قیدخانوں پر نہ پڑے۔ بلیڈا نے اس پر زیادہ زور دیا کہ مولدین کو جلاوطن کرنے کے مقابلہ میں اُن کا قتل عام زیادہ مناسب ہے؛ اور اس کی یہ دلیل دی کہ یہ کام بڑے ثواب کا ہے؛ ایماندار عیسائیوں کی نگاہ میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہوگی اور ملحدین کو بھی اس سے تنبہ ہوگا۔ جب جلاوطنی شروع ہوئی تو اس شخص کی حرارت دینی یوں ظاہر ہوئی کہ اس نے یہ بھی لکھا کہ جب مولدین سواحل افریقیہ پر بحال پریشان پہنچینگے تو وہ یقیناً وہاں مر جائینگے؛ جس سے ویسی ہی سخت وبا پھیلنے کا اندیشہ ہے جیسی کہ سال گزشتہ میں کہ جس میں ایک لاکھ مسلمان مر گئے تھے۔ یہ صورت بھی ہمارے لئے بہت مفید ہے۔ بلیڈا کی کتاب کو حکام سپین نے پسند کیا، اور اس کی چھپائی کا خرچ فلپ سوم نے جیب خاص سے دیا؛ مگر جب اُس کے رقیب فون سیکا نے یہ کوشش کی کہ وہ روم میں شایع نہ ہونے پائے تو یہ حکم ہوا کہ سرکاری طور پر اُس کی تنقید کی جائے۔ ناقدین نے یہ راء دی کہ یہ کتاب غلطیوں سے مبرا ہے، اور پوپ کلیمنٹ ہفتم نے اپنے اقبال کرانے والے کارڈنیل بیرنی کے کہنے سے اس کو بڑے شوق سے ملاحظہ فرمایا*

---

* اس کتاب کا نام "صیانت معتبر" تھا۔ میری نگاہ سے بہت کم کتابیں بلیڈا کی اس کتاب جیسی دل لرزانے اور نفرت پیدا کرنے والی گزری ہیں۔ مذہب مسیحی کی جو تصویر اس کتاب میں کھینچی گئی ہے وہ یہ ہے کہ (صفحہ آیندہ دیکھئے)

ان ایک دوسرے سے مختلف تجاویز اور ذہن آرائیوں کے درمیان میں جلاوطنی کا خیال اپنا نقش جماتا رہا۔ فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے قشتالہ میں، اور چارلس پنجم نے ارغون میں اس سے باشندگان سپین کو روشناس کرا ہی دیا تھا؛ اگرچہ اُس وقت تو صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک چال ہے کہ جو مولدین کو گھیر کر بجبر عیسائی بنانے کے لئے پھیلایا گیا ہے۔ اس واقعہ اور یہودیوں کے ۱۴۹۲ء میں جلاوطن کرنے کے بعد کوئی شک نہیں رہ گیا کہ بادشاہ کو ایسا حکم دے دینے کے اختیارات حاصل ہیں۔ سوال صرف یہ باقی رہ گیا تھا کہ آیا اس کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ اس کے موافق و مخالف دونوں فریق قوی تھے سلطنت ارغون میں، بغاوت غرناطہ کے بعد ایک فریق کا سب سے زیادہ تعلق اس سے خاص طور پر پیدا ہو گیا تھا، کیونکہ وہاں مولدین زیادہ تعداد میں رہتے تھے، امرا، شرفا اور اہالی کلیسا کا آذوقہ اُن ہی پر منحصر تھا کیونکہ اُن سب کی آمدنی کا ذریعہ صرف وہی تھے؛ ان امرا وغیرہ کا اثر واقتدار زیادہ تھا، اور جب کبھی اس خصوص میں کوئی کارروائی ہونے لگتی تھی تو وہ اپنے اثر کو نمایاں طور پر ظاہر کر دیتے تھے۔ وہ اپنے مزارعین و رعایا کو اپنے ہاتھ سے کھو دینے سے ہمیشہ مخدوش رہتے تھے؛ اور غالباً اسی وجہ سے اس بحث و مباحثہ نے طول کھینچا؛ مگر عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے اس سہل سے سوال پر پوری طرح غور نہیں کیا گیا

(بقیہ نوٹ صفحہ سابقہ) یہ مذہب انتہاء سے زیادہ بے رحمی کا ڈھیر ہے، اور ہر وقت اس تلاش میں رہتا ہے کہ ایسے آدمیوں پر سخت ترین بے رحمیوں کی مشق کرے، جن کی کوئی حمایت کرنے والا نہیں۔ نیز یہ کہ اُس شخص نے مسیح علیہ السلام کو تخت سے اُتار دیا ہے جس کے سامنے یہودی انسانوں کی قربانی چڑھاتے تھے، غیر مسیحی لوگوں کی قربانیاں اُس کے خدا کی جناب میں سب سے زیادہ مستجاب ہوتی ہیں۔ اس کتاب کی سب سے زیادہ قابل افسوس خصوصیت یہ ہے کہ لائق مصنف نے خوفناک نتائج نکالے ہیں اُن کے لئے ایسے علماء دین کی سندیں پیش کی ہیں کہ جن کے سامنے سوائے سر تسلیم خم کرنے کے چارہ نہیں؛ یعنی پادریوں کے اقوال، دینی کونسلوں کے احکام، پوپوں کے فرمان اور نہایت مشہور و قابل علماء دین کے فتاوے۔ (مصنف)

کہ جو لوگ کہ اس سلطنت سے ناراض ہیں اُن کو یہاں سے نکل جانے کی اجازت دیدی جائے اس کی توجیہ یوں کی جاسکتی ہے کہ مولدین کی تعداد کے روز افزوں ہونے اور سپین کے باشندوں کے کم ہونے سے فکر ہونا ہی چاہئے تھا فرے بلیڈا، جس نے پچیس برس کامل اپنی جان کو اس میں کھپا دیا کہ کسی طرح سرزمین سپین کو اس قابل نفرت قوم سے پاک کر دیا جائے، اور اسی فکر میں وہ تین مرتبہ روم گیا، یہ سخت شکایت کرتا ہے کہ اُس کو مخالفت ہی سے سابقہ پڑا۔ وہ کہتا ہے کہ امراء نے اسی برس کامل اس کا تصفیہ نہ ہونے دیا، اور ہزاروں رنگ کے پردوں میں چھپا کر اس تنازعہ کو پیش کیا، اُن کو یہ امید ہے کہ جھگڑے وہ ہمیشہ کرتے ہی رہینگے۔ جو کونسل کہ بادشاہ نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے منعقد کی وہ زیادہ تر عوام الناس سے مشتمل تھی جن پر امراء بآسانی اپنا اثر ڈال سکتے تھے اس کونسل کی یہ عادت رہی کہ وہ ہمیشہ روم کو بھی رپورٹ کرتی رہی کہ ساری خرابی اس کی ہے کہ اسقف لالچی ہیں اور پادری اپنی بُری مثال پیش کرتے ہیں، اسی کونسل کے ہاتھ میں سب کچھ تھا، اور کسی اور کو از خود کوئی کارروائی کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اسقف اعظم رائے بیرا نے ایک مرتبہ بلیڈا سے یہ سوال کیا کہ کیا وہ اس کونسل سے نہیں ڈرتا، تو اُس نے یہ جواب دیا کہ "مجھے خدا کا حکم ماننا چاہئے، نہ کہ انسانوں کا" ۱۶۰۳ء میں محتسب اعظم گیووارا نے بلیڈا کے علاقہ کے قیس اعظم سے یہ حکم جاری کرا دیا کہ بلیڈا روم یا میڈرڈ میں اس معاملہ کے متعلق کچھ دخل نہ دے، لیکن اُس (بلیڈا) نے ۱۶۰۷ء میں نیپلس جانے کی اجازت لے لی، اور ماہ مئی ۱۶۰۸ء میں پوپ پال پنجم سے یہ حکم حاصل کر لیا کہ گو اُس کے قیس اعظم نے ممانعت کر دی ہے مگر اُس کو روم جانے کی اجازت ہے۔

باوجود ان تمام باتوں کے صرف ایک ہی قابل عمل ترکیب معلوم ہوتی تھی، یعنی جلاوطنی، جیسے جیسے بغاوت اور بیرونی حملہ کا خطرہ بڑھتا جاتا تھا لوگ اس پر اتفاق کرتے چلے جاتے تھے کہ مولدین کو عیسائی بنا لینے یا اُن کو اُن کی قسمت پر چھوڑ دینے کا معاملہ ناممکن ہوتا جاتا تھا ۱۵۵۱ء ہی میں پیڈرو ڈی الکوسر کہتا ہے کہ اگر ان کو جلاوطن کر کے اُن سے خلا و ملا

ہونے کی وبا کو روکنے کا انتظام نہ کیا جائیگا تو یہ مصیبت بڑھتی ہی چلی جائیگی۔ غرناطہ کی بغاوت ایسی چیز نہ تھی کہ جس کو یوں ہی نظر انداز کر دیا جاتا، اُس کی وجہ سے سخت احتیاط کی جانے لگی؛ مولدین کا جو یہ علاج سوچا گیا کہ اُن کو تمام قشتالہ میں متفرق کر دیا جائے، اس سے اُن میں اور بھی بے چینی پھیل گئی۔ جو وحشیانہ تجویز لزبن کی کونسل نے ۱۵۸۲ء میں کی تھی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجربہ کار سیاست دانوں میں سخت ہراس پیدا ہو گیا تھا، اور جب اُس پر عمل نہیں ہؤا تو اب سوا اس کے اور کوئی تدبیر باقی نہ تھی کہ مولدین کو جلا وطن کر دیا جائے۔ ۱۵۸۲ء میں بلنسیہ کے محتسبین نے ایک طول طویل رپورٹ پیش کی، جس میں اُنھوں نے اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی کہ مولدین کا چارۂ کار کیا ہے۔ آخر اُن کا اس پر اتفاق راء ہؤا کہ بلنسیہ کے مولدین کو جہازوں پر بٹھا کر، فوجی سپاہیوں کی حفاظت میں، نیوفاونڈلینڈ بھیج دیا جائے؛ وہاں ان سپاہیوں کو جاگیریں دیدی جائیں (جس طرح امریکہ میں فاتح سپاہیوں کو دی گئی تھیں) اور یہ مولدین بطور غلام کے اُن کی طرف سے مچھلیاں پکڑنے پر لگا دیئے جائیں۔ مگر سخت دقت اور مشکل یہ تھی کہ امرا ہر طرح کی تبدیلی کرنے کے مخالف تھے۔ رائے بیرا نے اسی موقعہ پر یہ تجویز پیش کی کہ یا تو ان کو جلاوطن کر دیا جائے یا اُن کے ساتھ قانون کے موافق عمل کیا جائے؛ اس ترکیب سے چند ہی روز کے عرصہ میں مولدین کا ایک آدمی بھی سرزمین سپین پر باقی نہ رہیگا۔ یہ تمام تجاویز فلپ کے سامنے پیش ہوئیں، اُس نے اپنے خصوصی انداز تذبذب سے جو جواب دیا اُس کو اس تفصیل سے تحریر کہ گویا بلنسیہ سے جلاوطنی ایک طے شدہ امر ہے، اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ یہ تمام معاملہ مشیرانِ شاہی کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر بات پر از سرِ نو غور کیا جانے والا تھا۔ اس کا جواب کونسل نے یہ دیا کہ بادشاہ کو مولدین کے چار یا پانچ زمینداروں اور امرا سے بھی مشورہ کرنا چاہئے۔ وہی تذبذب کا پرانا دُکھڑا شروع ہو گیا، جس کی وجہ سے اب تک کچھ طے نہ ہو سکا تھا، اور ہر چیز معلق رہتی چلی آئی تھی۔ ۱۵۸۴ء میں فلپ نے اس معاملہ پر پھر سختی کے ساتھ غور کرنا شروع کیا، مگر پھر اس کو

یوں ہی چھوڑ دیا گیا، کیونکہ سپین نے اپنا مشہور بیڑا انگلستان کو فتح کرنے کے لئے بھیجا ہوا تھا اور تمامتر توجہ اُسی طرف مصروف تھی۔ ۱۵۸۸ء میں کونسل آف سٹیٹ نے پھر فلپ پر زور ڈالا کہ اس معاملہ میں آخری فیصلہ کرکے ملک کو مہلکہ سے نجات دی جائے؛ کیونکہ دشمن بھرے پڑے ہیں اور اُن کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئی ہیں اُن کے انتقام کی فکر میں ہمہ تن مصروف ہیں؛ نیز یہ کہ اُن کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور پُرانے عیسائی متواتر کم ہوتے جا رہے ہیں۔ چند روز کے بعد یہ رپورٹ ہوئی کہ کیوروگا، محتسب اعظم و اسقف اعظم طُلیطلہ اس سے سخت پریشان ہو رہے ہیں کہ قشتالہ اور خاص کر طُلیطلہ میں مولدین کی تعداد بہت زیادہ ہے فلپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ محکمہ احتساب محنہ کو یہ تحقیق کرنا چاہئیے کہ اُن کے کتنے خاندان وہاں ہیں۔

یہ امر کہ ۱۵۹۰ء میں اس تمام معاملہ پر از سر نو تحقیقات ہونے والی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کیوروگا نے اپنے علاقہ میں ایک گشتی مراسلہ جاری کیا اور بادشاہ کی طرف سے وہاں کے حکام سے یہ رائیں طلب کیں کہ آیا مولدین کو ملک میں رہنے کی اجازت دیدی جائے یا نکال دیا جائے۔ اس مراسلہ میں یہ بھی حکم تھا کہ حکام متعلقہ اس معاملہ کے ہر پہلو پر غور کریں، اور دونوں پہلوؤں پر بحث کرکے یہ بتلائیں کہ مولدین کی جلاوطنی کیونکر عمل میں لائی جائے۔ یہ مراسلہ غالباً اُس کونسل آف سٹیٹ کے مشورہ پر لکھا گیا تھا جو ۵ مئی ۱۵۹۰ء کو منعقد ہوئی تھی اس میں دیگر کم و بیش بے رحمانہ تجاویز کے ساتھ دائمی جلاوطنی کی طرف رجحان ظاہر کیا گیا تھا۔ اس کا بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا، اور بادشاہ کے سکرٹری فرانسسکو ڈی آئیڈیاکیوز نے اپنے ایک مراسلہ مورخہ ۳ اکتوبر ۱۵۹۴ء میں اس پر اظہار بے صبری کیا کہ کوئی فیصلہ کُن بات قرار نہیں پاتی؛ ہمیشہ اس معاملہ پر بحث ہو کر رہ جاتی ہے اور پھر اس کو طاق نسیان پر رکھ دیا جاتا ہے، اب سے پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے، اور اندیشہ یہ ہے کہ یہی ہوتا رہیگا۔ اس مراسلہ میں یہ بھی درج تھا کہ "میں نے کیوروگا سے دو مرتبہ کہا کہ وہ محکمۂ احتساب محنہ کے ذریعہ سے مولدین کی مردم شماری کرائے؛ مگر نہ معلوم اس کے متعلق کچھ ہوا بھی یا نہیں۔" اُن ہی دنوں بادشاہ نے اپنے اس سکرٹری کو

کسی پرجوش مگر ناتجربہ کار آدمی کی ایک تحریر بھیجی تھی جس میں لکھا تھا کہ ملک میں جو گرانی ہے اُس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آبادی بڑھ گئی ہے اور یہ صرف اس طرح رفع ہو سکتی ہے کہ مولدین کو ملک سے نکال دیا جائے۔ یہ خیال صحیح نہیں تھا کیونکہ بمقابلہ پچھلی دو تین صدیوں کے سپین کی آبادی اُس وقت کم تھی۔ آیڈ یا کیور نے یہ بھی لکھا کہ اگر یہ مکروہ قوم جتنی نفع بخش ہے اُتنی اندیشناک نہ ہوتی تو ملک کا کونہ کونہ اُن کو دیدیا جاتا کیونکہ اُن کی ہر قسم کی صنعت وحرفت اور جزورسی کی وجہ سے ملک کا ترفہ وتمول اُن ہی کے ہاتھ میں ہے، اجناس کی ارزانی اور دیگر اشیاء کی قیمت کی کمی بھی اُن ہی کے طفیل سے ہو سکتی ہے۔ آبادی کی کمی سے ارزانی نہیں ہوتی بلکہ زیادتی سے ہوتی ہے، بشرطیکہ سب لوگ کام کریں۔ گرانی نتیجہ ہے عیوب کا، سُستی کا، تعیش کا اور ہر قسم کے آدمیوں کے وفور کا۔ غنیمت ہے کہ تعصب، غیظ وغضب اور جنون مذہبی کے ناپاک میدان میں سے کسی کی معقول رائے تو سننے میں آئی۔

اس وقت فلپ کی صحت جسمانی بالکل جواب دے رہی تھی، جس سے وہ مجبور تھا کہ سلطنت کے معاملات میں زیادہ دخل نہ دے، تذبذب تو اُس کی عادت میں داخل تھا، اُس پر یہ مجبوری ہو گئی کہ اس وقت وہ اپنی پالیسی قایم نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ جو کچھ اُس کے سامنے آتا تھا اُس میں اُس کے وزراء اور مشیروں، عامیوں اور پادریوں کی رائیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی تھیں۔ اس لئے ۱۵۹۵ء میں جو پالیسی بدل گئی وہ کچھ تعجب خیز بات نہ تھی، فلپ نے ایک مجلس شورے منعقد کی، اور اُس سے یہ کہا کہ مولدین کو تعلیم دینے کی ایک مرتبہ اور کوشش کی جائے۔ یہ تسلیم کیا گیا کہ یہ فرض اسقفون کا ہے، چنانچہ اُن کو حکم دیا گیا کہ اس طرف مصروف ہوں اور پادریوں کو روپیہ سے مدد دیں۔ مجامع مولدین نے یہ شکایت کی کہ جو لوگ اس کام کے لئے مقرر کئے گئے ہیں وہ خود جاہل ہیں، اس کے ساتھ ہی اپنے پچھلے جرموں سے اُنہوں نے معافی مانگی، اور آیندہ کی تعلیم کے لئے درخواست کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۵۹۹ء میں ایک فرمان جاری ہوا، جس میں کچھ روز اُن کو مہلت دی گئی، اور یہ بیکار کوشش کی گئی کہ مولدین اُس سے فائدہ اُٹھائیں

اس فرمان کے ساتھ ہی اساقفہ بلنسیہ کو حکم دیا گیا کہ وہ موجودہ حالت کے متعلق رپورٹ کریں ان رپورٹوں میں سے چند اب تک محفوظ ہیں، ان میں سے پیریز، اسقف سیگوربے کی قابل دید ہے، وہ نہایت تفصیل کے ساتھ سارے معاملات پر نظر ڈالتا ہے، اور جو جو تجاویز کی گئی تھیں اُن کی تنقید کرتا ہے، اور جلاوطنی کے سوال پر بہت مفصل بحث کرتا ہے، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چارہ کار اسی کو سمجھتا ہے، پہلے تو وہ تمام دلایل اُس کے موافق دیتا ہے، اور اس کے بعد اُس کے خلاف، پھر اُن کے جوابات دیتا ہے، اور اپنے مشکوک اجتہاد سے جلاوطنی کو جایز بتلاتا ہے۔ ایس ٹے بان، اسقف اوری ہیولا نے بھی اس معاملہ پر طبع آزمائی کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ تعلیم کے لئے کچھ معقول مہلت دینی چاہئے، اور اگر اس میں بھی ناکامی ہوئی تو بادشاہ کو چاہئے کہ وہ جتنے بالغ عمر کے مولدین سپین کے اور حصوں میں ہیں سب کو پکڑ لے، پھر بچوں کو پکڑا جائے؛ اور جب اس کا بھی کوئی اثر نہ ہو تو سب کو غلام بنا کر پُرانے عیسائیوں میں پہنچا دیا جائے ؛

ہم متضاد رائیں اور لاطایل غیر متناہی بحثیں دیکھ ہی چکے ہیں، جو فلپ کی عمر کے آخری سال میں ہوتی رہی ہیں۔ آخر کار ۱۳ ستمبر ۱۵۹۸ء کو اُس کی آخری گھڑی اس طرح آئی کہ اگر اُس کی پالیسی کے لاتعداد شکار یہ کہیں تو بالکل بجا ہے کہ "خداتعالےٰ نے اُن کا انتقام اُس سے لے لیا"۔ نقرس نے اسے گھلا ڈالا، دمہ نے اس کا دم بند کر دیا، قریباً دو مہینہ تک وہ بالکل بے حس و حرکت پڑا رہا؛ بس صرف اتنی سی جان باقی تھی کہ یہ ساری تکالیف برداشت کرتا رہے۔ تمام جسم پھوڑے پھنسیوں سے لدا ہوا تھا، جب ان کو شگاف دیا جاتا تھا تو ہر ایک پھوڑے میں سے ایسی سخت بدبودار آلایش نکلتی تھی کہ جس کمرہ میں وہ مرنے والا تھا، باوجودیکہ اُس میں بخورات سلگائے گئے، خوشبوئیں چھڑکی گئیں، پھر بھی اتنی سخت بدبو تھی کہ ناک نہیں دی جا سکتی تھی؛ جو تکلیفیں اُس کی جان ناتواں پر گزر رہی تھیں وہ اُن سے زیادہ تھیں جو اُس کے جلادوں نے بے گناہوں کی تعذیب کے لئے ایجاد کی ہونگی۔ باوجود ان تکالیف کے اُس کے صبر و استقلال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُن عقاید کا سخت پابند ہے جنہوں نے اُس کو اتنا شقی القلب بنا کر بڑے بڑے بےرحمانہ افعال کرائے

تھے۔ فرشتگان عذاب کے عقاب بھی اُس کے عقاید کو متزلزل نہیں کر سکے۔ وہ برابر راضی برضاء الٰہی رہا، اور اُس کے اس عقیدہ میں بھی کچھ تنزلزل نہیں آیا کہ جس موت کی وہ دعائیں مانگتا تھا وہ راحت و آسایش کا دروازہ ہے۔ اُس کے جو گناہ کہ لازمۂ سریع الزوال زندگانی انسانی ہیں وہ تو یوں دُھل گئے کہ اُس نے اعتراف گناہ کر لیا جس میں اُس کے تین دن لگے۔ باقی رہ گیا مابقی گناہوں سے طہور کامل، یہ جناب پوپ نے اپنے اختیارات روحانی سے کر دیا، اور وہ غریب ایک ٹُلی کا تبرک ہاتھ میں لئے ہوئے مر گیا۔ یوں شاہ فلپ سکون و اطمینان کی موت سے مرا*

*علامہ سکاٹ اپنی کتاب "تھرو سپین" میں فلپ دوم کی تصویر ایسکوریال میں دیکھ کر لکھتے ہیں :-

"....اُس کے بھاری سنگدلوں جیسے جباڑوں، نیم وا آنکھوں، زرد رنگ، جھلی جیسی کھال، پرشکن ابرو، بے چین چہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے جذبات پر بہت ہی بھدا نقاب پڑا ہوا ہے اور یہ شخص اپنی اصل طبیعت کو چھپانا چاہتا ہے مگر نہیں چھپا سکتا۔ اُس کی پیشانی پر صاف صاف اُس کے خوفناک زمانہ کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ اُس کے چہرہ پر ..... بے رحمانہ ایذائیں، غیر مذہب کے آدمیوں کا نام و نشان مٹا دینے کے لئے جنگیں، کلیسائی ظلم، زندہ جلانے کے لئے عدالتوں اور لڑائی کی تصویریں اور کہانیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اُس کی صورت کہہ رہی ہے کہ اُس نے مذہبی مجاہدات کئے ہیں، خود ایذائیں اُٹھائی ہیں، تاکہ اُن گناہوں کا کفارہ ہو جائے جن کی وجہ سے خدا تعالےٰ اُس سے ناخوش ہو چکا ہے۔

"اُس نے ایسکوریال کا یہ محل فرانس پر فتح پانے کی یادگار میں بنایا تو وہ کہا کرتا تھا کہ یہ دنیا کے عجائبات میں سے آٹھواں مقام ہے۔ اسی محل نے اُس کے مرتے ہی سولھویں صدی کی سب سے بڑی طاقتور اور تمام یورپ کے پولٹیکل معاملات کو اپنے ہاتھ میں رکھنے والی سلطنت کی ذلت کا تماشا دیکھا ہے۔ ..... اسی محل میں اس شخص نے اپنے تخت پر بیٹھ کر مولدین کی جلاوطنی کا حکم صادر کیا اور پھر اُس کو منسوخ کیا۔ ...... یہیں اس بے رحم مطلق العنان شخص کو اُس کے مغرور اجداد کا ترکہ ملا۔ اسی محل میں بیٹھ کر وہ نہایت تبختر کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ "میں ایک بے برگ و گیاہ پہاڑ پر بیٹھ کر صرف ایک پرچۂ کاغذ سے دونوں دنیاؤں پر حکومت کر رہا ہوں"۔ اسی محل کے ایک گندے کمرے کے فرش پر یہ شخص نہایت تکلیف کے ساتھ ایسی حالت میں مرتا ہے کہ اُس کے اراکین سلطنت اُس کی طرف رُخ نہیں کرتے، اُس کے دشمن اُس کو سخت حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور اُس کی وسیع سلطنت کے عرض و طول میں ہر شخص اُس کو شیطان مجسم سمجھ کر اُس پر لعنت بھیجتا ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۰ پر ملاحظہ ہو)

اور جو کام وہ اپنے عقیدہ کے موافق اپنا مآلِ زندگی سمجھتا تھا اُس کو پورا کر گیا۔ خدا تعالیٰ نے اُس کو مطلق العنان اختیارات کامل عطا فرمائے تھے، ان اختیارات کی رو سے اُس پر یہ ذمہ داری پڑتی تھی کہ وہ خدا کی زمین پر خدا کی سلطنت قائم رکھے۔ عقل کی جتنی روشنی اُس کو عطا فرمائی گئی تھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۹) جو بے قیاس خزانہ اس نے اقوام کو لوٹ کر، بلکہ تباہ کر کے جمع کیا تھا، وہ تبرکات جو اُس نے ایک جوش مذہبی کے ساتھ جمع کئے تھے، اور جن کو اہلِ کلیسا نے نہایت شان و شوکت کی رسمیں ادا کر کے ایسکوریال کے گرجا میں رکھا تھا، اُن کو فرانس کے سپاہیوں نے لوٹا اور جوتوں کے نیچے روندا۔ یہ تھا انجام اتنی بڑی عظمت کا۔ یہ عظمت قومی عزت کے عوض میں خریدی گئی تھی، قومی عزت اس پر قربان کی گئی تھی، جو عہود و مواثیق کسی کے ساتھ کئے گئے تھے وہ ایک باقاعدگی کے ساتھ اسی محل میں توڑے گئے، اور اپنی رعایا کے ہزاروں بلکہ لاکھوں بے گناہ افراد کے ملکی و مذہبی حقوق کو پامال کیا گیا......"

اسی کتاب میں علامہ سکاٹ فلپ دوم کے مرنے کی تصویر یوں کھینچتے ہیں:۔

"جن تکالیف کے ساتھ یہ ظالم مرا ہے وہ اس کی بدبختانہ زندگی کے ختم ہونے کے لئے بہت ہی موزوں تھیں۔ برسوں سے نقرس اس کو بُری طرح ستا رہا تھا۔ آخر اُس کی یہ کیفیت ہوئی کہ اُس کو دن رات میں کسی وقت بھی ایک لمحہ کا چین نہ آتا تھا۔ آخر اُسی کے کہنے سے لوگوں نے اُس کو زمین پر لٹا دیا، اور جب اُس کو اُٹھانے لگے تو وہ اس قابل ہی نہ رہا تھا کہ اُٹھایا جا سکے۔ اُس کی زندگی کے آخری آٹھ ہفتے ایسے گزرے کہ وہ ایک ہی کروٹ پڑا رہا۔ اُس کو ہذیان ہو گیا۔ تمام بدن میں پھوڑے تھے، اور اُس کے بستر پر لاکھوں کیڑے بلبلاتے تھے۔ اُن راہبوں نے، جو اُس کے مصاحب اور مشیر تھے، اور اب اُس کے طبیب تھے، اُس کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ وہ دعاءِ مریم، انجیل کی آیتیں وغیرہ پڑھتا رہے اور مجاہدات دینی کرے، مگر اُس کی تکالیف میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوئی۔ پوپ نے روم سے اُس کی مغفرت کا پروانہ اور سینٹ البنس کی پسلی کی ہڈی اُس کے پاس بھیجی۔ مگر بادشاہ کی بیماری تھی کہ ایک نہ مانتی تھی۔ آخر وہ گھڑی آ پہنچی جس کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اس ظالم نے اپنے اعترافِ گناہ میں تین دن لگائے، اور جیسے ہی یک شنبہ کا آفتاب طلوع ہوا یہ ستمگار اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے احکم الحاکمین کے حضور میں بلا لیا گیا......" آہ!

از مکافاتِ عمل غافل مشو ۔ (مترجم)

اُس سے اُس نے پورا کام لے کر حکم خداوندی کی تعمیل کی۔ اگر اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُس کی رعایا مفلس قلاش ہوگئی، اور لاتعداد مخلوق آلہی مصیبت میں پھنس گئی تو یہ اُس کا قصور نہیں تھا، بلکہ اُن عقاید کا گناہ تھا جن کی اُسے تعلیم دی گئی تھی۔ مگر جو کچھ بھی تھا وہ اپنے نفس سے یہ بات نہیں چھپا سکتا تھا کہ اُس کی چہل دو سالہ حکومت ناکامی پر ختم ہوئی۔ اُس نے ساری عمر اپنی تمامتر کوشش اس پر صرف کر دی تھی کہ انگلستان، فرانس اور ندرلینڈ اُس کے ہاتھ آجائیں۔ انگلستان نے اُس کے بیڑے کو غرق و تباہ کر دیا، اور وہاں کے بحری قزاقوں نے اُس کے سواحل کو لوٹا۔ رہے سہے جہازوں کو برباد کیا، اور کوئی اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکا۔ فرانس میں جو جمعیت اُس نے اپنی بنائی تھی، اور اُس پر اپنے ملک کی دولت صرف کی تھی، اُس کے ٹکڑے اُڑ گئے، ہنری چہارم، جو اُس کا جانی دشمن تھا، بادشاہ تسلیم کر لیا گیا، اور پوپ اُس پر مہربان ہوگیا۔ ہالینڈ اُس کے ہاتھ سے اس طرح نکلا کہ پھر اُس کے ملنے کی امید ہی نہیں رہی، یہاں تک کہ فلینڈرس کو اپنے قبضہ میں رکھنے کے لئے اُسے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگانا پڑا۔ اُسے جو کچھ کامیابی ہوئی وہ پرتگال میں؛ وہ بھی اس طرح کہ وہاں اُس کو اپنے جذبات جہاں سوزی دکھلانے اور کروڑوں خرچ کرنے پڑے اور پھر بھی اُس نے ڈاکوؤں کی طرح کمزور لوگوں سے ملک چھینا۔ یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں کہلا سکتا۔ لطف یہ ہے کہ اُس کے بعد اُس کے پوتے سے یہ ملک پھر چھین لیا گیا۔

اُس کے نوجوان بیٹے، فلپ سوم، کے تخت پر بیٹھنے سے مولدین کی حالت بد سے بدترین ہوگئی۔ عجب بات یہ ہے کہ نہ تو باپ نے اُن کے متعلق کوئی وصیت چھوڑی، نہ اُن خفیہ ہدایات میں جو وہ بڑی محنت سے اپنے بیٹے کے لئے چھوڑ گیا تھا، مولدین کا کوئی ذکر تھا۔ اُس زمانہ کے رسمی مذہبی خیالات بڑھ رہے تھے، کیونکہ بے تعداد خانقاہیں، اور اسی قبیل کی بہت سی چیزیں، نئی کُھل گئی تھیں۔ اس سے بھی زیادہ قابل افسوس بات یہ تھی کہ بادشاہ ڈیوک آف لیرما کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن گیا تھا۔ یہ شخص بحیثیت مارکوئس آف ڈینیا کے بہت سے مزارعین کا زمیندار تھا، اس لئے امید یہ تھی کہ وہ اُن پر نگاہ لطف رکھیگا؛ مگر ایک وقت یہ آن پڑی کہ اُس کی جو جاگیر ساحل ملنسیہ پر تھی

اُس پر بحری قزاقوں کا ہر وقت خوف لگا رہتا تھا۔ مولدین کے متعلق اُس کے جو خیالات تھے وہ اُس کی ایک تحریر مورخہ ۲ رفروری ۱۵۹۹ء سے معلوم ہوتے ہیں۔ اِس میں اُس نے بحث کرکے یہ راۓ ظاہر کی ہے کہ پندرہ سے ساٹھ برس تک کی عمر کے جتنے مولدین ہیں وہ سب مسلمان ہیں اور ایک ایک واجب القتل۔ اُن سب کو غلام بنا کر جہازوں کی مشقت پر لگا دیا جائے اور اُن کی جایدادیں ضبط کر لی جائیں؛ عورتیں اور ساٹھ برس سے زیادہ عمر کے مرد ملک بربر بھیج دیئے جائیں اور بچّوں کو مدارس میں تعلیم دی جائے۔ اس تجویز کی کونسل آف سٹیٹ نے بھی تائید کی؛ یہ کونسل یہ تجویز پہلے ہی پیش کرنے والی تھی کہ مولدین کو پُرانے عیسائیوں کے درمیان میں اس طرح بکھیر دیا جائے کہ جہاں پانچ سو عیسائی ہوں وہاں فی پچاس آدمی ایک مولد کو آباد کیا جائے۔ یہ امر کہ اس پر بہت جلد عمل پیرا ہونے کی ضرورت سمجھی گئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۵۹۹ء میں کونسل نے یہ تصفیہ کیا کہ خفیہ طور پر مولدین کی صحیح تعداد معلوم کی جائے؛ یہ کام قشتالہ سے شروع کیا جائے اور پھر بلنسیہ اور ارغون کے متعلق طے کیا جائے کہ اُن کی نسبت کیا کارروائی کی جائے۔ فرمان مہلت کی منظوری پوپ کے یہاں سے آگئی اب یہ دیکھنا تھا کہ ان سب باتوں کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اسقف اعظم رائے بیرا نے یہ چاہا کہ اس سے پورا فایدہ اُٹھایا جائے؛ چنانچہ اُس نے اپنی طرف سے ایک کلیسائی اعلان چھپوایا کہ جس میں مولدین کو یہ تنبیہ کی کہ اگر یہ ذرایع بھی، جو نہایت نرم ہیں، ناکام رہے تو بادشاہ نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ اُن سب کو جلاوطن کر دیا جائے۔ دوسری طرف امرا سے کہا کہ اگر وہ اپنے مزارعین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تو اُن کو عیسائی ہو جانے کی ترغیب دیں۔ اس صاف گوئی سے کونسل آف سٹیٹ گھبرا اُٹھی؛ اور اُس نے یہ حکم دیا کہ اس اعلان کو واپس لے لیا جائے؛ اور اگر کسی پادری یا واعظ نے ایسی ہی کوئی بات کہی ہو تو وہ بھی اُس کو واپس لے لے۔ مقصود یہ تھا کہ مولدین کو اپنے تباہ کئے جانے کا کسی طرح پہلے علم نہ ہونے پائے۔ بلنسیہ کے وایسرائے کاونٹ آف بے نے وینٹ کو یہ حکم دیا گیا کہ جو مولدین زیر تعلیم ہیں اُن کی حفاظت کی جائے کہ وہ سلطنت پر کسی نوع سے حملہ نہ کر بیٹھیں؛ نیز اُس سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ

مولدین سے ہتھیار لے لینے بھی ممکن ہیں یا نہیں ۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ فرمان بھی لاحاصل ثابت ہوا، اواخر ۱۶۰۱ء میں اسقف اعظم رائے بیرا نے ایک عرضداشت میں بادشاہ کو اطلاع دی کہ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ بیکار رہے۔ سپین کی اگر کوئی بیخ و بنیاد ہے تو وہ مذہب ہی ہے۔ جب سپین کا بیڑہ تباہ ہوا ہے تو رائے بیرا نے فلپ دویم سے کہہ دیا تھا کہ یہ خدا کی طرف سے تنبیہ ہے کہ "دوسرے ملکوں کو لامذہبوں سے خالی کرانے سے پہلے اپنے ملک کو کفار سے پاک کرو"۔ الجیریا پر جو مہم بھیجی گئی اور ناکام واپس آئی، تو اُس کی بھی یہی وجہ تھی۔ اُس نے اس پر بڑا زور دیا کہ سپین ہر سمت سے خطروں میں گھرا ہوا ہے۔ ایک طرف تو تمام اقوام کو اُس سے نفرت ہے، دوسری طرف پرتگال سے ہو کر انگلستان ہر وقت اُس پر حملہ کر سکتا ہے، اور فرانس، نوارا اور ارغون ہو کر ساحل کی طرف سے غیر عیسائی ہر وقت اُس کی تاک میں ہیں، اور نوّے ہزار خوفناک جنگجو دشمن قلب سلطنت میں اپنے ہم مذہبوں کی مدد کے لئے کمربستہ بیٹھے ہیں۔ راڈرک کے ہاتھ سے اُس وقت سپین نکلا کہ جب ایک بھی مسلمان ملک میں نہ تھا؛ جب غرناطہ میں بغاوت ہوئی تو جرمنی اور اٹلی سے فوج منگوانا پڑی؛ ساٹھ ہزار سپینی عیسائیوں کی جان اس پر قربان ہوئیں، اور آخر باغیوں سے صلح کرنا پڑی، شرائط صلح میں یہ بھی داخل تھا کہ جو پانچ یا چھ سو ترک اُن کی مدد کے لئے آئے تھے اُن کو بحفاظت نکل جانے دیا جائیگا۔ رائے بیرا کی اس تحریر کا شکریہ ڈیوک آف لیرما اور بادشاہ کے اقبال گناہ کرانے والے پادری فرے گیسپرڈی کارڈوا نے ادا کیا؛ ۱۳ر دسمبر ۱۶۰۱ء کو بادشاہ نے بھی اُس کا شکریہ ادا کیا، اور یہ حکم دیا کہ وہی کوئی تجویز ایسی پیش کرے کہ جو نرم بھی ہو اور نفع بخش بھی۔ اس پر اُس نے بڑا طول طویل جواب دیا، جس کے شروع میں اُس نے توریت کی وہ آیات درج کیں، جن میں یہ حکم ہے کہ دشمنان خدا کو بغیر کسی طرح کے رحم کے قتل کر دیا جائے، اور بادشاہ کے یہ فرائض بتلائے گئے ہیں کہ اُن کا نام و نشان بھی مٹا دے۔ اس کے بعد اُس نے لکھا کہ مولدین ضدی ہیں، یقینی کافر ہیں، اُن کا اگر کوئی علاج ہے تو صرف یہ کہ اُن کو سپین سے نکال دیا جائے

عیوب و نقایص کی جڑ اُکھاڑ کر پھینک دینا چاہیئے، اور یہ احتیاط کرنا چاہیئے کہ کہیں کوئی ایسی چیز نہ رہ جائے کہ جس سے وہ پھر جڑ پکڑ جائیں۔ بس یہی ترکیب عین کریم النفسی اور شفقت ہے۔ بادشاہ کو چاہیئے کہ وہ محکمۂ احتساب و محنہ کی معرفت اسقفوں اور پادریوں سے مولدین کے کفر او نمک حرامی کے ثبوت حاصل کرے، اور پھر اُن کو علی رؤس الاشہاد یہ حکم دے دے کہ اُن کو جلا وطن کر کے اُن کی جایدادیں ضبط کر لی جائینگی۔" رائے بیرا اپنے اس قول کو کہ "یہی کریم النفسی اور شفقت ہے" یوں ثابت کرتا ہے کہ "وہ سب سزاء موت کے مستحق ہو چکے ہیں، ورکریم النفسی اور شفقت بادشاہ کی خاص صفات ہیں، اس کے علاوہ اتنے کثیر التعداد آدمیوں کے قتل عام کرنے سے ایک آفت برپا ہو جائیگی جس احتیاط کی ضرورت ہے وہ صرف یہ ہے کہ حکام کلیسا کے اختیارات میں دست اندازی نہ ہونے پائے، ورنہ وہ اُن سزاؤں کے دینے کے قابل نہ رہینگے جو قوانین کلیسا کے موافق مقرر ہیں، مگر پوپ کے پاس اس کا بھی علاج ہے۔ بادشاہ کے ضمیر و ایمان کے لئے کسی اور احتیاط کی ضرورت نہیں ہے، اگر بادشاہ اس تدبیر پر عمل پیرا ہوگا تو وہ نہ صرف اپنی وفادار رعایا کو ظلم و ستم سے بچائیگا بلکہ شاہی خزانہ کو بھی معمور کریگا۔"

رائے بیرا نے یہ دعوے کیا کہ اس مصیبت کا جو ملک پر آئی وہی ذمہ وار ہے، اور فی الحقیقت اُس کی تعریف بھی کی گئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی تعریف کا مستحق نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اگر شاہ فلپ کا ضمیر اُس کو کچھ ملامت کرتا تو اُس کی طرف سے رائے بیرا نے اطمینان دلا دیا۔ لیکن سرے سے اسی میں شبہ ہے کہ آیا فلپ کے ضمیر و ایمان تھا بھی یا نہیں۔ اگر یہ کام رائے بیرا سے بھی نہ ہوتا، تو ایسے قابل علماء دین ڈھیر کے ڈھیر ملک میں موجود تھے کہ وہ اس کا سرانجام بآسانی کر دیتے، اور ثواب کے مستحق بنتے۔ رائے بیرا نے جو کچھ کیا وہ صرف یہ تھا کہ اُس نے بادشاہ کو یہ یاد دلا دیا کہ کفر و الحاد کے معاملہ میں ملکی عدالتیں اگر کوئی کارروائی کر سکتی ہیں تو بنگرانی کلیسا، ورنہ اُن کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اتنے کثیر التعداد مولدین کے خلاف پوپ کا حکم حاصل کرنے، یا محکمۂ احتساب و محنہ سے تمام قوم کے متعلق سزائیں دلوانا، اُن خفیہ تیاریوں کے منافی تھے جو جلاوطنی

کے لئے کی جانی مناسب تھیں۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ سات برس کے بعد جب مولدین جلا وطن کئے گئے تو کلیسا کے حدود اختیارات میں دست اندازی نہ ہو جانے کے خیال سے یہ معاملہ ملکی سمجھا گیا، اور سوا اس کے کہ ایک لغو سا اشارہ خدمت دین کا کیا گیا، اس جلا وطنی کے صحیح قرار دینے کے وجوہ صرف ملکی ہی بیان کئے گئے* +

---

* یہ امر کہ اس معاملہ میں کون شخص تعریف کا مستحق ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت رائے بیرا کے فرے بلیڈا زیادہ بے چینی پھیلانے والا تھا۔ اس نے جو اپنے حالات خود لکھے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے پادریت کو اپنی ترقیات کا زینہ بنایا ہے ۱۵۸۵ء میں اُس کی حیثیت ایک ادنےٰ خادم کنیسہ کی تھی کہ رائے بیرا نے اُس کو کوروبرا کے علاقۂ کلیسائی پر مقرر کر کے شماسوں کے گروہ میں شامل کر دیا۔ وہ اپنے علاقہ میں ایک پادری کے ماتحت کام کرتا رہا۔ ایک مرتبہ بلیڈا پھرتا پھراتا اُس علاقہ میں آیا تو اتفاق سے ایسے وقت پہنچا کہ ایک تیوہار کا دن تھا۔ پادری ذبیحۃ القدس بلند کر رہا تھا اور مولدین مذاق اُڑا رہے تھے۔ اُن کی یہ حرکت دیکھ کر بلیڈا کانپ اُٹھا۔ وہ فوراً ہی بلنسیہ گیا اور اپنے علاقہ کی پادریت سے استعفا دینا چاہا، مگر رائے بیرا نے منظور نہ کیا۔ اِس پر اُس نے اپنی تمام تر توجہ اس پر مصروف کی کہ کوئی ایسی تدبیر ہو کہ ذبیحۃ القدس اس بے ادبی سے محفوظ ہو جائے۔ جب وہ پورا پادری بنا تو کلیسائی علاقہ سے بچنے کے لئے وہ ڈومینیکی فرقہ میں داخل ہو گیا، اور حسب معمول چند سال راہبوں کے ساتھ ایک خانقاہ میں رہ کر ۱۵۹۱ء میں اس غرض سے روم گیا کہ وہاں پوپ کے سامنے یہ شکایت کرے کہ مولدین ذبیحۃ القدس کی بے ادبی کرتے ہیں۔ پوپ گریگوری چہاردہم نے فلپ دوم، کارڈینل الکزینڈر رینو اور رائے بیرا کے نام خطوط دیئے۔ اس خدمت کے بدلے میں اُس کو کلیسائی علاقہ سولانا کا ایک برس کے لئے پادری مقرر کر دیا گیا۔ یہیں رہ کر اُس نے ذبیحۃ القدس کی کرامات پر اپنی کتاب لکھی۔ پھر مولدین کے قبایح و سیئات سے پوری طرح واقف ہونے کے لئے وہ آٹھ برس تک اُن کو مختلف مقامات میں تعلیم دیتا رہا۔ یوں وہ شورش پھیلانے کے قابل بن گیا جس کو اُس نے انتہا پر پہنچا دیا۔ اُس کا یہ قول ہے کہ رائے بیرا جو کچھ کر رہا تھا اُس کی رفتار بہت سست تھی۔ ۱۵۹۶ء میں اُس نے اسقف اعظم (رائے بیرا) کو اپنا وہ رسالہ دکھلایا جس میں مولدین کے کفر و الحاد کے حالات درج تھے اور یہ کہا کہ میں اس کو چھپوانا چاہتا ہوں، تو رائے بیرا نے اُس کو منع کر دیا اور کہا کہ جب اُن کا اثر عیسائیوں پر نہیں پڑتا تو اس کی کیا ضرورت ہے (بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲۶ پر)

حقیقت حال یہ ہے کہ ۲ رجنوری ۱۶۰۲ء کو اُس کونسل نے، جس کے ارکین لیرما، کاونٹ آف مرانڈا، جوان ڈی آئی ڈیا کیوز، اور گیسپر ڈی کارڈووا (شاہی اقبال گناہ کرانے والا) تھے، مشورہ کر کے ایک تحریر پیش کی جس میں اُن کارروائیوں کا ذکر تھا جو حسب موقعہ کی جانے والی تھیں۔ اُس میں لکھا تھا کہ "یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ خود بادشاہ کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے ارغون میں فرانس کی طرف سے جو سازشیں ہو رہی تھیں وہ یا تو معلوم ہو چکی ہیں، یا اُن کے متعلق شبہ ہے۔ یہ سازشیں اس قدر متوحش ہیں کہ ممکن ہے کہ کسی وقت خطرناک صورت اختیار کر لیں، جیسی کہ تجویز ہے رقستالہ سے کام شروع کیا جائے، بہتر ہوگا کہ پہلے بلنسیہ میں کارروائی کی جائے، اور اگر ممکن ہو تو ارغون سے بھی، اور اس کے لئے کافی فوج مہیا رکھی جائے۔ آیڈیا کیوز اور مرانڈا اس کے موئید تھے کہ جتنے بالغ آدمی ہیں سب کو افریقیہ بھیج دیا جائے، اور بچوں اور اُن کو جو یہاں رہنا چاہیں، رکھ لیا جائے؛ یہ دونوں اس کے موافق نہ تھے کہ ان کا قتل عام کر دیا جائے، یا اُن کے جہازوں کے تختے توڑ ڈالے جائیں، کیونکہ اس کا امکان ہے کہ اُن میں بہت سے آدمی بے قصور ہوں، اور پوپ اس کی اجازت نہ دینگے۔ دوسری طرف لیرما اور فرے گیسپر یہ سمجھتے تھے کہ اصطباغ یافتہ لوگوں کو بربر میں بھیج دینا نہایت قبیح فعل ہے، وہ وہاں جا کر پھر مسلمان ہو جائینگے، اور خطرناک دشمن، کیونکہ سپین میں اسّی ہزار ایسے آدمی ہیں کہ جو اپنی بیویوں سے جُدا ہو جائینگے اور جایدادوں سے محروم، وہ سب کے سب فوراً ہی جایدادوں پر قبضہ کرنے اور بیویوں کو لینے کے لئے واپس آجائینگے۔ بہتر ہو کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۵) مگر بعد میں جب اُس نے بچشم خود مولدین کی کجروی کو دیکھا تو بلیڈا کو اُس رسالہ کے چھپوانے کا حکم دیا۔ اگرچہ بحیثیت عالم دین کے رائے بیرا کی یہ رائے تھی کہ مولدین کافر مطلق ہیں، مگر عملی طور پر وہ اُس عام خیال پر عمل کرتا تھا کہ بوجہ جہالت یہ لوگ معذور ہیں۔ اسی بنا پر وہ اُن کو نمازوں میں شامل کر لیتا تھا، اور عیسائیوں کے پاک کردہ قبرستان میں اُن کو دفن ہونے دیتا تھا۔ یوں رائے بیرا مولدین کے ساتھ وہ رعایتیں کرتا تھا کہ جو ایسی صورتوں میں کی جا سکتی ہیں کہ جہاں دو راہیں کھلی ہوں، اور مصلحت و موقعہ کے اعتبار سے ایک پر آدمی گامزن ہو سکتا ہے۔ (مصنف)

پہلے پوپ سے مشورہ کیا جائے۔ چاروں نے مل کر یہ سفارش کی کہ موسم بہار میں کام شروع کیا جائے، اور اس عرصہ میں اٹلی میں اور جہازوں پر فوج جمع رکھی جائے تاکہ اہلِ فرانس اُدھر کا رُخ نہ کر سکیں۔ اس کے جواب میں بادشاہ نے کونسل کو حکم دیا کہ اس معاملہ کو معلق نہ چھوڑا جائے، بلکہ اس کے متعلق فیصلہ اخیر کر دیا جائے؛ اگر بلا اس کے کہ کسی طرح کا روحانی نقصان ہو، مولدین جلاوطن کر دیئے جائیں تو اُس کے نزدیک زیادہ مناسب ہے؛ جلاوطنی بلنسیہ سے شروع کی جائے، اور اگر ارغون اُس کے ساتھ شامل کر لیا جائے تو بہت ہی اچھا ہے؛ جتنی بری و بحری فوج کا جمع ہونا ممکن ہو جمع کر لی جائیں، اور فوج کو منظم کر لیا جائے، ان تیاریوں میں جتنی بھی جلدی کی جائے مناسب ہوگی۔ اس حکم کی تعمیل کرنے کے لئے ایک فرمان کا مسودہ تیار کیا گیا؛ چونکہ وہ نسبتاً نرم ہے اس لئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت کا خوف سب پر طاری تھا۔ مولدین کو ایک مہینہ کی مہلت دی گئی کہ اُس میں وہ اپنی جایداد فروخت کر دیں، اور سپین سے جہاں چاہیں چلے جائیں؛ جو لوگ کہ ملک بربر کو جانا چاہیں اُن کو سفر کی سہولت بہم پہنچائی جائیگی؛ اگر وہ کسی اور عیسائی ملک میں جانا چاہیں تو ایسی تدابیر اختیار کی جائینگی کہ اُن کے ساتھ وہاں اچھا سلوک ہو؛ لیکن جو شخص کہ ایک ماہ سے زیادہ سپین میں ٹھہریگا اُس کو سزاءِ موت اور ضبطی جایداد دی جائیگی ۔

جیسا کہ معمول چلا آرہا تھا، اس کا بھی کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ غالباً اُس زمانہ کی طرزِ حکومت کے موافق، کارروائی کی تفصیلات کے متعلق لامتناہی بحث چھڑ گئی جس نے کچھ نہ ہونے دیا؛ یہاں تک کہ فرانس کے حملہ کا جو فوری اندیشہ تھا وہ جاتا رہا اور ۱۶۰۴ء میں انگلستان سے صلح ہوگئی۔ اور خرابات شنشم سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کلیسائی علاقوں میں اصلاح اور تعلیم کا انتظام کرنے کی کوشش شروع کر دی گئی تھی؛ یہ بھی اور سارے معاملات کی طرح بیکار رہی۔ ۱۶۰۷ء میں کونسل آف سٹیٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ سختی کی پالیسی اختیار کرنے سے پہلے یہ انتظار کر لیا جائے کہ اس اصلاح اور تعلیم کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس تساہل اور آئے دن کی پالیسی کی تبدیلی کی واقعی وجہ یہ تھی کہ شاہی خزانہ بالکل خالی تھا۔ آیڈریا کیوز نے بالکل صحیح کہا تھا کہ ۱۵۸۱ء میں لزبن کا معاملہ بھی اسی لئے ملتوی

کردینا پڑا کہ روپیہ نہ تھا، اور وہی دقت اب تک چلی جاتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ فلپ دینی معاملات میں بہت جوشیلا تھا، اسی لئے اُس نے مولدین کو نکال کر اپنے ملک کو پاک کیا، اگر یہ صحیح تھا تو اُس کو چاہئے تھا کہ وہ اٹھارہ لاکھ ساٹھ ہزار ڈوکیٹ کی رقم، جو ۱۶۰۴ئہ میں پرتگال کے نو عیسائی یہودیوں نے اپنے گناہاں سابقہ کے کفارہ میں ادا کی تھی (گو اساقفہ اس کے سخت خلاف تھے) وہ رقم اس ثواب کے کام میں خرچ کردیتا۔ یہودیوں سے جب یہ سودا کیا گیا تو یہ بھی مشہور ہُوا تھا کہ مولدین بھی اتنی ہی رقم اپنے گناہوں کے معاوضہ میں دینے پر آمادہ ہیں ٭

پھر ۱۶۰۸ئہ میں مولاء سیدان کا اندیشناک معاملہ پیش آگیا۔ ۳۰ جنوری کو کونسل کا اجلاس کامل منعقد کرکے تمام پُرانے کاغذات پر غور کیا گیا، اور ہر ایک رُکن کی راء طلب کی گئی۔ اسقف رائے بیرا مولدین کے عیسائی ہونے سے ناامید ہوہی رہا تھا، کیونکہ پادری اس وجہ سے کسی کام کے کرنے کے ناقابل تھے کہ اُن کے پاس روپیہ نہ تھا؛ جاہل اور بدچلن آدمی علاقوں کے پادری مقرر کئے گئے، جن سے بجاء نفع کے نقصان پہنچا، لیکن چونکہ پوپ نے یہ حکم دیا ہے کہ اُن کی تعلیم کی کوشش کی جائے اور صوبہ وار کونسلیں منعقد کی جائیں، اس لئے یہ کرنا پڑیگا؛ مگر بہرحال اُن کے ساتھ نرم ترین سلوک یہ ہے کہ اُن سب کو بربریں بھیج دیا جائے۔ کارڈینل سین ڈوول، اسقف اعظم طلیطلہ نے کہا کہ تمام قوم کے خلاف فتوے صادر نہیں ہوسکتا؛ بادشاہ کو چاہئے کہ اُس کے دل میں جو کچھ خداتعالے القا کرے اُس پر عامل ہوجائے اور کسی سے مشورہ نہ لے۔ باقی اراکین نے کہا کہ جلاوطنی نہایت ضروری ہے؛ مولدین کی تعداد بڑھ رہی ہے، اور پُرانے عیسائیوں کی کم ہوتی چلی جارہی ہے؛ چند روز میں یہ نتیجہ ہوگا کہ مولدین کی ملک میں کثرت ہوجائیگی؛ اس سے یقیناً امرا اور زمینداروں کو نقصان پہنچیگا، لیکن اُن کا معاوضہ یوں ہوسکتا ہے کہ اُن کے مزارعین کی تمام اراضی اُن کو مل جائیگی، اور چند سال کے بعد اُن کی زمینیں پھر معمور ہوجائینگی۔ آخر اس پر بحث شروع ہوئی، اور اس کا سب سے بڑا پہلو یہ رہا، کہ جو ذرایع اختیار کئے جائیں اُن پر تفصیلی نگاہ ڈال لی جائے، ہر قسم کی احتیاط کرلی جائے اور تمام معاملہ خفیہ رکھا جائے؛ بچوں کا معاملہ البتہ دقت طلب تھا، کیونکہ کونسل میں ایسے دیندار موجود تھے جو

یہ نہ چاہتے تھے کہ ان اصطباغ یافتہ بچوں کو افریقیہ میں جانے دیا جائے کہ وہ وہاں جاکر مسلمان ہوجائیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس منحوس خیال کے لوگ بھی موجود تھے کہ جنہوں نے کنایتہً یہ کہا کہ تمام بالغین یا توقتل کرڈالے جائیں، یا غلام بنالئے جائیں جس صوبہ وار کونسل کے منعقد کرنے کا حکم پوپ نے دیا تھا وہ ۲۲ نومبر کو ہوئی، لیکن مولدین کا جلاوطن کیا جانا طے ہوچکا تھا، اور دکھلاوے کے لئے جو کوشش تعلیم دینے اور عیسائی بنانے کی کی گئی تھی وہ صرف اس واسطے کہ مولدین کو یہ خیال بھی نہ آسکے کہ اُن کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

یہ ناممکن تھا کہ اُن کو یہ بھی خبر نہ ہونے دی جائے کہ اُن کے متعلق کچھ آخری کارروائی ہو رہی ہے، چنانچہ رفتہ رفتہ حالت کچھ مشوش ہوتی چلی گئی۔ اکتوبر میں ٹوماس ڈی بورجا، اسقف اعظم سرقسطہ، نے یہ رپورٹ کی کہ بہت سے مولدین فرانس چلے جارہے ہیں، اور تمام آدمیوں میں بے چینی نظر آتی ہے، بعض جگہ اُنھوں نے اپنے گروہ بنالئے ہیں، شوارع عام پر ڈاکے مارتے اور جتنے عیسائی اُن کو ملتے ہیں سب کو قتل کئے ڈالتے ہیں۔ بلنسیہ میں وہاں کا وایسرائے کراسے نا، یہ احکام نکالتا نکالتا تھک گیا کہ ہتھیار حکام کے سپرد کردیئے جائیں، جتنے اجنبی علاقہ میں آئیں سب کا نام درج کرایا جائے، ایک وقت مقررہ کے بعد کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلے کوئی میلا یا اکھاڑہ نہ ہو کہ جس میں بدقماش لوگ آکر جمع ہوں۔ مولدین نے سکوں کی ایسی خراب حالت کردی تھی کہ وہی لرزانے کے لئے کافی تھی، اور اس کا سخت فکر لگا ہُوا تھا۔ اس وقت ملک میں جو سکہ چل رہا تھا اُس میں سچے چاندی کے قسم کی کوئی قیمتی چیز نہ تھی، یہ ناکارہ سکہ ویلون کہلاتا تھا، جب خود گورنمنٹ ہی سکہ قلب بنائے تو دوسروں کو اس نفع بخش کام سے روکنا ناممکن تھا، مولدین نے خاص طور پر سکۂ قلب بنانا شروع کردیا تاکہ اُن کے آڑے وقت میں کام آسکے ۱۶۰۵ء ہی میں ارغون میں کئی آدمیوں کو سکہ قلب بنانے کے جرم میں سزائیں دی گئیں۔ ان ہی مقدمات کے دوران میں یہ معلوم ہُوا کہ اُنھوں نے نہ صرف ویلون ہی بنائے ہیں، بلکہ ایسی ریال بھی چلائے ہیں جن میں آدھی چاندی تھی اور آدھا کھوٹ۔ بلنسیہ میں تو اُنھوں نے اور بھی ستم کیا، کیونکہ وہاں اُن کو اپنا مستقبل بہت

تاریک نظر آرہا تھا اور وہ ہر وقت خوفزدہ رہتے تھے اُنہوں نے کمال کیا کہ لوہے کے ٹکڑے لے کر اُن پر قلعی کر کر کے سکہ بنا لئے، اور تعداد کثیر میں اصل قیمت کے پانچویں حصہ پر عیسائیوں کے ہاتھ بیچ ڈالے، یہ ناکارہ چیز بینکوں میں جمع کر دی گئی، اور یہاں سے بطور اصل سکہ کے نکل کر فروخت ہوئی۔ سلطنت کو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں اسی بنا پر بغاوت نہ ہو جائے، لہٰذا اس لئے اُس نے اُس کو بھی سکہ صحیح تسلیم کر لیا۔ اس سے جو جو تکلیفیں ہوئیں، اُن کا ذکر ہم آگے چل کر کرینگے۔

اب معاملہ اس حد پر پہنچ گیا تھا کہ صرف عملی کارروائی کی کسر رہ گئی تھی۔ اپریل ۱۶۰۹ء میں فلپ کے حکم کے جواب میں کونسل آف سٹیٹ نے ایک متفقہ عرضداشت پیش کی۔ یہ تحریر ایک عجیب معجون مرکب ہے، کیونکہ اس کے لکھنے والے حکام دینی و ملکی دونوں تھے۔ ان سب نے متفقہ طور پر یہ لکھا کہ بادشاہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اُن جرائم کو روکے جو حکم خدا کے برخلاف ہیں، اگر ایسا نہ ہوگا تو ممکن ہے کہ اُس کے غضب سے سلطنت تباہ ہو جائے، مذہب مسیحی کے لئے اگر کوئی چیز قلعہ کا کام دیتی ہے تو وہ سلطنت ہے۔ سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ مولدین کو جلاوطن کر دیا جائے، مسلمانوں اور مولاء سیدان کا خوف بہت صحیح قرار دیا گیا، ڈیوک آف لیرما نے تو یہاں تک تسلیم کر لیا کہ سپین کے مفتوح اور تباہ ہونے کا ہر وقت اندیشہ لگا ہوا ہے۔ اس تحریر میں اگرچہ اور تجاویز کی طرف اشارہ ہے، مگر وہ صرف تذکرۃً۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارکین کونسل کو اس امر سے اطمینان تھا کہ تمام علماء دین اور گروہ اتقیا نے اس کو ثابت کر دیا ہے کہ مولدین مستوجب سزاء موت ہو چکے ہیں، اس لئے یا تو اُن کا قتل عام کر دیا جائے، یا غلام بنا لیا جائے، لیکن اب تو اُن کو نرم تر سزا دینے، یعنی جلاوطن کر دینے پر اتفاق ہو گیا ہے۔ یہ پورے طور پر قرار پا چکا ہے کہ پہلی گھن کی چوٹ موسم خزاں میں لگائی جائے، کیونکہ اُس موسم میں بیرونی دست اندازی کا خطرہ کم ہوگا، خزاں کے موسم آنے تک تیاریاں کی جائیں، فوج کو منظم کیا جائے، اٹلی سے فوج منگائی جائے اور کچھ جمعیتیں ساحل پر مقرر کر دی جائیں۔ سال حال اس کام کے لئے اس لئے انتخاب کیا جاتا ہے کہ اس میں

نہ افریقی مسلمانوں کی طرف سے زیادہ اندیشہ ہے نہ ترکوں کی طرف سے۔ بیچارے مولدین کا نوشتۂ تقدیر یوں پورا ہونے کو تھا، ابتدائی تیاریاں کرنے میں وقت بھی ضائع نہیں کیا گیا۔ شروع ماہ مئی میں صقلیہ، نیپلس اور میلان کے وائسراؤں کے نام حکم چلے گئے کہ جہاز تیار رکھیں، اور ان کے ساتھ ہی تمام فوجیں، جو مہیا ہو سکیں، جون کے آخر میں ساری فوجیں اپنے اپنے مقامات پر پہنچ جائیں اور ۱۵ اگست تک میجورقہ میں لڑائی یا بغاوت کے انسداد کے لئے جو تیاریاں کی گئی تھیں اس کی ضرورت شدید وائسرائے کارسینا کے خط مورخہ ۱۹ اگست سے معلوم ہوتی ہے، جس میں اُس نے لکھا تھا کہ بلنسیہ بالکل غیر محفوظ ہے، اور فوج بالکل ناکافی۔ چند ماہ پیشتر اس شخص نے یہ اطلاع دیدی تھی کہ فوج کے کچھ دستے، جو لیرما نے اُس وقت منگوائے تھے کہ جب وہ وہاں وائسرائے تھا، اب تک یہاں پڑے ہوئے ہیں، اور میں نے اُن کو قواعد وغیرہ سکھلانی شروع کر دی ہے، سوائے ان دستوں کے تمام علاقہ بالکل غیر محفوظ پڑا ہوا ہے۔

شروع ماہ اگست میں ڈان آگسٹن میگشیا، جو بڑا نامور سپہ سالار تھا، قلعہ بندیوں کو ملاحظہ کرنے کے بہانہ سے بلنسیہ بھیجا گیا، مگر فی الحقیقت اُس کو جلا وطنی کے متعلق کامل اختیارات دے کر بھیجا گیا تھا۔ اُس کے ساتھ بادشاہ کا خط رائے بیرا کے نام تھا۔ اس خط میں رائے بیرا کی تعریف کی گئی تھی کہ اُس کو مولدین پر بڑا اقتدار حاصل ہے، نیز اُسے یہ بھی یاد دلایا گیا تھا کہ وہ کئی مرتبہ بادشاہ سے یہ کہہ چکا ہے کہ وہ مولدین کے ساتھ جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ "اگر مولدین نے ترکوں اور مولاء سیدان سے مدد مانگی تو سخت وقت پڑ جائیگی، کیونکہ تمام ملک غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے سخت مخدوش حالت میں ہے۔ مولاء سیدان اُن سے وعدہ کر ہی چکا ہے، اس لئے بہت احتیاط سے کام لیا جائے؛ مولدین کو عیسائی بنانے کی کوشش کرنے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلیگا، ان وجوہ سے، اور خاص کر خوشنودی آلہی اور ثواب حاصل کرنے کے لئے خدا کے بھروسہ پر میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اس ناپاک قوم کو ملک سے خارج کر دیا جائے۔ کچھ اور تجاویز پیش کرنے، یا مشکلات کا اندازہ لگانے اور اُن کو رفع کرنے

میں ایک گھنٹہ بھی ضایع نہیں کرنا چاہئے سب سے بڑی دقت مولدین کے زمینداروں کی طرف سے نظر آ رہی ہے اس کے رفع کرنے کے لئے میں بالکلیہ تمہارے اوپر اعتماد کرتا ہوں"
مگر یہاں کی یہ کیفیت تھی کہ آخری وقت تک سٹیٹ کونسل کے ارکین میں اتفاق راء نہیں ہوا۔
چنانچہ ۲۹ اگست کو جوان ڈی ایڈاکیوزا اور مین پول پونس ڈی لیون نے ایک تحریر کے ذریعہ سے یہ پوچھا کہ جو کچھ بادشاہ کرنا چاہتا ہے آیا اس کے مناسب یا نامناسب ہونے پر غور کر لیا گیا ہے یا نہیں۔ مقدم الاسم کو بظاہر یہ خوف تھا کہ کہیں تمام سلطنت اس معاملہ میں مخالف نہ ہو جائے اس کے ساتھ ہی اُس نے یہ سوال پیدا کیا کہ جن علاقوں سے مولدین جلاوطن کئے جائینگے اُن کو از سر نو آباد کرنے کے لئے کیا تدابیر کی جائینگی۔ موخرالاسم نے یہ بحث کی کہ سواحل پر مولدین کے خرچ پر قلعبندی ہو سکتی ہے، اور وہ لوگ بذریعہ تشدد کے قابو میں رہ سکتے ہیں (اس لئے اُن کو جلاوطن کرنے کی کیا ضرورت ہے) مگر اب ان باتوں پر بحث اور غور کرنے کا وقت نہیں رہ گیا تھا، جو کچھ ہوتا تھا اُس کی طرف قدم اٹھ چکا تھا، یہ قدم اب پیچھے نہیں پڑ سکتا تھا۔

رائے بیرا کا وہ مقصود حاصل ہو گیا جس کے لئے وہ سخت سرگرمی سے تگ و دو کر رہا تھا جب میگنشیا ۔۳ اگست کو بلنسیہ پہنچا تو اُس نے پہلے جزئیات کے متعلق کارسینا اور فرانسسکو ڈی مرنڈا سے گفتگو کی (موخرالذکر فوج کا افسر تھا) پھر رائے بیرا کو بلایا اور اُس کو بادشاہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ یکایک رائے بیرا کی راء بدل گئی۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے اُس کے ذاتی اغراض کو صدمہ پہنچتا تھا۔ چنانچہ اُس نے یہ کہا کہ سب سے پہلے مولدین قشتالہ اور اندلوشیہ کو جلاوطن کیا جائے، جب ارغون کے مولدین دیکھینگے کہ وہ اکیلے رہ گئے ہیں تو وہ خود بخود عیسائی ہو جائینگے۔ رائے بیرا نے یہ بھی کہا کہ اگر مولدین کو جلاوطن کیا گیا تو اُن کو نقصان پہنچیگا، اراضی کے لگان کم ہو جائینگے اور کلیسا کی آمدنی جاتی رہیگی۔ اُس نے اس پر زور دیا کہ ہم تینوں کو مل کر ایک عرضداشت بادشاہ کی خدمت میں بھیجنی چاہئے کہ جلاوطنی اندلوشیہ

سے شروع کی جائے۔ نتیجہ اس بحث کا یہ ہؤا کہ جب چار بجے شام کے یہ شور ئے اُٹھا ہے تو رائے بیرا اپنی بات پر اڑا ہؤا تھا۔ اُس سے یہ کہہ دیا گیا کہ آدھی رات کو ایک قاصد میڈرڈ جائیگا اُس کے ہاتھ وہ جو کچھ چاہے لکھ کر بھیج دے؛ لیکن جب اُس نے اس معاملہ پر غور کیا تو اُس کو خیال آیا کہ اصل میں بادشاہ اب مشورہ نہیں چاہتا، بلکہ اپنے حکم کی تعمیل چاہتا ہے چنانچہ اُس نے اپنا خط (بادشاہ کے نام) ایسے وقت پر بھیج دیا کہ قاصد روانہ ہی ہونے والا تھا، اور والیسرا، اور میکلشیا کو کہلا بھیجا کہ بادشاہ کے حکم کو وہ منزل من السماء سمجھتا ہے، اس لئے جہاں تک اُس کی قدرت میں ہے اُس کی تعمیل کریگا۔ با این ہمہ اُس کا دل نہ مانتا تھا کہ وہ قلاش ہو جائے۔ چنانچہ ۳ ستمبر کو جو خط اُس نے بلیڈا اور الکوسر کو لکھا اُس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ "آیندہ ہم پادریوں کو بناس پتی کے ساتھ روٹیاں کھانا اور اپنے جوتوں میں آپ ہی پیوند لگانا پڑینگے" اور بادشاہ کو مشکلات جتلائیں اور خدشات سے آگاہ کیا* ؂

تمام معاملہ اب تک تو خوب خفیہ رہا۔ پوپ نے استقفون کی جو مجلس منعقد کرائی تھی وہ ۹ مارچ ۱۶۰۹ء تک اجلاس کرتی رہی، اور اُس نے یہ قرار دیا کہ تعلیم کا کام ازسرنو شروع کرنا چاہیئے کسی کو اس کا ظن و گمان بھی نہ تھا کہ ابیکایک یہ تجویز ہونے والی ہے؛ اگرچہ جب میکلشیا وہاں پہنچا ہے تو یہ تعجب ہؤا تھا کہ اتنا بڑا آدمی ایسے حقیر کام (قلعبندی ملاحظہ کرنے) پر کیوں لگایا گیا ہے۔ یہ شبہ اس سے اور بھی بڑھ گیا کہ وہ بار بار کارسینا اور رائے بیرا کو لے کر خفیہ مشورے کرتا تھا۔ مولدین کو اس کا فکر لگ گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُنھوں نے یہ ترکیب کی کہ اپنے میں سے ایک آدمی کو فرانسسکو ڈی مرنڈا کے پاس بیش قرار قرض لینے کو بھیجا۔ ان لوگوں نے یہ سوچا

---

* جہاں رائے بیرا کے اپنے ذاتی اغراض پر صدمہ نہ آتا تھا وہاں وہ اپنے غیر قابل عمل جوش مذہبی کو پوری طرح ظاہر کرتا تھا۔ اسی سال ۲۴ جون کو اُس نے لیرما کو ایک خط لکھا جس میں اُس عارضی صلح کی سخت مخالفت کی تھی جو بارہ برس کے لئے ہالینڈ سے کی گئی تھی؛ کیونکہ اُس کی شرائط میں کوئی بھی ایسی دفعہ نہ تھی کہ مذہب کیتھولک کو روٹیاں ملتی رہتیں۔ اگر اُس کو کہیں یہ معلوم ہو جاتا تو اور بھی رنج ہوتا کہ ایک خفیہ معاہدہ کے رو سے یہ قرار پا چکا ہے کہ اختلاف مذہبی کی بنا پر کسی ملکی تعذیب نہیں کی جائیگی ؂ (مصنف)

کہ اگر اُن کے خلاف کوئی بات ہو رہی ہے تو مرنڈا کبھی قرض نہ دیگا، کیونکہ اُس کے بازیافت کی کوئی توقع نہ ہوگی؛ یوں ان لوگوں کی دل کی بات معلوم ہو جائیگی۔ لیکن مرنڈا نے بڑی ایثار نفسی دکھلائی، اور اُس نے فوراً اپنی بیوی کے نام رقعہ لکھ دیا کہ اُن کو قرض دیدیا جائے۔ لیکن باوجود اس کے مولدین نے اپنے گھروں کو قلعبند کرنا شروع کر دیا، مزدوری کرنا، اور شہر میں اجناس لانا چھوڑ دیں، جس سے شہر بھر کو تکلیف ہوگئی؛ اُدھر امراء نے اپنے بال بچوں کو قصبوں سے شہروں میں بھیج دیا، تاکہ بُرے وقت کے لئے تیار رہیں؛ رائے بیرا نے اپنے اردلیوں کی تعداد بڑھا لی اور اجناس جمع کرنی شروع کر دیں، جس سے مولدین میں اور بھی اضطراب بڑھا۔ بلنبیہ کے ایوان امرا نے ایک جگہ جمع ہو کر وایسراء سے دریافت کیا کہ سلطنت کے کیا ارادے ہیں، مگر وہاں سے سواء تسلی بخش جواب کے کوئی بات نہیں معلوم ہوئی، اس سے اور بھی فکر بڑھ گیا۔ اب یہ تجویز ہوئی کہ ایک آدمی بادشاہ کے پاس بھیجا جائے، اور اُس سے کچھ دریافت کیا جائے، مگر اس جلسہ نے طول کھینچا؛ نتیجہ یہ ہؤا کہ پہلے سخت کلامی ہوئی اور پھر تلواریں میانوں سے نکل آئیں۔ ایک اور جلسہ ہؤا اور اس میں یہ قرار پایا کہ بادشاہ کی خدمت میں کچھ لوگ جائیں اور یہ عرض کریں کہ مولدین کو جلاوطن کرنے کے نتائج بہت ہی بُرے نکلینگے، امراء مفلس ہو جائینگے، کنیسے، خانقاہیں، شریف گھرانے اور شہر کے عوام الناس تباہ ہو جائینگے کیونکہ ان سب کی تمام دولت، جس کا اندازہ سوا کروڑ ڈوکیٹ کے قریب ہے، مولدین کے ہاتھ میں ہے؛ محاصل شاہی میں کمی آجائیگی، سواحل کی حفاظت میں الگ خرچ کرنا پڑیگا، مولدین لعالم مایوسی بغاوت کرینگے؛ اُدھر جرمانیا کے زمانہ سے لوگوں کو امرا سے سخت دشمنی چلی آتی ہے، وہ اس وقت سارا انتقام لے لینگے۔ جو لوگ اس کام پر امرا کی طرف سے تعینات ہوئے تھے اُنھوں نے اپنا فرض خوب ادا کیا؛ مگر بادشاہ نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ وہ بہت دیر میں آئے، کیونکہ بلنبیہ میں فرمان شاہی کا اعلان ہو چکا۔

شروع ماہ ستمبر میں بیڑہ میجورقہ سے روانہ ہو کر ۵ تاریخ تک آ دے ویزا میں پہنچ گیا؛ یہاں اُس کے ساتھ وہاں کی جمعیت اور امریکہ کے جہازات بھی شامل ہو گئے۔ کُل باسٹھ جہاز اور

چودہ کشتیاں تھیں، اور اُن پر آٹھ ہزار قواعد دان سپاہی تھے۔ بری فوج کو ملا کر اُن کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ اس فوج کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ جو کام ہاتھ میں لیا گیا ہے وہ بہت اہم ہے، اور اُس میں سخت ترین خطرات کا احتمال ہے۔ ۷، تاریخ تک یہ سب فوجیں اپنے اپنے مقامات یعنی القنت، دانیہ، الفقس، طرطوشہ پر پہنچ گئیں، اور جہازوں نے آدمی اُتارنے شروع کر دیئے۔ سیرا ڈی ایسپے ڈان پر فوج نے قبضہ کر لیا، اور سرحد کی حفاظت کر لی گئی تاکہ ارغون کے مولدین اُدھر نہ اُتر آئیں۔ ۲۱، تاریخ کو فرمانہاء شاہی مورخہ ۱۱، ستمبر، جو حکام ملکی و فوجی کے نام تھے پڑھے گئے۔ اُن میں لکھا تھا کہ "مولدین نے ترکوں، مولاء سیدان، اور پیروان مذہب پراٹسٹنٹ سے، جو سب کے سب سپین کے دشمن ہیں، مدد مانگی ہے اور ان سب نے اُنہیں مدد دینے کے وعدے کئے ہیں۔ اس سے بہت سے خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔ چونکہ خوشنودی الٰہی سب سے مقدم ہے اس لئے اس ناپاک قوم کے کفر و الحاد کا خاتمہ کرنا ضروری ہے۔ اسی بنا پر یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ ان سب کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اتنے اہم معاملہ میں سب کو میکشیا کی مدد کرنی چاہیئے۔ ہمارا وایسراء بتلائیگا کہ لوگوں کو اپنے مزارعین و رعایا کی جایداد سے کیا کیا نفع ہوگا، اس کے علاوہ ہم یہ یقین دلاتے ہیں کہ لوگوں کو جو کچھ بھی نقصان ہوگا اُس کا معاوضہ کرنے کی ہم پوری کوشش کرینگے"۔

۲۲، تاریخ کو وہ فرمان جلاوطنی شایع کر دیا گیا جو ۴، اگست کو وایسراء کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس فرمان کے شروع میں جیسا کہ معمول تھا، اُس غدارانہ خط و کتابت کا ذکر کیا گیا تھا جو مولدین نے دشمنان سپین سے کی تھی۔ اس کے بعد لکھا تھا کہ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اُن کے کُفر سے ملک کو پاک کر کے خوشنودی الٰہی حاصل کی جائے؛ اُن کو عیسائی بنانے کی پوری کوشش کر لی گئی، لیکن سب بیکار گئی؛ بنا بریں بادشاہ نے یہ قرار دیا ہے کہ سب کو ملک بدر میں بھیج دیا جائے۔ بمقابلہ اُن تدابیر کے، جن کی آزمایش مولدین پر فرڈی نینڈ، ازابیلا اور چارلس پنجم نے کی تھی سزاء جلاوطنی بہت ہلکی اور جذبات انسانی کے موافق ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کو اپنی کمزوری معلوم تھی، اور اُس کو معلوم تھا کہ وہ بغاوت کا مقابلہ نہیں

کرسکیگی، اس لئے یہ نرم سزا دی گئی۔

اب سزاء جلاوطنی اور اس کی شرائط سننی چاہئیں۔ حکم یہ تھا کہ جس جس قریہ و قصبہ میں فرمان شاہی سنا دیا جائے اُس تاریخ اشاعت کے تین دن کے اندر تمام مولدین، مرد ہوں یا عورت، اپنے بچوں کو لے کر اُس بندر کی طرف روانہ ہو جائیں جو اُن کی روانگی کے لئے حاکم جلاوطنی مقرر کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا نہ کریگا تو اُس کو قتل کر دیا جائیگا۔ وہ اپنے ساتھ صرف اس قدر منقولہ چیزیں لے جا سکینگے کہ جتنی وہ اپنی کمر پر اُٹھا سکیں۔ اُن کو بر بر جانے کے لئے جہاز بیتاً ملینگے، اثناء سفر بحری میں اُن کو حکومت کی طرف سے کھانا ملیگا، مگر اُن کو چاہئے کہ وہ جتنی بھی اجناس خورونوش اپنے ساتھ لے سکیں لے جائیں۔ فرمان سنا دیئے جانے کے تین دن بعد تک کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نہ نکلے، اور حاکم جلاوطنی کے حکم کا انتظار کرتا رہے۔ ان تین دنوں کے بعد جو شخص اپنے گھر کے باہر پھرتا ہوا نظر آئیگا اُس کا گھر لوٹ لیا جائیگا، اور جو شخص سب سے پہلے اُس کو گھر سے باہر دیکھیگا وہ اُس کو گرفتار کر کے حاکم فوجداری کے پاس پہنچا دیگا، اور اگر وہ اُس شخص کا مقابلہ کریگا تو فی الفور قتل کر دیا جائیگا۔ چونکہ بادشاہ نے امراء اور زمینداروں کو مولدین کی تمام جایداد منقولہ و غیر منقولہ عطا فرما دی ہے، اس لئے اگر کوئی شخص، سواء اُتنی چیزوں کے جو وہ اُٹھا سکتے ہیں، لے جانے یا چھپانے یا زمین میں دفن کرنے کی کوشش کریگا، یا مکانوں اور فصلہاء ایستادہ کو جلا دینے کا ارادہ کریگا تو اُس گاؤں، قصبہ یا محلہ کے تمام مولدین کو قتل کر دیا جائیگا۔ بدیں خیال کہ مکانات، کارخانہاء شکر سازی، فصلہاء برنج اور انہار آبپاشی کو کوئی نقصان نہ پہنچے، اور اُن کی طرز کاشت و استعمال نو آبادکاروں کو سکھلا دی جائے، مولدین میں سے چھ فی صدی آدمی سپین میں رکھ لئے جائینگے، ان رہ کے جانے والے آدمیوں کا انتخاب امراء و زمیندار کرینگے، جو اراضی کہ براہ راست حکومت کی ملکیت ہیں اُن میں جو مولدین ملک سپین میں رکھے جائینگے اُن کو وائسرائے منتخب کریگا، مگر صرف وہی لوگ منتخب ہو سکینگے جو سب سے پرانے کاشتکار ہیں، یا جنہوں نے اپنا میلان طبع مسیحی ہو جانے

کی طرف ظاہر کیا ہے۔ جو بچے کہ چار برس سے کم عمر کے ہیں، اور سپین ہی میں رہنا چاہتے ہیں، وہ اپنے والدین یا دیگر وارثان کی اجازت سے یہاں رہ سکتے ہیں چھ برس سے کم عمر کے بچے، جن کے باپ پرانے عیسائی ہیں، سپین ہی میں رکھے جائینگے، اور اُن کے ساتھ اُن کی مولدہ ماؤں کو بھی رہنا پڑیگا؛ اگر کسی بچے کا باپ مولد ہو اور ماں پرانی عیسائیہ تو باپ کو جلاوطن ہونا پڑیگا، اور اُن بچوں کو جو چھ برس سے کم عمر کے ہوں اُن کی ماؤں سمیت یہیں چھوڑ دینا پڑیگا۔ وہ لوگ بھی یہاں رہ سکینگے جو دو برس تک عیسائیوں کے درمیان رہ چکے ہوں، اور جو کبھی مولدین کے مجامع میں نہ گئے ہوں۔ وہ لوگ بھی یہاں رہ سکتے ہیں کہ جن کو علاقے کے پادری نے عشاء ربانی میں شامل کر لیا ہو۔ جو کوئی کسی مولد کو چھپائیگا، یا کسی طرح اُس کی حمایت کریگا اُس کو چھ ماہ قید بامشقت جہازوں پر بھگتنی پڑیگی۔ فوج کے سپاہیوں اور پرانے عیسائیوں کو تاکید ہے کہ مولدین کو اپنے کسی قول یا فعل سے کوئی رنج یا نقصان نہ پہنچائیں۔ اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ مولدین نیک نیتی کے ساتھ جلاوطن کئے گئے ہیں، اور وہ خیریت سے ملک بربر پہنچ گئے ہیں، ہر گروہ میں سے دس مولدین کو اجازت تھی کہ وہ واپس آ کر اپنے آدمیوں کو اُس سلوک سے اطلاع دیدیں جو ان کے ساتھ مرعی رکھا گیا۔"[۱]

---

[۱] یہ تمام تفصیل جے نر کی کتاب سے لی گئی ہے۔ بچوں کے متعلق اس فرمان شاہی میں جو کچھ درج ہے اُس پر بہت طول و طویل مباحثہ ہوا تھا اور فریقین اُس طریق عمل پر راضی ہو گئے تھے جو فرمان میں ہے اس کو حکم اخیر نہ سمجھنا چاہئے۔ یہ سوال ہمارے نزدیک تو بہت ہی آسان ہے کہ "بچوں کو اُن کے والدین سے جدا نہیں کرنا چاہئے۔" مگر بتا فی الحقیقت بہت ہی وقت طلب؛ کیونکہ دیندار عیسائیوں کو یہ سخت وقت آن پڑی تھی کہ اُن بچوں کو جو اصطباغ پا چکے تھے کفار کے ملک میں جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی، کیونکہ وہاں جا کر یہ سب مسلمان ہی ہو جاتے۔ بلیڈا کے نزدیک تو صرف یہی امر مولدین کی جلاوطنی کا مانع تھا، کیونکہ بچوں کو سپین سے جانے کی کسی طرح اجازت نہیں دی جا سکتی، اور اُن کو یہاں رکھ لینے میں ملا لایطاق خرچ پڑیگا، اس لئے اُس نے یہ تجویز کی کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ جب اُن کو بھی جلاوطن کر دیا گیا تو اس پر وہ سخت رنج ظاہر

انتظامات کرنے میں بہت وقت ضایع نہیں کیا گیا۔ ۴ تاریخ کو پانچ حکام اعلےٰ اس لئے مقرر کئے گئے کہ وہ مولدین کو ان بنادر سے سوار کرنے کا انتظام کریں جن سے ان کا روانہ ہونا طے

(بقیہ نوٹ صفحہ ماسبق) کرتا ہے کہ ان سب کو یہیں نہ رکھا جا سکا۔ رائے بیرا نے اپنی ۱۶۰۲ء کی عرضداشت میں اس پر زور دیا تھا کہ تمام بچے، جن کی عمریں سات برس سے کم ہیں، یہیں رکھ لئے جائیں اور ان کو پرانے عیسائیوں میں تقسیم کر دیا جائے؛ بادشاہ ایک خاص حکم جاری کر دے کہ وہ سب بچے پرانے عیسائیوں کے غلام ہیں۔ اس موقعہ پر جو قواعد جلاوطنی کونسل نے بنائے تھے ان میں یہ تجویز تھی کہ تمام بچوں کو رکھ لیا جائے، اور ان کو عیسائی خاندانوں میں پرورش کیا جائے، تجارت کی تعلیم دی جائے اور چھبیس[۲۶] برس کی عمر تک ان سے خدمت لی جائے؛ لیکن جب یہ سوال پیش ہوا کہ اناؤں کا کیا انتظام ہوگا تو لوگوں کو دقتیں معلوم ہوئیں اور شاہی کونسل میں جب مولدین کے متعلق بحث ہونے لگی تو یہی سوال ایسا معلوم ہوا کہ جس کا حل کرنا نہایت مشکل تھا۔ بلنسیہ کو فرمان جلاوطنی بھیج دینے کے بعد وہاں کے وایسرائے کو لکھا گیا کہ یہ معاملہ ابھی تک زیر تجویز ہے۔ یکم ستمبر ۱۶۰۹ء کو ایک کونسل منعقد کی گئی جس کا صدر خود بادشاہ تھا؛ اس کونسل میں بالاتفاق آراء یہ فیصلہ ہوا کہ جن بچوں کی عمر دس یا گیارہ برس سے کم ہیں وہ سب یہیں رکھ لئے جائیں۔ بادشاہ نے اس معاملہ کے متعلق رائے بیرا سے راء طلب کی تھی۔ اس نے بڑے بڑے عالموں اور خاص کر نہایت محتاط علماء دین سے مشورہ کر کے بادشاہ کو لکھا کہ دس اور گیارہ برس سے کم عمر بچوں کو جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ راء دیکھ کر بادشاہ بہت ہی خوش ہوا، مگر متلون مزاج اسقف نے بہت ہی جلد اپنی راء بدل لی اور بادشاہ کو لکھا کہ اتنی بڑی عمر کے بچوں کے عیسائی بننے کی کوئی امید نہیں ہے؛ کیونکہ چھ برس کے بعد وہ شادی کرنے کے قابل ہو جائینگے، اور شدہ شدہ وہی دقتیں پھر پیش آئینگی جو اس وقت موجود ہیں؛ اس لئے اس نے یہ تجویز کی کہ پانچ برس سے کم عمر کے بچوں کو یہیں رکھا جائے۔ غور مزید کے بعد رائے بیرا نے پھر اپنی راء بدلی، اور ۴ ستمبر کو لکھا کہ جہاں تک تخمینہ لگایا جا سکتا ہے بلنسیہ میں مولدین کے پانچ برس سے کم عمر کے بچوں کی تعداد کسی طرح ساٹھ ہزار سے کم نہیں ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ ان کی پرورش کا کیا انتظام ہوگا، اور کم از کم چھ ہزار اناؤئیں کہاں سے آئینگی؟ اس پر یہ مشکل اور اضافہ کرنی چاہئے کہ ان کا عیسائی بنانا بہت مشکل کام ہے۔ یہ امر واقعی ہے کہ مولدین اپنا ٹکڑے ٹکڑے اڑایا جانا منظور

پایا تھا، یعنی الفقس، دانیا روز، ڈینیا، بلنسیہ اور القنت پتیس حکام درجہ اول نے اس کام پر تعینات کئے گئے کہ مولدین کو جمع کریں اور پندرہ سو جوان فوجی اُن کی حفاظت وغیرہ کے لئے مقرر کر دیئے

(بقیہ نوٹ صفحہ ما سبق) کر لینگے، مگر یہ گوارا نہ کرینگے کہ اپنی اولاد کو چھوڑ جائیں؛ اگر انہوں نے ایسا کیا بھی تو وہ اس امید پر ساحل پر حملے کرتے رہینگے کہ اپنے بچوں کو چھڑا لے جائیں، یوں بچّوں کے رکھ لینے کی تجویز ناقابل عمل ہے۔ رائے بیرا نے اپنی یہ رائیں لکھ کر اپنے پُرانے مشیروں کے پاس بھیجتے ہوئے پہلی تجاویز پر تین اور مستزاد کر دیں، مشیروں کی جتنی رائیں آئیں اُن کو اپنی راء قرار دے کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیں۔ یہی وہ رائیں ہیں جو فرمان میں ظاہر کی گئی تھیں۔ باوجود ان تمام باتوں کے ۱۵ ستمبر کو کونسل آف سٹیٹ کے اجلاس کامل نے یہ قرار دیا کہ اناؤں کا انتظام کیا جائے، مولدین کی منقولہ جایداد متروکہ اور جایداد غیر منقولہ کی آمدنی اُن کے بچّوں پر لگائی جائے، دو کالجوں سے جو آمدنی ہو وہ بھی ان ہی پر خرچ ہو۔ یہ بھی حکم دیا گیا کہ علماء دین اپنی مجلسیں میڈرڈ اور بلنسیہ میں منعقد کرکے اس معاملہ پر غور کریں۔ جو مجلس کہ میڈرڈ میں منعقد ہوئی اُس کا صدر محتسب اعظم سینڈ وول بنایا گیا، اور غالباً اس مجلس نے رائے بیرا کی تجاویز کو مستحسن قرار دیا۔ ادھر ۲۲ ستمبر کو وہ فرمان شایع ہوا، اُدھر رائے بیرا نے تمام پادریوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حکام کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائیں اور بچوں کو افہام و تفہیم کریں۔ پادریوں کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ ان بچوں سے وہ شفقت سے پیش آئیں اور پوری فیاضی دکھلائیں ۰

اپنے مقدور بھر اس کی کوشش کی گئی کہ اس حکم پر کہ مولدین اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں، کسی طرح عمل نہ ہونے دیں۔ بلا گیورا اسقف اوریہیولا نے اپنی تمام تر توجہ اس پر لگا دی کہ اُس کے اسقفیہ سے کوئی بچہ اپنے والدین کے ساتھ نہ جا سکے، اور یہ ظاہر کیا کہ میں ان بچوں کی اسی طرح پرورش کرونگا جیسی کہ خود اپنے بچوں کی، لیکن والدین نے صاف کہہ دیا کہ وہ اپنی اولاد کو عیسائی بنوانے سے زیادہ اس سے خوش ہونگے کہ اپنے بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں۔ بہت سے عیسائیوں نے باوجود غربت کے تنخواہ دار انائیں ان مولدین بچوں کے لئے مقرر کر لیں۔ بہت سی عورتیں ایسی تھیں کہ جنہوں نے تین تین اور چار چار بچوں کو دودھ پلانے کا ذمہ لے لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولدین کے جلا وطن کرنے سے جہاں اور ہزاروں تباہیوں کا رنج کیا گیا، وہاں عیسائیوں نے اس کا بڑا ماتم کیا کہ اتنی معصوم جانیں دوزخ میں جا رہی ہیں۔ اسی لئے یہ انتظام کیا گیا کہ جتنے بچے چُرائے جا سکیں چرا لئے جائیں۔ وائیسرا کی بیوی ڈونا ازابل ڈی ویلاسکو

۲۷ کو رائے بیرا نے وعظ کیا، جس کو لوگوں نے بہت ہی پسند کیا، کیونکہ اس وعظ سے بادشاہ کی پالیسی پر عمل کرنے کرانے میں بہت آسانی ہوگئی۔ رائے بیرا نے بڑی محنت و مشقت سے اپنی لیاقت صرف کر کے جلاوطنی کو بذریعہ آیات اناجیل مقدس صحیح قرار دیا، اور وہ آیات پیش کیں جن میں

(فٹ نوٹ بقیہ صفحہ سابقہ) اس معاملہ میں سب سے پیش پیش ہوئیں، چنانچہ علماء دین کے مشورہ سے اپنے ملازموں کو مولدین کے بچے چرانے پر متعین کر دیا، بہت سے بچے اُنہوں نے اُس کو لا کر دیئے، اور خاتون موصوف بہت ہی خوش ہوئیں کہ اتنی جانوں کو اُنہوں نے شیطانوں کے ہاتھوں سے چھڑا لیا، اس نیک دل خاتون نے بچوں ہی پر بس نہیں کیا، بلکہ اُس نے بہت سی حاملہ عورتوں کو بھی پکڑوا کر اپنے یہاں چھپا لیا، تاکہ اُن کے جو بچے پیدا ہوں اصطباغ پائیں۔ ارغون سے جب جلاوطنی ہونے لگی ہے تو خلک زدہ مولدین کو دریاء ٹیگس کی ترائی میں ایک مقام جمع کر لیا گیا، رات کو دو بوڑھے عیسائی میاں بیوی، ایک بچے کو اُٹھا کر لے جانے لگے۔ مولدین نے دیکھ پایا، اور اُنہوں نے اتنا شور مچایا کہ سپہ سالار فوج ڈان الکسوس مارموں کو اُن کے جوش فرو کرنے کا انتظام کرنا پڑا۔ یہ انتظام کیا تھا؟ یہ کہ اُس کے حکم سے کئی مولدین کو جو زیادہ جوش دکھا رہے تھے، وہیں پھانسی پر چڑھا دیا، بعضوں کو اُس نے وہیں جہازوں پر مشقت کرنے کی سزا دیدی۔ یہ دیکھ کر سب لوگ اپنی جان کے خوف سے چپ ہوگئے۔ مگر باوجود اس کے مولدین ماؤں کی مامتا اور باپوں کی شفقت کسی طرح نہیں مانتی تھی۔ مولدین کو جہاز پر سوار کرنے کے انتظار میں اتنے روز قید رکھا گیا کہ اجناس خورونوش ختم ہوگئیں۔ مثل مشہور ہے کہ بھوکا مرتا کیا نہ کرتا، غریب مولدین نے اپنے بچے خود بیچ دیئے، یہی حالت اُن مولدین کی ہوئی جنہوں نے جلاوطنی کی وجہ سے سیرا ڈیل اگیوار میں بغاوت کی تھی، جب اُنہوں نے اپنے آپ کو تفویض کر دیا تو وہ بندر ڈینیا سے روانہ ہونے کے انتظار میں ایک مقام پر قید رکھے گئے، یہاں اُنہوں نے بھوکوں کے مارے ایک مٹھی بھر انجیر اور ذرا سی روٹی کے ٹکڑے کے بدلے میں اپنی اولاد کو بیچ دیا۔

اس دار و گیر میں میولاڈی کورٹس میں سپاہیوں نے مولدین کے ہزاروں بچے پکڑ کر آٹھ، دس، بارہ اور پندرہ ڈوکیٹ میں بیچ دیئے۔ یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا ان بچوں کا یوں فروخت کیا جانا قانوناً جائز ہے یا نہیں۔ بادشاہ نے اس کا یہ فیصلہ کیا کہ اُس کا یہ منشا نہیں تھا کہ وہ بطور غلام کے رکھے جائیں، جن لوگوں کے پاس یہ خرید کر

یہ کہا گیا ہے کہ کفار اور بدعتیوں سے خلا ملا اور دوستی جائز نہیں ہے۔ اُس نے حاضرین و سامعین کو
یہ بتلایا کہ مولدین نے ترکوں کو ڈیڑھ لاکھ آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا تھا، نیز یہ کہ اگلے موسم
بہار میں ملک سپین دیکھتا کہ ترکوں کا بیڑا اُس کے ساحل پر کھڑا ہے۔ اُس نے اُس وقت کی بڑی

(فٹ نوٹ بقیہ صفحہ ماسبق) بیچے ہیں، نیز جن کے پاس وہ بچے ہیں جن کو حکام سرکاری نے تقسیم کیا ہے، اُن کو
چاہیئے کہ وہ اُن کے نام و نشان ایک فہرست میں درج کرائیں، بارہ برس کی عمر تک اُن کو تعلیم دیں، پھر یہ بچے اتنے
سال اُن لوگوں کی خدمت کریں جتنے برس کہ اُن کی پرورش میں لگے ہیں۔ رائے بیرا نے اس کے خلاف شور مچایا، اور
یہ کہا کہ ان سب بچوں کو غلام بنا لیا جائے تاکہ اُن کو اپنی روحوں کی نجات کا موقعہ مل سکے۔ لوگ ان بچوں کو یوں ہی
گھر سے نکال دیتے ہیں، چنانچہ قریب دو ہزار بچوں کے لاوارث، ننگے، بھوکے پھرتے نظر آرہے ہیں۔ یہ فعل ناجائز
ہے۔ باوجود اس حکم کے تمام بچوں کا نام درج فہرست نہیں ہوا، بہت سے بچے اٹلی اور دوسرے ممالک میں
فروخت کرنے کے لئے بھیج دیئے گئے۔ یہ دیکھ کر فلپ نے پوپ سے درخواست کی کہ اس خصوص میں وہ ویسا
ہی قانون نافذ کریں جیسا کہ خود بادشاہ نے کیا ہے۔ اس وقت، اور اس کے بعد بھی ہزاروں لڑکے بارہ اور
پندرہ برس کی عمر کے ملک میں آوارہ پھرتے نظر آتے تھے۔ اس سے اور بھی اندیشہ پیدا ہو گیا، کیونکہ یہ سب
غیر عیسائی تھے، اور چونکہ یہ بچے قریب بہ بلوغ تھے، اور مولدین کی اولاد بہت ہوتی ہے، اس لئے یہ خوف پیدا ہو
گیا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی اولاد ہو اور وہ تمام دنیا کو ناپاک کر دے۔ اُن کے متعلق طول و طویل بحث ہوئی۔ رائے بیرا
چاہتا تھا کہ سب کو ملک بدر بھیج دیا جائے، بہت سے علماء دین بھی اُس سے متفق تھے۔ فلپ نے یہ فیصلہ کیا
کہ جو بچے سات برس سے زیادہ عمر کے ہیں وہ سب جلا وطن کر دیئے جائیں اور باقی سب کو رکھ لیا جائے۔
لیکن یہ سخت بے رحمانہ فعل٭٭ سمجھا گیا کہ ایسے کم عمر بچے یوں، بغیر کسی رفیق سفر کے بربر بھیجے جائیں، اس لئے
یہ معاملہ بھی یوں ہی معلق رہ گیا ۔

آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اور صوبوں میں اس سے کسی قدر مختلف کارروائی کی گئی۔ یہ تمام معاملہ بہت ہی
دلچسپ ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی اتقاء کا یہ تقاضا تھا کہ ان کافروں کے بچوں کی روحیں بچ

٭٭ کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ   ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا ۔ (مترجم)

بھیانک تصویر اپنے وعظ میں کھینچی کہ جب عیسائیوں کے تمام بھائی اور بچے سپین بھر میں قتل کر دیئے جاتے اور محمد (بابی وامی انت یا رسول اللہ صلے اللہ علیک سلم) کے نام (مبارک) کی تعظیم کی جاتی اور مسیح کی توہین ہوتی۔ اسی کو روکنے کے لئے بادشاہ نے وہ تدبیر اختیار کی ہے کہ اُس کے سواء اور کوئی علاج ہو ہی نہیں سکتا، یہ ترکیب ایسی قابل تعریف اور حکم آلہی پر مبنی ہے کہ جب تک انوار آلہی کا ہبوط نہ ہو کسی فانی انسان کو القا نہیں ہو سکتی۔ بادشاہ نے تمام دنیا کے لئے ایک مثال قایم کی ہے جو لوگ اس وقت زندہ ہیں اس کی تعریف کرینگے، اور آنے والی نسلیں شکر گذار رہنگی۔ دنیا میں نہ کوئی شخص مذہب مسیحی، مسیحی عقل اور مسیحی شان کی پوری تعریف کر سکتا ہے، نہ جو باعظمت کام اس وقت کیا گیا ہے اُس کی توصیف ہو سکتی ہے۔ کوئی ایسا ہے کہ جو اس تدبیر کے پر شکوہ ہونے کا قایل نہ ہو؟ جہاں کنیسوں میں اژدہا اور درندے بھرے رہتے تھے، اب وہاں فرشتے اور کروبیانِ ملاء اعلےٰ حاضر ہونگے۔ ہر ایک کو نہایت خشوع کے ساتھ

(فٹ نوٹ تتمہ صفحہ ماسبق) جائیں، خواہ اُن کے جسموں کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچ جائے اور خواہ وہ مر ہی کیوں نہ جائیں، یہ تصویر ہے ان جذبات مسیحی کی کہ جس طرح بھی ہو سکے کفریات سے ملک پاک ہو جائے!

ایک اور گروہ باقی رہ گیا تھا جس کا معاملہ مشتبہ تھا، یہ گروہ اُن بدبختوں کا تھا جن کے مقدمات محکمۂ احتساب محکمہ میں زیر تجویز تھے۔ حکام بلنسیہ نے بہت سے سوالات بنا کر بھیجے، جن کا خلاصہ یہ تھا کہ نئے فرمان نے صورت حالات کو بدل دیا ہے اس لئے اس خصوص میں اُن کے فرایض کیا ہونگے۔ ۷ اکتوبر ۱۶۰۹ء کو اس کا یہ جواب دیا گیا کہ جو لوگ کہ قید خانوں میں تعذیب دینی کی سزائیں پا رہے ہیں، نیز وہ لوگ کہ جو گرفتار ہو چکے ہیں اور زیر تجویز ہیں، دونوں کو جلاوطن کر دیا جائے۔ جن لوگوں کو سزائیں مل چکی ہیں اور زندہ جلائے جانے کے لئے حاضر لائے جانے والے ہیں اُن کو رکھ لیا جائے، اور سزا دی جائے۔ اس سے وہ لوگ مستثنےٰ ہیں جو ضمانت پر رہا ہیں اور کسی عدالت دینی کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ جن لوگوں نے فرمان کی اشاعت کے بعد اپنا مسلمان ہونا تسلیم کیا ہے اُن کو گرفتار نہ کیا جائے تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو کہ انہوں نے کوئی نازیبا حرکت یا مذہب مسیحی کی بے ادبی کی ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو اُن کو گرفتار کر کے معمول کے موافق سزا دیدی جائے۔ (مصنف)

اپنے اس گناہ کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ وہ چالیس برس کامل مولدین میں امن کے ساتھ رہے ہیں، اور اپنی آنکھوں سے اُن کے کفریات دیکھے اور اپنے کانوں سے اُن کے ہزلیات سُنے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے میں ہی یہ اعتراف گناہ کرتا ہوں"۔ رائے بیرا اپنے اس وعظ کے دوران میں امرا اور زمینداروں کو تشفی دینا بھی نہ بھولا؛ چنانچہ اُس نے کہا کہ "بلا شبہ تمہاری آمدنیاں عارضی طور پر کم ہو جائینگی، مگر جب سکون و اطمینان ہو جائیگا تو تم دیکھوگے کہ تمہارے نقصانات کی تلافی کامل ہو جائیگی، اور تمہاری آمدنی کے ذرائع یقینی ہو جائینگے"۔

جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا، مگر چند روز سخت تشویش و تذبذب میں گزرے۔ ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے، کیونکہ عام طور پر سب مولدین سے بھی ناراض تھے اور امرا سے بھی؛ کچھ ایسی علامات معلوم ہوتی تھیں کہ امرا کے خلاف عوام الناس شمشیر بکف ہونے والے ہیں۔ امراء و شرفا کو تو اس کا صدمہ ہوا کہ اُن کی اراضی برباد ہو گئیں، اور اہالی کلیسا کو اس کا کہ اُن کے لاکھوں روپیہ، جو مولدین کے پاس بطور قرضۂ جبری کے تھے، مارے گئے۔ مولدین پہلے اس حکم کی خلاف ورزی پر آمادہ تھے، اُنہوں نے والیسراء کے پاس چند آدمی بھیج کر یہ کہلوایا کہ ہم جلا وطنی کے بدلے میں بادشاہ کو مقدار کثیر میں نذرانہ اور تاوان دینے پر آمادہ ہیں، اور امن کی حفاظت اپنے ذمہ لیتے ہیں، لیکن جب یہ درخواست نامنظور ہوئی تو اُنہوں نے ہتھیار بنانے اور حاصل کرنے کی کوشش کی؛ چنانچہ اُنہوں نے ہلون کی پھالوں اور درانتیوں سے تلواریں بنانا شروع کیں، کیونکہ ان چیزوں کے سواء اُن کے پاس کچھ نہ تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کچھ موانع اُن کو ایسے پیش آئے کہ یکایک اُن کی رائے بدل گئی، جس سے سب کو تعجب بھی ہوا اور اطمینان بھی۔ یہاں تک کہ پادریوں نے یہ کہہ دیا کہ اس میں امداد غیبی شامل ہے۔ بیشتر امراء نے اپنی فرمان برداری کا ثبوت دیا، اور نمک حلالی و وفاداری سے اس کو منظور کر لیا، بلکہ فرمان شاہی کی کامیابی میں ممد و معاون ہوئے۔ ڈیوک آف سیگوربے کے بعد سب سے زیادہ تعداد مولدین کی ڈیوک آف گینڈیا کے پاس تھی۔ اس نے ۹ اکتوبر کو بادشاہ کو لکھا کہ "۲۸ ستمبر کو

مارکوئیس آف سینٹا کروز اُس کی رعایا میں سے پانچہزار مولدین کو جہاز میں سوار کرانے کے لئے لے گیا ہے سب سے پہلے میں نے ہی یہ اس واسطے کیا ہے تاکہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ سفر دریائی میں کوئی خطرہ نہیں ہے مگر اس سے میرا خاندان تباہ ہو جائیگا کیونکہ یہ نیشکر کی فصل کا موقعہ ہے باوجود اس کے میں خوش ہوں کہ بادشاہ کے مقدس احکام کی تعمیل ہو گئی اِس خیال سے کہ تعمیل حکم میں کسی طرح کی دیر نہ ہونے پائے میں نے مولدین کو اجازت دیدی تھی کہ جو چیز وہ فروخت کرنا چاہیں اُس کو فروخت کر دیں۔ اس ترکیب سے مجھے بہت مدد ملی کیونکہ اسی نے مجھے اس قابل کر دیا کہ میں بے دھڑک صرف آٹھ آدمیوں کو لے کر سینکڑوں مولدین میں چلا گیا۔ لیکن واپس آیا تو اب یہ خلجان ہے کہ آیا میں مولدین کی تعریف کروں جنھوں نے یوں بے چون وچرا حکم شاہی کی تعمیل کی یا اپنی اراضی کی تباہی پر روؤں یا جو لوگ باقی ہیں اُن کو بھی اپنے علاقہ سے جلد باہر نکالنے کا فکر کروں"۔

حقیقت یہ ہے کہ مولدین نے بہت ہی جلد اپنی رائے بدل لی۔ وہ ایک مسلح اور قواعد دان فوج کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ یہ فوج جاٹیوا تک پہنچ گئی تھی اور سپاہیوں کی زبانی اُن کو یہ معلوم ہوا کہ قشتالی رسالہ سرحد کی حفاظت کر رہا ہے۔ اُن کے فقہا سرکردوں نے ایک مجلس منعقد کر کے بدلایل یہ کہا کہ مقابلہ کرنا بیکار ہے اور تعمیل حکم کرنی بہت مناسب۔ سب سے بڑی دلیل یہ دی گئی کہ اگر اُن کو شکست ہو گئی تو اُن کے بچوں کو چھین کر بہرحال عیسائی بنا لیا جائیگا اس کے علاوہ ایک پیشینگوئی کا بھی حوالہ دیا گیا کہ اُن کو امداد غیبی ملیگی۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تمام مولدین کو سپین چھوڑ دینا چاہئے یہاں تک کہ جو چھ فیصدی آدمی یہاں رکھنے قرار پائے ہیں وہ بھی نہ رہیں۔ جو کوئی یہاں رہنا چاہے وہ یقینی کافر ہے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ جو لوگ اس فکر میں تھے کہ وہ اُن چھ مستثنے آدمیوں میں آجائیں جن کا یہاں رہنا ضروری تھا اُنھوں نے بھی ٹھیرنے سے انکار کر دیا۔ اُن سے یہ وعدہ کیا گیا کہ جو کچھ وہ مانگینگے وہ پائینگے مگر اس پر بھی وہ اپنے

انکار پر قایم رہے۔ ڈیوک آف گینڈیا کو بالخصوص اس سے سخت نقصان پہنچا؛ اس مرتبہ نیشکر کی فصل ایسی اچھی تھی کہ ویسی کبھی نہ ہوئی تھی؛ ڈیوک کے تمام کارکن مولدین ہی تھے؛ اور کسی اور کو فصل نیشکر اُٹھانی نہ آتی تھی؛ وہ سیکھے سکھائے آدمی نہ مڈیرا سے منگا سکتا تھا نہ کیلبریا سے نہ غرناطہ سے؛ اُس نے ہزار چاہا کہ وہ لوگ جو کچھ مانگیں وہ لیں مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ صرف ایک ہی بات تھی کہ جس کا مولدین کو لالچ تھا؛ اور وہی وہ نہیں کر سکتا تھا؛ یعنی مولدین اس شرط پر سپین میں رہنے کو تیار تھے کہ اُن کو مذہبی آزادی دے دی جائے۔ ڈیوک نے والسراء کو لکھا مگر رائے بیرا نے صاف کہہ دیا کہ ایسی رعایت دینا نہ بادشاہ کے اختیار میں ہے نہ پوپ کے؛ کیونکہ وہ لوگ اصطباغ پائے ہوئے ہیں ٭

مولدین کو جب اس جواب کی خبر پہنچی تو اُن کے پاس جو کچھ منقولہ چیزیں تھیں اُن کو فروخت کرنا شروع کیا۔ ہر جگہ ایک میلا سا لگ گیا۔ گھوڑے، مویشی، بھیڑ، بکری، مرغ، غلہ، شکر، شہد، کپڑے، اثاث البیت، غرض ہر چیز برائے نام قیمت پر بیچ ڈالی۔ اور جب کوئی خریدار نہیں رہا تو پھر چیزوں کو مفت دینا شروع کر دیا۔ جانوران کشاورزی یوں ہی چھوڑ دیئے؛ اور لوگوں نے اُن کو پکڑ پکڑ کر فروخت کرنا یا مفت دینا شروع کر دیا۔ بعض امرا نے تو گینڈیا کی تقلید میں اُن کو اجازت دیدی؛ مگر بعض نے اس پر اعتراض کیا؛ کیونکہ فرمان شاہی کے موافق مولدین کی جایداد منقولہ کے مالک اُن کے آقا ہی تھے۔ والیسراء نے یہ حالت دیکھ کر یکم اکتوبر کو ایک اعلان جاری کیا کہ مولدین اپنی کوئی چیز مثل جانور، غلہ، تیل یا جبری قرض کے فروخت نہ کریں؛ اور اگر کریں گے تو یہ بیع وشرا کالعدم سمجھا جائیگا۔ مگر اس سے بغاوت کا خوف پیدا ہو گیا اس لئے اس حکم کی تعمیل نہیں کرائی گئی ٭

جیسے ہی مولدین کے دل سے اپنی جایداد اور اپنے آبا و اجداد کے ملک چھوڑنے کا خیال اُترا؛ ویسے ہی اُن کو اس کی خوشی پیدا ہو گئی کہ وہ ایسے ملک میں جا رہے ہیں جہاں وہ آزادی سے اپنے مذہب کی رسوم ادا کر سکینگے؛ اور یہاں کے ایسے ظلموں سے بچ جائینگے٭

٭ چلا ہے او دل راحت طلب کیا شادماں ہو کر ٭ زمیں کوئے جاناں رنج دیگی آسماں ہو کر ٭ (مصنف)

جو اُن کو پیسے ڈالتے تھے۔ اب تو یہ حال ہُوا کہ سب سے پہلے جہاز پر سوار ہونے کے لئے ایک نے دوسرے پر سبقت لے جانی چاہی، حکام جلاوطنی کو اُن کے جمع کرنے اور سوار کرانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ فوج جہاز پر سوار ہونے تک اس لئے اُن کے ساتھ ساتھ تھی کہ اُن کو لوٹنے کے لئے ہر طرف سے چور جمع ہو رہے تھے جن کو کھانے کی ضرورت تھی اُن کو کھانا مہیا کیا گیا، جو بیمار تھے اُن کا علاج ہُوا۔ تاکیدی احکام جاری کر دیئے گئے کہ کوئی شخص اپنی زبان یا کسی فعل سے اُنہیں رنج یا تکلیف نہ پہنچائے، تاکہ اور مولدین یہ خبر سُن کر خوشی خوشی جانے پر تیار ہو جائیں حکومت کی طرف سے تو مولدین کو جلاوطن ہونے کے وقت ہر طرح کی آسایش پہنچانے کی کوشش کی جاتی تھی، مگر پُرانے عیسائیوں کے وحشیانہ لالچ کا انسداد کرنا ناممکن تھا، خاص کر اس لئے کہ وہ ہمیشہ یہ سمجھتے آئے تھے کہ مولدین کو کوئی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اُنہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے گروہ بنا لئے اور باہر نکل گئے، جو کوئی مولد اُن کو ملتا اُس کو لوٹ لیتے، اور موقعہ ملتا تو مار ڈالتے۔ فون سیکا کہتا ہے کہ میں اس موقعہ پر ولنیہ سے سان ماٹیو گیا تھا تو میں نے سڑک پر مولدین کی لاشیں ہی لاشیں دیکھی تھیں۔ اس کے انسداد کے لئے ۲۶ ستمبر کو ایک فرمان شاہی جاری ہُوا کہ سڑکوں کو محفوظ رکھنے کے لئے چوکیدار مقرر کر دیئے جائیں، اور اُن کا خرچ قریب کے قصبوں اور گانوؤں سے وصول کیا جائے۔ مگر اس سے کچھ فایدہ نہیں ہُوا ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۶۰۹ کو وایسراے نے بادشاہ کو رپورٹ کی کہ ڈاکے اور قتل بہت بڑھ گئے ہیں، جن سے مولدین کی جلاوطنی سے بھی زیادہ فکر پیدا ہو رہے ہیں۔ باوصفیکہ سڑک پر ہر جگہ پھانسیاں گڑی ہوئی ہیں اور فوراً ملزمین کو پھانسی دے دی جاتی ہے، مگر کچھ رعب نہیں پڑتا۔ فلپ نے اپنی معمولی سُستی کی وجہ سے دیر کے بعد جواب دیا کہ جو تدابیر کی گئی ہیں وہ بالکل غیر مکتفی ہیں، مجرموں کو سخت سزائیں دی جائیں، بعض حکام نے سخت بُزدلی دکھلائی ہے، اُن کو بھی سزائیں دی جائیں، کیونکہ وال ڈیل آگیو اور میولاڈی کورٹس کے فسادات اُن ہی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ اپنی رعایا کو آسایش پہنچانے اور محافظت کرنے کے خیال سے کئی امراء مثلاً ڈیوک آف گینڈیا اور مارکوئیس

آف البیضا وغیرہ اُن کے ساتھ گئے، اور اُن کو بحفاظت تمام جہاز میں سوار کرا آئے؛ ڈیوک آف میکیوڈا تو اپنی رعایا کو لے کر اوران تک پہنچا آئے ۔

جلاوطن مولدین کو پہلا جہاز ۴ ہر اکتوبر کو لے کر روانہ ہوا، اور سترہ نیپلس کی کشتیاں بھی بھیجی گئیں، جن میں سے ہر ایک میں دو دو سو مولدین سوار تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے جہازوں پر بھی ان کو سوار کیا گیا۔ ان کے علاوہ اور بھی جہاز اس کام کے لئے مخصوص کئے گئے، اور یوں قریب چھ ہزار آدمیوں کے روانہ ہو گئے۔ ان کے بعد ہی اور بہت سے آدمی اور بندروں سے روانہ کئے گئے۔ ان سب کی مجموعی تعداد قریباً اٹھائیس ہزار کے ہو گئی۔ جب یہ لوگ اوران میں پہنچے تو وہاں ان کو لینے کے لئے سپہ سالار اعظم کاونٹ آف اگیولر موجود تھے۔ اس نے فوراً بادشاہ تلمسان سے کہا کہ مولدین کو بطور اپنی رعایا کے لینا منظور کر لے (اوران اور تلمسان کے درمیان میں نوّے میل کا فاصلہ تھا) بادشاہ تلمسان نے یہ سمجھ کر کہ مولدین کے ساتھ بہت سارو پیہ ہوگا اُن کو بخوشی لینا منظور کر لیا، اور ایک فوجی افسر سید المنصور کو پانچ سو سوار دے کر اُنہیں لانے کو بھیج دیا۔ وہ اپنے ساتھ ایک یہودی کمیلو نامی اور ہزار اونٹ عورتوں اور اسباب کے اُٹھانے کے لئے لے کر آیا تھا، مگر مولدین بنظر احتیاط اوران سے اُس وقت تک نہیں ہلے کہ جب تک سید المنصور نے اپنا بیٹا اُن کو بطور یرغمال کے نہیں دیدیا۔ جو لوگ کہ اُن کی خبر خیریت دینے کے لئے سپین بھیجے گئے تھے اُن کے ہاتھ ان جلاوطن مولدین نے بہت سے خطوط اپنے دوستوں کے نام دیئے، اور اُن میں اپنے دوستوں کو یقین دلایا کہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک ہوا ہے۔ ان خطوں کو دیکھ کر لوگ سپین چھوڑ دینے پر پہلے سے زیادہ تیار ہو گئے، مگر مولدین کو بادشاہ سپین کی وہ بے اعتباری تھی کہ بجائے اس کے کہ بادشاہ کے مہیا کردہ جہازوں میں جائیں جن میں اُن کو کھانا بھی مفت ملتا، اُنہوں نے خود اپنے جہاز کرایہ کئے، حالانکہ اس کے لئے اُن کو پچھتر ریال فی مرد اور ۳۵ ریال فی بچہ خرچ کرنے پڑے۔ اس خیال سے کہ جہاز والے ان مولدین کو کوئی تکلیف یا نقصان نہ پہنچائیں، زر کرایہ بلنسیہ میں جمع

کرادیا گیا، اور یہ شرط قرار پائی کہ جب تک خیریت سے خشکی پر پہنچ جانے کا صداقت نامہ جہاز والے نہ پیش کردیں اُن کو کرایہ ادا نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ یہ حکم ہُوا کہ جتنے جہاز سپین کے بندروں پر ہیں سب کو پکڑ لیا جائے، جن جہازوں پر کچھ بار ہوچکا ہے وہ اُتار دیا جائے، اور وہ جہاز مولدین کو دیدیئے جائیں۔ جو جہاز بلنسیہ میں آئے اُن کو بھی اسی غرض کے لئے لے لیا گیا۔ یوں ساڑھے چودہ ہزار آدمی بندر گراؤ، واقعہ بلنسیہ سے روانہ ہوگئے۔ مولدین کی روانگی لوگوں کے لئے ایک تماشا بن گئی، شہر کے شرفا اپنی عورتوں کو لے کر یہ سیر دیکھنے کے لئے آگئے۔ یہ جہاز ہواء موافق کے انتظار میں پڑے ہوئے تھے، اور مولدین کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ اُنھوں نے تہینت کے گیت سن سن کر اپنے قیمتی کپڑے، جن پر عجیب و غریب کشیدے بنے ہوئے تھے، اور قیمتی سنہری روپہلی کناریاں وغیرہ ٹنکی ہوئی تھیں انعام میں دیدیئے۔ القنت میں وہ جہازوں تک باجے بجاتے اور قصاید پڑھتے ہوئے پہنچے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی شادی میں شامل ہونے کے لئے جارہے ہیں، وہ اپنے اجداو کرام کے وطن کو لوٹنے پر خدا تعالےٰ کا شکر کرتے تھے کسی نے ایک فقیہ سے دریافت کیا کہ تم لوگوں نے بادشاہ کے ایک معمولی حکم کی اس سرگرمی سے کیوں تعمیل کی، تو اُس نے جواب دیا کہ "کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ہم میں سے بہت سے آدمی بربر جانے کے لئے کبھی کشتیاں خریدتے تھے، کبھی چراتے تھے تب پہنچتے تھے، اس پر بھی ہم کو اپنی جان کا خطرہ رہتا تھا، اب جو ہم کو بحفاظت تمام بغیر اپنے خرچ کے، اپنے اجداد کے وطن اور اپنے ہی بادشاہ کی رعایا بنا کر بھیجا جاتا ہے تو ہم کیوں نہ خوش ہوں۔ ہمارا بادشاہ اب ہم کو مسلمان رہنے میں مانع نہ آئیگا، یہاں ہمارے ساتھ غلاموں کا سا سلوک ہوتا تھا، اب ہم غلام تو نہ رہینگے"۔ اس جواب ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اب سے پچاس برس پیشتر ان لوگوں کو یہاں سے نکل جانے دیا گیا ہوتا تو اُن کو کتنی خوشی ہوتی، اور کم از کم اُن کو یہ مصایب تو نہ اُٹھانے پڑتے جن کو اب اُنھوں نے جھیلا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سپین چھوڑ دینے کا یہ شوق، اور اس کے لئے خود خرچ برداشت کرنے کی آمادگی، یہی وہ باتیں تھیں کہ بادشاہ نے اپنا ارادہ بدل لیا اور پہلے

جہازوں کی روانگی کے بعد اُس نے حکم دیا کہ مولدین اپنا خرچ خود برداشت کریں، اور جہاز کا کرایہ اپنی گرہ سے ادا کریں۔

غرض تین مرتبہ مولدین روانہ ہوئے، اور اس میں تین مہینے لگ گئے، جو فہرست کہ بندروں پر مرتب کی گئیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ لاکھ* مولدین ان جہازوں میں گئے۔ لیکن اس معاملہ کا انجام امن و امان پر نہیں ہُوا۔ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے کہ اُن کو بادشاہ کے قول و فعل کا بالکل اعتبار نہ تھا، اسی لئے اُنھوں نے مجلس فقہا کے فیصلہ کو بطیب خاطر تسلیم نہیں کیا۔ ۲۷ ستمبر ہی کو یہ خبریں آئیں کہ مارکوئیس آف لومبے کی رعایا فلاخن اور نیزے وغیرہ بنا رہے ہیں، اور سامان خورونوش جمع کر رہے ہیں، جو بغاوت کی صاف علامت تھی۔ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے کہ جن کے ساتھ اُن عمال و حکام کا سلوک اچھا نہیں رہا جو اُن کو جمع کرنے پر تعینات ہوئے تھے، نتیجہ یہ ہُوا کہ دوس اگواس میں مولدین نے گورنر اور دس بارہ آدمیوں کو قتل کر دیا، کیونکہ اُنھوں نے اُن کو گالیاں دی تھیں۔ یہ قرار دیا گیا کہ وہ ایسا کرنے میں حق بجانب تھے۔ مگر قریب چھ ہزار نوجوان مولدین کے پہاڑوں پر چلے گئے۔ اور لوگوں نے اس لئے جانے سے انکار کر دیا کہ اُن کے زمینداروں نے اُن کو وہ اشیا لے جانے سے منع کر دیا تھا جو حکم شاہی کے موافق وہ لے جا سکتے تھے۔ اس کے بعد یہ مشوش خبریں آنے لگیں (جو بدقسمتی سے واقعیت پر مبنی تھیں) کہ مسلمانوں نے اُن لوگوں میں سے کئی آدمی مار ڈالے، جو سب سے پہلے جہازیں اوران گئے تھے ان خبروں کی تصدیق اُن خطوط سے ہو گئی جو اوران سے پہنچے۔ ان کو پُرانے عیسائیوں نے اور بھی مبالغہ کے ساتھ بیان کیا، کیونکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح فساد برپا ہو تا کہ اُن کو لوٹ مار کا موقعہ مل جائے۔ بندروں پر یہ معلوم ہُوا کہ جانے والوں میں جوان آدمی کم تھے، مرد عورتیں اور بچے

---

* محکمۂ احتساب و محنہ کو یقیناً تعداد صحیح معلوم ہوگی۔ اُن کے کاغذات کے بموجب معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۰۶۵۶ مولدین گئے یعنی بلنسیہ سے ۱۷۷۶۶ (ان میں سے ۳۲۶۹ کم از کم بارہ سال کے تھے اور ۱۳۳۹ دودھ پیتے بچے) القنط سے ۳۲۰۰۰؛ دینیا سے ۳۰۰۰۰؛ ویناروس سے ۱۵۲۰۰؛ منکوفا سے ۵۶۹۰۔ (مصنف)

زیادہ تھے۔ پیڈرو ڈی ٹولیڈو نے یہ عاقبت اندیشی کی کہ اُس نے سیرا ڈی ایسپے ڈان پر قبضہ کر لیا، اور دو قلعوں کی مرمت کر کے اُن میں اٹلی کی فوج کے پانچ سو پچاس آدمیوں کو متعین کر دیا۔ مولدین چاہتے تھے کہ ان قلعوں پر خود قبضہ کر لیں، مگر وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔ لیکن اُن کے لئے پہاڑوں پر چھپنے اور کمینگاہیں بنانے کی بہت جگہ تھی۔ منجملہ ان کے وال ڈیل اگیوار کی چوٹی ایسی جگہ تھی کہ وہاں تک کسی کا پہنچنا محال تھا۔ آخر اکتوبر میں جن لوگوں نے بربر جانے سے انکار کر دیا تھا وہ راتوں رات سفر کر کے جوق در جوق وہاں پہنچ گئے، اور جب اُنہوں نے وہاں اپنا ٹھکانا کر لیا تو ہر طرف سے اور مولدین بھی وہاں جمع ہو گئے، یہاں تک کہ اُن کی تعداد تخمیناً پندرہ ہزار سے پچیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اُن کو یہ امید تھی کہ وہ یہاں موسم بہار تک سلامتی کے ساتھ رہ سکینگے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس موسم میں اُن کو بیرونی امداد مل جائیگی، جس کا اُن سے ہمیشہ وعدہ ہوتا رہا، مگر کبھی ایفا نہیں ہوا۔ انہوں نے ایک مولڈمے لینے سے کیوبن نامی کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ یہ شخص ہر جگہ سفر کر کے مولدین کو بغاوت کے لئے آمادہ کرتا رہا۔ اسی طرح کا ایک مجمع میولاڈی کورٹس میں ہوا۔ یہ مقام بھی بہت ہی دشوار گزار تھا، کیونکہ اس کے گرد بڑے بڑے اونچے پہاڑ اور کھڈ تھے، اور جو راستے کہ دروں میں سے ہوتے ہوئے وہاں تک پہنچتے تھے اُن کی بآسانی حفاظت ہو سکتی تھی۔ یہاں کے مولدین نے حکام جلا وطنی کے مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا؛ ان میں جوش بھی زیادہ تھا، اور ایک قزاق، یا ملیلواب کار نے اُنہیں بغاوت کرنے کی اشتعال بھی دی تھی۔ اُنہوں نے بھی ایک شخص، واہی سینٹ ٹریشی، کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اس شخص نے تمام کوہستان میں کہلا بھیجا کہ تمام مولدین اُس کے پاس آکر جمع ہو جائیں، ورنہ اُن کو وہی سزا دی جائیگی جو غداروں کو دی جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے ملجاو ماوا سے نکل کر قرب و جوار پر ڈاکے مارتے تھے، مویشی اور اجناس خوردنی جتنے ملتے تھے اُٹھالے جاتے تھے، گانوؤں کو آگ لگا دیتے تھے اور کنیسوں کی بے حرمتی کرتے تھے۔ میکشیا مولدین کی روانگی کے فکر میں ہمہ تن مصروف تھا، اور اس کام کو چھوڑتے ہوئے ڈرتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ چند روز تک ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ جب فرے فون سیکا نے اُس کو ملامت کی تو اُس نے کہا کہ میری

فوجیں ملک کو اُس سے زیادہ نقصان پہنچائینگی جتنا کہ یہ باغی پہنچا سکتے ہیں، جب وقت آئیگا تو یہ لوگ بہت آسانی کے ساتھ زیر ہو سکتے ہیں"۔

میکلشیا کی راۓ بہت صحیح تھی۔ باغیان اگیوار کے خلاف نومبر کے پہلے ہفتہ کے آخر میں اُس نے دو ہزار آدمی بھیج دیئے، اور اُنہوں نے بہترین مقامات پر قبضہ کر لیا۔ ۵ اتاریخ کو ایک مختصر سی جنگ قلعہ ڈیلی پاپ پر ہوئی، اس مقام کو مولدین نے قلعہ بند کر رکھا تھا۔ اس جنگ میں بہت سے مولدین معہ اپنے بادشاہ کے، مارے گئے۔ اس کے بعد میکلشیا خود کچھ آدمی لے کر آ گیا جس سے فوج کی تعداد چھ ہزار ہو گئی۔ چونکہ بادشاہ کا یہ حکم تھا کہ جہاں تک ہو سکے خونریزی نہ ہونے پائے، اس لئے اُس نے مولدین کے سامنے بہت ہی نرم شرائط پیش کیں، یعنی یہ کہ وہ اپنے گانوؤں کو واپس چلے جائیں، وہاں اُن کو پندرہ دن کی مہلت دی جائیگی کہ اُس عرصہ میں اپنی جایداد کا انتظام کر لیں، پھر تیس روز کی مہلت اس لئے دی جائیگی کہ اُس میں وہ اپنی جایداد کو فروخت کر دیں، اس کے بعد وہ جہازمیں سوار ہو جائیں، اور زر مبیعہ اپنے ساتھ لے جائیں۔ مولدین مذبذب رہے۔ چونکہ میکلشیا کی فوج کے لئے سامان خور و نوش نہ تھا اس لئے وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح یہ معاملہ جلد طے ہو جائے۔ تعجیل کے خیال سے اُس نے مولدین کے پانی کا راستہ بند کر دیا۔ اب اُنہوں نے پھر رسل و رسایل شروع کیئے اور روانہ ہونے کے لئے کئی مہینہ کی مہلت مانگی، مگر میکلشیا نے اتنی مہلت دینے سے انکار کر دیا، اور ۱۲ تاریخ کو اُن پر حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی نہ تھی بلکہ قتل عام تھا۔ فلاخن، نیزے، بندوقیں اور کمانیں بھلا مسلح سپینی سپاہیوں کا کیا مقابلہ کر سکتی تھیں۔ عیسائیوں نے اُن کو پیس ڈالا، اور جب وہ بھاگے تو جو ہاتھ آیا اُس کو ذبح کر ڈالا؛ اس میں نہ بچوں کو چھوڑا نہ عورتوں کو۔ تین ہزار مولدین مارے گئے، اور سپین والوں کا صرف ایک آدمی کام آیا، وہ بھی اس طرح کہ اُس کی بندوق پھٹ گئی۔ مال غنیمت، یعنی مقتولین کے کپڑے وغیرہ، یا جو کچھ اُن کے پاس تھا، اُس کی قیمت تیس ہزار کراون آنکی جاتی ہے۔ باغیوں میں سے کثیر التعداد آدمی پہاڑوں کی چوٹیوں میں جا چھپے، یہاں نہ اُن کو کچھ کھانے کو ملا نہ پینے کو۔ چونکہ اُن کا انجام

معلوم تھا اس لئے میکشیا نے اُن پر حملہ نہیں کیا؛ اور جب یہ خبر پہنچی کہ میولاڈی کورٹس کے مولدین نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں، یہ لوگ بھی ۲۸ نومبر کو پہاڑوں پر سے اُتر آئے، اور اُنہوں نے اپنے آپ کو تفویض کر دیا۔ ان لوگوں کی تعداد گیارہ سے بائیس ہزار تک بتلائی جاتی ہے۔ سردی بھوک اور پیاس کے مارے ان سب مولدین کی یہ حالت تھی کہ اُن کو دیکھ کر سنگدل عیسائی سپاہیوں کے دل بھی پسیج گئے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اگر اُن کو رحم آ گیا تھا تو اُنہوں نے لوٹنے کھسوٹنے میں کچھ کمی کی ہوگی، بہت سی مولدہ عورتوں اور بہت سے مولدین۔ بچّوں کو چُرا کر بیچ دیا۔ میکشیا نے اُن کی جان بخشی کر دی، اور معہ اُن کے مال کے اُن کو اُس بندر تک پہنچا دیا جہاں سے وہ سوار ہونے والے تھے؛ لیکن اگیورکی پہاڑیوں کی بارہ یا تیرہ دن تک لوٹ معاف رہی۔

جب یہ خبر پہنچی کہ مولدین میولاڈی کورٹس میں جمع ہو رہے ہیں تو فرانسسکو ڈی مزنڈا کو اُدھر بھیجا گیا۔ اُس نے یہ دیکھا کہ باغیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اُس کا اندازہ یہ تھا کہ نو ہزار سے کسی طرح کم نہ ہونگے۔ فوج منگوائی گئی، لومبارڈی کی جمعیت کے علاوہ اُس علاقہ کی تمام فوج مزنڈا کے سپرد کر دی گئی۔ صلح کے لئے کچھ نامہ و پیام ہوا، جس میں مولدین نے ایک سال کی مہلت مانگی۔ مگر جب اُن کو اگیوار کے مولدین کی شکست کا حال معلوم ہوا تو اُن کے دل چھوٹ گئے۔ اُن کے یہاں ایک پیشینگوئی تھی کہ ایک فاطمی شخص، جو بادشاہ جیم کے زمانہ سے کسی پہاڑ کی کھوہ میں چھپا ہوا ہے، اُن کی مدد کے لئے آئیگا۔ عالم مایوسی میں اُن کو اس پیشینگوئی کا بھی اعتقاد جاتا رہا۔ ۱۲ دسمبر کو صبح کے وقت سپین کی فوج آگے بڑھی تو کسی مولد کا وہاں پتہ بھی نہ تھا۔ جب نو بجے تو چند لوگوں نے آ کر اپنے اور اپنے رفیقوں کی طرف سے یہ درخواست کی ہم کو افریقیہ بھیج دیا جائے۔ یہ معاہدہ ہوا کہ اگر وہ تین دن کے اندر مقرر شدہ بندر پر پہنچ جائیں۔ تو اُن کی جان و مال محفوظ رہینگی۔ لٹیرے سپاہیوں نے جب یہ دیکھا کہ اُن کو موعودہ لوٹ مار کرنے کا موقعہ نہیں ملیگا تو نا امید ہو کر اُنہوں نے نظام فوجی کی کچھ پروا نہیں کی قصبہ روبایا کو لوٹ لیا، مولدین کی عورتوں کی عصمت دری کی اور کثیر التعداد بچّوں کو پکڑ کر بطور غلام و کنیز بیچ

ڈالا صرف تین ہزار مولدین بندر تک پہنچ سکے، باقی سب اِدھر اُدھر پریشان ہو گئے، اور فوجیوں کے ظلموں سے بچنے کے لئے پہاڑوں میں جا چھپے۔ ان کی تعداد دو ہزار نفوس بتلائی جاتی ہے۔ یہ لوگ کئی برس تک تکلیفیں دیتے رہے، جو عیسائی ان کو مل جاتا اُس کو قتل کر ڈالتے اور ہر طرح کا سلب و نہب کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ جاٹیوا کے گورنر نے اُن کو آنے کی ترغیب دی؛ بہت سے آدمی آ بھی گئے؛ مگر جب اُن کو معلوم ہؤا کہ وہ غلام بنا لئے جائینگے تو سب بھاگ گئے۔ ایک اعلان جاری ہؤا کہ جو شخص اُن کے بادشاہ ٹرکسی کو زندہ یا مردہ لے کر آئیگا اُس کو انعام ملیگا۔ اس پر ایک شخص نے اُس کو ایک کھو میں جا پکڑا، اور شہر میں لے آیا۔ یہاں اُس کو یہ سزا دی گئی کہ پہلے اُس کے ہاتھ اور کان کاٹے جائیں، زمین پر گھسیٹا جائے، چمٹوں سے اُس کی کھال نوچی جائے، پھر پھانسی دیدیا جائے۔ مگر جب ۱۸ دسمبر کو سزا ملنے لگی تو ہاتھ اور کان کاٹنے کی سزا نہیں دی گئی۔ اُس نے دو مرتبہ اعتراف گناہ کر لیا، اس لئے تعذیب دینی کا مستوجب قرار پایا، آخر مرتے ہوئے اُس نے اپنے عیسائی ہونے کا اقرار کیا، جس سے اُس کی موت صالحین کی سی قرار دی گئی؛ کیونکہ ہمیں یہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ بہت خیرات کیا کرتا تھا، مریم عذرا کا بھگت تھا اور نہایت دیندار۔ بقیتہ السیف آدمیوں کا ہر طرف شکار کیا گیا۔ وایسراء نے فی نفر بیس ڈوکیٹ کا انعام مشتہر کر دیا۔ جو کوئی گرفتار ہو کر آتا اُس کو جہازوں کی مشقت پر لگا دیا جاتا۔ اس مصیبت سے بچنے کے لئے اُنہوں نے وایسراء سے کہلوایا کہ اگر ہمیں جہازوں پر نہ لگایا جائے تو ہم آنے پر تیار ہیں، بلکہ غلام بننے پر آمادہ ہیں۔ اُن کی یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ ۲۰ فروری ۱۶۱۲ء کو فلپ نے وایسراء کارسینا کا شکریہ ادا کیا کہ اُس کی کارگذاری سے کوہستان صاف ہو گیا۔ بادشاہ موصوف کی یہ شقاوت قلبی قابل ذکر ہے کہ موسم خزاں و سرما ۱۶۰۹ء میں یہ مصایب اُس کے ملک میں رعایا پر پڑ رہے تھے، اور وہ سیر و شکار، رقص و سرود، ضیافتوں اور سوانگوں میں مصروف تھا، سانڈوں کی لڑائی اور انسانوں کی کُشتیاں دیکھ رہا تھا۔

سب سے خطرناک صوبہ بلنسیہ ہی تھا جب وہاں کی تھوڑی سی سرکشی یوں آسانی کے ساتھ

فرو کر لی گئی، تو اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ اب کچھ زیادہ اندیشہ باقی نہیں ہے، دیگر صوبجات میں معاملہ بآسانی طے ہو جائیگا؛ اسی لئے اور جگہ بھی جلاوطنی کی کارروائی فوراً ہی شروع کر دی گئی۔ اگرچہ بلنسیہ کے بعد ارغون اور قتلونیہ کی باری نہیں آئی، مگر وہ بلنسیہ سے اس طرح ملحق ہیں کہ اُن کا ذکر نہیں کر دینا موزوں ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ یہ تمام معاملہ صاف صاف طور پر معاہدہ شکنی اور سلب مراعات کا تھا، مگر یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرار پا چکا تھا کہ ایسے مقدس کارِ ثواب میں اس کی چنداں پروا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ نہ صرف اس سے خدا تعالےٰ ہی خوش ہوتا ہے بلکہ اس کا نفع تمام ملک کو پہنچنے والا ہے۔ بلنسیہ میں جو جلاوطنی کے فرمان شاہی کا اعلان کیا گیا تو اس سے فطرۃً نہ صرف صوبجات ملحقہ کے مولدین ہی چونک اُٹھے بلکہ اُن کے زمینداروں کو بھی فکر لگ گیا۔ اُن کو طفل تسلی دینے کے لئے، ۲۰ اکتوبر ۱۶۰۹ء کو فلپ نے نئے والیسراۓ مارکوئیس آف ایٹونا کو حکم دیا کہ استقفان اعظم سے خفیہ طور پر مولدین کی حالت معلوم کی جائے۔ اور اگر ضرورت ہو تو، بغیر اس کے کہ بادشاہ کا نام درمیان میں آئے، اُن کو یہ تشفی دی جائے کہ اس معاملہ سے اُنہیں کوئی تعلق نہیں ہے۔ قطع نظر اس کے کہ بلنسیہ کے معاملہ نے مولدین کی آنکھیں کھول دی تھیں، قتلونیہ میں اس لئے اور بھی پریشانی پھیل گئی کہ لیریڈا میں حکم جاری ہوا کہ تمام مولدین کے ہتھیار چھین لئے جائیں۔ اُدھر ارغون میں جمعیتہ المولدین کے سرکردوں کو محکمۂ احتسا و محنہ نے گرفتار کرنا شروع کر دیا؛ اس سے اور بھی اضطراب پھیلا۔ ۵ ار نومبر کو ایٹونا باقاعدہ والیسراۓ ہو گیا تھا۔ اُس نے مولدین کو تسلی دینے کی بہت کوشش کی، اور اُن کو سمجھایا کہ مولدین بلنسیہ کو جو جلاوطن کیا گیا وہ اپنی شرارتوں کی وجہ سے اس کے مستوجب ہو گئے تھے؛ نیز یہ کہ بادشاہ نے ارغون کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ والیسراۓ نے پھر وہی فرمان شاہی شایع کر دیا جو اُن کے ہتھیار چھین لینے کے وقت جاری ہوا تھا، اور مولدین کو یہ یقین دلایا کہ اُن کی ہر طرح سے حفاظت کی جائیگی۔ مگر اُن کو بادشاہ کی بے ایمانی کا نہایت تلخ تجربہ تھا، اس لئے اُن کو کسی بات کا اعتبار نہ آتا تھا؛ بالخصوص اس لئے کہ پُرانے عیسائیوں نے اُن کو دھمکانا اور بدسلوکی

کرنا شروع کر دی تھی۔ مولدین نے کشاورزی چھوڑ دی اور اپنے احمال و اثقال کو اونی پونی قیمت پر فروخت کرنے لگے۔ اُن کے قرضخواہ اور اہالی کلیسا جو اُن کو جبریہ قرض دیئے ہوئے تھے، اس سے سخت پریشان ہوئے اور اُنھوں نے اپنے قرضہ کی بازیافت کے لئے سخت تقاضا کرنا شروع کر دیا۔ ایک طرف تو کاروبار بند ہوئے، دوسری طرف ہر طرح کے نقصانات کا اندیشہ پیدا ہو گیا، ناچار تمام صوبہ نے مل کر اپنے کچھ نمایندے بڑی طول طویل عرضداشتیں لے کر بادشاہ کے پاس بھیجے، اور اس طرف توجہ دلائی کہ مولدین کے جلاوطن کرنے سے سخت ترین نقصانات کے اندیشے ہیں۔ امریکہ میں آبادکاروں کو بھیجا جانا ضروری ہے، فلینڈرس اور اٹلی کی فوجوں کے لئے بھی سپین ہی سے آدمی جائینگے، افریقیہ کی طرف سے بھی ہر وقت اندیشہ لگا رہتا ہے، ان وجوہ سے اس موقعہ پر مولدین کا خارج از ملک کیا جانا سخت نامناسب ہے؛ اس عرضداشت میں یہ بھی لکھا تھا کہ بلنسیہ اور راغون کے مولدین میں بڑا فرق ہے، یہاں اس کا یقین ہے کہ یہ لوگ عیسائی ہو جائینگے۔ بادشاہ نے بیکار یہ کوشش کی کہ ان نمایندوں اور اُن لوگوں کو جو سپین کے دوسرے حصص سے آئے تھے، باریاب نہ ہونے دے، مگر ممکن نہ ہوا۔ وہ حاضر ہوئے تو اِدھر اُدھر کے بہانے کر کے اُنہیں ٹال دیا۔

بچوں کا معاملہ ابھی تک پوری طرح طے نہیں ہوا تھا۔ ایسے کٹے کلیسائیوں کی ملک میں کمی نہ تھی کہ جو اس کے سخت مخالف تھے کہ اُن بچوں کو جو اصطباغ پا چکے ہیں کُفار کے ملک میں ملعون ہونے کے لئے بھیج دیا جائے، وہ ملک کے نفع یا نقصان کی پروا بھی نہ کرتے تھے، نہ اس کو سُنتے تھے کہ اُن کو یہاں رکھ لینا اُس سے زیادہ نقصان رسان ہے جتنا کہ اُن کا مسلمان ہو جانا، کیونکہ اگر وہ سپین میں رہے تو مسلمان ہو کر رہینگے۔ ۱۹ اپریل ۱۶۱۰ئہ تک یہ معاملہ علماء دین کی مجلس میں زیر بحث ہی چلا جاتا تھا؛ گو میکنیشیا کو ۱۷ اپریل ہی کو حکم پہنچ چکا تھا، اور وہ ولاڈالڈ سے فرمان اور دیگر ضروری کاغذات لے کر سرقسطہ کو چل دیا تھا۔ یہ فرمان بالکل وہی تھا جو بلنسیہ میں جاری ہو چکا تھا، صرف دو یا تین باتیں اس میں کم تھیں۔ ایک تو یہ کہ قتلونیہ کے علماء دین کو یہ رعایت دی گئی تھی کہ

اگر وہ چاہیں تو اُن لوگوں کے سات برس تک کی عمر کے بچوں کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں، جو کفار کے ملک میں بھیجے جا رہے ہیں۔ اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ کثیر التعداد آدمیوں کو فرانس جانا پڑا تاکہ وہاں سے وہ ملک بربر کو چلے جائیں۔ اگرچہ بلنسیہ کی جلاوطنی بہت آسانی سے ہوگئی تھی، مگر اُس پر خرچ بہت زیادہ آیا، جس کا تخمینہ آٹھ لاکھ ڈوکیٹ کیا جاتا ہے۔ یہاں لامحالہ بُخل کرنا پڑا؛ چنانچہ جلاوطنوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنا خرچ خود برداشت کریں، نہ صرف سفر بری بحری کا، بلکہ اُن حکام کی تنخواہیں بھی اُن ہی کو دینی پڑینگی جو اُن کو بنادر تک پہنچانے وغیرہ پر متعین کئے گئے ہیں؛ اس کے علاوہ نصف ریال فی کس اُس مال کی چُنگی دینی پڑیگی جس کو وہ اپنے ساتھ لے جائینگے۔ جو مولدین کہ متمول تھے اُن کو مجبور کیا گیا وہ غربا کا خرچ اپنے ذمہ لیں۔ غرض یوں اس صوبہ کی جلاوطنی پر حکومت کا کچھ بھی خرچ نہیں ہوا۔ حکام نے جو شہہ پائی تو اُنہوں نے مولدین کو بے رحمی کے ساتھ کھسوٹنا شروع کیا، اُن کے راستے میں جتنے تالاب یا نالے آتے تھے اُن کے پانی کی قیمت اُن سے وصول کی گئی، راستہ میں جو درخت پڑتے تھے اُن کے سایہ میں بیٹھنے کا کرایہ اُن سے لیا گیا، اپنی تنخواہ کے مد میں اُن سے اتنا وصول کیا گیا کہ جس کے وہ ہرگز مستحق نہ تھے۔

۹ مئی کو سرقسطہ اور برشلونہ میں ایک ہی وقت یہ فرمان سنایا گیا۔ جہاز وغیرہ الفقس میں، موجود تھے ہی، جو لوگ بذریعہ بحر جانا چاہتے تھے اُن کے لئے بندر مقرر کر ہی دیا گیا تھا۔ فوجیں اُتار دی گئیں، کسی طرح کا انکار یا مقابلہ کرنا اول تو تھا ہی بیکار، دوسرے کسی کے دل میں اس کا خیال تک نہیں آیا۔ مگر کوئی اُس گریہ و بکا کو نہ روک سکتا تھا جو ہر طرف سنائی دیتا تھا، اور جس سے ان ظالموں کے دل بھی پگھلے جاتے تھے۔ مولدین نے ہزار کہا کہ ہم عیسائی ہیں، عیسائی ہی مرینگے اور خواہ اُن کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دیئے جائیں، مگر عیسائی ہی رہینگے، لیکن کون سنتا تھا۔ یہ ساری خوشامد درامد بیکار تھی۔ سب لوگ ایک ہزار سے لے کر چار ہزار کے گروہ ہیں، بلا امداد فوج چل پڑے۔ راستہ میں پُرانے عیسائیوں نے اُن کو بے طرح لوٹا۔ تخمینہ کیا گیا ہے کہ ارغون سے چوہتر

ہزار، اور قنلونیہ سے پچاس ہزار مولدین نکالے گئے۔ چونکہ کسی طرح کا فساد نہیں ہوا اس لئے ایک آدمی کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ ۱۸ ستمبر کو آخری جہاز روانہ ہو گیا۔ سپین کی بڑی خوش قسمتی تھی کہ مولدین نے فرمان برداری سے کام لیا، ورنہ اگر وہ لڑنے کو کھڑے ہو جاتے تو اُن کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا جب سے فوج اٹلی سے آئی تھی سپاہیوں کو تنخواہ نہیں ملی تھی، جب اُنہوں نے بہت شور و غل مچایا تو اُن کو موقوف کر دیا گیا، صرف افسر ہی رہ گئے تھے، اُنہوں نے اِدھر اُدھر سے آدمی پکڑ کر فوج میں بھرتی کر لئے۔

تخمینہ کیا گیا ہے کہ بیس ہزار سے پچیس ہزار تک مولدین ارغون سے نوار یا کوہستان ہو کر فرانس پہنچ گئے۔ مورخین و مصنفین سپین مولدین کی اُن تکالیف کا حال بڑے درد کے ساتھ لکھتے ہیں، جو اُن کو راستہ میں اُٹھانا پڑیں۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ پہلے تو اُن کا داخلہ فرانس میں بند کر دیا گیا، لیکن بعد میں فی کس ایک ڈوکیٹ ادا کرنے پر اُن کو اجازت دی گئی، مولدین نے بڑے شوق سے ہتھیار ساتھ رکھنے کے لئے لائسنس لئے، اور جب وہ لائسنس لے چکے تو اُن سے ہتھیار چھین لئے گئے۔* باوجود اس کے کہ اہالی فرانس مولدین سے ساز باز رکھتے تھے، مگر اُن کو یہ امید نہ تھی کہ ان مہمانان ناخواندہ کا بار، بغیر کسی سابقہ معاہدہ یا انتظام کے اُن پر ڈالا جائیگا۔ قبل اس کے کہ یہ لوگ وہاں پہنچیں ہنری چہارم نے یہ پیش بندی کی کہ فروری میں ایک حکم جاری کر دیا کہ صرف اُن ہی لوگوں کو حدود فرانس میں داخل ہونے کی اجازت دی جائیگی جو مذہب رومن کیتھولک رکھتے ہوں، اور جو حلف اُٹھائیں کہ وہ دریاء گیرون اور ڈورڈون کے دوسرے کنارے پر آباد ہونگے۔ جو لوگ کہ صرف اسی غرض سے آتے ہیں کہ وہ ملک بربر چلے جائیں، اُن کے لئے جہاز مہیا کر دیئے جائینگے× اس اقرار و مدار کے موافق، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا،

---

* ایک مورخ کہتا ہے کہ چھ ریال فی تلوار اُن سے قیمت لی گئی، اور چار ریال لائسنس کی فیس وصول کی گئی، اُس کے بعد اُن سے تلواریں چھین لی گئیں۔ (مصنف)

× دربار فرانس اور باب عالی کے درمیان میں مولدین کے برضا و رغبت فرانس میں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۸ پر ملاحظہ ہو)

قریباً سترہ ہزار مولدین ۱۶۱۰ء سے یکم مئی تک فرانس میں داخل ہوئے، اس کے بعد ہنری کے قتل ہو جانے کی وجہ سے تمام باتوں میں خرابی پڑ گئی۔ لافورس کہتا ہے کہ ہنری کے مارے جانے کے بعد جب وہ بیرن واپس آیا ہے تو اُس نے دیکھا کہ وایسرائے اٹھونا نے چار یا پانچ ہزار بوڑھے مردوں، بچوں اور عورتوں کا ایک گروہ بیرن کی سرحد پر جو پہاڑ تھے اُن کی چوٹی پر بھیج دیا تھا، اور یہاں اُن کو فوج محافظ نے گھیر رکھا تھا؛ سپین والوں نے اُن کے واپس لینے سے انکار کر دیا، اور اُن کو اس طرح وہیں قید رکھا کہ اُن کے پاس سامان خورونوش بہت ہی کم تھا؛ اگر عیسائی اُن کو کچھ جنس دیتے تھے تو اتنی قیمت پر جس کا ادا کرنا مشکل تھا۔ پھر ڈان پیڈرو کولونا پانچ یا چھ ہزار آدمی، جن میں زیادہ تر خود اُن ہی کے رعایا تھے، جکا مین لے کر آیا، اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اُن کو بامن و امان گزر جانے دیا جائے۔ بہت سے آدمی یہاں سے چار یا پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر گزر جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لافورس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو گذرنے سے منع کر دیا جائے، اس پر کولونا نے اُس سے مل کر کہا کہ اٹھونا نے اُسے حکم دیا ہے کہ مولدین کو گزرنے دینے کی درخواست کی جائے، اور یہ عرض کیا جائے کہ آپ ملکہ کو اس بارہ میں تحریر کریں۔ چنانچہ ۲۵ جون کو لافورس نے ملکہ کو یہ لکھا کہ یہ مصیبت زدہ بجبر گزرنے کی کوشش کرینگے، اور اس صورت میں ان نہتوں کا قتل عام کرنا لازمی ہوگا، اور یہ وحشت کی ایسی مثال ہوگی جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی گئی۔ اس لئے اُنہوں نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۷) آنے کے متعلق جلاوطنی سے پہلے بہت خط و کتابت ہوئی۔ فرانس نے بہت سی دقتیں راہ میں حایل کیں، بلکہ چند پناہ گزینوں کو قید کر کے سپین واپس بھیج دیا۔ ماہ مئی ۱۶۰۹ء میں سلطان نے ایک مولد آغا ابراہیم نامی کو بطور سفیر خصوصی ہنری چہارم کے پاس بھیجا بھی تھا، تاکہ مارسیلس میں ایک خاص آدمی اُن جلاوطنوں کی نگرانی کے لئے رکھا جائے۔ سفیر سیلگسناک نے ایک خط ڈیوک آف سلی کے نام دے کر سفارش بھی کی تھی۔ اس کے بعد کے خطوط مورخہ ۱۹ ستمبر و ۲۷ نومبر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ کو بہت اہمیت دی گئی۔ وینس کی گورنمنٹ اُن کو راستہ دینے پر آمادگی ظاہر کر کے مفت کرم داشتن کرنا چاہتی تھی۔ عیسائی سلطنتیں جو اپنا باہمی رشک و حسد قسطنطنیہ میں دکھلا رہی تھیں اُس سے یہ امید تھی کہ جلاوطنوں کے ساتھ اچھا سلوک ہوگا۔ مگر کچھ نہ ہوا (مصنف)

یہ تجویز کیا کہ اُن کو ایک ایک ہزار کی تعداد میں آنے کی اجازت دی جائے، تاکہ وہ اُن لوگوں پر بار نہ ہوسکیں جو ایک بنجر اور غیر آباد علاقہ میں رہتے ہیں (کیونکہ اسی علاقہ سے اُن کو گزرنا ہوگا) جتنا کچھ وہ دے سکیں وہ اُن سے لے لیا جائے، اور اُن پر دست درازی نہ ہونے دی جائے۔ ۷ رجون کو ملکہ نے جواب دیا جس میں لافورس کی تجویز کو منظور کیا اور مولدین سے ہمدردی ظاہر کی۔ پھر ۹ رجولائی کو ملکہ نے لکھا کہ جہاں تک ممکن ہو بہت کم مولدین کو اجازت داخلہ دی جائے۔ کیونکہ اُن کے آنے سے ہماری رعایا کو تکلیف ہوگی، بہ نسبت اس کے کہ ان مصیبت زدہ جلاوطنوں کو آرام دیا جائے، مقدم یہ ہے کہ ہم اپنی رعایا کی تکلیف کا خیال رکھیں۔ غرض اِن شرائط پر مولدین کو فرانس میں جانے کی اجازت دی گئی، ۲ راگست کو لافورس نے اُس افسر کو جو اس کام پر مقرر کیا گیا تھا یہ لکھا کہ چھ یا سات ہزار آدمی اور سرحد پر پڑے ہوئے ہیں، جن کو فرانس میں سے گزرنے سے نہیں روکا جا سکتا، کیونکہ وہ پہاڑوں پر اس طرح پڑے ہوئے ہیں جیسے کہ کوئی اپنی جان سے بالکل مایوس ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب مولدین نے اٹیونا سے یہ کہا تھا کہ اُن کو فرانس میں سے ہو کر راستہ دلوا دیا جائے تو اُنھوں نے فی کس ایک کراؤن بطور خرچ ادا کرنا منظور کیا تھا۔ لافورس نے اٹیونا اور کالونا کو لکھا کہ وہ ہر گروہ سے یہ رقم وصول کر کے ایک جگہ جمع کر لیں، تاکہ اُسی رقم سے اُن کو بھیجا جا سکے۔ اس کا وعدہ کر لیا گیا، مگر لافورس کو معلوم ہؤا کہ سپین والوں نے مولدین کے ساتھ ایسی بدسلوکی کی ہے اور اُن کو اس بُری طرح لُوٹا ہے کہ وہ بالکل قلاش ہو گئے ہیں۔ جب وہ نے اور آرتھینز پہنچے تو لافورس نے اُن کی یہ حالت دیکھ کر کچھ تھوڑی سی رقم اُن سے اور کانسلوں کے سامنے لے لی، باقی تمام رقوم اُن کو واپس کر دیں۔ یوں مولدین ایک مدت تک حرکات مذبوحی کرتے رہے، مارسیلیس پہنچتے پہنچتے اُن کی تعداد کم ہی ہوتی چلی گئی، یہاں اُن کو جہاز ملنے کی امید تھی، اور اسی امید پر وہ سارے مصائب جھیل رہتے تھے ؛

یہ گروہ اُن چودہ ہزار آدمیوں سے زیادہ خوش قسمت رہا جن کو کین فرانک پہنچنے کے بعد

آگے جانے سے روک دیا گیا تھا۔ یہ مقام سپین کا آخری مقام پائے رے نیس کی سڑک پر تھا۔ وہ چالیس ہزار ڈوکیٹ فرانس میں جانے کی اجازت لینے پر خرچ کر چکے تھے، جو احمال و اثقال وہ اپنے ساتھ لئے جاتے تھے اُس کا محصول اور حکام جلاوطنی کی تنخواہوں کا خرچ اس کے علاوہ تھا۔ اب موسم گرما آ گیا تھا، ان مصیبت کے ماروں کو اب بھی چین نہ دیا گیا اور یہاں سے الفقس کی طرف ہانک دیا گیا۔ راستہ کی مصیبت اور گرمی سے اتنے آدمی بیمار ہوئے، اور اتنے مرے کہ یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں ان کی وجہ سے جہازوں پر وبا نہ پھیل جائے۔ الفقس سے جو کچھ لوگ شاہی جہازوں پر سوار ہوئے اُن کو حکم تھا کہ وہ بخط مستقیم بربر جائیں، لیکن جن لوگوں نے کہ اپنے بچوں کو اپنے ساتھ رکھنے کے خیال سے فرانس جانے کو ترجیح دی اُن کو اجازت دے دی گئی کہ اپنے جہاز کرایہ کر کے فرانس چلے جائیں *

ارغون اور قتلونیہ سے جلاوطن کرنے سے پیشتر صوبۂ قشتالہ کی حفاظت کا انتظام کر لیا گیا۔ اکتوبر ۱۶۰۹ء کے آخر میں جوان ڈی مینڈوزا آف سان جرمن کو اشبیلیہ بھیجا گیا تاکہ وہ مولدین مرسیہ، غرناطہ اور اندلوشیہ کو نکالنے کی تیاریاں کرے، ہورنا شوس، جو طلیطلہ کے صوبہ میں تھا، ان ہی علاقوں میں شامل کر دیا گیا۔ اس علاقہ کی جو شہرت تھی وہ ہم سن ہی چکے ہیں۔ حکم یہ تھا کہ جب تک بلنسیہ سے جلاوطنی نہ ہو جائے یہاں کام نہ شروع کیا جائے، کیونکہ اُس وقت فوج سے اس علاقہ کو مدد نہیں دی جا سکتی تھی۔ مرسیہ چند روز تک اس آفت سے محفوظ رہا۔ جس طرح کہ سپین کے اور صوبوں میں ہوا، مرسیہ کے مولدین بھی بلنسیہ کے حالات سے متاثر ہو چکے تھے، اور مصیبت آنے سے پہلے ہی اُنہوں نے عرضداشتیں بھیجنی شروع کر دی تھیں؛ اُن کی خوش قسمتی کہ یہ عرضداشتیں سُن بھی لی گئیں۔ شہر مرسیہ کے حکام نے ۷ اکتوبر کو اطلاع دے دی تھی کہ بلنسیہ کی جلاوطنی سے یہاں اندیشے پیدا ہو گئے ہیں، اور یہ کیفیت اور مقامات کی بھی ہو جائیگی۔ حاکم مرسیہ کے ماتحت مولدین کے ۸، ۹ خاندان تھے؛ ان کی تعداد صرف اُتنی ہی تھی جتنی کہ پُرانے عیسائیوں کی ضروریات کے لئے کافی ہوں، اور ان کی طرف سے کسی قسم

کا فکر بھی نہ تھا۔ ان میں زیادہ تر وہیں کے رہنے والے تھے؛ انھوں نے مذہبی معاملات میں اتنی ترقی کر لی تھی کہ ایک مدت ہوگئی تھی کہ کسی نے محکمۂ احتساب و محنہ سے سزا نہیں پائی تھی؛ وہ اپنے آپ کو نو عیسائی کہلانے سے برا مانتے تھے۔ اس لئے یہ امید تھی کہ بادشاہ اُن کو چھیڑ کر بد امنی نہ پھیلائیگا، اور اُن کے معمولی بد خواہوں یعنی اُس علاقہ کے باشندوں کو اُن کے ستانے کا موقعہ نہ دیگا۔ اس عرضداشت کے ساتھ ہی ایک مفسد کی درخواست ۳۰ اکتوبر کو بادشاہ کی خدمت میں پہنچی، جس میں لکھا تھا کہ حکام کا ہرگز کوئی اعتبار نہ کیا جائے۔ شہر کے دس ہزار پانچ سو آدمیوں میں سے پانچ ہزار پانچ سو مولدین ہیں، اور وہ سب کے سب غدار ہیں، ان کو ایسی جگہ بھیجنا چاہئے جو ساحل بحر سے بہت دور ہو۔ کچھ عرصہ اس مفسد کی درخواست کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ مولدین مرسیہ بدچلین تھے، جن کے اجداد تیرھویں صدی سے نہایت امن کے ساتھ رہتے تھے۔ اُن کے یہاں عیسائیوں سے مناکحت ہوتی آرہی تھی۔ ان میں سے بہت سے آدمی متمول تھے، اور تعزز رکھتے تھے، ان پر آخری وقت تک ہاتھ نہیں ڈالا گیا، اور ۱۶۱۴ء تک وہ سزائے جلاوطنی سے محفوظ رہے۔

غرناطہ اور اندلوشیہ چنداں خوش قسمت نہ نکلے۔ ۹ دسمبر ۱۶۰۹ء کو یہ فرمان سان جرمن کے پاس اشبیلیہ میں بھیج دیا گیا؛ جہاز اور فوج بلنسیہ سے یہاں پہنچا دی گئی، اور ۱۲ جنوری ۱۶۱۰ء کو یہاں بھی اس فرمان کا اعلان کر دیا گیا۔ بہ نسبت بلنسیہ کے اس فرمان کی صورت کچھ مختلف تھی۔ اس میں حکم تھا کہ اگر مولدین نہ جائیں تو بلا کسی تحقیقات وغیرہ کے اُن کو قتل کر دیا جائے اور اُن کی جایداد ضبط کر لی جائے۔ اُن کو تیس دن کی مہلت تیاری کرنے کے لئے دی گئی۔ اُن کو اجازت تھی کہ اپنی جایداد منقولہ فروخت کر دیں، اور جو کچھ اُس سے حاصل ہو اپنے ساتھ لے جائیں، مگر محصول چُنگی ادا کریں۔ زر نقد، سیم و طلاء غیر مسکوک، جواہرات یا ہنڈیوں کے لے جانے کی ممانعت تھی؛ البتہ ان میں سے اتنا وہ لے جا سکتے تھے کہ جو بری و بحری خرچ زاد راہ کے لئے ضروری تھا۔ اُن کی تمام متروکہ اراضی بحق بادشاہ ضبط کر لی گئیں تاکہ وہ خدا کے کام اور ملک کی ضروریات پر خرچ

ہو سکے۔ یہ فرمان کچھ ایسا مجمل تھا کہ بہت سی باتیں مبہم رہ گئیں، جن کا تصفیہ بعد میں ہوا۔ تیس[۳۱] دن کی جو میعاد دی گئی تھی، وہ گھٹا کر بیس[۲۰] دن کر دی گئی۔ جہاں عیسائی بیوی اور مسلمان شوہر تھا، یا اس کے برعکس، وہاں وہی اصول استعمال کیا گیا جس پر بلنسیہ میں عمل ہوا تھا، سواء اس کے کہ کوئی مولد اپنی عیسائیہ بیوی کو بغیر اُس کی رضامندی کے کافروں کے ملک میں نہیں لے جا سکتا تھا۔ بچوں کے ساتھ وہی سلوک کرنے کا حکم تھا، جو قتلونیہ میں ہوا۔ جن کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے برائے نام فرانس کے لئے جہاز کرایہ کر لئے، اگرچہ اُن کی منزل مقصود افریقیہ تھی لاوارث یتیم بچوں کے لئے حکم تھا کہ اُن کی فہرست بنائی جائے، اور اُن کو سپین سے نہ نکلنے دیا جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ بعض شرائط بلنسیہ سے بھی زیادہ سخت تھیں، مگر کسی نے مخالفت نہیں دکھلائی۔ مولدین بڑی خوشی کے ساتھ نکل آئے، اور اپنی قسمت پر شاکر رہے۔ عربوں کی بے رحمیوں وغیرہ کی خبریں سُن کر بہت سے لوگوں نے دوسری جگہ جانے کو ترجیح دی، چنانچہ بہت سے لوگ مراکش میں جا رہے۔ غالباً ان ہی میں سے بہت سے آدمی اشبیلیہ کے رہنے والے تھے، جن کی نسبت بلیڈا کہتا ہے کہ اُن میں سے بہت سے آدمیوں کو اُس نے الگڈے میں دیکھا تھا۔ فرانس میں ان کے حسیات دینی کی کوئی پروا نہ کی جاتی تھی۔ جہاں وہ رہتے تھے وہاں سُوّر تعداد کثیر میں چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ سُوّروں کو دیکھ کر اور سُور کے گوشت پکنے کی بُو سے اُن کو سخت نفرت ہوتی تھی۔ اُنہوں نے اپنا تنور الگ بنا لیا، تاکہ ناپاکی سے بچے رہیں اور آزادی کے ساتھ اپنا کھانا پکا سکیں، چند لوگ اس خیال سے اشبیلیہ واپس آ گئے کہ شاید بادشاہ اب برسرِ رحم آ گیا ہو۔ سان جرمن نے اس طرح تعجیل سے کام لیا کہ ماہ اپریل میں یہ رپورٹ کر دی گئی کہ سواء اُن لوگوں کے جو جلاوطنی سے مستثنیٰ کئے گئے ہیں، باقی مولدین سے اندلوشیہ پاک ہو گیا۔ یہی حالت غرناطہ کی ہے کہ چند مولدین ساحل پر جہازوں کے انتظار میں پڑے ہیں، اور بالکل محتاج نہ ہونے کی وجہ سے سخت تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں۔ یہاں کے جلاوطنوں کی تعداد کا تخمینہ اسی ہزار سے ایک لاکھ تک کیا جاتا ہے، اُن ہی میں وہ بیس ہزار آدمی بھی شامل ہیں

جو برضا و رغبت خود پہلے ہی چلے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ دولت بھی بہت سی لے گئے یہ کچھ غیر اغلب بھی نہیں ہے، کیونکہ اُن میں سے بہت سے آدمی، بالخصوص اشبیلیہ کے رہنے والے متمول اور مرفہ الحال اور بڑے بڑے معزز عہدوں پر ممتاز تھے*۔

فلپ سے کہا گیا کہ مدجلین کی بہت سی اولاد ایسی ہے کہ جو جبریہ اصطباغ سے پہلے ہی برضا و رغبت خود عیسائی ہو چکے تھے۔ یہ سب از روئے لباس و زبان بالکل سپین کے باشندے ہیں، فرائض مذہبی بڑی پابندی اور خلوص کے ساتھ ادا کرتے ہیں، اُن میں سے بہت سی وہ عورتیں بھی ہیں کہ جو از روئے مذہب شادیاں نہ کرنے اور پاکباز رہنے کا عہد کر چکی ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق بادشاہ نے ۹ فروری ۱۶۱۰ء کو اسا قفہ مرسیہ، غرناطہ اور اندلوشیہ کے نام یہ حکم جاری کیا کہ علماء دین سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ جلاوطن نہ کئے جائیں بنا بریں اسا قفہ کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کی تفتیش کریں، اور احتیاط رکھیں کہ کوئی شخص جعل یا فریب نہ کرنے پائے۔ جو لوگ کہ مستثنیات میں آنے کی قابل ہوں اُن کے نام وغیرہ سے سان جرمن کو اطلاع دیدی جائے۔ ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ ارغون میں بہت سے آدمیوں نے اس سے فایدہ اٹھانا چاہا، لیکن بہت کم لوگوں کو اس میں کامیابی ہوئی، جن کو رعائتیں ملی تھیں چند روز کے بعد اُن میں سے بہت سے آدمی غائب ہو گئے، کچھ تو اُس سزا سے بچنے کے لئے جو گناہِ مذہبی کی وجہ سے اُن کو دی جانے والی تھیں، اور کچھ محکمۂ احتساب و محنہ کے دست تظلم سے

* ۲۲ جنوری ۱۶۱۰ء کو قرطبہ والوں نے بادشاہ کو درخواست دینے کا ارادہ کیا کہ چھ فی صدی مولدین کو رکھ لیا جائے، مگر وہاں کے مجسٹریٹ نے یہ کہہ کر لوگوں کو روک دیا کہ ایسی درخواست بالکل لاحاصل ہوگی۔ پھر ۲۹ تاریخ کو یہ تجویز ہوئی کہ یہ خوشامد کی جائے کہ کم از کم دو مولدین زین سازوں کو رہنے کی اجازت دی جائے، تاکہ گھوڑوں پر سوار ہونے سے تو عیسائی محروم نہ ہو جائیں۔ ان دو زین سازوں کو اس لئے انتخاب کیا گیا تھا کہ دونوں بوڑھے اور لاولد تھے، مگر یہ بھی منظور نہ ہوا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرطبہ میں ایک بھی عیسائی ایسا نہ تھا کہ جو زین سازی جانتا ہو حالانکہ یہ وہ شہر تھا کہ قدیم الایام سے چرمی صنعت میں مشہور عالم تھا۔ (مصنف)

تنگ آکر شاید یہ کہنا بیکار ہوگا کہ مڈیرا کی عنایت سے ہورناشوس بالکل ویران ہوگیا؛ جتنی بھی آبادی وہاں رہ گئی تھی وہ بھی نہ رہی۔ اس کے بعد مڈیرا کو حکم دیا گیا کہ وہ اس علاقہ کو از سر نو آباد کرنے کا فکر کرے۔ اُس نے اس حکم کی تعمیل میں جو کچھ کیا اُس کی وجہ سے اُس پر سخت الزامات آئے۔ بادشاہ نے ایک خاص آدمی اُس کی بداعمالیوں کی تحقیقات کرنے کے لئے بھیجا۔ مڈیرا دربارشاہی میں اگرچہ اقتدار رکھتا تھا مگر امید یہ تھی کہ اس شخص کی رپورٹ پر وہ اپنے عہدے سے برطرف ہوجائیگا لیکن اگرچہ وہ برخاستگی سے تو بچ گیا، مگر جنوری ۱۶۱۴ء میں ڈیڑھ لاکھ مرواید ی (= ۴۰۰۰ ڈوکیٹ) اُس پر جرمانہ ہوا؛ اور چونکہ وہ مختلف مقامات پر تبدیل ہوتا رہا اس لئے وہ اپنے عہدہ سے عملی طور پر معطل ہی رہا۔ ماہ جولائی میں اُس کا بیٹا سان لورنیز و اس غرض سے بادشاہ کے پاس گیا کہ وہ اُس سے عرض معروض کرکے جو نقصانات اُس کے باپ کی عزت و شہرت کو پہنچے ہیں اُن کی تلافی کرائے؛ چنانچہ وہ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوا؛ مگر جب اُس کے حضور سے واپس آیا ہے تو بیہوش ہوکر گر پڑا اور فی الفور مر گیا۔ اہالی دربار شاہی اُس کا یہ انجام دیکھ کر کانپ گئے۔

مولدین قشتالہ کے ساتھ کسی قدر مختلف سلوک ہوا۔ کونسل آف سٹیٹ نے ۱۵ ستمبر ۱۶۰۹ء کو یہ فیصلہ کیا کہ اُن کو جلاوطن کر دیا جائے، لیکن عملی کارروائی اُس وقت تک ملتوی رکھی گئی کہ جب تک بلنسیہ کا نتیجہ نہ دیکھ لیا جائے۔ ان کی طرف سے ایسے سخت اندیشے تھے کہ اکتوبر میں یہ کوشش کی گئی کہ مقامی فوج بھرتی کر لی جائے؛ چنانچہ یہ حکم ہوا کہ پانچ آدمیوں میں سے ایک کو جبراً فوج میں داخل کر لیا جائے۔ فلپ دوم نے دو مرتبہ اس تدبیر کو اختیار کرنا چاہا، مگر اُسے کامیابی نہیں ہوئی؛ کیونکہ رعایا نے سخت مخالفت کی، بلکہ فساد پر آمادہ ہوگئی۔ اب اُس کے بیٹے نے اس کا تجربہ کرنا چاہا، اور اُسی مخالفت و فساد سے اُسے بھی سابقہ پڑا۔ سپین میں فوجی مادہ باقی ہی نہیں رہا تھا؛ لوگ اپنے گھروں کے بچانے کے لئے بھی فوج میں کام نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہ بھی حکم ہوا کہ تمام مولدین کو شمار کیا جائے، تاکہ حکومت کو یہ معلوم ہو سکے کہ اُسے کتنے

آدمیوں سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ یہ سب کچھ اُس وقت ہو رہا تھا کہ جب بلنسیہ میں ایک آفت برپا تھی؛ یہاں کے مولدین میں بھی اس سے اضطراب پیدا ہو گیا۔ کئی مقامات سے یہ درخواست لے کر آدمی بھیجے گئے کہ اُن کو جلاوطن نہ کیا جائے؛ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ وفادار رعایا رہینگے؛ مگر ان درخواستوں کا جواب ہی نہ ملا۔ لیکن پھر بھی اُنہیں خاموش رکھنے کے لئے ۱۱ اکتوبر کو تمام حکام کے نام یہ حکم جاری ہؤا کہ وہ مولدین سے کہہ دیں کہ بادشاہ کو معلوم ہؤا ہے کہ بلنسیہ کے مولدین کے نکالے جانے سے پُرانے عیسائی مولدین کو ستا رہے ہیں، اس لئے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنے قول و فعل سے اُنہیں تنگ نہ کرے، اور اگر ایسا کریگا تو سخت سزا پائیگا۔ عیسائیوں کی ایمانداری اور قول و قرار کا تو مولدین کو بارہا تجربہ ہو ہی چکا تھا، بادشاہ کے اس حکم سے اور بھی اضطراب بڑھ گیا، اور مولدین کو اپنی آنے والی مصیبت کا اتنا یقین ہو گیا کہ بہت سے آدمیوں نے اپنی زمین بیچنی شروع کر دی؛ تاکہ جو کچھ ہونے والا ہے اُس کے لئے تیار رہیں۔ یہ صورت دربارِ شاہی کے مقصود کی منافی تھی؛ کیونکہ اُن کی امیدیں ان اراضی کی ضبطی سے وابستہ تھیں۔ اکتوبر کے آخر میں اراضی کی بیع و شرا حکماً ممنوع قرار دی گئی؛ ادھر خریداروں سے کہہ دیا گیا کہ اُن کو ان زمینوں پر قبضہ نہ دلایا جائیگا۔ جب یہ حکم بھی ناکافی ثابت ہؤا تو ۱۹ نومبر کو ایک اعلان عام کر دیا گیا کہ جو شخص زمینوں کا بیع و شرا کریگا اُس کی جایداد ضبط کر لی جائیگی، خواہ وہ بایع ہو یا مشتری۔ اس کے ساتھ ہی حکام کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ مولدین کو سمجھا دیں کہ اُن پر دست درازی کا کوئی ارادہ نہیں ہے؛ لیکن اس سے اُن کا خوف زایل نہیں ہؤا، اور بیع و شرا برابر جاری رہے؛ صرف اتنی احتیاط کر لی گئی کہ دستاویزات پر پچھلی تاریخیں لکھی گئیں۔

جیسے ہی بلنسیہ کی طرف سے خدشہ جاتا رہا، ادھر جلدی کی گئی۔ ۳ نومبر کو فلپ نے کاونٹ آف سلازار کو قشتالۂ قدیم و جدید، لامنکا اور ایکسٹرے ماڈورا کا حاکم جلاوطنی مولدین مقرر کیا۔ وہ جبر کرنے کا مخالف تھا؛ اور چونکہ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ مولدین اپنی اراضی خود فروخت کر رہے ہیں،

اس لئے اُس کا قیاس تھا کہ وہ برضا و رغبت خود چلے جائینگے، اسی بنا پر اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ مولدین کو اجازت دے دیجائے کہ وہ خود چلے جائیں، اُن کے واسطے ایک راستہ تجویز کر دیا جائے اور اُن کی جایداد کے متعلق احکام صادر کر دیئے جائیں۔ سلازار کی راء پر عمل کیا گیا، ۲۸ دسمبر کو ایک فرمان شاہی جاری ہُوا کہ مولدین اپنی جایداد فروخت کر کے اور جو کچھ چاہیں خرید کر تیس دن کے اندر چلے جائیں، لیکن زاد راہ سے زاید روپیہ نہ لے جائیں، اور جنوبی صوبجات اور ارغون سے ہو کر نہ گذریں۔ اس حکم سے مولدین نے یہ نتیجہ نکالا کہ جلاوطنی کسی طرح نہیں ٹل سکتی۔ چنانچہ اتنے آدمی بسکے سے ہو کر فرانس جانے پر تیار ہو گئے کہ اُن کی مہلت بقدر بیس روز کے اور بڑھا دی گئی، اور ۱۹ جنوری ۱۶۱۰ء کو سلازار کو برگوس بھیج دیا گیا کہ وہاں جا کر وہ اُن کا نام درج فہرست کرلے اور ہر ایک کو ایک صداقت نامہ دیدے۔ اس انتظام کے موافق ۲۹۷۳ خاندانوں کے ۱۶۷۱۳ مولدین یکم مئی تک درج فہرست ہوئے۔ مگر یکایک خبر پہنچی کہ فرانس والوں نے اُن کا داخلہ بند کر دیا، اس لئے مابقی لوگوں کا راستہ قرطاجنہ کی طرف سے ہو کر قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ اس بندر سے ۱۰۶۴۲ جہاز پر سوار ہوئے۔ اُنھوں نے براء نام تو یہ ظاہر کیا کہ ہم عیسائیوں کے ملک میں جا رہے ہیں، تاکہ اپنے بچے ساتھ رکھ سکیں، مگر جہازوں کے ناخداؤں کو رشوتیں دے کر افریقیہ جانے کا انتظام کر لیا۔ اُن کو یہ حکم تھا کہ وہ روپیہ یا جواہرات اپنے ساتھ نہ لے جائیں، مگر جہاں تک ہو سکا اس حکم کی اُنھوں نے پروا نہیں کی لیکن بات کہاں تک چھپی رہ سکتی تھی، جرم خلاف ورزی حکم میں تیس بد قسمت مولدین کو برگوس میں پھانسی دیدی گئی۔ لیکن پرتگال کے چند دلال وہیں موجود تھے، اُنھوں نے کچھ معاوضہ لے کر اشیاء ممنوعہ کو اُن تک پہنچانے کا ذمہ لے لیا۔ جب اس کی خبر حکام کو پہنچی تو ان پرتگالیوں پر بھی مقدمات چلا دیئے گئے۔ لیکن اس سے زیادہ محفوظ ترکیب نکل آئی کہ سفیر فرانس متعینہ میڈرڈ نے اپنے پاس کثیر التعداد رقوم اس وعدہ پر جمع کرالیں کہ وہ رقوم مولدین کو مارسیلیس میں مل جائینگی۔ اُس نے اپنے داروغہ کو ہنڈیاں اور دیگر دستاویزات دے کر مارسیلیس روانہ کر دیا۔ حکام سپین بھی اس سے غافل نہ تھے، اُنھوں نے اس شخص کو

بیوٹرا گو میں گرفتار کر لیا، اور میڈرڈ لے آئے۔ اس پر سفیر فرانس نے حکام سپین کو دھمکایا کہ یہ یاد رکھنا کہ اگر ہمارے کوئی خطوط، جو داروغہ کے پاس ہیں، کھولے گئے تو سپین کے کسی آدمی کا خط جو فرانس جانے والا ہوگا، خاص کر شاہی ڈاک، بغیر کھلے نہیں رہیگی۔ طرفین کی خط و کتابت تیز و تند ہوئی، مگر سفیر فرانس اس میں جیت گیا؛ تمام ڈاک محفوظ رہی اور داروغہ کو بلا کسی مزاحمت کے جانے دیا گیا۔

۱۰ر جولائی کو فرمان پہنچا کہ تمام مولدین غرناطہ، بلنسیہ اور ارغون، جو صوبۂ قشتالہ میں جا کر آباد ہو گئے ہیں، جلاوطن کر دیئے جائیں۔ ۲ر اگست کو پھر ایک فرمان آیا کہ مولدین ارغون بھی نکال دیئے جائیں۔ ان کو کسی جنوبی بندر سے بھیجنے کا حکم تھا؛ اُن ہی کی خواہش کے موافق اُن کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ اپنے ساتھ زر نقد اور جواہرات اس شرط سے لے جا سکتے ہیں کہ بندر پر پہنچ کر نصف اُن افسروں کو واپس دیدیں جو اس غرض کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ مگر یہ لوگ مال تجارت نہیں لے جا سکتے تھے۔ اس آخری حکم سے وہ لوگ مستثنےٰ تھے جو دیندار عیسائی رہ چکے تھے؛ گویہ قرار دیا جانا بہت مشکل کام تھا کہ یہ صفات کس کس میں ہیں۔ اس تفریق کرنے میں صرف یہیں نہیں بلکہ غرناطہ اور اندلوشیہ میں بھی دقتیں واقع ہوئیں۔ جو لوگ کہ اس رعایت سے فایدہ اُٹھانا چاہتے تھے اُن کی تعداد بہت زیادہ تھی؛ اور جو شہادتیں اس کے متعلق پادریوں اور حکام کے سامنے پیش ہوئیں وہ مشتبہ تھیں۔ یہ بہت آسانی سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان فرامین کے متعلق اتنے عجیب و غریب اور پیچیدہ سوالات پیدا ہوئے کہ تمام لوگ جن کو ان فرامین سے تعلق تھا۔ بہت جلد گھبرا اُٹھے۔ پہلے سے ان سب کا فیصلہ کرنا بہت آسان کام تھا، مگر کون کرتا۔ انجام یہ ہوا کہ یہ معاملہ یوں ختم کیا گیا کہ جو لوگ کہ مستثنےٰ کئے گئے تھے اُن کی بھی جلاوطنی کا حکم ہو گیا؛ یہاں تک کہ مدجلین کی اولاد کو بھی، جو پُرانے عیسائی شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ ۲۲ر مارچ ۱۶۱۱ء کو ایک حکم تمام مجسٹریٹوں کے نام بھیجا گیا، اور ۳ر مئی کو پھر تاکیداً لکھا گیا، کہ خوشنودی الٰہی اور مصالحِ ملکی کے لئے ضروری ہے کہ یہ معاملہ اتمام کو پہنچایا جائے؛ بنابریں جو لوگ کہ اب سے پہلے جلاوطنی سے

معاف ہو چکے ہیں، اور نیز وہ لوگ جو جلاوطن ہونے کے بعد واپس آ گئے ہیں، دو مہینہ کے اندر اندر ملک سے نکل جائیں، ورنہ وہ قتل کر دیئے جائینگے، اور اُن کی جایداد ضبط ہوگی۔ یہ صاف کہہ دیا گیا کہ اس حکم میں کسی طرح کی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ اسی گروہ میں مدجلین کی اولاد شامل تھی، جو مولدین سے الگ دوسرے محلوں میں رہتے تھے، یا جنہوں نے وہ محصول ادا کیا تھا جو مولدین کو دینا پڑتا تھا، اور جن کا نام درج فہرست مولدین تھا۔ اس حکم سے اگر کوئی مستثنےٰ تھا تو پُرانے عیسائیوں کی بیویاں اور اُن کی اولاد، یا وہ لوگ جو پادری، یا راہب، یا راہبہ ہو گئے تھے۔ جن لوگوں نے کہ حکام با اختیار سے یہ صداقت نامے لے لئے تھے کہ وہ دیندار عیسائی ہیں، اُن کو یہ ذرا سی رعایت ملی کہ وہ اپنی اراضی کو فروخت کرکے زرِ ثمن کسی مسیحی ملک میں اپنے ساتھ لے جائیں، بشرطیکہ خلاف ورزی فرمان مجریہ سابقہ اس سے متصور نہ ہو۔ ان احکام کے رو سے حکام مقامی نے فوراً نصف زرِ ثمن کو بحق بادشاہ ضبط کرنا شروع کر دیا؛ مگر، ۲ر مئی ۱۶۱۱ء کے مراسلہ میں اُن کو تنبیہ کی گئی، اور یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس معاملہ میں دست اندازی نہ کریں، کیونکہ نصف رقم صرف زرِ نقد اور جواہرات کی ضبط ہو سکتی ہے +

ان احکام کا یہ منشا تھا کہ باستثناء مرسیہ کے مابقے مولدین کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے، جو اب تک کسی نہ کسی طرح چھپے ہوئے تھے۔ زیادہ تر لوگ ایسے تھے کہ جن کو پہچاننا مشکل تھا کہ آیا وہ پُرانے عیسائی ہیں یا مولد، کیونکہ دونوں کی زبان ایک تھی، لباس ایک تھا، طرز ماند و بود ایک تھا؛ ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو اُن کو از رو رحم، یا بخیال اغراض و فواید ذاتی، چھپائے ہوئے تھے۔ اُن کو شناخت کرنے کے لئے خاص حکام مقرر کرکے مختلف مقامات پر بھیجے گئے، اور اُن کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ کسی قسم کی مراعات نہ کی جائیں، نہ یہ عذر سنا جائے کہ وہ پُرانے عیسائی ہیں، اُدھر عدالتوں کو یہ حکم تھا کہ وہ اس معاملہ میں کسی طرح کی دست اندازی نہ کریں۔ اگرچہ یہ انتظام کیا گیا تھا کہ دیدہ و دانستہ بے انصافی نہ ہو، اور نہ استحصال بالجبر کیا جائے، مگر یہ حکم تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے پُرانے عیسائی ہونے کا عذر کرے تو اُس کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ بادشاہ سے مرافعہ کرے۔ ان احکام کے

موافق کثیر التعداد مقدمات دایر ہوئے، اور اُن کے فیصلہ کرنے میں بہت دیر لگی، آخر حکام کو بھی نالایق کرکے الگ کر دیا گیا، اور تمام مقدمات کو معمولی عدالتوں میں منتقل کر دیا گیا۔ اُن کا مرافعہ عدالت عالیہ میں ہو سکتا تھا۔ وہاں فیصلہ ہونے میں بہت دیر لگتی تھی اور بہت سختیاں ہوتی تھیں۔ جو لوگ کہ اس طرح جلاوطن کئے گئے اُن کی تعداد چھ ہزار کے قریب ہے، ان میں چھوٹے چھوٹے بچے شامل نہیں ہیں، جو سپین ہی میں رکھ کر پُرانے عیسائیوں کو دے دیئے گئے حکام مقامی نے ایک یہ شکایت کی کہ ہم پر ایسے نادار مولدین کو قید خانہ میں رکھنے اور اُن کا خرچ برداشت کرنے کا بوجھ پڑ رہا ہے، جو بندر تک جانے کا خرچ نہیں رکھتے۔ اس کا بادشاہ نے اپنے مراسلہ مورخہ ۹ ار ستمبر ۱۶۱۲ء میں یہ فیصلہ کیا کہ ایسے آدمی ایک ضلع کے قید خانہ سے دوسرے ضلع کے قید خانہ میں منتقل کئے جاتے رہیں، اور ہر ایک ضلع اُن کے خورونوش وغیرہ کا خرچ برداشت کرے یہاں تک کہ وہ اُس بندر پر پہنچ جائیں جہاں سے اُن کو جہاز پر سوار ہونا ہے۔ قابل دید امر یہ ہے کہ بادشاہ، جو رقم کثیر اُن کی جایداد کو ضبط کرکے اور محصول لے کر اپنا گھر بھر رہا تھا، بدقسمت نادار مولدین کو ملک بدر کرنے کا خرچ بھی برداشت کرنے سے انکار کرتا ہے!

جو مولدین کہ چھپے ہوئے تھے اُن کو شناخت کرنے وغیرہ کا معاملہ اُن لوگوں نے اور بھی پیچیدہ کر دیا جو جلاوطن ہو کر پھر واپس آجاتے تھے، حالانکہ ۲۹ ستمبر ۱۶۱۲ء کو ایک حکم جاری ہو چکا تھا کہ ایسے تمام آدمی جہازوں پر مشقت کرنے کے لئے بھیج دیئے جائینگے۔ اب ان دو گروہوں نے اس کام کا سلسلہ غیر متناہی کر دیا۔ ۱۶ ار جنوری ۱۶۱۳ء کو مقامی حکام کے نام ایک یہ حکم جاری ہوا کہ کفار سے سرزمین سپین کو پاک کرنے میں عجلت سے کام لیں، اس حکم کے بعد ۲۰ ر اپریل کو ایک اور حکم نکلا کہ اب بھی بہت سے مولدین، اور واپس آئے ہوئے جلاوطن، ملک میں چھپے ہوئے ہیں، معافی جلاوطنی کے لائسنس قریباً جاری ہوئے ہیں، عدالت عالیہ یہ نہیں کرسکتی کہ اپنے معمولی عدالتی کاموں کو روک کر ان ہی مقدمات اور اُن کے مرافعوں کی سماعت میں لگی رہے۔ اسی لئے یہ تمام معاملہ باختیارات کامل کاونٹ سلازار کے سپرد کر دیا گیا، او

ادے لانٹے ڈوبین ریک اُس کا مددگار مقرر کیا گیا۔ اُس کو حکم تھا کہ مولدین کے مقدمات کی سماعت بصیغہ سرسری کر کے فیصلہ کردے۔ معمولی عدالتوں کے اختیارات اس خصوص میں سلب ہو گئے، اور اُن کو یہ حکم ہوا کہ تمام مقدمات سلازار کی عدالت میں منتقل کر دیں۔ ان مشکل مقدمات پر سلازار نے، مین ریک کی مدد سے، بلا تنخواہ سخت محنت کی قصبۂ المیگرو میں ان دونوں نے آٹھ سو سے زیادہ مولدین پائے، جو جلاوطن ہونے کے بعد واپس آ گئے تھے۔ ان میں سے چند کو جہازوں کی مشقت پر بھیج دیا، بہت سوں کو پارہ کی کانوں (واقع المادین) میں پہنچا دیا، مابقی کو بیرون ملک بھیج دیا اور اس کا خرچ اُن حکام سے وصول کیا جن کی غفلت سے یہ لوگ وہاں آ گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سلازار کو سب سے زیادہ تکلیف اُن لوگوں کے مقدمات میں اُٹھانی پڑی جن میں یہ دعوےٰ تھا کہ فرمان شاہی اُن پر حاوی نہیں ہوتا۔ اُس وقت کی حالت پر اُس حکم سے زیادہ روشنی پڑتی ہے جو سلازار نے بادشاہ کے نام سے ۲۶ر اکتوبر ۱۶۱۳ء کو جاری کیا، جس کے رو سے مولدین کو پندرہ دن کے اندر اس صوبہ سے خارج ہو جانا چاہئے تھا۔ مقامی حکام کو تنبیہ کی گئی کہ اگر وہ جلاوطنوں کی واپسی پر پوری طرح نگرانی نہیں کرینگے تو بادشاہ کو اُن کے خلاف رپورٹ کردی جائیگی۔ جو کوئی مولدین کو اپنے یہاں رکھیگا یا اُن کی حمایت کریگا وہ مستوجب سزاء ضبطی جایداد ہوگا۔ چونکہ اس ضبطی میں لگان اراضی، قلعۂ رعایا اور معافی شاہی بھی داخل تھی اس لئے یہ صاف ظاہر ہے کہ اُمراء و رؤساہی اُنہیں اپنے یہاں چھپاتے تھے۔ اس حکم کا آخری فقرہ یہ تھا کہ جو کوئی کسی مولد کا اس طرح پتہ دیگا کہ وہ گرفتار کیا جا سکے، تو اُس کو دس ڈوکیٹ اُس مولد کی جایداد سے انعام دیا جائیگا۔

ان تمام احکام و تدابیر میں عیسائیوں کی مقبوضات کا اس طرح احترام کیا گیا کہ وہ مولدین مستثنےٰ کئے گئے، جو بلنیسہ کی بغاوت میں غلام بنا لئے گئے تھے۔ محکمۂ احتساب و محنہ نے ان کی نگرانی اپنے ذمہ لی۔ میلورقہ میں جو چھوٹی سی کونسل الگ قایم کی گئی تھی اُس کے کام سے اُس محکمہ کی مصروفیت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ کئی سال سے یہ حالت تھی کہ محکمہ موصوف کے سامنے

اتفاق ہی سے مولدین کا کوئی مقدمہ آجاتا تھا، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۶۱۳ء میں زندہ جلادینے والی عدالت کا جو اجلاس ہوا اُس میں چھبیس[۲۶] مولدین کو سزا ہوئی، جس میں سواء ایک غلام کے باقی سب مولدین* ہی تھے۔ یہ صداء بازگشت سمجھنی چاہیئے کہ ۱۶۱۵ء میں محکمۂ احتساب ومحنہ نے یہ شکایت کی قزاقان بحری، یا وہ لوگ جن کے جہاز ساحل پر آکر تباہ ہوئے وہ اب تک مسلمانوں کے سے کپڑے پہنے جاتے ہیں اور اُن ہی کی سی حالت میں رہتے ہیں، اگرچہ حقیقت میں وہ اصطباغ یافتہ اور جلاوطن شدہ مولدین ہیں۔ بڑی شکایت یہ ہے کہ جب اُن کو گرفتار کرکے اُن پر مقدمہ چلایا گیا تو اُن کے آقا اس میں مانع آئے۔ اس پر فلپ نے سواحل کے وایسراء اور تمام گورنروں کو حکم دیا کہ وہ اس کا خیال رکھیں کہ محکمۂ احتساب ومحنہ کی کسی کارروائی میں کوئی شخص دخل نہ دے، اور جب ان مولد غلاموں کو محکمۂ مذکور رہا کرے تو اُن پر وہی تاوانِ غیر لگایا جائے جو واپس آنے والے جلاوطنوں کے لئے مقرر ہے (یعنی جہازوں کی مشقت) ہاں البتہ اگر محکمۂ احتساب ومحنہ نے اُن کو کوئی اور سخت سزا دی ہو تو علیحدہ امر ہے× ؞

اب آخر مولدین مرسیہ اور وال ڈی ری کوٹ کی بھی باری آگئی کہ وہ اپنے بھائیوں کی قسمت کا ساتھ دیں۔ ان لوگوں نے بھی اس کی بڑی کوشش کی تھی کہ ۹ دسمبر ۱۶۰۹ء کا فرمان اور سان جرمن کا اعلان مورخہ ۱۲ جنوری ۱۶۱۰ء اُن پر حاوی نہ کیا جائے، مگر اس میں جو کچھ کامیابی اور جگہ ہوئی، اور اُن پر جیسا کچھ اعتماد اور جگہ کیا گیا، وہ ظاہر ہے۔ ۸ اکتوبر کو ۱۶۱۱ء کو ایک فرمان جاری ہوا کہ تمام مدجلین، جو علیحدہ رہتے ہیں، قرطاجنہ سے جہاز پر سوار کردیئے جائیں۔ اس فرمان

---

* اس کے بعد ۱۶۲۶ء تک کوئی مقدمہ نہیں ہوا۔ اس سال صرف ایک مقدمہ قایم ہوا۔ یہ صرف اُن مقدمات کا ذکر ہے جن میں سزا ہوئی، یا کسی اور طرح فیصلہ ہوا۔ ممکن ہے کہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے مقدمات بھی ہوئے ہوں ؞ (مصنف)

× ۱۳ اکتوبر ۱۶۲۹ء کو محکمہ صدر نے جو ہدایات جاری کیں اُس کے موافق اُن جلاوطن گرفتار شدہ لوگوں پر مقدمہ چلانا ممنوع قرار دیا گیا جو بطور غلاموں کے واپس بلائے گئے۔ ان ہی میں وہ لوگ شامل تھے جو شاہی جہازوں پر مشقت کرتے تھے، مگر یہ شرط تھی کہ اگر وہ کچھ تکلیف دیں تو اُن پر مقدمہ چلانا ضروری ہے ؞ (مصنف)

کو۔ ار نومبر کو ڈان لیوس فجارڈو، سپہ سالار سواحل اطلانطک نے مشتہر کر دیا۔ ان لوگوں کو ایسے ذرایع حاصل تھے کہ وہ کچھ مہلت لینے میں کامیاب ہو گئے، لیکن جب اور جگہ کام ختم ہو گیا تو ڈیوک آف لرما اور شاہی اعتراف گناہ کرانے والے پادری "الیاگا" نے کچھ آدمی ریکوٹ اور دیگر مقامات میں تحقیقات کرنے کے لئے بھیجے جیسی کہ امید تھی، انہوں نے یہ رپورٹ کی کہ مولدین کے تعلقات بیروں ملک کے مسلمانوں سے قایم ہیں، اور وہ براءنام ہی عیسائی ہیں۔ ڈیوک آف لیرما کو ایک ہتھیار ہاتھ آ گیا، اُس نے بادشاہ کو درخواست کی، جو منظور ہوئی، اور سلازار کو بذریعۂ فرمان، مورخہ ۱۹ر اکتوبر ۱۶۱۳ء کے حکم دیا کہ فرامینہاء مجریہ سابقہ کے موافق جلاوطنی کی کارروائی شروع کر دیں۔ اہالی مرسیہ پہلے بھی مفسد مشہور تھے، اور اب تک ہیں، چنانچہ اُن کے متعلق ایک مثل مشہور ہے کہ "یہاں کی زمین بھی اچھی اور آسمان بھی اچھا، مگر ان کے درمیان میں جو کچھ ہے سب بُرا" اسی لئے یہاں بڑے پیمانہ پر فوجی اہتمام کیا گیا تاکہ اگر یہاں سرکشی ہو، یا مولدین کی حمایت کی جائے، تو آسانی کے ساتھ سب کا سر کچل دیا جائے۔ امیر البحر فلبرٹ سیوائے کو حکم دیا گیا کہ وہ لومبارڈے کی فوج اپنے جہازوں پر تیار رکھے، ان جہازوں کو قرطاجنہ تک پھیلا دے، اور اس فوج کو سلازار کے تحت حکم سمجھے۔ بری فوجیں بھی مختلف مقامات سے منگوا کر تیار رکھی گئیں، سرحدوں کی حفاظت کر لی گئی، اور فلبرٹ کو ہدایت کی گئی کہ مولدین کو سوار کرنے کے لئے جہاز مہیا کرے، اور اُن ہی سے اُن کا خرچ لے لے۔ اگرچہ سخت برفباری ہو رہی تھی، مگر ۲۰ر نومبر کو سلازار کے نام حکم پہنچا کہ وہ بیلغار وہاں پہنچے اور کہیں وقت ضایع نہ کرے۔ وہ ۲۹ر تاریخ کو مرسیہ کے سرحدی مقام ہیلین میں پہنچا، اور یہاں سے کئی آدمیوں کو بھیج دیا کہ وہ فرمان کا اعلان کر دیں، اور جلاوطنی کا انتظام کریں۔ سلازار کے اس حکم میں وہی بڑی بڑی شرطیں تھیں جو اعلانہاء سابقہ میں مشتہر ہو چکی تھیں۔ لوگوں کو دس روز کی مہلت دی گئی۔ مولدین سمجھتے تھے کہ اگر وہ اپنا عیسائی ہونا ظاہر کریںگے تو شاید اس حکم سے بچ جائیںگے، انہوں نے نینوہ والوں کی طرح ایک مظاہرہ کیا، جس میں کنواری لڑکیاں ننگے پیر، بال کھولے ہوئے اور سر پر راکھ

ڈالے ہوئے آگے آگے تھیں۔ اس کے بعد اُنھوں نے روانہ ہونے کی کوئی تیاری نہیں کی۔ یہ تمام مظاہرہ بڑے امن سے کیا گیا۔ اس خیال سے کہ یہ لوگ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ اُن کو کسی طرح کی رعایت ملیگی، سلازار سینرا میں آکر مقیم ہوگئے، جو دال ڈی ریکوٹ کے دروازے پر واقع تھا، اور یہ حکم دیا کہ سب لوگ اپنے ہتھیار رکھ دیں۔ ۱۸ دسمبر کو اُس نے یہ اعلان کیا کہ چونکہ مولدین اس عذر سے اور مہلت مانگ رہے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی اراضی کو فروخت نہیں کیا، اس لئے اُن کو چاہئے کہ اپنی طرف سے کچھ لوگوں کو مختار مقرر کر دیں، وہی اُن کی غیر حاضری میں اُن کی زمینوں کا سودا کر دینگے۔ اس اعلان سے مولدین کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی مفر نہیں ہے۔ اُنھوں نے ذرا سی سرکشی نہیں کی، بلکہ مردہ بدست زندہ کے مصداق اپنے آپ کو بندر تک پہنچا نے دیا، اگرچہ اس میں بہت سے آدمی چپ چاپ بھاگ بھی گئے۔ پھر ۴ جنوری ۱۶۱۴ء کو ایک اور اعلان جاری ہوا، جس کے موافق اُن لوگوں کا تاوان معاف کر دیا گیا جو غرض جایز کے لئے غیر حاضر تھے، اور اُن کو یہ اجازت دی گئی کہ اگرچہ دس روز گزر گئے ہیں مگر وہ اپنی جایداد کی فروخت کے لئے مختار مقرر کر دیں۔ یوں قریب پندرہ ہزار آدمیوں کے جلا وطن کر دیئے گئے، مگر بوڑھوں اور بیماروں کو، جو سفر کرنے کے قابل نہ تھے، وہیں رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ بہت سی مولدہ عورتوں نے پرانے عیسائیوں سے شادیاں کر لیں کہ جلا وطنی سے بچ رہیں، اور بہت سے مرد اور عورتیں، جو معزز خاندان کے تھے، راہب و راہبہ بن گئے، جس سے دیر و خانقاہیں دولتمند ہو گئیں، اسقفوں اور خانقاہوں کے افسروں نے یہ دیکھ کر بڑی خوشی سے لائسنس دیدیئے۔ بچے رکھ لئے گئے اور اُن کے والدین کو یہ اجازت دی گئی کہ اگر ہو سکے تو اُن کو پرانے عیسائیوں کے ساتھ رکھیں، اور پرانے عیسائیوں پر یہ لازمی قرار دیا گیا کہ اُن کی پرورش کریں، اس کا اُن کو معاوضہ ملیگا، یہ بچے نہ آنکھوں سے دور کئے جائیں نہ فروخت کئے جائیں۔ شروع فروری میں سلازار اپنا کام کر کے مڈریڈ چلے گئے، اگرچہ اب بھی کچھ مولدین ایسے تھے کہ جن کا جمع کرنا باقی تھا۔ ۱۶۱۵ء میں سلازار نے رپورٹ کر دی کہ اُس نے مین ریک کو مرسیہ بھیج دیا

ہے؛ تاکہ جلاوطنی کا جو کچھ کام باقی رہ گیا ہے اُس کو بھی مکمل کر دیا جائے؛ نیز یہ کہ اُس نے حاکم ارغون سے مشورہ لیا ہے کہ مولدین طرکونہ کو جلاوطن کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اب بھی یہ سوال باقی تھا کہ ملورقہ کے مولدین کا کیا کیا جائے، کیونکہ وہاں اُن کے ستر خاندان موجود ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ ملورقہ، منورقہ، کناریز اور سردی نیہ میں بھی مولدین ہتے ہیں۔

اگرچہ ۱۶۲۳ء تک یہ تحقیقات جاری رہی کہ سپین کے کسی حصّہ میں کوئی مولد چھپا ہوا نہ ہو؛ لیکن یہ ثواب کا کام کہ کافروں کے قدموں سے تمام سرزمین سپین پاک ہوگئی اور بادشاہ داخل حسنات ہوگیا اُسی وقت مکمل سمجھ لیا گیا کہ جب مرسیہ سے مولدین نکال دیئے گئے یہ جو کچھ بھی ہوا سلطنت کی پالیسی تھی، اور ملک کی بہتری کے لئے ایسا کیا جانا ضروری تھا؛ مگر مسلمانوں کے آخری نقش قدم کو محو کرنے کی جو کچھ کوشش جوش مذہب مسیحی نے کرائی اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے دلوں میں یہ بات نقش کالحجر تھی کہ یہ اُن کا مذہبی فرض ہے اور خدا تعالےٰ اگر خوش ہوسکتا ہے تو صرف اسی فعل سے؛ اسی بنا پر وہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں یہ ۱۶۱۴ء میں اسقف اعظم غرناطہ نے ایک یہ تجویز پیش کی کہ مذہب مسیحی کی اتنی مہتم بالشان کامیابی کی یادگار میں تمام ملک میں خوشیاں منائی جائیں اور دعوتیں کی جائیں؛ فلپ نے فوراً اس کو مان لیا، اور ۲۴ مارچ کو اُس نے اپنی سلطنت کے تمام پادریوں کو لکھا کہ یہ قرار دیا جائے کہ یہ خوشی اُس روز کی جائے کہ جس تاریخ کو جلاوطنی کی آخری قرارداد ہوئی تھی؛ یا اُس دن کی جب جلاوطنی کی کارروائی شروع کی گئی تھی ؛

جلاوطنوں کی تعداد کے تخمینہ میں بڑا اختلاف ہے؛ اُس زمانہ کے مصنفین و مورخین نے اس طرح تفاصیل لکھی ہیں کہ اُن سے کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ مورخ وادی الحجارہ برسبیل تذکرہ کہتا ہے کہ چھ لاکھ مولدین جلاوطن کئے گئے، لیکن آگے چل کر وہ اس تعداد کو چار لاکھ بتلاتا ہے؛ اور جو لوگ کہ خودبخود ملک چھوڑ گئے اُن کو اس تعداد میں شامل نہیں کرتا نوارِیٹ بیس لاکھ یہودی اور تیس لاکھ مولدین بتلاتا ہے؛ اور کہتا ہے کہ یہ مجموعی تعداد اُن لوگوں کی ہے

جو مختلف اوقات میں سپین سے نکالے گئے فلپ سوم و چہارم کے شاہی مورخ جل گانزلیز ڈیویلا نے ان ہی اعداد کو اپنی اُس تاریخ میں نقل کیا ہے جو بادشاہ کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ فان ڈرہیمر اس عدد کو تین لاکھ دس ہزار بتلاتا ہے، مگر اس میں ان لوگوں کو شامل نہیں کرتا جو جہازوں کی مشقت پر بھیج دیئے گئے۔ الفانسو سنچینیز نو لاکھ کہتا ہے۔ زمانہ حال کا مورخ 'لارینٹ' دس لاکھ فرض کرتا ہے۔ جے نر کا تخمینہ یہ ہے کہ تمام مولدین کی تعداد صرف دس لاکھ تھی، ان میں سے ایک لاکھ آدمی تو تکالیف مصایب اُٹھاتے اُٹھاتے مر گئے، یا غلام بنا لئے گئے، اور نو لاکھ جلاوطن کئے گئے۔ ونسنٹ لافیونٹ صرف ایک لاکھ بتیس[۲] ہزار کی تعداد بتلاتا ہے۔ ڈینولا کولاڈو، تمام سرکاری کاغذات کی تنقید کر کے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اُن کی تعداد پانچ لاکھ سے بھی کم ہوگی۔ غالباً یہ عدد صحت سے بہت دور نہ ہوگا[*]۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس کی کبھی اور کہیں کوشش نہیں کی گئی کہ اُن بچوں کی بھی تعداد معلوم کی جائے کہ جو والدین سے چھین کر آغوش مادر اور شفقت پدر سے محروم کئے گئے، نہ ایسا کوئی ذریعہ معلوم ہے کہ جس سے اس کا اندازہ لگایا جائے، مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ اُن کی تعداد بہت ہی زیادہ ہوگی جہاں تک معلوم ہوتا ہے اُس زمانہ میں سپین کی آبادی اسی لاکھ تھی۔ ظاہر ہے کہ مولدین کی تعداد نسبتاً بہت ہی کم تھی؛ نہ اُن کے پاس ہتھیار تھے، نہ نظام۔ مگر باوجود اس کے جب اہالی سپین ان مٹھی بھر آدمیوں سے ترساں ولرزاں رہتے تھے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست دانان سپین یقیناً یہ جانتے تھے کہ اُن کی سلطنت بالکل کھوکھلی اور سخت کمزور ہے۔

جب ہم مسلمانوں کی اُس تعداد کثیر کا خیال کریں جو بازیافت کے وقت سپین میں موجود

[*] تیس لاکھ یہودی اور بتیس[۲] لاکھ مولدین کے جو اعداد ہیں وہ سب سے پہلے ونسنٹ گونزالیز الوا ریز نے اپنی اُس چھوٹی سی کتاب میں لکھے ہیں جو اُس نے اویلا کی جلاوطنی کے متعلق لکھی تھی۔ اُس میں اُس نے لکھا ہے کہ ان دونوں قوموں کو چھ مختلف موقعوں پر جلاوطن کیا گیا تھا۔ (مصنف)

تھے، اور اُس کا مقابلہ اس تعداد قلیل سے کریں جو اس وقت اس ملک سے جلا وطن کئے گئے، تو معلوم ہوتا ہے کہ مدجلین کی تعداد بہت ہی زیادہ تھی، اور یہ لوگ بڑی تعداد میں عیسائی ہوکر اس طرح اپنے فاتحین کے ساتھ ضم ہو گئے تھے کہ شناخت بھی نہ ہو سکے۔ زمانہ متوسط کی مسامحت سے وہ رام ہو گئے تھے، اور اگر یہ مسامحت قایم رہتی تو غالباً تمام لوگ عیسائی ہو جاتے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس سے نہ صرف انسانی مصایب ہی براءنام رہ جاتے، بلکہ ایک حد تک سپین قلاش اور ضعیف ہو جانے سے بچ جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت سپین کا موجودہ افلاس، ضعف اور بدنظمی اُس کے ان ہی گناہوں کا انتقام ہے، یا کفارہ ۔

ان جلاوطنوں کا جو انجام ہوا اُس کو دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ یہی کچھ کم نہ تھا کہ مولدین گھر سے ایسی حالت میں نکالے گئے کہ نیا گھر بنانے کی اُنہیں مہلت نہیں ملی؛ اُن کو معلوم نہ تھا کہ اُن کی آیندہ زندگی کیونکر گزریگی، اور کیا کچھ پیش آئیگا؛ اُن کا تمام اندوختہ اُن سے چھین کر ایک اجنبی ملک میں چھوڑ دیا گیا؛ اُن پر جو مصایب اور تکالیف گزریں وہ ایسی ہیں کہ اُن کے خیال سے بھی دل لرز جاتا ہے؛ اس پر انسانی دست بُرد اور سلب و نہب نے اُن پر وہ قیامت ڈھائی کہ اُن کی مصیبت اضعافاً مضاعفہ بڑھ گئی۔ اُنہوں نے جس طرف کو مُنہ کیا اُسی طرف سے اُن کو قتل و غارت بلکہ اس سے بھی بدتر مصیبت، سے سابقہ پڑا۔ اگرچہ شاہی جہازوں میں افریقیہ کا سفر بلاشبہ محفوظ تھا، مگر جو جہاز اُنہوں نے خود کرایہ کئے اُن کے ناخداترس ناخداؤں نے اُن کو لوٹنے اور مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ بہت سے مولدین جو جہاز پر سوار ہوئے اُن کا کسی کو پتہ نہیں کہ آیا وہ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچے بھی یا نہیں؛ بہت سے ایسے تھے کہ جن کے اجمال واثقال جہاز ہی پر چھین کر اُن کو مجبور کیا گیا کہ وہ صداقت ناموں پر دستخط اور مہریں کر دیں، تاکہ مالکان جہاز اُس رقم کے پانے کا دعوے کر سکیں جو اُن کے لئے جمع تھیں، اور جن کا دیا جانا ان ہی صداقت ناموں پر منحصر تھا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ حکام سپین نے اُن کی کوئی پروا نہیں کی۔ فون سیکا کہتا ہے کہ میں نے ۱۲ دسمبر کو اپنی آنکھ سے برشلونہ میں ایک جہاز کے کپتان اور

اُس نے اُن ملاحوں کو پھانسی پاتا ہوا دیکھا ہے جو بلنسیہ سے ستر مولدین کو اور ان لے گیا تھا مولدین کے نصیب کہ راستہ میں نیپلس کا ایک جہاز مل گیا' ان دونوں جہازوں کے عملہ نے مل کر تمام مولدین کو قتل کر ڈالا اور اُن کا تمام اسباب' جس کی قیمت تین ہزار ڈوکیٹ تھی' آپس میں تقسیم کر لی۔ ایک ملاح کو حصہ کچھ کم دیا گیا تھا' اس لئے وہ باقیوں سے ناراض تھا' اُس کو وعدۂ معافی دے کر برشلونہ میں اقبال جرم کرا لیا گیا' حکام نے نہ صرف سپین والوں ہی کو سزا دی' بلکہ قتلونیہ کے وائسرائے نے نیپلس کے وائسرائے کو تمام واقعات لکھ بھیجے' اس ذریعہ سے نیپلس والوں نے اپنی رعایا کو سزا دی ۔

جو لوگ کہ فرانس چلے گئے اُن کو قتل تو نہیں کیا گیا' مگر اُن کو لوٹ لیا گیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ لافورس نے اُن لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جو بطور مہمانانِ ناخواندہ' خلاف امید' اُس کے حدود ملک میں پہنچ گئے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اس خلاف توقع حالت کو سنبھالنے میں جو کچھ اُس سے ہو سکتا تھا اُس نے کیا' مگر اُس سے ان جلاوطنوں کو کوئی فایدہ نہیں پہنچا۔ ان میں سے کچھ لوگ قسطنطنیہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے' اور وہاں پہنچ کر یقیناً مبالغہ آمیز افواہیں اُنہوں نے اُڑائیں' جس سے کہ فرانس کا جو کچھ اثر بڑی محنت سے باب عالی پر سفیر سیلگناک نے ڈالا تھا اُس کو بہت کچھ نقصان پہنچا۔ ۲۴ ؍اگست ۱۶۱۰ئہ کو سفیر مذکور نے ایک خط ملکہ کو ایسے الفاظ میں لکھا' جس میں زور زیادہ تھا اور آداب شاہی کم' کہ ان غریبوں کا جو سلب و نہب کیا گیا ہے وہ قزاقی سے کچھ کم نہیں ہے' اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ مجرموں کو سزا نہ دی جائے' اس خط کے بعد ہی ۵ ؍اکتوبر کو سلطان احمد اول نے اپنے دست خاص سے ایک خط ملکہ کو لکھا کہ جس میں اُنہوں نے اس کا اشارہ کیا کہ ۱۶۰۹ئہ میں آغا ابراہیم بھیجا گیا تھا' اب پھر وہ آغاء موصوف کو بھیج کر یہ توقع رکھتے ہیں کہ جلاوطنوں کی حمایت کی جائیگی' کیونکہ حکام و عمال نے اُن کو لوٹ لیا ہے اور بہت سوں کو قتل بھی کر دیا ہے' بہت سے آدمیوں سے جہاز والوں نے بدسلوکی کی ہے' اور اُن کو لوٹ کھسوٹ کر بے آب و گیاہ جزیرہ میں اُن کو

چھوڑ دیا ہے اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو غلام اور کنیزک بنا کر بیچ ڈالا ہے* لیکن عام طور پر

* یہ ایک عجیب معمّہ ہے کہ جس کو میں برسوں کے غور و خوض کے بعد بھی حل نہیں کر پایا ہوں کہ مسلمانوں پر یا یوں کہئے کہ مولدین پر محض اسلام کی وجہ سے یہ تمام مصایب گزر گئے، مگر ترک جو اُن کے ہمسایہ تھے، یا کم از کم اُن کی مدد کر سکتے تھے، دُور سے بیٹھے ہوئے تماشا دیکھتے رہے۔ یہ مصایب ایک دو دن کے تو نہ تھے کہ ترکوں کو خبر نہ ہوتی۔ فرڈی نینڈ اور ازابیلا ہی کے وقت سے ان کی شروعات ہو گئی تھی۔ اس کا پتہ لگتا ہے کہ مسلمانوں نے جب ترکوں سے جا کر فریاد کی تو سلطان وقت نے پوپ کو لکھا، اور اُس نے اُسی سفیر کو ان دونوں ملاعنہ کے پاس بھیج دیا۔ اس شخص نے سپین میں آکر خوب دعوتیں اُڑائیں اور دونوں ملعونوں کا یہ جواب لے کر خوش بخوش سلطان کے پاس آگیا کہ "یہ لوگ (مسلمان) غاصب تھے۔ اب جو ہم اپنا ملک ان سے لیتے ہیں تو شکایتیں کرتے ہیں"۔ نیز یہ کہ "ہم اُن کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں، جو آپ اپنی عیسائی رعایا کے ساتھ کرتے ہیں"۔ سلطان وقت کو بھی اس جواب سے تسکین ہو گئی۔ ان دونوں ملعونوں کے زمانہ میں سلطنت سپین ایسی قوی نہ تھی کہ سلطان اُن سے ڈرتا ہو۔ اگر وہ ذرا اُنگلی بھی اُٹھا دیتا تو ممکن نہ تھا کہ فرڈی نینڈ اور ازابیلا نہ ڈر جاتے۔ مسلمانوں پر مصایب کا یہ سلسلہ دو صدیاں متواتر جاری رہتا ہے اور ترک، یا کوئی اور اسلامی سلطنت، خبر بھی نہیں ہوتی۔ آخر کیا آفت تھی؟ کیوں ان لوگوں کے اخلاق اتنے خراب تھے؟ کیوں یہ لوگ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھول گئے تھے کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کا حامی و مددگار وغیرہ وغیرہ؟

اسی موقعہ پر دیکھئے کہ مولدین قسطنطنیہ گئے۔ فریاد و زاری کی۔ اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ فرانس کے سفیر سے شکایت کی جاتی ہے۔ شاید کسی قدر کشیدگی بھی ہو جاتی ہے۔ مگر سپین سے جناب سلطان کوئی باز پرس نہیں کرتے! مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس وقت سلطنت سپین کا رعب باقی تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فلپ دوم کے وقت ہی سپین کی عظمت و عزت تشریف لے جا چکی تھی۔ کیا ترکوں کا کوئی سفیر سپین میں نہیں رہتا تھا؟ اگر رہتا تھا تو کیا وہ اتنا بے خبر اور نالایق تھا، یا سلطنت سپین کی حالت سے بے خبر تھا کہ وہ یہاں کے حالات اور مسلمانوں (یا کم از کم مولدین) کے حالات سے دار السلطنت قسطنطنیہ کو اطلاع نہیں دے سکتا تھا؟ یا سلطان وقت ہی اتنا نادان تھا کہ اُس کو اپنے بھائیوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی؟ یہ مختصر سا جواب ہو سکتا ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۹ پر ملاحظہ ہو)

یہ حالت نہیں ہوئی، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ۳۰ راکتوبر کو ڈوکارلا نے (سیلگنناک اس عرصہ میں مر چکا تھا، ڈوکارلا اُس کا بھائی تھا) یہ اطلاع دی کہ مارسیلیس سے ایک جہاز بہت سے مولدین کو لے کر وہاں پہنچا ہے، وہ اُس سلوک کی بہت تعریف کرتے ہیں جو اُن کے ساتھ مرعی رکھا گیا۔ کارڈنیل ریچ لیو کہتا ہے کہ بعض حکام نے، جو مولدین کو پہنچانے کے کام پر متعین تھے، ان لوگوں کو خوب لوٹا، بلکہ اپنی آنکھوں کے سامنے ان کو قتل ہوتے دیکھا، لیکن اُن کو ایسی عبرتناک سزا دی گئی کہ یہ سلب و نہب بند ہوگیا۔ غالباً صحیح تریں بیان اُس پناہ گزیں مولد کا ہے جس نے اپنے خط مورخہ ۲۵ رجولائی ۱۶۱۱ء (۱۵۱۱ء؟) میں اپنے دوست کو سپین میں لکھا تھا کہ قریب ایک ہزار آدمی کے، جن میں زیادہ تر ایکسٹرے میڈورا کے رہنے والے تھے، جب مارسیلیس میں پہنچے تو لوگ اُن سے بہت تپاک سے پیش آئے، اور آیندہ اچھا سلوک کرنے کا وعدہ کیا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۸) کہ مولدین میں عیسائی زیادہ تھے اس لئے جناب سلطان کو اُدھر توجہ فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر وہ کیسے عیسائی تھے؟ جبر کے مارے ہوئے، اور ظلموں کے ستائے ہوئے "ظاہری اور بے دلی کے ساتھ"، ورنہ احتساب و محنہ کے مصایب کیوں اُٹھاتے اور زندہ کیوں جلائے جاتے۔ کیا ایسے مسلمانوں کی مدد کرنا دنیا بھر کے مسلمانوں پر فرض نہ تھا؟ ان میں سے جو لوگ واقعی عیسائی تھے، اگر اُن کے ساتھ اخلاقِ محمدی کا مرعی رکھا جاتا تو یقیناً وہ پھر مسلمان ہو جاتے مگر مسلمانوں کا سلوک دیکھ کر وہ پکے اور کٹے عیسائی ہو گئے۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ ان سب باتوں کی ذمہ واری کس پر آتی ہے؟ یقیناً ترکوں کی ہمسایہ مہذب و قومی سلطنت پر۔ کیا حامیان ٹرکی (اکثرہم اللہ) میں سے کوئی صاحب اس پیچ روشنی ڈالینگے؟

مسلمانوں کے عام اخلاق اور جوش سے مجھے بالکل یقین ہے کہ ان چند فقرات سے مجھ پر "ترکوں کا دشمن لہذا کافر" ہونے کا فتوے لگایا جائیگا۔ مگر خدا شاہد ہے کہ میں ترکوں کا ہوا خواہ ہوں اور اُن کو کامران دیکھنا چاہتا ہوں، اور ہر مسلمان کا فرض سمجھتا ہوں کہ اس ٹمٹماتی ہوئی روشنی کو نہ بجھنے دیں۔ مگر اُن کو اپنا سمجھ کر اُن کی شکایت کرتا، اور ایک تاریخی سوال پیدا کرتا ہوں۔

(مترجم)

مگر جیسے ہی ہنری چہارم قتل ہُوا تو اُن کا رویہ بالکل بدل گیا' کیونکہ عام خیال یہ تھا کہ بادشاہ موصوف کو بادشاہ سپین نے قتل کرایا ہے۔ جب مجرم کی تلاش ہونے لگی تو مولدین پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ سپین کے مخبر ہیں؛ چند روز تک اُن کو اپنی جانوں کے لالے پڑے رہے' اور عدالت کے ایک فیصلہ کے موافق اُن کا تمام روپیہ اُن سے چھین لیا گیا۔ اس کے دفعیہ کے لئے ملکہ نے ایک جج بھیجا' لیکن یہ شخص اتنا لالچی تھا کہ جب ایک مولد نے اُس کو سو ڈوکیٹ رشوت دی تو اُس نے ایک ڈوکیٹ کو وزن میں کم بتلا کر واپس کیا' اور اُس کی جگہ دوسرا ڈوکیٹ مانگ لیا۔ اس امید میں کہ شاید لیگہارن میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک ہو' مولدین وہاں گئے' مگر قسمت اُن کے ساتھ ساتھ تھی' وہاں بھی وہی سلوک کیا گیا جو یہاں ہو رہا تھا۔ اٹلی میں اُن کے لئے سوا اس کے اور کوئی کام نہ تھا کہ کھیتوں میں جا کر کام کریں' مگر اُن سے یہ نہ ہو سکتا تھا' کیونکہ وہ تاجر تھے یا اہلکار۔ آخر وہ مجبور ہو کر الجیریا چلے گئے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کا کاتب اور مکتوب الیہ دونوں عیسائی تھے' کیونکہ وہ یہ لکھتا ہے کہ ہم کو یہاں اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جاتا' طیطوان کے مسلمانوں نے مسامحت سے کام نہیں لیا۔ جو کچھ مصایب ان بد قسمتوں پر پڑے اُس میں ایک اضافہ یہ ہو گیا کہ جو عیسائی مولدین اپنے مذہب پر سختی کے ساتھ قایم رہے' اُن کو یا تو سنگسار یا کسی اور طرح قتل کر دیا گیا' کیونکہ وہ مسجدوں میں جانے سے انکار کرتے تھے*۔ کلیسا نے اُن کو شہید ہونے پر تو آمادہ و مجبور کر دیا' مگر ان گمنام بے خانماں مرنے والوں کے لئے دعاء مغفرت سے بھی بخل کیا۔

ملک بربر میں عام طور پر ان جلاوطنوں پر وہ وہ آفتیں آئیں کہ جن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ سو اور ان میں خشکی پر اُترے یہاں سے اُنہیں مراکش کی سلطنت میں جانا

* کیا اس کو دیکھ کر بھی مسلمان یہ شکایت کر سکنے کے قابل ہیں کہ سپین کے عیسائی غیر مسامح تھے؟ مسلمانو! از براۓ خدا اپنی ذلت پر ماتم نہ کرو بلکہ اس پر روؤ کہ تم میں سے اخلاق محمدی صدیوں ہوئے کہ نکل گئے' اور بلاشبہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تم ذلیل ہو۔ ابھی تو اس کا انتظار کرو کہ اور کیا کیا مصایب تم پر آنے والے ہیں۔ (مترجم)

تھا؛ ایک افواہ تھی کہ اُن کے ساتھ زرِ نقد بہت ہے، اس لئے راستہ میں اُن کو خوب لوٹا گیا، اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اُن کی عورتوں کو سخت بے رحمی کے ساتھ اُن سے چھین لیا گیا۔ یہ سب کچھ اُن لوگوں کے ساتھ ہوُا جو پہلے ہی جہاز سے اُترے تھے۔ ۱۶۰۹ئہ کے ختم ہونے سے پہلے، کاونٹ لگیولر سپہ لار اوران نے لکھا کہ عربوں کے خوف سے بہت سے مولدین وہیں پڑے ہوئے ہیں اور فاقوں سے مرے جاتے ہیں۔ اُن میں سے بیس آدمیوں نے مجھ سے آکر یہ بیان کیا ہے کہ "ہم عیسائی ہیں، ہم اقرار کرتے ہیں کہ جب تک ہم نے مسلمانوں کی بدسلوکیاں اور عیوب نہیں دیکھے تھے اُس وقت تک ہم مذہب مسیحی میں مذبذب تھے، اور اب تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ عیسائی ہی زندہ رہیں اور عیسائی ہی مریں*"۔ چونکہ کاونٹ موصوف کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، اس لئے اُس نے ان سب کو قید کر دیا اور میڈرڈ سے ہدایات طلب کیں۔ اُس قصہ پر تو شک ہو سکتا ہے، جو بلنسیہ کے محکمۂ احتساب ومحنہ نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ ایک جہاز کے ملاحوں نے، جو اوران گئے تھے، ساحلِ بحر پر نو ہزار لاشیں اُن مولدین کی گنی تھیں جو قتل کر دیئے گئے تھے، مگر کپتان مرسیڈس کے اس بیان پر شک کی بہت کم گنجایش ہے کہ عربوں کی بے رحمی، نیز قدرتی بیماریوں سے دو تہائی جلاوطن نذرِ اجل ہو گئے۔ صحیح اندازہ یہ ہے کہ کم از کم تین چوتھائی (۳/۴) آدمی یوں مر گئے۔

باوجود اس کے کہ دہشت ناک اور وحشیانہ فرامین ابھی تک نافذ تھے، مگر بہت سے مولدین پھر واپس چلے آئے۔ اُنہیں معلوم تھا کہ اُن کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے، چنانچہ یہ خانماں خراب جہازوں کی مشقت پر لگا دیئے گئے۔ بہت سے لوگوں نے آکر یہ کہہ دیا کہ ہم دینِ مسیحی قبول کرتے اور غلام بن کر رہنا منظور کرتے ہیں۔ سپین میں ایسے آدمیوں کی کمی نہ تھی کہ اُنہوں نے ان شرائط پر اُن کا رکھنا منظور کر لیا۔ اب یہ سوال پیدا ہوُا کہ آیا فرمان شاہی کے موافق ایسا کرنا جایز بھی ہے یا نہیں۔ بہت سے علماءِ دینِ مسیحی نے ایک مدلل مراسلہ پر جو بلنسیہ

* کیا مسلمان براہ مہربانی اس پر غور فرمائینگے؟ (مترجم)

کے وایسراءِ کے نام تھا، دستخط کر دیئے، جس میں یہ لکھا تھا کہ چونکہ کلیسا مسلمانوں کو اصطباغ دیکر اپنی پناہ میں لینے کو تیار ہے، اس لئے ایسے لوگوں کو لینے سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو پہلے ہی اصطباغ پائے ہوئے ہیں، خواہ اس وقت مصیبت ہی کے خوف سے کیوں نہ آ رہے ہوں، کیونکہ ٹرینٹ کی کونسل نے اس کو جایز قرار دیدیا ہے۔ فرے بلیڈا نے اس پر شور مچایا، اور اُس نے ۷ مئی ۱۶۱۰ء کو بادشاہ کو عمالقہ کے بچانے کا جو نتیجہ ساولوس کو ملا وہ یاد دلایا۔ فلپ نے ۲۳ مئی کو اُسے جواب دیتے ہوئے اُس کا شکریہ ادا کیا، اور لکھا کہ وایسراءِ کے نام تاکیدی حکم جاری کر دیا گیا ہے کہ کوئی مولد سرزمین سپین پر نہ چھوڑا جائے۔ حکام وعمال نے چاہا کہ اس حکم کی تعمیل کریں، مگر انسانی ہمدردی اور طمع نفسانی نے مل کر اس کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ چھ مہینہ کے بعد اسقف اعظم رائے بیرا نے دیکھا کہ کم ازکم دو ہزار مولدین تو اُس کے ہی علاقہ میں موجود ہیں، اور اس سے دوگنے بلنسیہ میں ہیں۔ یہ سوچ کر کہ اتنے ہی اور آدمی چھپے ہوئے ہونگے، اُس نے ۱۳ نومبر کو ایک حکم جاری کیا کہ جتنے مولدین معلوم ہوں سب کی اطلاع دی جائے، جس شخص کو مولدین کا ہونا معلوم ہو اور پھر وہ اطلاع نہ دیگا تو اُس کو خارج از کلیسا کر دیا جائیگا۔ مگر یہ تمام کوشش بیکار گئی۔ بادشاہ نے بھی بار بار احکام جاری کئے، لیکن جب اُن کا کوئی نتیجہ نکلتا نہ دیکھا تو شاہی کونسل بھی تھک گئی، فرے بلیڈا ۱۶۱۸ء میں لکھتا ہے کہ "افسوس ہے کہ میں مر جاؤنگا اور یہ حسرت دل ہی میں لے جاؤنگا کہ مسلمانوں کا تخم ابھی تک ملک سپین میں باقی ہے، اور سرزمین سپین ان کے وجود سے پاک نہیں ہوئی*"۔ ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ بلنسیہ، لامنکا اور غرناطہ میں اب بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو ازروء لباس، مراسم اور خیالات کے مولدین کہے جا سکتے ہیں، اُن میں اب بھی مذہب مسیحی کی کوئی علامات نہیں نظر نہیں آتیں× ۔

---

* فری بلیڈا (لعنۃ اللہ) کی یہ پیشینگوئی حرفاً حرفاً پوری ہوئی۔ مسلمانوں کا تخم سرزمین سپین سے اب تک نہیں مٹا۔ مگر وہ کس حال میں ہیں؟ نہ صرف وجود اپنے جد سے بے خبر، بلکہ مسلمانوں کے سخت دشمن، کٹے عیسائی ۔ (مترجم)

× کیا کوئی مسلمان ازروء عنایت ان کے متعلق تحقیقات کرینگے؟ (مترجم)

یوں طارق (رحمتہ اللہ علیہ) کی فتح کے بعد اُن فاتحین کی اولاد نو صدیوں کے بعد اُس ملک سے نکالی گئی، جس کو اُن کے بزرگوں نے مرفہ الحال اور گلزار بنا دیا تھا۔ تواریخ مصایبِ آلام کے بہت سے قصے بتلا سکتی ہے، مگر ایک بھی ایسا واقعہ نہیں دکھلا سکتی جس میں ایک قوم کی قوم کا نام مٹا دیا گیا ہو جب کارڈنیل رچ لیو نے ایک واقعہ کو "نہایت متہور اور انتہا سے زیادہ وحشیانہ فعل جو انسان سے سرزد ہو سکتا ہے" بتلایا تھا، تو اُس کو یہ معلوم نہ تھا کہ ابھی وہ صدی ختم بھی نہ ہوگی کہ اُسی کے ملک میں، اُسی کا سب سے بڑا دیندار مسیحی بادشاہ، ایک اور ہی وضع سے سبعیت و وحشت دکھلائیگا، اور یہ ثابت کر سکیگا کہ یہ فعل ضروریات ملکی کے لئے لازمی تھا۔



باب یازدہم

نتائج و عواقب

اہالی کلیسائے جو ملک پر نکبت و ادبار ڈالنے اور اس ڈراما کو انجام تک پہنچانے میں جان توڑ کوشش کر رہے تھے، اس وقت اُنہوں نے فرط فرح و سرور سے اپنی کامیابی پر خوب ہی دل کھول کر بادخوانیاں کیں۔ فرے بلیڈا سے بھلا کہاں چُپ رہا جاتا تھا، اُس نے اپنی ہرزہ درائی کے دوران میں بادشاہ کو یہ یقین دلایا کہ اُس کے خزانے معمور ہو جائینگے، اور اُس کے تمام قرض اُتر جائینگے؛ تمام اراضی زیر کاشت آجائینگی، سارے بنجر گل و گلزار بن جائینگے اور سونا اُگلنے لگینگے؛ سپین کا عہد زرین اب آیا ہے، اب کہ تمام لوگ مذہباً متحد ہو گئے ہیں اور خانگی دشمنوں سے نجات مل گئی ہے ملک کو وہ ترقہ حاصل ہو گا کہ اب تک کبھی نصیب نہیں ہوا؛ اُس کے مسیحی نام سے اُس کے تمام دشمن لرزہ براندام ہونگے؛ زمانۂ احیاء مسیح کے بعد سپین کے لئے سب سے بڑی شان و شوکت کا وقت اب ہی آیا ہے" واڈالجارہ کی بھی وہی الاپ تھی؛ آپ فرماتے ہیں کہ "دسمبر ۱۶۰۳ئہ میں جو دو ستارے ملے ہیں، نیز علم کہانت، اور سپینی اور عربی پیشینگوئیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کامیابی کامل کے بعد وہ وقت آنے والا ہے کہ سپین بیت المقدس کو مسلمانوں سے چھین لیگا اور مسلمانوں کی حکومت کو پاش پاش کر دیگا" اثناء گلفشانی میں وہ فرماتے ہیں کہ "مولدین یہ کہا کرتے تھے کہ سپین کا ترفہ اُسی روز ختم ہو گیا کہ جس روز اُن کو عیسائی ہونے پر مجبور کیا گیا؛ لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے ساتھ مسامحت کرنے کی ملک پر یہ زحمت پڑی کہ زمین بالکل بنجر ہو گئی تھی؛

اب اُن کے نکالے جانے کے بعد پیداوار کی بہتات ہوگئی ہے، گیہوں ارزاں ہوگئے ہیں، تجارت میں آسانی اور آزادی پیدا ہوگئی ہے، سواحل قزاقان بحری سے محفوظ ہوگئے ہیں، سفر بری وبحری میں کوئی خطرہ نہیں رہا، سکۂ قلب بازار میں نہیں چلتا، غداری وبغاوت کے خدشہ سے ملک کو نجات مل گئی، قتل کی وارداتیں پہلے کی بہ نسبت بہت کم ہوگئی ہیں، سپاہیوں کی کمی نہیں رہ گئی، تمام لوگ مذہب کیتھولک پر قایم ہیں، ملک بھر میں وہ امن و امان جاری وساری ہے کہ کسی شخص کو بدخوابی بھی نہیں ہوتی ۔

مذہبی دیوانوں کے وفور انبساط کی تو یہ کیفیت ہونی ہی چاہئے تھی کیونکہ یہ سب کچھ اُن ہی کا کیا دھرا تھا، ایسے لوگ بھی موجود تھے جو اس تمام کارروائی کو بنظر پسندیدگی دیکھتے تھے! لیکن دل میں وہ یہ ضرور سمجھتے تھے کہ یہ فوائد اُن کو بہت ہی گراں پڑے ہیں، اور لوگوں کو جو نقصانات پہنچے تھے اُن کو چھپانے اور دلوں کے بہلانے کے لئے کچھ فلسفیانہ استدلالات کی ضرورت تھی۔ یہ دلایل وبراہین ایک چھوٹے سے رسالہ میں درج تھے، جس میں کوشش نہیں کی گئی کہ جو مادی نقصانات مولدین کے جلاوطن کرنے سے ہوئے ہیں اُن کو برروئے کار لاکر اُن کے نقایص دکھلائے جائیں؛ بلکہ مقصود اصلی یہ تھا کہ مذہب مسیحی کی تعلیم صبر وقناعت کی اشاعت کی جائے، اور یہ بتلایا جائے کہ دنیا فانی ہے اور ما فیہا لغو ہے، افلاس ایک نعمت و برکت ہے، اصل دولت صلاح وعفت اور دنیاوی چیزوں کی حقارت ونفرت ہے۔ یہ کتنی بڑی خوبی ہے کہ اب گاڑیوں کی گھڑگھڑاہٹ سے کانوں کو تکلیف نہ ہوگی، امرا جو بکر وفر گھوڑوں پر سوار پھرتے تھے، اب جوتیاں چٹخاتے ہوئے پیدل پھرنے پر مجبور ہونگے۔ یہ کتنی بڑی خوبی ہے کہ ہم باوجود ترفہ وتمول کے منکسر المزاج ہو جائیں۔ ہماری حالت ایسی تھی کہ اگر مولدین کو جلاوطن نہ کیا جاتا تو ہمارا غرور وتکبر نہ معلوم کس کنوے میں ہمیں دھکیل دیتا؛ ہم اپنے ہی افراط کی وجہ سے برباد ہو جاتے۔ ہم اپنی دولت کو ایسے کاموں میں صرف کرتے تھے کہ جو اُس کا مصرف نہ تھا، اس لئے اگر وہ ہم سے چھین لی گئی تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ اب غربا یہ دیکھ کر

خوش ہوتے ہیں کہ امراء اُن کے محتاج ہو گئے ہیں۔ ان تمام خوبیوں کے خلاف یہ دلیل دی جاتی ہے کہ "اب تک یہ مشہور چلا آتا ہے کہ سپین کی اراضی اس لئے بنجر پڑی ہیں کہ آبادی کافی نہیں ہے، اس کا یہ جواب ہے کہ اگر ہمارے ملک کی آبادی کم ہے تو اور بھی اچھا ہے کیونکہ ہم میں اتفاق واتحاد پیدا ہو جائیگا؛ اصل قوت اگر کچھ ہے تو وہ بھی اتفاق واتحاد ہے اور بس" ۔

فرے بلیڈا نے منطق و فلسفہ کو چھوڑ کر مادی تسلی دینی چاہی۔ چنانچہ وہ ۱۶۱۸ء میں لکھتا ہے کہ "جن گانوؤں میں کہ یہ عفاریت جہنمی (مولدین) رہتے تھے وہ خالی ہو گئے ہیں، مگر چند ہی روز کے لئے؛ خاص کر وہ مقامات جن کو از سر نو آباد کرنا امراء و رؤساء نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے؛ چنانچہ مارکوئیس ایلخے، کاونٹ آف ان فین ٹاڈو، مارکوئیس آف لو مبے اور بیشتر اور علاقوں میں ہو رہا ہے۔ غرض آبادی، گیہوں کی فصلوں اور دیگر ضروری اجناس کا جہاں تک تعلق ہے، سب پر مولدین کے نہ ہونے کا نامعلوم سا اثر پڑا ہے۔ کلیساؤں کی آمدنیاں معمول سے کم ہوئی ہیں، لیکن چند ہی روز میں وہ مسلمانوں کے زمانہ سے زیادہ بڑھ جائینگی۔ جہاں تک آمدنی کا تعلق ہے مولدین کے نکالے جانے کا اثر صرف آٹھ یا نو برس تک رہیگا، بلکہ سلطنت کے ترفہ پر بھی اس کا بُرا اثر پڑتا ہؤا معلوم ہوگا؛ بعض امراء کی اراضی ایسی ہیں کہ اُن میں آبپاشی کا کوئی انتظام نہیں ہے، ان لوگوں کو البتہ انتظار کرنا پڑیگا، مگر چند سال کے بعد اُن کی حالت اُس درجہ پر پہنچیگی جس درجہ پر مولدین کے زمانہ میں تھی؛ لیکن یہ فایدہ کیا کچھ کم ہے کہ اُن کو اُتنے عیسائی مزدوروں کی ضرورت نہیں ہوگی جتنی کہ مولدین کی ہوتی تھی؛ کیونکہ موخر الذکر کام کرنے میں بہت سُست تھے۔ یہ یقینی بات ہے کہ گیہوں جیسی ضروری اجناس کے لئے مولدین یاد نہیں آئینگے۔ اور اگر عیسائی اپنے آلات و مولیشیان کشاورزی اپنے ساتھ لے گئے تو فصل کے موقعہ پر وہ بمقابلۂ زمانۂ مولدین بقدر ایک تہائی کے زیادہ گیہوں پیدا کر لینگے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ڈیوک آف ان فین ٹاڈو کے علاوہ میں اس مرتبہ بے حد و حساب گیہوں ہوئے ہیں" ۔

اس جلاوطنی کا جو اقتصادی اثر پڑا اُس کے لئے ایسی ہی بیہودہ دلایل تراش لی گئیں۔ زمانۂ حال کا ایک مصنف، جس کی غرض و غایت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مولدین کے ملک بدر ہونے کے اثر کو جہاں تک ممکن ہو حقیر کر کے دکھلائے، یہ تسلیم کرتا ہے کہ اُن کے نکالے جانے سے کلیسا اور امراء کی آمدنی بہت ہی کم ہو گئی؛ چنانچہ بلنسیہ، سرقسطہ اور طرزونہ کے کلیسائی اوقاف میں سے شاید ایک کلیسا بھی ایسا نہیں رہا کہ جس کی آمدنی بقدر نصف کے نہ رہ گئی ہو اور یہ تو یقینی بات ہے کہ وہ اپنی پچھلی حالت پر کبھی آئے ہی نہیں*۔ امراء پر مولدین کے نکالے جانے کا جو اثر پڑا اُس کی صحیح اور واقعی مثال یہ ہے کہ ڈیوک آف گینڈیا اولیوا، فیونٹے ڈیو اور مرلا کے علاقوں میں ساٹھ ہزار مولدین رہتے تھے اور اُن علاقوں کی آمدنی ۵۳۱۵۳ لبرا تھی سنہ ۱۶۱۰ء میں صرف ۱۵۳۴۹ لبرا رہ گئی، سنہ ۱۶۱۱ء میں کچھ بڑھی اور ۱۷۱۶۹ لبرا ہو گئی اور خدا خدا کر کے سنہ ۱۶۱۱ء (؟ سنہ ۱۶۱۲ء) میں ۲۴۳۵۳ پر آئی۔ گینڈیا کے قریب ہی کے دس گانوؤں میں ۱۴۷ گھر غیر آباد پڑے تھے، پانچ پوروے ایسے تھے جن میں گھر تک باقی نہیں رہ گئے تھے، اور چار پورووں میں آدمی تک نظر نہ آتا تھا۔ ڈیوک موصوف کو جو دقتیں پڑیں اُس کی ایک یہ مثال قابل ذکر ہے کہ سنہ ۱۵۱۸ء میں محکمۂ صدر نے بلنسیہ کے محکمۂ احتساب و محنہ کو لکھا کہ وہ اُن حسابات کی مصدقہ نقول بھیجیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ڈیوک پر کتنی واجب الادا رقوم نکلتی ہیں، نیز یہ تحریر کریں کہ فلاں مقدمہ میں جو اقرار نامہ اُس نے کیا تھا اُس کی تعمیل ہوئی یا نہیں، یہ بھی لکھا جائے کہ مولدین کے ملک بدر ہونے کے بعد اُس کی جایداد اور مزارعین کا کیا حال ہے۔ یوں باوجود اس کے کہ مولدین کی اراضی اُن کے آقاؤں کو دے دی گئی، پھر بھی یہ رؤسا بالکل مفلس ہو گئے۔ اُن کو حکم تھا کہ جو علاقے کہ غیر آباد ہو گئے ہیں اُن کو پھر آباد کریں لیکن جس ملک میں کہ آبادی پہلے ہی کم ہو اور جس کے علاقے حال ہی میں ویران ہو گئے ہوں اُن کا ازسرِنو آباد کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جب اُنھوں نے

---

* فلپ چہارم نے سنہ ۱۶۳۴ء میں جو عرضداشت پوپ اربن ہشتم کو بھیجی تھی اُس میں لکھا ہے کہ "بعض صوبہ ہائے سپین میں بوجہ ویرانی اور فصلوں کے کم ہونے کے، اوقاف کلیسائی آمدنی پہلے کی بہ نسبت تہائی رہ گئی ہے"۔ (مصنف)۔

یہ چاہا کہ مجورقہ سے نو آبادکاروں کو بلاکر یہاں آباد کرلیں تو وہاں کے حکام مانع آئے، کیونکہ اُن کو خود یہ فکر تھا کہ اُن کے اضلاع ہی ویران نہ ہو جائیں۔ امراء نے یہ چاہا کہ جن اراضی پر مولدین قابض تھے اُس کی فصلوں کا بیشتر حصہ وہ خود لیں، کیونکہ اب وہ براہ راست اُن اراضی کے مالک تھے، لیکن اُن اراضی پر اور رقوم و ابواب کا اتنا بار تھا کہ اُن کو مجبوراً ایک تھوڑے سے حصہ پر قناعت کرنا پڑی جو پیداوار کے ١/٥ سے ١/٩ تک تھا؛ حالانکہ مولدین کے زمانہ میں اُن کو تہائی یا نصف حصہ مل جایا کرتا تھا۔ ان شرائط پر ١٦٠٩ء کے ختم ہونے سے پہلے صرف تین مواضع از سرنو آباد ہوئے ؛ ١٦١٠ء میں پندرہ، ١٦١١ء میں تیس، وھلم جرا۔ ہم یہ سنتے ہیں کہ آٹھ ہزار آبادکار پائرے نیس سے اور سات ہزار قشتلونیہ سے آئے، لیکن ظاہر ہے کہ جس علاقہ (بلنسیہ) سے لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ آدمی نکل گئے ہوں وہاں یہ ڈیڑھ ہزار آدمی کیا اثر پیدا کرسکتے تھے۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ خاندان اوسونا نے چند ہی سال کے بعد اپنی آمدنی مولدین کے زمانہ کی برابر کرلی، تو یقیناً اُن کا انتظام غیر معمولی طور پر عجیب و غریب ہوگا!

علاقوں کو از سرنو آباد کرنے کے راستہ میں ایک بڑی دقت محصول تہ زمینی کی تھی، جو بہت سے مولدین کو ادا کرنا پڑتا تھا۔ امرا کو جو اراضی ملی تھیں اُن میں یہ شرط قایم رہی تھی؛ لیکن کیفیت یہ تھی کہ وہ نہ محصول ادا کرسکتے تھے، نہ اُس کا سود۔ جو نو آبادکار آتے تھے وہ کسی طرح پر یہ ذمہ داری اپنے اوپر لینے پر راضی نہ ہوتے تھے۔ یہ محصول ساڑھے چھ فی صدی سے لے کر دس فی صدی تک تھا، حالانکہ سپین بھر میں اس کا حساب پانچ فیصدی سے زیادہ نہ تھا؛ یہ تہ زمینی وہ چیز تھی کہ جو لوگ کسی منافع پر روپیہ لگانا چاہتے تھے وہ اسی میں لگاتے تھے، ان ہی لوگوں میں بیشتر تعداد امراءٔ، بیوگان، دیر و خانقاہ، کنیسہ بڑے گرجا وغیرہ وغیرہ کی تھی۔ نتیجہ بہرحال یہ تھا کہ جو آفت برپا تھی اُس سے مخلصی کی کوئی صورت نہ تھی؛ اور تکلیفیں عام اور بے حد، بالخصوص بلنسیہ میں۔ فرانسسکو جیرونی مورامُو جو مُرواٹیڈرو کا ایک رئیس تھا، بیس ہزار ڈوکیٹ کا نقصان اُس اراضی پر اُٹھا کر بیٹھ رہا جو بازیافت کے زمانہ سے اُس کے بزرگوں کے قبضہ میں چلی آتی تھی۔ برناڈ ہی نو نے چھ ہزار ڈوکیٹ کا نقصان

النزیرا میں اُٹھایا۔ ان معاملات کو اسلوب پر لانے کے لئے سلواڈور فان ٹین ڈی جیسا بڑا افسر اس کام پر تعینات کیا گیا کہ وہ پوری تحقیقات کرے۔ اُس کی رپورٹ پر ۲۲ اپریل اور ۹ جون ۱۶۱۴ء کو احکام جاری کئے گئے، اور اُن میں چند اصول مقرر کر کے ہدایات جاری کر دی گئیں کہ ہر ایک معاملہ میں کیا کارروائی کی جائے۔ ان ہدایات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محصول زمینی میں پانچ فی صدی کی کمی کی گئی۔ اس کے علاوہ کچھ محصول واجب الادا ہونے سے پہلے ہی وصول کر لیا گیا، اور ایک اور مد کا روپیہ زبردستی لے لیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مالیہ شاہی کی بہت ہی بُری حالت تھی، اور کوئی خوش قسمت ہی ہوگا جو نقصان سے بچا ہو۔ نہ صرف مولدین کے ہی گانوؤں ویران ہوئے، بلکہ بہت سے عیسائی خاندان بھی تباہ ہو گئے، کیونکہ اُن کے تعلقات مولدین سے بہت گہرے تھے۔ بلنسیہ کے ایک بینک کا دیوالہ نکل گیا، مگر اُس کی ساکھ قایم رکھنے کے لئے مختلف محاصل بڑھا کر اُس کے نقصانات کو پورا کیا گیا۔ برشلونہ کے ایک بینک کا بھی، جو بہت ہی دولتمند تھا، دیوالہ نکلا، صرف سرقسطہ کے ایک بینک نے بڑی ہمت کی کہ اُس نے اپنی ساکھ کو قایم رکھ لیا۔ سلاواڈور نے اپنی رپورٹ میں چند امراء کو لکھا تھا کہ وہ بہت زیادہ نقصان میں رہے ہیں، بادشاہ نے یہ انتظام کیا کہ اُن کے لئے کچھ سالانہ رقوم مقرر کر دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ اندیشہ تھا کہ وہ فاقوں مر جائیںگے، اس لئے اُن کی دستگیری لازمی تھی۔ ان کے علاوہ کاؤنٹ کیس تے لر کو دو ہزار ڈوکیٹ سالانہ، ڈان جوان روٹلا کو چار سو ڈوکیٹ سالانہ، ڈونا بیٹنر رڈی بورجا کو چھ سو ڈوکیٹ سالانہ، مارکوئیس کو ئیرا کو بھی چھ سو ڈوکیٹ سالانہ، کاونٹ ڈیل ریال کو دو ہزار ڈوکیٹ سالانہ، ڈیوک آف گینڈیا کو آٹھ ہزار ڈوکیٹ سالانہ عطا فرمائے گئے، علی ہذا القیاس اور امراء و رؤسا کو بھی۔ بیرونٹ کورٹس کے علاقہ کو، جو ڈان جوان پلاس کی ملکیت تھا، بالخصوص سخت نقصان پہنچا تھا، کیونکہ وہاں فوج کی چھاؤنی تھی، اور سپاہیوں نے تمام گھروں کو گرا دیا، درختوں کو کاٹ ڈالا اور جو کچھ اُن کے سامنے آیا سب کو تباہ کر دیا تھا۔ اُس کے معاوضہ میں پلاس کو اراضی شاہی میں سے ایک زمین چار ہزار ڈوکیٹ سالانہ منافع کی دیدی گئی، اور اس کے

علاوہ تین سو لیرا کا ایک وظیفہ مادام الحیات عطا فرمایا گیا۔

خزانہ شاہی کو اس جھگڑے میں خاصتہً سخت نقصان پہنچا؛ اور یوں بھی ہمیشہ اُس کا دیوالہ نکلا ہی رہتا تھا؛ اس کا اگر خیال کیا جائے تو یہ عطیات بہت ہی بیش قرار تھے ۱۶۱۱ء میں جب فلپ نے دربار سے ضروریات ملکی کے لئے امداد کی درخواست کی ہے، تو خزانہ شاہی کے خالی ہونے کی جہاں اور وجوہ بتلائی ہیں، وہاں مولدین کی جلاوطنی کو بھی شمار کیا ہے؛ اور ساتھ ہی کہا ہے کہ ان ہی وجوہ سے خزانہ شاہی کو جتنا سود آتا تھا وہ سب اُس نے نذر الٰہی کر دیا ہے، اور وہ سب اب خدمت خلق اللہ میں خرچ ہوتا ہے۔ مگر بادشاہ نے اس میں راستبازی سے کام نہیں لیا؛ کیونکہ اب بھی اُس کے پاس ایسے ذرایع تھے جن سے وہ نفع حاصل کر سکتا؛ اور کرتا تھا، مگر اُمرا اور کلیسا ان ذرایع سے محروم تھے۔ ارغون اور بلنسیہ میں بادشاہ نے بے شک امراء اور کلیسا کے ساتھ ہی نقصان اُٹھایا؛ بلنسیہ میں تو وہ سب سے بڑا زمیندار تھا؛ کیونکہ بازیافت کے موقعہ پر تمام اراضی، جو مزارعین کو نہیں دی گئیں، وہ خود بادشاہ کے قبضہ میں ہیں۔ علاقہ قشتالہ میں ہم دیکھ ہی چکے ہیں کہ بادشاہ نے جلاوطنوں کی تمام زمینوں کو لاوارث قرار دے کر اپنے قبضہ میں لے لیا تھا، اور جتنا مال وہ لے جانا چاہتے تھے، اُس کا نصف اُن سے چھین لیا تھا۔ ہمارے پاس اس وقت کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ اس سے بادشاہ کو کتنا مال ملا؛ مگر اس میں کلام نہیں کہ اس کی تعداد و مقدار بہت ہی زیادہ ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ جلاوطنی کے لئے جہاں اور بہت سی دلیلیں دی گئی تھیں، اُن میں سب سے زیادہ زور اس پر دیا گیا تھا کہ مولدین کو جلاوطن کرنے سے سلطنت کو اُن کی منضبطہ جایداد سے دوامی مالی امداد ملتی رہیگی؛ جس سے کہ اُس کا قرض اُتر جائیگا۔ اکتوبر ۱۶۱۱ء ہی میں مجلس مالیہ نے یہ رپورٹ پیش کی کہ مولدین اوکانا اور میڈرڈ کی منضبطہ جایداد کا سب سے بڑا حصہ فروخت کر دیا گیا؛ اور زرِ ثمن تعدادی دو لاکھ ڈوکیٹ، وصول ہو چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بیش قرار رقوم وصول ہوئیں؛ مگر اس سے خزانہ شاہی کو کچھ فایدہ نہیں ہوا؛ کیونکہ بادشاہ کے لالچی منظور نظر ہر وقت تاک میں لگے رہتے تھے، اور ناعاقبت اندیش فلپ کے اسراف کی بدولت اپنے ہاتھ رنگتے تھے۔ اسی طرح فلیمنگس نے فلپ پنجم کی ابتدائی

عمل داری میں خوب کمایا تھا۔ سر فرانسس کاٹنگٹن، سفیر انگلستان، نے اپنے مراسلات مورخہ ۴ و ۱۶ار مئی ۱۶۱۰ء میں لارڈ سالسبری کو لکھا تھا کہ "کچھ حکام صوبجات میں بھیجے گئے ہیں کہ جلاوطن مولدین کے گھروں اور پوروؤں کو فروخت کردیں۔ مگر بادشاہ کو اس میں سے خزانہ شاہی کے لئے کچھ نہیں ملیگا، کیونکہ وہ اس آمدنی کو قبل از وصول ہی اپنے منظور نظر اور منہ چڑھے لوگوں میں نہایت فیاضی سے تقسیم کرچکا ہے۔ اس تقسیم کے موافق ڈھائی لاکھ ڈوکیٹ لیرما کو دیئے جائینگے، ایک لاکھ لیرما کے بیٹے، ڈیوک آف اوسیڈا کو، ایک لاکھ لیموس کو اور پچاس ہزار کاؤنٹس آف لیموس کو، جو لیرما کی بیٹی ہے"۔

لیکن آخر ارغون اور بلنسیہ میں اس منضبطہ جایداد کے ایک حصہ کو جایز طور پر خرچ کیا گیا۔ ۷ر جنوری ۱۶۱۳ء میں جو حساب بنا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارغون میں ان لاوارث جایدادوں سے ۱۵۳۳۷۷۴ لیرا کی آمدنی ہوئی، اس میں سے ۹۱۸۸۴ محکمۂ احتساب و محنہ کو دیئے گئے، ۹۹۴۹۸۴ نوآبادکاروں کو ته زمینی کے مدمیں بطور امداد دیئے گئے، جس پر سود لیا جانے والا تھا، اور ایک بیش قرار رقم بورجا کے کچھ گانوؤں اور ٹورولس کے ازسر نو آباد کرنے پر خرچ کی گئی، کیونکہ یہ مقامات بالکل ویران ہو چکے تھے ۱۶۱۴ء میں ایڈرین بیارٹے، با ختیارات کامل، اس غرض سے بلنسیہ بھیجا گیا کہ وہ تمام معاملات متعلقہ جایداد ہاء متروکہ مولدین کا فیصلہ کردے؛ ان کو فروخت کرے؛ ان کے متعلق جتنے اور جس قسم کے دعاوی ہوں سب کی تصدیق و تحقیق کرے؛ عیسائیوں کا جتنا قرض مولدین کے ذمہ ہے، اس کو خزانۂ شاہی سے ادا کرنے کا فکر کرے؛ سیگوربے، نواجاس کورویرا اور مضافات جاٹیوا کو ازسرنو آباد کرنے کی کارروائی کرے؛ اس کے علاوہ اور معاملات کا بھی فیصلہ کرے جو مولدین کی جلاوطنی کے سبب سے پیدا ہوئے ہوں۔ غرض ان تمام معاملات میں اس کے اختیارات کامل تھے، معمولی عدالتوں کے اختیارات اس خصوص میں سلب کرلئے گئے تھے۔ بیارٹے کے ڈھائی برس اس میں صرف ہو گئے۔ اس عرصہ میں اس نے بے شمار مقدمات کا فیصلہ کیا، اور ان منضبطہ جایدادوں کو، جو بادشاہ کی ملکیت تھیں، معمول سے زیادہ قیمت پر فروخت کیا، جس سے کہ بادشاہ نے اپنا تمام قرض اتار دیا، اور تمام دعاوی کا فیصلہ کردیا، بلکہ بہت سی رقم فاضل بچ رہی، جو امراءِ خانقاہوں اور لوگوں میں، جن کو نقصان پہنچا تھا، تقسیم کردی

گئی۔ غالباً اسی رقم سے وہ رقوم بھی اُتاری گئیں جن کے متعلق فان ٹینٹ نے فیصلہ کیا تھا اور جس کا ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بیارٹے نے اپنے فیصلوں سے ہر شخص کو اس طرح خوش رکھا کہ کسی نے مرافعہ نہیں کیا؛ اور ستمبر ۱۶۱۶ء میں بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ اُس کے جتنے فیصلے ہیں وہ ناطق سمجھے جائیں؛ کوئی عدالت ایسا کوئی مقدمہ سماعت نہ کرے جس کا یہ نتیجہ ہو کہ اُس کے فیصلہ پر کوئی اثر پڑے؛ اگر کوئی عدالت ایسا کریگی تو وکیل کو معطل کر دیا جائیگا اور حاکم جلیس کو سخت ترین سزا دی جائیگی۔ اِس کا قیاس کر لینا کچھ مشکل نہیں ہے کہ اس سلب اختیارات عدالت ہائے معمولی سے کیسے کیسے پیچیدہ مقدمات تعداد کثیر میں دایر ہوئے ہونگے؛ خصوصاً ایسی صورت میں کہ اکثر تاجر جو یہاں آئے ہوئے تھے تین دن کے اندر تمام سلطنت سپین سے نکال دیئے گئے تھے۔

ان اختیارات ناطق دیئے جانے اور اس کی وجہ سے من مانے فیصلجات کرنے اور اُس سے زیادہ خود ساختہ طریق سے ان فیصلجات پر عمل کرانے کا جو نتیجہ ہوا اُس کی مثال ایک چھوٹا سا مقدمہ ہے جو ۱۶۴۰ء میں ایک پادری ہیرڈورنے ایک جایداد کی بازیافت کے لئے دایر کیا تھا۔ یہ جایداد جلاوطنی کے وقت ایک شخص فرانسسکو ڈی سین ٹن ٹڈر نے فروخت کر دی تھی اور بحق سرکار ضبط ہو گئی تھی۔ مدعی کی طرف سے وکلاء نے یہ بحث کی کہ مدعی مسلمانوں کے ایک نہایت معزز خاندان کی اولاد میں سے ہے؛ اُس کا خاندان بطیب خاطر عیسائی ہو گیا تھا؛ اور بادشاہ وقت نے پرانے عیسائیوں کی تمام مراعات اُس کو دے دی تھیں۔ اُس کا باپ جوان ہیرڈور حاکم دیوانی و فوجداری رہ چکا تھا؛ اس خاندان نے یہ مرافعہ کیا کہ فرمان جلاوطنی اُس پر عاید نہیں ہو سکتا؛ لیکن یہ مقدمہ اس لئے برابر ملتوی ہوتا رہا کہ اُس خاندان کی تمام دستاویزات ایک عورت ڈونا لیونورا مین رک کے قبضہ میں تھیں؛ اور اس عورت نے اس خاندان کے مصایب سے فایدہ اُٹھا کر جایداد مبیعہ کا زرثمن وصول کر لیا تھا۔ آخر جلاوطنی سے مستثنے ہونے کا مقدمہ اس خاندان کے موافق فیصلہ ہوا؛ مگر اس کا مرافعہ پہلے کونسل شاہی میں کرنا پڑا اور ۱۶۲۲ء میں یہ حکم منسوخ ہوا؛ اور اس خاندان کو تمام حقوق ملکیت پھر عطا کئے گئے۔ اُس وقت سے لے کر ۱۶۴۰ء تک پادری ہیرڈور اپنی اُس جایداد پر قبضہ پانے کے لئے عدالتوں

میں تگ و دو کر رہا ہے، جس کا مالک اُس کا باپ تھا اور بے ایمانی سے فروخت کر دی گئی تھی۔ یہ ایک ایسے خاندان کا قصہ ہے جو سینکڑوں برس سے یقیناً عیسائی چلا آتا تھا، کلیسا اور ملک میں اُس خاندان کے افراد معزز عہدوں پر ممتاز رہ چکے تھے؛ باوجود اس کے اُس خاندان کے آخری اور اکیلے فرد کو اس طرح سخت ترین کوشش کرنا پڑی جیسی کہ کسی کو اپنی جان بچانے کے لئے کرنا پڑتی ہے، کہ وہ جایداد واگزار کر دی جائے، جو من مانے اختیارات کے رو سے جلاوطنی کے وقت ضبط کر لی گئی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ ایسے لاکھوں مقدمات اور ہونگے کہ جس میں مدعی کے عیسائی ہونے کا ثبوت ہی نہ مانگا گیا ہوگا، اور اُن کی جایداد ضبط ہو گئی ہوگی؛ بہت سے ایسے خوش قسمت بھی ہونگے جو جلاوطنی سے بھی بچ گئے ہونگے اور اوروں کی مصیبت سے خود مستفید ہوئے ہونگے۔

موریسکوں کی جلاوطنی سے محکمۂ احتساب و محنہ کو بھی نقصان پہنچا؛ یہی محکمہ اُن کی جلاوطنی کو ضروری ثابت کرنے میں سب سے پیش پیش تھا۔ بلنسیہ میں ڈھائی ہزار ڈوکیٹ سالانہ کا نقصان اُس محکمہ کو پڑا جو اُس کو ضبطیوں، جرمانوں اور کفاروں سے حاصل ہُوا کرتا تھا۔ ارغون اور قتلونیہ میں ضبطیاں بند ہو گئیں، اور ان تینوں صوبوں میں وہ جبریہ قرضہ مارا گیا، جس میں اس محکمہ کا بہت کچھ روپیہ لگا ہُوا تھا۔ صرف ایک بلنسیہ ہی میں ۷۷۰۹ لبرا سالانہ کا اُسے نقصان ہُوا۔ یہ محکمہ ہمیشہ عادةً اپنے افلاس کا رونا روتا رہتا تھا، اور اُس کی آمدنی خواہ کتنی ہی بیش قرار کیوں نہ ہو، وہ اپنی آمدنی بڑھانے کی فکر میں لگا رہتا تھا؛ اب تو اُس کو اس لوٹ کے مال میں سے حصہ پانے کا بہت اچھا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ نومبر ۱۶۱۰ء ہی میں یہ خبر اُڑی کہ بادشاہ نے محکمۂ احتساب و محنہ کو وہ تمام اراضی عطا فرما دی ہیں جو بلنسیہ اور ارغون میں اُس کے ہاتھ آئی تھیں، مگر اُن پر اپنے کچھ حقوق محفوظ رکھ لئے ہیں اور جبریہ قرضہ کا بار بھی برقرار رکھا ہے۔ اگر واقعی یہ صحیح تھا تو یقیناً محکمۂ احتساب و محنہ نے ایسے مشکوک سودے میں پڑنا نہ چاہا ہوگا؛ غالباً اسی وجہ سے یہ ہُوا کہ تمام شاہی اراضی کو فروخت کر دیا گیا۔ اس محکمے نے ۲۲ جون اور ۲۷ جولائی ۱۶۱۱ء کو متفقہ درخواستیں بادشاہ کو دیں؛ اُن میں بھی وہی سرقسطہ کی مجلس احتساب کے افلاس کا رونا

دیا ہوا تھا کہ مولدین کی جلاوطنی سے وہ بالکل ہی مفلس ہو گیا ہے چنانچہ ۱۶۱۴ء میں اُس کو مولدین کی جایداد منضبط سے ۴۹۱۸۸ لبرا کی اراضی متذکرۂ بالا کا عطیہ دیا گیا؛ یہ رقم محکمہ موصوف میں تہ زمینی میں لگادی، جس سے اُس کو ۲۴۵۲۴ ریال سالانہ کی آمدنی ہونے لگی۔ بلنسیہ کا محکمہ برابر نقصان ہی میں رہا، مگر ۱۶۱۲ء میں غرناطہ اور اشبیلیہ کے حکام احتساب محنہ کو مجبور کیا گیا کہ اُن میں سے ہر ایک ایک ہزار ڈوکیٹ اُن کو قرض دیں، تاکہ حکام و عمال کی تنخواہیں ادا کی جاسکیں؛ پھر ۱۶۱۴ء میں فلپ نے پوپ پال پنجم سے اجازت حاصل کرکے یہ حکم دیا کہ چھ سو پچاس کراؤن سالانہ کی امداد وہ کالج دیں جو مولدین کے لئے قائم کئے گئے تھے، ڈھائی ہزار کراؤن ان کالجوں سے لے کر پہلے ہی ان کو دلوا دیئے گئے تھے۔ ۱۶۱۵ء میں جب بادشاہ بلنسیہ میں دورہ پر گیا تو حکام محکمۂ موصوف نے پھر یہ کوشش کی کہ بادشاہ سے مولدین کی اُن اراضی کا کچھ حصہ لے لیا جائے جو بادشاہ نے اپنے قبضہ میں کر لی تھیں، اس کا پتہ نہیں چلتا کہ آیا اس میں کچھ کامیابی ہوئی یا نہیں، لیکن جو کچھ بھی نتیجہ ہوا ہو اُس محکمہ کا افلاس کسی طرح نہ گیا؛ کیونکہ ۱۶۱۷ء میں اُس کے پاس اتنا روپیہ نہ تھا کہ حکام و عمال کی تنخواہ ادا ہو سکتی، چنانچہ اُس کے محصلین کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ وہ وصول کرتے جائیں وہ بحصہ رسدی فوراً ہی عمال میں تقسیم کرتے جائیں۔ غالباً ایک مرتبہ پھر یہ کوشش کی گئی کہ اس محکمہ کے مرض مزمنہ کا کچھ علاج کیا جائے؛ کیونکہ ۱۶۱۸ء میں محکمہ صدر نے یہ حکم دیا کہ ایک نقشہ بنا کر پیش کیا جائے، جس سے معلوم ہو سکے کہ اُن کے پاس کتنی جایداد ہے، اُس سے کتنی آمدنی ہے اور کیا کیا خرچ ہیں۔ ۳۰ر جنوری ۱۶۱۸ء کو محکمہ صدر نے بادشاہ کو درخواست دی کہ سرقسطہ کے محکمۂ احتساب و محنہ کو کچھ امداد دی جائے؛ اس درخواست میں حاکم صدر نے لکھا تھا کہ "اس صوبہ کے محکمۂ احتساب و محنہ کی مولدین کے نکالے جانے سے یہ کیفیت ہو گئی ہے کہ سوا اس کے چارہ نہیں رہا ہے کہ یا تو وہاں سے یہ محکمہ اُٹھا ہی لیا جائے، یا اُس کے عمال و حکام کی تنخواہیں میں اپنی جیب خاص سے ادا کروں۔" معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی مطلب نہیں نکلا؛ کیونکہ ۱۰ر مئی ۱۶۲۰ء کو سرقسطہ ہی کے واسطے ایک

مرتبہ پھر کوشش ہوئی۔ اُن کی آمدنی بقدر اُنیس۱۹ ہزار ریال کے کم ہوئی، یہاں تک کہ تنخواہیں بھی ادا نہ ہو سکیں۔

مولدین کا بدترین ترکہ، جس نے اُس وقت سخت تشویش پیدا کر دی تھی، سکۂ قلب تھا، جس کو چلانے میں وہ کامیاب ہو گئے تھے۔ ہم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جس وقت اُنھوں نے یہ سکّہ چلایا ہے تو ایسے بہت سے خوش خرید موجود تھے جنہوں نے چار یا پانچ سکّہ ہائے قلب چاندی یا سونے کے ایک سکہ کے بدلے میں خرید لئے تھے۔ ان لوگوں نے ان کو بلنسیہ کے بینک میں جمع کر دیا، اور بینک والوں نے اُن کو بطور صحیح سکۂ رائج الوقت کے چلا دیا۔ اس کے بعد ایک اعلان شاہی کے روسے ان سکّوں کا چلن موقوف کر دیا گیا۔ اس پر وہ تشویش پھیلی اور ایسی آفت برپا ہوئی کہ جس کا فرو کرنا مشکل پڑ گیا، کیونکہ اُس وقت سوائے اس سکّہ قلب کے کوئی اور سکّہ ہی موجود نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ روٹی اور گوشت کی خریداری پر بازاروں میں روز لڑائی، مار کٹائی، بلکہ قتل و غارت کی نوبت پہنچنے لگی۔ اس نے یہاں تک طول کھینچا کہ رعایا کی بغاوت کا اندیشہ ہو گیا۔ ناچار ایک اور اعلان جاری کرنا پڑا کہ صرف وہی سکّہ صحیح سمجھے جائینگے جن پر خاص قسم کی مُہر ہوگی، باقی تانبے کے پتّر اور لوہے کے قلعی دار ٹکڑے سکّۂ قلب سمجھے جائینگے۔ اس کے بعد اور بھی کئی فرمان جاری ہوئے، کیونکہ ملک میں سکّہ قلب بنانے والے بھرے پڑے تھے، جن کو مولدین یہ فن سکھا گئے تھے، اور اپنے سانچے ان کے ہاتھ فروخت کر گئے تھے۔ یوں سکّہ کی حالت سپین میں نہایت خطرناک ہو رہی تھی، ملک بھر میں یہی سکّہ چل رہا تھا اور اسی کی تجارت ہو رہی تھی، عیسائیوں نے تو اس کو بڑے شوق سے شروع کیا اور تمام تجارتی راہوں کو اس سے بند کر دیا۔ آخر مجبور ہو کر تمام شہر نے مل کر یہ کوشش کی کہ کسی طرح سکّہ قلب سے اپنا پیچھا چھڑالیں۔ شہر کے دروازوں پر چوکیدار مقرر کر دیئے گئے، اُن کو حکم تھا کہ جو کوئی آئے اُس کی تلاشی لیں اور اُس کے پاس جتنے سکّہ قلب ملیں لے کر ایک فہرست میں درج کر کے کہیں جمع کر دیں، اور اُن کے بدلے میں صحیح سکّہ دیدیں۔ یوں چند ہی روز کے بعد گرجا کا توشہ خانہ بھر گیا، شمار کرنے سے معلوم ہُوا کہ تین لاکھ سے زیادہ قلب ڈوکیٹ اب تک آ

چکے ہیں نتیجہ یہ ہُوا کہ اس سودے میں شہر کو چار لاکھ ایک ہزار پانچ سو طلائی کراؤن بمقابلہ سکہ قلب کے دینے پڑے پھر بھی اس سے جو کچھ فایدہ ہُوا وہ عارضی تھا کیونکہ اور سکے برابر بن رہے تھے اور شہروں سے پھر بھر اجا رہا تھا اگرچہ قلب سکہ ساز برابر گرفتار ہو رہے تھے اور اُن پر مقدمات بن رہے تھے مگر مجرمین اپنی سزا پر ہنستے تھے کیونکہ اس جرم میں قانوناً صرف تین ڈوکیٹ جرمانہ ہو سکتا تھا وہ صاف کہتے تھے کہ جرمانہ دے کر بھی ہم فایدہ میں رہتے ہیں۔ آخر مجبور ہو کر بادشاہ سے شکایت کی گئی تو اُس نے فوراً اس جرم کو قابل سزاء قتل قرار دے دیا؛ اس پر بھی اتنے مقدمات بنے کہ شاید کوئی ہفتہ بھی خالی نہ جاتا تھا کہ دو تین آدمیوں کو اس جرم میں پھانسی نہ دی جاتی ہو صرف ایک ضلع مرویڈر روہیں ڈیڑھ سو آدمی گرفتار ہوئے یا بھاگ گئے ان میں سے بعض آدمی معزز خاندانوں کے تھے ایک ٹارینٹ ہی جیسے چھوٹے سے قصبہ میں بیس آدمیوں پر مقدمے بنے یہی حالت اور مقامات کی تھی اور شہروں کی کیفیت تو ناگفتہ بہ تھی۔

۸ مئی ۱۶۱۸ء کو مرویڈرو کے ایک رئیس کی اسی جرم میں گردن اُڑائی گئی؛ اور ۱۰ مئی کو ہی چھبیس آدمیوں کا ایک گروہ پکڑا گیا؛ جنہوں نے سکہ قلب بنانے کا باقاعدہ کارخانہ کھول رکھا تھا؛ اور اس میں معمولی طور پر مزدوروں سے کام لیا جاتا اور اُن کو نرخ بازار کے موافق مزدوریاں دی جاتی تھیں لطف یہ ہے کہ محکمۂ احتساب محنہ کے بہت سے حکام عمال بھی سکہ بناتے ہوئے پکڑے گئے۔ مگر حسب معمول محکمۂ احتساب محنہ نے ان کو اس عذر سے چھڑا لیا کہ چونکہ وہ لوگ اس محکمہ کے آدمی ہیں اس لئے وہ خود سزا دے لینگے؛ معمولی عدالتیں اُس محکمہ یا اُس کے متعلقین کے معاملوں میں دخل نہیں دے سکتیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ سب سزاء قتل سے بچ گئے۔ ان ہی میں سے ایک شخص سلواڈور مرپر ۱۶۱۲ء میں اسی جرم میں مقدمہ قایم ہُوا تھا؛ اور دس برس قید سخت کی سزا محکمہ احتساب محنہ سے پا چکا تھا؛ باوجود اس کے اُس کو اُس کے عہدہ سے برطرف کیا گیا؛ برعکس اس کے اُس کے بیٹے جوزف مرکو اسی محکمہ میں بطور رکن حکام رکھ لیا گیا؛ حالانکہ بیٹا بھی باپ کے ساتھ شریک جرم تھا۔ برشلونہ کی حالت اگر بلنسیہ سے بُری نہ تھی تو برابر تو ضرور تھی؛ وہاں یہ مصیبت برابر قایم رہی؛

کیونکہ خود حکومت ہی سب سے بڑی سکہ قلب بنانے والی تھی۔ اس کام میں نفع ہی اتنا تھا کہ بادشاہ بھی اپنے آپ کو اس لالچ سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ ۱۶۱۴ئہ میں کچھ ہیجان اس بنا پر پیدا ہوا کہ ڈان گارشیا ڈی الرکون، ساکن غرناطہ، جو ایک متمول اور مقتدر باپ کا بیٹا تھا، اس جرم میں گرفتار ہوا۔ اس نے اقبال جرم بھی کر لیا اور راہ فرار بھی اُس کے پاس سے نکل آئے، مگر اس جرم کے ساتھ اُس پر جادوگری کا بھی الزام تھا اس لئے یہ امید تھی کہ وہ زندہ جلا دیا جائیگا ٭

کلیسا، کنیسہ اور زمینداروں کی جو آمدنی گھٹ گئی تھی وہ زراعت اور دیگر صنعت و حرفت سپین کے دوامی نقصان کی علامت تھی۔ اتنے کثیر التعداد نہایت لائق اور کامل آدمیوں کے جلاوطن کر دینے کا یہ نتیجہ ہونا ہی۔ مشہور تھا، اور یہ شہرت بالکل صحیح تھی کہ تمام عیسائیوں کے دلوں میں دست مزد کی نفرت و حقارت جاگزیں ہے، اور کسی طرح کی مزدوری کرنے یا کام کرنے کو وہ اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں۔ سولھویں صدی میں وینس کے سفیروں نے بکرات و مرات یہ ظاہر کیا تھا کہ مسیحیان سپین کا یہ قومی تمغاء امتیاز ہے؛ نہ اس سے کاشتکار بچے ہوئے ہیں نہ صناع؛ سپین کے لوگ بہت ہی سست، بلکہ بیکار ہیں، اور ہاتھ سے کام کرنے میں اتنے کاہل ہیں کہ جو کام وہ چار مہینے میں ختم کرتے ہیں اُس کو دوسرے ملک کے لوگ صرف ایک مہینہ میں پورا کر سکتے ہیں۔ زراعت تو مسلمہ طور پر اُن کے خلاف مذاق ہے، ملک کے ذرائع ترقہ بہت ہیں، مگر اسی وجہ سے اُن کی نشوونما نہیں ہوتی؛ باوجود اس کے یہاں جو کچھ بھی پیدا ہوتا ہے وہ بھی پوری طرح یہیں خرچ نہیں ہوتا؛ اجناس خام دوسرے ملک میں چلی جاتی ہیں، اور وہاں سے وہی چیزیں لائق مزدوروں اور کاریگروں کے ہاتھ میں پڑ کر اور کچھ کی کچھ ہو کر واپس آتی ہیں اور کئی گنا قیمت پر بکتی ہیں٭۔ ۱۵۵۷ئہ میں فریڈریکو بڈورو نے لکھا تھا کہ اُون کا کپڑا قشتالہ میں صرف چار مقامات میں بُنا جاتا ہے، باقی ساٹھ ہزار بورے ہر سال فرانس، فلینڈرس اور اٹلی کو بھیج دیئے جاتے ہیں؛ اور اہالی سپین اپنے لباس اور پردوں وغیرہ کے لئے اُن ہی ملکوں کے محتاج ہیں۔ عام طور پر

٭ وائے برحال ہندوستان! (مترجم)

یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ اہالی سپین اپنی اولاد کو وہ کام نہیں سکھلاتے، جس سے وہ دیانت داری کے ساتھ اپنی روزی کما سکیں۔ جو لوگ کہ فوج میں داخل نہیں ہو سکتے، یا سرکاری ملازمت نہیں پاتے، وہ خانقاہوں میں داخل ہو جاتے ہیں، یا گرجاؤں کی نوکریاں کر لیتے ہیں، اگر کسی کی کئی لڑکیاں ہوتی ہیں تو ایک لڑکی کو تو وہ بیاہ دیتا ہے، باقی سب لڑکیوں کو راہبہ بنا دیتا ہے۔ اہالی نوار چار ہزار لاطینی مدرسوں کو روتے تھے کہ اُن میں کاشتکاروں کے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، حالانکہ ان ہی زمینداروں کے کھیتوں میں خاک اُڑ رہی ہے، یہ لڑکے جب مدرسہ سے شُدبُد پڑھ کر نکلتے ہیں، اور کلیسا میں جگہ نہیں پاتے تو بھیک مانگنے لگتے ہیں، یا دغا و فریب سے روٹی کماتے ہیں یا قزاقوں کے ساتھ جا شامل ہوتے ہیں۔

اُدھر تو پادریوں کی یہ بے حد افراط، بالخصوص باقاعدہ پادریوں کی، ادھر اشیاء و اجناس پیدا کرنے والوں کی روزافزوں کمی، وہ چیز تھی کہ جس پر سپین کے عوام الناس کو توجہ کرنی چاہیئے تھی، خاص کر ایسی صورت میں کہ جو اراضی اُن کے پاس تھیں اُس کا لگان بھی معاف تھا، پھر بھی وہ کاشت نہ کرتے تھے۔ ان سب باتوں نے مل کر پوری طرح اس کو ثابت کر دیا کہ مولدین کے کوئی قایم مقام نہیں ملینگے، اور اگر ملینگے بھی تو کہیں برسوں اور قرنوں میں مدتہاء مدید تک یہ حالت رہی کہ شاید کوئی شاہی کونسل ایسی نہ ہوتی ہوگی کہ جس میں اس طرف اراکین کی توجہہ مبذول نہ کرائی جاتی ہو۔ پادریوں کی افراط دن دوگنی اور رات چوگنی ہو رہی تھی، اور اُسی مقدار سے عام طور پر افلاس اور مصیبت بڑھتی چلی جا رہی تھی، چنانچہ ۱۶۱۹ء میں فرانسسکو سولانو سلازار نے اپنی ایک عرضداشت موسومہ فلپ چہارم میں یہ لکھا تھا کہ صرف دیر اور خانقاہیں تو ایسی جگہ ہیں کہ جہاں آدمی بھوکوں کے مارے نہیں مرتے، باقی ہر جگہ فاقہ کشی ہو رہی ہے ۱۶۰۳ء میں فلپ سوم نے ایک خفیہ مجلس شورے عالمان علوم دین مسیحی کو بلا کر منعقد کی، اس میں مذہب مسیحی کے کئی فرقوں کے آدمی شامل تھے۔ ان سب نے متفق اللفظ یہ مشورہ دیا کہ پادریوں کی روزافزوں تعداد کے انسداد کا کوئی قرار واقعی انتظام کیا جائے۔ ۱۶۱۹ء میں کونسلوں نے بادشاہ کو اسی مضمون کی درخواست

دی اور ۱۶۱۹ء میں ایک مشہور مذہبی کونسل قشتالہ نے اس کو مصائب عامہ میں شمار کیا* ۱۶۲۴ء میں پادری
اینجل مین رک اس پر افسوس کرتا ہے کہ کوئی قصبہ یا گانوٴں ایسا نہیں ہے جس میں پرٖن کی تعداد
پچاس برس کے اندر سہ گنی نہیں ہوگئی ہے" دوسری طرف جہاں برگس میں سات ہزار خاندان آباد تھے
وہاں اب صرف نوسو رہ گئے ہیں' لیون میں پانچ ہزار خاندان تھے اب وہاں صرف پانچ سو باقی ہیں؛
چھوٹے چھوٹے مواضع تو بالکل غیر آباد پڑے ہیں' متوسط درجہ کے گانوٴں رفتہ رفتہ ویران ہوئے چلے
جاتے ہیں' دیروں اور کنیسوں کی آبادی بھی بڑھ رہی ہے اور آمدنی بھی' باقی خلق اللہ تباہ ہو رہی ہے ۱۶۲۵ء
میں ڈاکٹر پیڈرو ڈی سلازار' کلیساء طلیطلہ کا قانون ساز' لکھتا ہے کہ باوجود اس کے کہ شاہ الفانسو عقیل
نے یہ تحریری حکم دیا تھا کہ کوئی نئی خانقاہ کسی شہر کی حدود اربعہ میں بنائی جائے' مگر چھ پرانی خانقاہوں
کی توسیع کر لی گئی ہے' اور متعدد خانقاہیں نئی بن گئی ہیں۔ ان خانقاہوں میں پچاس شاہی اور امرا کے
محل بھی آ گئے ہیں' اور چھ سو چھوٹے چھوٹے مکانات۔ وہ اپنی یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ "سپین میں پادریوں کی
تعداد بڑھنے کا یہ نتیجہ ہے کہ پرانے زمانہ کے مقابلہ میں رعایا کی تعداد صرف چوتھائی رہ گئی ہے" یہ سب
کچھ صحیح تھا' مگر شاہی محاصل سے بچنے کے لئے پادریوں کی تعداد بڑھتی ہی چلی گئی' اور یہ سب
لوگ رعایا کے دوش ضعیف پر وہ بار ہوئے کہ جس کا اٹھانا انہیں مشکل ہو گیا ۱۶۷۰ء میں حکومت
کی توجہ باشندگان قصبۂ کمر ماڈی ایسٹریولاس کی درخواست نے اس طرف مبذول کرائی کہ اس قصبہ میں
خانقاہوں نے اتنی جایدادیں خرید لی ہیں کہ جہاں تین سو خاندان رہتے تھے وہاں اب صرف ستر خاندان
رہ گئے ہیں' ان میں سے تیس خاندان کاشتکار رہ گئے ہیں' ان ہی پر وہ بار پڑا ہوا ہے جو پہلے تین سو
خاندان مل کر اٹھاتے تھے۔ یہ درخواست تحقیقات کے لئے مجلس مالیہ کے سپرد ہوئی' اور اس نے یہ رپورٹ
کی کہ یہ کیفیت صرف یہیں کی نہیں' بلکہ اور مقامات کی بھی یہی حالت ہے' لیکن اگر اس کا کوئی علاج

---

* ڈیویلا کہتا ہے کہ "اگرچہ میں خود پادری ہوں' مگر میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پادریوں کی تعداد بہت ہی بڑھ گئی ہے" جس زمانہ
میں کہ اس نے یہ لکھا تھا (۱۶۳۵ء) اس زمانہ میں بتیس ہزار پادری فرقہ ڈومینکی اور فرانسسکن کے سپین میں تھے۔ کلاہورا اور پمپلونا
کے اسقفیوں میں چوبیس ہزار پادری تھے۔ ڈیویلا پوچھتا ہے کہ اور اسقفیوں میں کتنے پادری ہیں۔
اس سے پچاس برس پیشتر اشبیلیہ میں پندرہ ہزار پادری تو صرف دو ہی فرقوں کے تھے۔ (مصنف)

کر سکتا ہے تو قشتالہ کی کونسل نے اس واقعہ کے سات برس بعد یعنی ۱۵۶۷ء میں اس نقص کے رفع کرنے کی ایک بیکار سی کوشش یہ کی گئی کہ فرمان شاہی جاری ہوا، جس میں یہ شکایت کی گئی تھی کہ پادریوں کی فراوانی اور ان کے مکروفریب سے ملک میں سخت بدنظمی پھیلی جا رہی ہے، یہ پادری ایسی عیارانہ چالیں نکال لیتے ہیں کہ کونسل آف ٹرینٹ کے قواعد سب بالاء طاق رکھے رہتے ہیں، اس لئے اسقفوں کو چاہئے کہ اُن قواعد پر سختی کے ساتھ عمل کریں۔ باقی رہ گئی خانقاہوں کی روز افزوں تعداد، اُس کے لئے پوپ کو درخواست دی گئی کہ وہ اُن کے متعلق کچھ اختیارات مزید بادشاہ کو عطا فرما دیں۔

سستی اور کاہلی کی عادت، اور جوش مذہب کی گرما گرمی نے مل کر رعایاء سپین کی طاقت پیداوار کو بہت ہی کم کر دیا، جو کچھ کام کرنے والے لوگ رہ گئے تھے (اور اُن کی تعداد کم تھی) وہ غیر ممالک کی لڑائیوں اور نئی دنیا کی آبادی کے لئے کھنچے چلے جاتے تھے۔ سیاست دانان سپین جب ہر طرح کے خطرات سے یوں مجبور ہوئے تو اُن کی آنکھیں کھلیں، اور اب اُنہوں نے دیکھا کہ جنون مذہبی نے اُس ایک فرقہ (مولدین) کو نکال باہر کر دیا ہے جس پر ذرایع ملک کے نشو و نما اور ترفہ سلطنت کی کچھ امیدیں تھیں۔ اگر اُن کو ملک میں رہنے دیا جاتا تو شاید آخری ساعت میں بھی کچھ عاقلانہ تدابیر سے وہ رام ہو جاتے، اور صرف اُن ہی معدودے چند آدمیوں کے نکالنے کی ضرورت پڑتی جن کی طرف سے بالکل ہی مایوسی ہو جاتی۔

سپین کے غیر مسامحانہ نتائج کا اقتصادی خلاصہ اگر کہیں نظر آتا تھا تو سیوڈاڈ ریال میں، جو صوبہ لامنکا کا صدر مقام تھا۔ اس قصبہ کو تیرھویں صدی میں الفانسو عقیل نے بسایا تھا، اور یہاں کے آبادکاروں کو بڑی فیاضانہ مراعات عطا فرمائی تھیں جن کی وجہ سے یہودی اور مسلمان وہاں آ بسے تھے۔ ۱۲۹۰ء میں جو محاصل وہاں تشخیص ہوئے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہودیوں ہی میں ۲۸۸۸ ٹیکس ادا کرنے والے وہاں رہتے تھے (اس میں صرف خاندان کے سرپرست اور بالغ مرد ہی شامل تھے) وہ تین دینار فی کس سالانہ ادا کرتے تھے جب ۱۴۹۲ء میں یہودیوں کو جلاوطن کیا گیا ہے تو یہ آمدنی بالکل جاتی رہی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت جو لوگ جلاوطن کئے گئے وہ وہی لوگ تھے جو پچھلے قتل عام، تعذیب اور جبریہ اصطباغ سے بچ رہے تھے۔ ۱۵۷۰ء میں کچھ مولدین غرناطہ سے وہاں بھیج دیئے گئے اُنہوں نے

ایک حد تک یہودیوں کی قایم مقامی کی ۱۶۱۰ء میں یہ لوگ بھی نکال باہر کئے گئے اور ان کے ساتھ ہی
مدجلین بھی؛ اس کے بعد اُس متمول اور سرسبز شہر میں اگر کچھ رہ گیا تھا تو تباہی و ویرانی؛ یا چند قریباً
بے چراغ گھر ۱۶۲۱ء میں وہاں صرف پانچہزار ساٹھ آدمی باقی رہ گئے تھے۔ جو انفار وہاں رہ گئے تھے۔
اُن کو اپنی زمینیں کاشت کرنے سے عار آتی تھی۔ مولدین نے پارچہ باقی کا جو کام وہاں شروع کیا
تھا اُن کے کارخانے بالکل تباہ ہو گئے۔ اس شہر کو پھر فروغ دینے کے لئے فلپ چہارم نے ۱۶۲۳ء
میں وہاں ایک منڈی قایم کی؛ جس کو ہر طرح کے محصول سے مستثنےٰ کر دیا۔ اس کے متعلق جو حکم
جاری ہوا تھا اُس میں لکھا تھا کہ اس شہر میں اب سے پہلے بارہ ہزار خاندان رہتے تھے؛
لیکن اب صرف ایک ہزار سے کچھ زیادہ رہ گئے ہیں، اور وہ بھی افلاس میں سر سے پیر تک
غرق ہیں؛ نیز یہ کہ مولدین کی جلاوطنی سے پانچہزار آدمی یہاں سے نکل گئے؛ یہی وہ لوگ تھے
کہ جن کے طفیل سے اس شہر کا ترفہ و تمول قایم تھا اور اور لوگ یہاں اپنا پیٹ پال رہے تھے
باوجود مختلف تدابیر کے سو برس سے زیادہ لگے تب جا کر کہیں وہ اُس حالت پر آیا۔ یہ واقعات اور حالات
سامنے رکھ کر سپین کی کمی آبادی اور فقدان ترفہ کے اسباب بہت آسانی کے ساتھ بتلائے جا
سکتے ہیں +

سپین کو یہ سوکھے کی بیماری سترھویں صدی میں ایسی لگی کہ اس نے اُس کے جسم و جان، پوست
و استخوان کو گلا کر رکھ دیا۔ اسی نے وہاں کے رہنے والوں کو اس طرف مایل کیا کہ وہ اُس کی تحقیقات
کریں کہ اس کے اسباب کیا تھے، اور اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ بادشاہ کے حکم سے قشتالہ کی کونسل
نے ڈیوک آف لیرما کو ۸ جون ۱۶۱۸ء کو اس کام پر متعین کیا کہ وہ اس کی تحقیقات کریں کہ ملک سپین کی
آبادی اس قدر جلد جلد کیوں کم ہو رہی ہے، اور آیا اس کا کچھ علاج ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ اس تحقیقات
میں دیر لگی؛ آخر یکم فروری ۱۶۱۹ء کو ڈیوک موصوف نے رپورٹ پیش کی جس میں ملک کی حالت نہایت
افسوسناک بتلائی، اور لکھا کہ آبادی متواتر گھٹتی چلی جاتی ہے، اور شہر اور گانوں غیر آباد ہوتے چلے
جاتے ہیں۔ اس رپورٹ میں مولدین کی جلاوطنی، پادریوں کی روز افزوں تعداد، سکہ کی لرزا دینے والی

بدترین حالت یا اہل اسپین کے محنت و مشقت سے جی چرانے کا کہیں ذکر نہیں ہے، بلکہ وہ تمام خرابی کی بنیاد بے سوچے سمجھے ٹیکسوں کی بھرمار کو بتلاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ ٹیکس ایسے ہیں کہ شاید کسی مہذب قوم نے کبھی ایسے ٹیکس ایجاد نہ کئے ہونگے، اسی کی وجہ سے لوگ اپنی جایدادوں کو چھوڑ کر بھاگے چلے جا رہے ہیں، اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب بتلائے گئے تھے جو اس میں معاون ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھے کہ ریشم کشیدہ کا کام اور بہت سی تکلفات کی چیزیں باہر ہی سے ملک میں آتی اور خرچ ہوتی ہیں، بادشاہ نے ایسی فیاضی دکھلائی ہے کہ اپنے منظور نظر لوگوں کو اتنا دیا ہے کہ وہ امیر ہوگئے ہیں، پھر یہ سفارش کی ہے کہ ہنری سوم، جوان دویم اور فرڈی نینڈ اور ازابیلا جیسے بادشاہوں کی تقلید میں بادشاہ کو اپنا ہاتھ روک لینا چاہئے۔ ۱۶۲۵ء میں بعض شہر والوں نے اس معاملہ پر توجہ کی اور چند ارکان کی خواہش پر مگیول کا کساڈی لاریلا نے ایک طول طویل عرضداشت لکھی جو اتنی مقبول ہوئی کہ بادشاہ کے خرچ پر اس کو طبع کرایا گیا۔ اس عرضداشت میں لاریلا تمام خرابیوں کی جڑ گائے، بیل، بھیڑ بکری کی پرورش اور تجارت کی کمی کو بتلاتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس میں جو کمی آئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں قانون ہی ناقص ہے، اور عام چراگاہوں پر امرا نے قبضہ کر لیا ہے۔ اُس نے جو دلایل دیئے ہیں وہ کسی کام کی نہیں ہیں، مگر جو واقعات اُس نے بیان کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ انحطاط کے اسباب یکے بعد دیگرے جلد جلد پیدا ہوتے چلے گئے۔ وہ کہتا ہے کہ ۱۶۱۰ء میں سیویلا میں باسٹھ لاکھ پچاس ہزار پونڈ اون دُھل کر بیرون ملک میں گیا، اور ۳۷ لاکھ پچاس ہزار پونڈ اون اس غرض سے رنگا گیا کہ وہ یہیں کاتا بنا جائے، اس وقت صرف دو لاکھ پونڈ باہر بھیجا گیا، اور ڈھائی لاکھ پونڈ ملک میں کھا گیا۔ اس کمی کی وجہ وہ یہ قرار دیتا ہے کہ یہاں نہ کاریگر ہیں نہ کارخانے اور مزدوری نہ ہونے کی وجہ سے لوگ دیروں میں داخل ہوگئے۔ چھتیس ۳۶ برس کے عرصہ میں مویشی کی تعداد بقدر ایک کروڑ بیس لاکھ راس کے کم ہوگئی۔ ۱۶۲۷ء اور ۱۶۲۸ء میں جو میڈرڈ میں گوشت کی کمی آئی تو حکام نے اپنے آدمیوں کو بیرونی علاقوں میں جانور پکڑنے کے لئے بھیجا، ان لوگوں نے مجبوری چھوٹی عمر کی بکریاں اور بھیڑیے اور کشاورزی کے بیل پکڑ کر ذبح کرنے کے لئے دار السلطنت میں بھیج دیئے،

کاشتکار عالم یاس میں مُنہ دیکھتے رہ گئے۔ اِس میں کوئی بھی کلام نہیں جس ملک میں خود بادشاہ دیدہ و دانستہ ظلم کرائے وہ ملک کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتا۔

وہ لوگ جو اسباب تباہی ملک کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوئے تھے گویا یہ عہد کر چکے تھے کہ اِن اسباب میں مولدین کی جلا وطنی کا نام نہ لینگے لیکن جن لوگوں کو تکلیف اور نقصان پہنچ رہا تھا وہ صاف طور پر اصلی باعث اسی کو قرار دیتے تھے، جیسا کہ سیوڈاڈ ریال کے معاملہ میں ۱۶۲۳ء میں ہوا۔ ۱۶۲۲ء میں فلپ چہارم نے بلنسیہ کے چند شہروں کو کچھ ایسی مراعات دیں۔ کہ اُن کا بوجھ ہلکا ہو سکے۔ اِس موقعہ پر بادشاہ نے لکھا کہ اُن پر اس کا بڑا اثر پڑا ہے کہ اُن کے صوبے سے کثیر التعداد آدمی لے کر اُن علاقوں میں بھیج دیئے گئے جو ویران ہو چکے تھے، نیز ایک باعث یہ بھی ہے کہ جو چیزیں کہ مولدین کے علاقوں میں یہاں سے جاتی تھیں وہ اُن کے جلا وطن ہونے کے سبب سے جانا بند ہو گئیں، اُن کے محصول کا بھی اہالی بلنسیہ کو نقصان پڑا، یہ وہ مال تجارت تھا جس سے کہ یہاں کے سوداگروں کو بہت فایدہ پہنچتا تھا۔ اہالی بلنسیہ کو ہر طرح نقصان اُٹھانا پڑا، پیداوار میں بھی اور خرچ میں بھی۔ جو زخم کہ اُن کے آچکے تھے اُن کے تھوڑے سے اندمال میں بھی ایک عرصہ لگیگا۔ اس صدمہ سے مضوعات کے متعلق جو خرابیاں پڑی ہیں اُس کے حالت اصلی پر آنے کے لئے ایک زمانہ درکار ہوگا۔ ۱۶۴۵ء میں بلنسیہ کی مجالس بلدیہ نے ایک عرضداشت میں لکھا کہ شاہی آمدنی کو اس لئے نقصان پہنچا کہ بہت سی زرخیز زمینیں، جن میں ہزاروں من گیہوں پیدا ہو سکتا تھا،" بلا کاشت پڑی رہیں، چونکہ وہ بادشاہ کی ملکیت ہیں، اس لئے نہ وہ فروخت ہو سکتی ہیں نہ اجارہ پر دی جا سکتی ہیں، اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اُن پر قرضہ کا بہت بڑا بار ہے اور اُن پر بادشاہی حقوق ہیں۔ بنا بریں یہ راء دی گئی کہ ہر شہر کے حاکم اعلےٰ کو حکم دیا جائے کہ وہ خاص شرائط پر ان اراضی کو کاشت پر دیدے، اگر یہ نہ ہو تو بالعوض زر نقد یا جنس کے کاشت کرائی جائیں۔ اِس کی جو کچھ آمدنی ہو وہ کسی اہلکار کے پاس جمع ہو اور وہ خرچ وغیرہ نکال کر باقی رقم قرضخواہوں کے حوالہ کردے۔ اِس پر بادشاہ راضی ہو گیا، مگر صرف اُسی حد تک کہ جہاں تک اراضی مملوکہ بلدیہ کا تعلق تھا اور جو چھ برس سے کاشت نہیں ہوئی تھیں۔ یہ بے شمار مثالوں میں سے ایک مثال تھی کہ مختلف قسم کے سوالات پیدا ہوتے تھے اور اُن کے طے ہونے میں برسوں لگ جاتے تھے۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ بلدیہ سرقسطہ نے ۱۶۴۶ء

ایک نئے ٹیکس لگائے جانے کے موقعہ پر یہ لکھا کہ مولدین کے چوتھوں پر جو ٹیکس تھا وہ اُن کے جلاوطن ہونے سے وصول نہیں ہوتا۔ ایک تو اس کے وصول نہ ہونے سے ہمیں نقصان پہنچا؛ اس کے علاوہ ہم کو اور بھی کئی دقتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے بعض ٹیکس ایسے ہیں کہ جو مولدین ادا کرتے تھے وہ بھی ہم ہی سے وصول کئے جاتے ہیں، نیز کئی ٹیکس اور بڑھ گئے ہیں، اس لئے اب اس نئے ٹیکس کے دینے کی ہم میں طاقت نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسی رعایا جس پر تمام مصنوعات کا انحصار اور مالیہ کا دارومدار تھا اُس کے دفعتہً نکال دیئے جانے سے ہر جگہ تباہی بربادی پیدا ہو جانے والی تھی، اور یہی ہوا کہ پیچیدگیوں کا ایک انبار لگ گیا کہ جس کو ہٹانے میں بیسیوں برس لگ گئے۔ اُس زمانہ کے سیاست دانان سپین کی یہ ایک خصوصیت تھی کہ اس قسم کے معاملات کو وہ عین وقت پر نہیں سوچتے تھے، اور جو تکالیف پیش آنے والی ہوتی تھیں اُن کا علاج پہلے تجویز نہیں کرتے تھے۔ مولدین کے متعلق بے تعداد مشورے ہوئے، ملک کے بڑے بڑے قابل آدمیوں سے رائیں لی گئیں، تجربہ کاروں سے پوچھا گیا، مگر جس وقت سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اُن کو جلاوطن کر دیا جائے اُس وقت کسی کے خیال میں یہ چھوٹی سی بات نہ آئی کہ اُن کے چلے جانے سے ملک پر کیا کیا آفتیں آئینگی۔ اس پر بے تعداد مباحثہ ہوئے کہ مولدین کے متعلق جو تدابیر مختلف لوگوں نے بتلائی ہیں، اُن میں سے کس پر عمل کیا جائے اور کس پر نہیں۔ آخر جب یہ طے کر لیا گیا کہ اُن کو جلاوطن کر دیا جائے تو اُس وقت اس پر بحثیں ہوئیں کہ اُن کی جلاوطنی کی کیا صورت ہونی چاہئے، اُن کو کیا چیزیں لے جانے اور کیا کیا چھوڑ جانی چاہئیں، اُن کے جو بچے یہاں رہ جائینگے اُن کا کیا ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔ مگر اُن کے ملک بدر ہو جانے کے نتائج و عواقب کو اُن کے پیدا ہونے کے وقت، یا اتفاقات پر چھوڑ دیا گیا، اُس پر تفصیلی نظر ڈالی ہی نہیں گئی، اور رعایا کی صلاح و فلاح کو بے طرح ٹھکرا دیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ سلطنت سپین کا نظم و نسق یوں ناکام رہا۔

مولدین کے جلاوطن کرنے سے سلطنت سپین نے کچھ کھویا ہو یا پایا ہو، مگر اُس کو یہ کتنا بڑا فایدہ ہوا کہ کم از کم جہاں تک کہ محکمۂ احتساب و محنہ کے سرکاری کاغذات سے معلوم ہوتا ہے، اسلام کا نام، جو مبغوض ترین تھا، اُس سرزمین سے مٹ گیا۔ مگر بعد کو اس محکمہ میں جو مقدمات ہوئے اُن سے معلوم

ہوتا ہے کہ یہ خبط آخر تک نہیں گیا، اور لوگ اس تاک میں لگے رہے کہ کسی مسلمان کا قدم ملک میں رہ نہ جائے۔ یہ صحیح ہے کہ کچھ روز مولید غلاموں کی نگرانی بہت ضروری تھی۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جو ڈیل اگیوار اور میولاڈی کورٹس کی بغاوت کے موقعہ پر گرفتار ہو کر بطور غلاموں کے فروخت کر دیئے گئے تھے، یا وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے بخوشی خاطر افریقیہ سے واپس آ کر غلام بننا منظور کر لیا تھا۔ ۱۴ مارچ ۱۶۱۶ء کو محکمۂ احتساب و محنہ کے ایک رکن نے بذریعہ ایک مراسلہ کے صدر مجلس سے دریافت کیا کہ چند اصطباغ یافتہ مولید غلاموں نے بر پر جانے کی سازش کی ہے، ان کے متعلق کیا کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی بڑی شدید نگرانی ہوتی تھی۔ بحیرۂ روم کے سواحل پر جو لامتناہی سلسلۂ جنگ جاری تھا اُس میں مسلمان قیدی ہمیشہ آتے اور بطور غلاموں کے بکتے رہتے تھے، ان کے متعلق بھی ایک یہ سوال پیدا کیا گیا کہ جب تک اُن کو اصطباغ نہ دے دیا جائے ملک میں نہ رہنے دیا جائے۔ متعدد ہدایات اس امر کی جاری ہوئیں کہ ان لوگوں کو دارالسلطنت میڈرڈ میں نہ رہنے دیا جائے، لیکن چونکہ ان پر عمل نہیں ہوا اس لئے ۱۶۲۶ء میں ایک فرمان جاری ہوا کہ غیر اصطباغ یافتہ غلام پندرہ روز کے اندر نکال دیئے جائیں، ورنہ جن لوگوں کے پاس ایسے غلام ہونگے اُن کی جایداد ضبط کر لی جائیگی۔ چونکہ اُن کے آقاؤں کو اُن پر حقوق تملیک حاصل تھے اس لئے وہ ملک سے تو خارج نہیں کئے جا سکتے تھے لیکن وہ اکثر آزاد ہو جاتے تھے یا کچھ خرچ کر کے اپنی آزادی خرید لیتے تھے۔ اس کے بعد اگر وہ ملک میں رہتے تھے تو اُن کا وجود سخت ناگوار سمجھا جاتا تھا۔ ۱۷۱۲ء میں ایک فرمان کے رو سے حکم ہوا کہ وہ سپین سے خارج کر دیئے جائیں، مقامی حکام ایک میعاد مقرر کر دیں کہ اُس کے اندر اندر وہ اپنے خاندان اور جایداد کو مجتمع کر لیں، اس کے بعد وہ افریقیہ کو روانہ کر دیئے جائیں۔ یہ نامعقول جوش مذہبی جو بجد و کد مشتعل رکھا جاتا تھا، اُس واقعہ میں مجسم ہو کر نظر آیا جو ملاغہ میں ۹ جون ۱۶۳۷ء کو پیش آیا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک پناہ گزین مسلمان لڑکی نے جو کنیز تھی، وہاں کے اسقف سے درخواست کی کہ مجھے عیسائی کر لیا جائے۔ اسقف نے ایک پادری کو اصطباغ دینے کے لئے بلا بھیجا، مگر قبل اس کے کہ پادری وہاں پہنچ سکے اُس لڑکی نے اپنی رائے بدل لی۔ پادری جو سامان اصطباغ لے کر آیا تھا وہ اپنے ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ چند بیوقوف عورتوں نے جو یہ

دیکھا کہ پادری اتنی جلدی واپس چلا گیا تو اُنہوں نے چیخ پکار شروع کر دی کہ اُس لڑکی کے چند مسلمان فیقوں نے عشاء ربانی کو پیروں تلے روندد یا ہے۔ یہ سنتے ہی تمام شہر شمشیر بکف ہو گیا' یہاں تک کہ عورتیں بھی باہر نکل آئیں۔ جن عورتوں کے ہاتھ کوئی ہتھیار نہ لگا' اُنہوں نے لاٹھیوں اور پتھروں سے مسلمانوں کو جو راستہ میں ملتے تھے' بے رحمی سے مارنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ وہ چیختے ہی رہے کہ ہم عیسائی ہو چکے ہیں' مگر کون سنتا تھا۔ یکایک ایک اور شور مچا کہ مسلمان شہر کو جلانے کی کوشش کر رہے ہیں' اب کیا تھا' گرجاؤں کے گھنٹے بجنے شروع ہو گئے' لوگ گروہا گروہ جمع ہو گئے' اور جو غلام اُنہیں نظر آیا سب کو قتل کر دیا۔ اتفاق سے اُسی وقت ایک پرتگالی جہاز بندر سے روانہ ہونے والا تھا' کسی نے کہہ دیا کہ وہ جہاز مسلمانوں کا ہے' فوراً ہی ایک جہاز اُس کے تعاقب میں دوڑایا گیا' اس نے پرتگالی جہاز کو پکڑ لیا' اور آؤ دیکھا نہ تاؤ جہاز کے سارے عملے کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ میں ساٹھ مرد اور عورت غلام و کنیزیں قتل ہو گئیں۔

جن لوگوں میں کہ یہ بھیمانہ و وحشیانہ حرارت مذہبی ہو اُن میں یہ کچھ مستبعدبات نہ تھی کہ مولدین یا اُن کی اولاد ذرا ذرا سی بات میں حکام کلیسا کے پاس پہنچا دی جائے۔ مگر ان کے جتنے مقدمات کی تعداد کم ہے اُتنا ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بہادروں نے اپنی سرزمین کو اس ناپاکی سے بہت کچھ پاک کر لیا تھا محکمۂ احتساب و محنہ اپنی طرف سے ہر وقت ان مجرمین کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے تیار بیٹھا رہتا تھا ۱۶۲۵ئہ یا ۱۶۲۳ئہ میں سرقسطہ میں ایک دستور العمل بنایا گیا تھا' اُس میں ایک مکمل فہرست مسلمانوں کی رسموں کی دی ہوئی ہے' اور اُس میں لکھا ہے کہ محتسبین کو چاہئے کہ ان مراسم کو اچھی طرح یاد رکھیں' تاکہ جن لوگوں پر کہ مسلمان ہونے کا الزام لگایا جائے وہ ان رسوم کے ذریعہ سے پہچانے جا سکیں۔ خال خال مقدمات بھی ہوئے' مگر غالباً وہ اصطباغ یافتہ غلاموں کے تھے یا اُن بچوں کے جو جلاوطنی کے وقت سپین میں رکھ لئے گئے تھے' مثلاً ایک مقدمہ جے رونی مو ہیونادین ٹوراکا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص القفطہ' واقعہ صوبہ بلنسیہ کا رہنے والا مولد تھا۔ اُس کو اس لئے مستوجب سزا قرار دیا گیا کہ وہ اپنے عقائد پر قائم رہنے پر مصر تھا۔ دسمبر ۱۶۲۵ئہ میں وہ زندہ جلائے جانے کی سزا بھگتنے کے لئے ویلاڈ والڈ کی

عدالت کو منتقل کر دیا گیا، مگر ۱۶۳۷ء کے آخر تک وہ زندہ جلا دینے والی عدالت کے اجلاس کے انتظار میں یوں ہی زیر تجویز پڑا رہا۔ (اس عدالت کے اجلاس میں چونکہ خرچ بہت پڑتا تھا، اس لئے ملک کے افلاس کو دیکھ کر اس کے اجلاس دیر دیر بعد ہوتے تھے) ماہ مئی ۱۶۳۸ء میں وہ آخر سر قسطہ بھیجا گیا؛ اغلباً وہ یہاں قتل کر دیا گیا ہوگا۔ ۱۶۴۹ء میں بلنسیہ کی عدالت نے چند اصطباغ یافتہ غلاموں پر اس جرم میں مقدمات چلائے کہ وہ بربر کو بھاگ جانا چاہتے تھے۔ ان کے اس قصد ہی سے یہ قیاس کر لیا گیا کہ چونکہ وہ ملک بربر کو بھاگ جانا چاہتے ہیں اس لئے ان کے اعتقادات صحیح نہیں ہیں۔

کبھی کبھی ساحل بحر یا جہاز پر سے کوئی آدمی پکڑ لیا جاتا تھا اور اس پر یہ الزام قایم کر دیا جاتا تھا کہ یہ پہلے عیسائی تھا، اب مسلمان ہو گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ جلا دینے والی عدالت کے سامنے مسلمان پیش ہوتے رہے ہیں۔ ۲ر دسمبر ۱۶۲۵ء کو اس عدالت کا جو اجلاس قرطبہ میں ہوا تھا اس میں اڑسٹھ آدمی پیش ہوئے؛ یہ سب یہودی تھے، صرف ایک شخص، فرانسسکو ڈی لیوک نامی مسلمان تھا۔ یہ شخص پہلے عیسائی ہو گیا تھا، مگر بعد میں مسلمان ہو کر، قزاقان بحری کے ساتھ مل گیا اور حج خانۂ کعبہ کر آیا۔ اس کو زندہ تو نہیں جلایا گیا، مگر یہ سزا دی گئی کہ پہلے اس کو دو سو ضرب تازیانہ لگائی جائیں، پھر چار برس تک جہازوں پر مشقت کرے، اس کے بعد مادام الحیات قید رہے اور ذلیل کن لباس پہنے۔ زندہ جلا دینے والی عدالت کا جو اجلاس ۲۱ر جون ۱۶۲۶ء کو برشلونہ میں منعقد ہوا اس میں تین آدمی عیسائیت سے روگرداں ہونے کے جرم میں پیش ہوئے تھے۔ یہ تینوں جہازوں کی مشقت سے پکڑے آئے تھے۔ ان میں سے ایک تو بڑھا آدمی تھا، اور اپنے دین پر سخت مصر تھا، اس کو سزا دی گئی لیکن چونکہ بجائے زندہ جلانے کے اس کا گلا گھونٹ کر مارا گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس نے اپنے عقاید سے رجوع کر لیا ہوگا۔ اسی عدالت کے اجلاس منعقدہ قرطبہ میں ۲۱ر دسمبر ۱۶۲۷ء کو جو اجلاس ہوا اس میں منجملہ ستاسی مجرمین کے صرف ایک عورت مسلمان کنیز تھی۔ اس پر یہ الزام تھا کہ وہ باوجود اصطباغ یافتہ ہونے کے بربر بھاگ جانا چاہتی تھی، اس لئے شاید وہ مسلمان ہے۔ اس کو زندہ نہیں جلایا گیا بلکہ سو ضرب تازیانہ کی سزا دی گئی۔ میڈرڈ میں ۳۰ر جون ۱۶۸۰ء کو جو سب سے بڑا اجلاس اس

عدالت کا ہوا، اُس میں تمام ملک محروسہ سپین سے مجرم بلائے گئے تھے، ان میں صرف ایک مسلمان تھا۔ اس کا نام لزارو فرنینڈیز المعروف بہ مصطفےٰ تھا۔ یہ شخص قادیز کا رہنے والا تھا اور مسلمان ہو کر قزاقان بحری میں جا شامل ہوا تھا، چونکہ وہ آخر وقت تک دین اسلام پر مصر رہا اس لئے زندہ جلا دیا گیا۔* اسی عدالت کے اجلاس منعقدہ ۷ اپریل ۱۶۶۹ء بمقام طلیطلہ ایک مسلمان غلام پیش ہوا جس کا نام مسلمان، یا فرانسسکو ڈی لاگنڈے لاریا تھا۔ اس پر جرم یہ تھا کہ اُس نے اصطباغ لیتے ہوئے عشاء ربانی کا مذاق اُڑایا تھا۔ اس پر اُس کو سو ضرب تازیانہ کی سزا دی گئی۔ اس قسم کے چند مقدمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک مسلمانوں اور اسلام کی سختی کے ساتھ نگرانی کی جاتی تھی۔ باوجود اس خبط کے ۱۶۲۲ء سے لے کر ۱۶۶۲ء تک جو عدالتیں منعقد ہوئیں اُن میں صرف ایک مقدمہ بجرم دین اسلام پیش ہوا، اور ۱۶۴۳ء سے لے کر ۱۶۹۴ء تک صرف پانچ آدمی اس جرم میں عدالتوں میں پیش ہوئے۔ جو مقدمات کہ ۱۷۰۳ء سے لے کر ۱۸۲۰ء تک ہوئے اُن میں صرف ایک شخص پر یہ الزام تھا کہ وہ عیسائیت سے روگرداں ہو کر مسلمان ہو گیا ہے۔

پھر بھی مولدین کی اولاد میں بہت سے خاندان ایسے تھے کہ جن کے شجرۂ انساب عیسائیوں نے نہایت احتیاط سے بنا کر اس غرض سے اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے تا کہ اُن کو یاد دلاتے رہیں کہ وہ اُس مبغوض نسل سے ہیں۔ چنانچہ طلیطلہ میں ایک عورت پر اس جرم میں مقدمہ قائم ہوا کہ وہ یہودیہ تھی۔ اُس نے اثناء تحقیقات میں یہ بیان کیا کہ میں نے اپنے گرفتار ہونے سے پہلے ۱۴ اکتوبر ۱۶۶۷ء کو کچھ ریشم ایک عورت کے یہاں چھپا کر رکھا تھا، جس کا نام ازابل ڈی برنارڈو ہے اور وہ

---

* پادری جے روبی موگرے شی اِن جو سینٹا ٹیریسا کا روحانی مرشد تھا، اور دو تین برس تک ٹونس میں قید رہ چکا تھا، لکھتا ہے کہ میں نے ۱۵۹۵ء میں وہاں بہت سے ایسے آدمی دیکھے تھے کہ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ سپین جانے پر بڑی خوشی سے تیار تھے، مگر محکمۂ احتساب و محتسب کے ڈر کے مارے نہیں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہم وہاں گئے تو تا وقتیکہ یہ معتبر شہادت نہ پیش کریں کہ ہم اپنے وطن کو بطیب خاطر عیسائی ہونے کے لئے آتے ہیں، وہاں زندہ رہنے دیئے جائینگے۔ گرے شی اِن کے متعلق یہ خیال تھا وہ محتسب یا اسقف تھا، اور اکثر لوگوں نے اُس سے صداقتنامے لئے تھے لیکن اگر وہ بھی پکڑا جاتا تو یقیناً زندہ جلا دیا جاتا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے چار ایسے آدمیوں کا حال معلوم ہوا ہے کہ جن پر محکمۂ احتساب و محتسب نے رحم کر کے صرف خفیہ طور پر تعذیب دینی دے کر چھوڑ دیا ہے۔ (مصنف)

مولدہ ہے بعض مقامات ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے خفیہ طور پر ایسا نظام قایم کر رکھا تھا کہ وہ اپنے آباو اجداد کے دین (اسلام) پر قایم تھے اور کسی کو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ ان میں سے ایک آدمی ۱۷۲۷ء میں بمقام غرناطہ پکڑا گیا۔ اُس کی بہت جایداد تھی وہ سب ضبط کر لی گئی۔ چونکہ اس سے محکمہ احتساب و محنہ کو بہت فایدہ ہوا تھا، اس لئے اس مقدمہ کے مخبر کو سنٹو ڈوکیٹ سالانہ کی پنشن دی گئی جو اُس کے خاندان میں چلی آتی تھی۔ ۱۷۶۹ء میں اُس کی لڑکیوں نے کچھ رقم بطور انعام کرسمس مانگا تو دو سو ریال اُن کو عطا فرمائے گئے۔ غالباً ان ہی لوگوں میں سے وہ غرناطی عورت (موسومہ اینا ڈیل کاسٹی کوم) بھی تھی جو جیان چلی گئی تھی، اور جس کو ۴ مارچ ۱۷۳۱ء کو بجرم اسلام، بمقام قرطبہ، زندہ جلا دینے والی عدالت نے ضبطی جایداد اور قید دوام کی سزا دی تھی۔ اس سے کسی قدر مشابہ معاملہ وہ تھا کہ جس کی اطلاع ۱۷۶۹ء میں محکمۂ احتساب و محنہ نے کارلوس سوم کو دی تھی کہ قرطاجنہ میں اب تک ایک مسجد ہے کہ جس کو نوعیسائی قایم رکھے ہوئے ہیں۔ یہ پتہ نہیں لگتا کہ اس مخبری کا کیا نتیجہ ہوا؛ لیکن اگر اس اطلاع پر مقدمہ قایم ہوا ہو یا مجرموں کو سزا ملی ہو تو وثوق کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آخری معاملہ تھا کہ جس میں کسی مولد کو سزا دی گئی ہے۔ تمام ملک سپین کی عدالتہاء احتساب و محنہ نے جتنے مقدمات ۱۷۸۰ء سے کر ۱۸۲۰ء تک کہ جب یہ محکمہ ہمیشہ کے لئے توڑ دیا گیا، فیصل کئے ہیں اُن کی مثلیں اب تک محفوظ ہیں۔ اس طومار میں ایک بھی مقدمہ کسی مولد کے خلاف نظر نہیں آتا۔ کہیں کہیں کوئی آدمی مذہب مسیحی سے روگرداں پکڑا جاتا تھا، مگر اُس کو بجاء جہازوں کی مشقت کے افریقیہ کی نو آبادی میں جبراً مزدوری کرنے کے لئے بھیج دیا جاتا تھا۔ وہاں سے لوگوں کو بھاگ جانے کا بھی موقعہ مل جاتا تھا اور جو بھاگ جاتے تھے اُن کی نسبت یہ قیاس کر لیا جاتا تھا کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ قزاقان بحری کی دار و گیر اور غلام بنا لینا اب بھی جاری تھا۔ بعض وقت یہ لوگ پھر پکڑ کر محکمہ احتساب و محنہ کے سپرد کر دیئے جاتے تھے؛ بعض وقت یہ لوگ خود اپنے آپ کو سزا پانے کے لئے پیش کر دیتے تھے، مقدم الذکر صورت میں ۱۷۸۰ء سے ۱۷۹۵ء تک پانچ مقدمات اور ۱۷۹۰ء سے ۱۷۹۹ء تک چار مقدمات ہوئے اور اُس کے بعد ایک بھی نہیں ہوا۔ موخر الذکر قسم کے چار مقدمات ۱۷۸۸ء میں ہوئے، سات ۱۷۹۰ء سے ۱۷۹۹ء تک

اور دو ۱۶۰۸ء کے بعد *

سپین کے مصنفین زمانہ حال، جلاوطنی کے دردانگیز قصّے اور اُس کے اثرات پر جو اپنی رائیں ظاہر کرتے ہیں وہ اُن کے رجحان طبع کے موافق ہوتی ہیں اگر مصنف آزاد خیال ہے تو اُس کی راء آزاد ہوتی ہے، اگر تنگ خیال ہے تو اُس کے موافق۔ ایک آزاد خیال فہمیدہ آدمی کے خیالات تو لازمی طور پر یہ ہونگے کہ (کم از کم) پانچ لاکھ نہایت محنتی اور صناعوں کا ایسے ملک سے یک لخت نکال دیتا کہ جس کی آبادی سرعت کے ساتھ کم ہوتی چلی جارہی ہو، جو روز بروز افلاس میں ڈوبا چلا جارہا ہو اور جس پر کہ بھوت کی طرح جمود سوار ہو ایک ایسا زخم شدید ہے جس پر ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں سطحی انگور آجائے، مگر وہ زخم ناسور ہو کر رہیگا، اور زخمی کو ضعیف کرتا اور اُس کی حرارت غریزی کو سلب کرتا ہوا چلا جائیگا۔ اب یہ امر کہ واقعی ملک کی یہ کیفیت ہوئی یا نہیں، ایسا سوال ہے کہ جس کا جواب صرف واقعات پیش آمدہ ہی دے سکتے ہیں، اس کے متعلق اُن لوگوں کے درمیان میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے کہ جنہوں نے اُن تمام کاغذات اور تواریخ کا بغور مطالعہ کیا ہو کہ جو کسی راء قایم کرنے کا ذریعہ ہیں، اور جن کو موجودہ حالت کو بنظر تعمق دیکھنے کا موقعہ ملا ہو، لیکن بہرکیف یہ سوال مذہب اور سیاسی اصول سے اتنا باہم گرملا ہوا اور گہرا ہے کہ جتنی مختلف رائیں ظاہر کی جاتی ہیں اُن سب کو سامنے رکھ کر غور کرنا اور اُن کا مطالعہ کرکے نتائج کا استخراج کرنا چاہئے۔ مگر یہ ایسی بات ہے کہ جس سے بہت ہی کم مورخین عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جس شخص کو کہ کلیسائی محبت ہے، (جیسے کہ وای سینٹ ڈی لافیون ٹی) وہ تو اس خیال ہی کو بیہودہ سمجھینگے کہ مولدین کا جلاوطن

* سنہ ۱۷۲۷ء میں فلپ پنجم کے مظلم جوش دینداری میں دفعتہً ہیجان ہوا اور اُس کو یہ سخت ناگوار ہوا کہ اوران میں جو اُسی کی سلطنت کا ایک حصہ ہے، مسلمان باقی ہیں۔ چنانچہ، ۲ نومبر سنہ ۱۷۲۷ء محتسب اعظم نے بلنسیہ کی عدالت کو لکھا کہ بادشاہ اس امر سے ناخوش ہے کہ مسلمان اُس کی سرحد پر موجود ہیں، اُن میں سے اکثر کی کئی کئی بیویاں ہیں، اور وہ کنیزیں بھی رکھتے ہیں؛ بعض ایسے ہیں کہ جو گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلتے ہیں اور ہتھیار بھی رکھتے ہیں۔ اُن میں سے بہت کم آدمی عیسائی کئے جاتے ہیں، اُن کا وجود ہی مذہب عیسوی اور سلطنت سپین کے لئے سخت مخدوش ہے۔ اس لئے محتسبین کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس خرابی کے انسداد کی تدابیر بتلائیں۔ چنانچہ ساحل بحر پر اس کے متعلق تحقیقات بھی ہوئی، مگر نتیجہ نہیں معلوم ہوا * (مصنف)

کرنا سب سے بڑا سبب سپین کے زوال کا ہوا ہے، وہ کہیگا کہ بہت ممکن ہے کہ کسی سلطنت کے ڈیڑھ لاکھ آدمی کسی وبا یا خانہ جنگی میں مرجائیں تو کیا وہ سلطنت تباہ ہو جائیگی؟ اگر یہ نہیں تو وہ نہایت حقارت کے ساتھ پوچھیگا کہ پھر فلپ سوم کے خلاف اتنا شوروشغب کیوں کیا جاتا ہے؟ ایک قیانوسی خیالات کا تنگ خیال آدمی (جیسے کہ مے نین ڈیرپے لایو) صرف یہ کہہ کر چپ ہو رہیگا کہ یہ تو ایک پرانے تاریخی قانون کا لازمی نتیجہ تھا، اگر اس معاملہ میں کسی بات کا افسوس ہونا چاہئے تو صرف یہ کہ اس قانون پر عمل کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی گئی، بلنسیہ بہت جلد از سرنو آباد ہو گیا، آبادکاروں نے بہت جلد زراعت کا کام سیکھ لیا، آبپاشی کا قابل تعریف طریقہ آج کے دن تک وہاں محفوظ ہے، صنعت وحرفت کے زوال کو مولدین کی جلاوطنی سے منسوب کرنا غلطی ہے، کیونکہ صنعت و حرفت کبھی بھی بہت زیادہ مولدین کے ہاتھ میں نہیں رہی، اصل میں زوال تو جلاوطنی سے بچاس برس بیشتر شروع ہو گیا تھا، یعنی اس زمانہ سے کہ جب امریکہ دریافت ہوا، اور ملک سپین، قسمت آزما مسافروں کی ایک سرا بن گئی، اور اس کے بعد بھکاریوں کی جھونپڑی اور بدمعاشوں کا اکھاڑہ۔

ڈین ولا کلاڈونے، (جن کی تحقیقات سے میں مستفیض ہوا ہوں، اور میں نے اپنی اس کتاب میں ان سے مدد لی ہے) بہت خوب فلسفیانہ بات کہی ہے کہ "اس وقت انسانیت اور مذہب کی جنگ تھی کہ جس میں موخرالاسم کو فتح ہوئی، مولدین کے واسطے رحم کہیں رہ ہی نہیں گیا تھا، بلکہ افق سپین پر اتحاد مذہبی کی شعاعیں نمودار تھیں، وہی ملک خوش رہتا ہے جو بڑے بڑے عقاید و خیالات میں متحد ہوتا ہے، یہ کہنا تاریخ کو غلط عینک، یا بیمار آنکھوں، سے دیکھنا ہے کہ مولدین ازروئے صنعت وحرفت سپین کے لئے مفید تھے؛ اگر ایسا ہوتا تو وہ ترفہ و تمول کو اپنے ساتھ ملک بربر میں لے جاتے، جہاں ان کو جلاوطن کیا گیا تھا۔" جے نز جو مولدین کی صنعت وحرفت، مشقت اور فن زراعت کا سب سے زیادہ مداح ہے، کیمپومینس کے ساتھ متفق ہے کہ "مولدین کی جلاوطنی ہی ملک سپین کے زوال کا باعث ہے۔ ایک سرسبز و شاداب ملک گویا بنجر اور ریگستان بن گیا؛ قحط نے ہر جگہ اپنے ڈیرے ڈال دیئے؛ کہاں تو لوگ محنت کش اور کام کرنے والے تھے، اور کہاں تمام ملک انجماد اور کاہلی کا ایک تودہ ہو گیا، جن سڑکوں

پر کہ مسافر سونا اُچھالتے ہوئے چلے جاتے تھے اب وہاں قزاقوں کا دور دورہ ہے، جن کو ویران گانوؤں میں چھپنے کو جگہ مل جاتی ہے"۔ باوجود اس کے وہ کہتا ہے کہ "سپین کی ویرانی اور تنزل کے بہت سے اسباب ہیں، منجملہ اُن کے ایک سبب جلاوطنی ہے۔ ان اسباب نے پہلے ہی خطرناک حالت ترقی کر لی تھی، اُس کے بعد ہوئی مولدین کی جلاوطنی، اُس سے یہ اسباب ظاہر ہو گئے، سب نے مل کر سپین کو تباہ کر دیا؛ کیونکہ یہ مبغوض قوم سب سے زیادہ کاشتکار، محنتی اور اجناس و اشیا پیدا کرنے والی تھی۔ یہ سب کچھ سہی، مگر مولدین کو جلاوطن کرنا ایک مذہبی اور سیاسی ضرورت تھی، چنانچہ آج باشندگان سپین کا سب سے بڑا درخشندہ جوہر اتحاد و اتفاق ہی ہے"۔ ماڈیسٹو لافیونٹے، سپین کا آزاد خیال مورخ، مولدین کی جلاوطنی کو اقتصادیات کے رو سے سب سے بڑی مصیبت بتلاتا ہے جو کسی ڈوبتی ہوئی قوم کے ذہن میں آسکتی ہے۔ اس نے سلطنت کی دولت کو وہ صدمہ پہنچایا ہے کہ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ اُس صدمہ سے سپین اس وقت تک نہیں سنبھلا ہے۔ پکاٹوسٹے کی تحقیقات اُس زمانے کے حالات پر ایسی گہری ہے کہ اُس نے جزئیات تک پر غایر نظر ڈالی ہے؛ اس نے اس کے متعلق نہایت معقول بات کہی ہے۔ اُس کی راے میں مولدین کی جلاوطنی سب سے بڑی مصیبت تھی جو کسی ملک پر آسکتی ہے۔ فلپ سوم اور اُس کے پیش رو بادشاہ، اس ذمہ داری سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے کہ ایک طرف تو انہوں نے اپنی رعایا کی مادی فواید کی نگہداشت نہیں کی، جس سے محنتی مولدین خوش ہو جاتے، دوسری طرف اُن میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ مولدین کے باغیانہ و غدارانہ خیالات کو روک سکتے۔ ٹیکسوں کا المضاعف ہو جانا، محنت سے جی چرانا، تعذیب مذہبی، محکمہ احتساب و محنہ کے ظلم نے اُن کو ایک کمزور اور غیر عاقبت اندیش سلطنت کا دشمن بنا دیا؛ وہ اتنے جوش میں آئے کہ آخری علاج لازمی ہو گیا۔ جو مورخ یا عوام الناس میں سے کوئی جلاوطنی کی حمایت کرتے ہیں وہ سب سے بڑی غلطی یہ کرتے ہیں کہ موقت ضرورت کو دیکھتے ہیں، کیونکہ اگر اس کو ملکی و سیاسی ضرورت تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ یہ افسوس ناک حالت خود گورنمنٹ کے عیوب و نقایص کی پیدا کردہ تھی۔ مولدین کی محنت سے محروم ہو جانا، خاص کر فن زراعت اور دیگر فنون میں، اُس پر نہ صرف اُس قوم

(مولدین) سے نفرت بلکہ اُن کے علوم وفنون سے بھی عداوت، نیز اُس زمانہ کی گورنمنٹ کی ایک ناقابل معافی ناعاقبت اندیشی کہ اُس نے یہ کوشش نہیں کی کہ مولدین کی صنعتوں اور محنتوں کو زندہ رکھا جائے، اس پر قیامت یہ کہ مالیہ کی جو کمی اُن کے نکالے جانے سے ہوئی اُس کی تلافی ٹیکس کو بڑھانے میں سمجھی گئی سپین کی تباہی کے بڑے بڑے اسباب یہی ہیں کہ جنہوں نے یک لخت اُس کا گلا آکر دبا لیا۔ یہ مصیبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جس سے زیادہ اُن اقوام کو بھی سابقہ نہیں پڑا کہ جو اپنے تنزل و ادبار سے دنیا بھر کی للکدکوب ہوگئی ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اُدھر تو یہ قیامت بپا تھی اُدھر بادشاہ، اور اُس کا دربار عید منا رہا تھا، اور اسراف پر کمر باندھے ہوئے تھا۔ وکیل مطلق بولون نے خوب کہا ہے کہ "سپین کے آدھے باشندے اس وقت کھیتوں کے خود رو ساگ پات پر پل رہے تھے، جن میں مویشی بھی برابر کے حصہ دار تھے، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ مویشیوں سے چھین چھین کر کھاتے تھے"۔

اگر بقول مے نینڈوز اپلایو کے "جلاوطنی ایک تاریخی قانون کا لازمی نتیجہ تھی" تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ ایک غلط قانون غلط مکافات دیتا ہے۔ اگر فلپ سوم کے زمانہ میں جلاوطنی ضروری و لابدی ہوگئی تھی تو یقیناً وہ ضرورت خود پیدا کردہ تھی، جو سولھویں صدی کے انتہاء جنون مذہبی اور جہالت کی اولاد تھی۔ اگر شاہان لیون اور نوابان قشتالہ و برشلونہ کے زمانہ میں مدجلین کا اُس ملک میں، ایسے وقت میں، رہنا غیر محفوظ نہ تھا کہ جب ان (بادشاہ اور نواب) کے درمیان میں لڑائی ٹھنی رہتی تھی، اور یہ آپس ہی میں لڑ، کٹ، مر رہے تھے، یا ایسے وقت میں مدجلین کا ملک میں رہنا غیر محفوظ نہیں تھا کہ جب نہایت طاقتور عرب (الموحدین اور المرابطین) سپین پر حملے کر رہے تھے؛ اگر ایسے تشویشناک زمانہ میں عیسائی اپنی اسلامی رعایا پر اعتبار کرتے تھے اگر بحالت صلح و امن اُن کے علوم وفنون، صنعت و حرفت سے نفع اُٹھاتے تھے، تو اب کہ عیسائی بادشاہوں کا درمیانی اختلاف مٹ گیا تھا، اور سپین ایک سلطنت عظیم بنا ہُوا تھا، تمام ملک محروسہ میں ایک ہی مذہب رکھنے کی کیا سیاسی ضرورت داعی ہو گئی تھی؛ بیچارے مسلمان کمزور ہو کر تمام ملک میں بکھرے اور عیسائیوں سے گھرے ہوئے تھے تو اس صورت میں بالکل ظاہر ہے کہ اُن کی خیالی قوت کا جو کچھ نقشہ بادشاہ یا اُس کے ارکین کے دماغ

میں تھا وہ اُن کے کذب الحواس کا نتیجہ تھا، جو غیر مسامحانہ خیالات سے پیدا ہوگیا تھا۔ یہ غیر مسامحت نتیجہ تھی کلیسا کی ہر وقت کی تعلیم کا، جس کو لوگ بغور سنتے اور اُس کا احترام کرتے تھے کلیسا غیر مسامحت، تعصب اور جنون مذہبی کی اُس وقت تعلیم دے رہا تھا کہ جب سپین نے سر اونچا کرنے کی قابلیت پیدا کرلی تھی۔ صدیوں سے اُس کا رشتہ مہذب دنیا سے نہ تھا، مگر اب وہ مہذب ممالک میں گنا جانے لگا تھا، اب وہ دنیا کی طاقتور سلطنتوں میں شمار ہونے لگا تھا، اور یورپ کی سیاسیات میں اُس نے دخل دینا شروع کردیا تھا، یہی وہ وقت تھا کہ جب ارغون نے جزیرہ صقلیہ کو چارلس آف انجو سے چھینا تھا، پیڈرو، المعروف بہ بے رحم، اور ہنری آف ٹراسٹامارا کے باہمی جھگڑوں نے بڑھ کر قشتالہ کو انگلستان اور فرانس کا میدان جنگ بنا دیا تھا۔ کلیسا غیر مسامحت کی یہ تعلیم اُس وقت دے رہا تھا کہ جب نفاق و شقاق عظیم نے پوپ کی طاقت کو دیگر ممالک میں کمزور کردیا تھا، اور سپین براہ راست اُس کے زیر اقتدار آگیا تھا جب ایک دفعہ لوگوں کا رُخ غیر مسامحت کی طرف کو ہوگیا تو ہال سپین کے حدت مزاج نے بین خود بخود اُس کو انتہا تک پہنچا دیا، اور اس کی ایسی تکمیل کی جس کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ جب زمینیس کے شدید غرور نے مسلمانوں کے دل سے سپین کے انصاف اور ایمان کا اعتبار اُٹھا یا تو ملک سپین ایک ایسے مہلک راستہ پر گامزن ہوا کہ جس کی منزل مقصود ظاہر تھا کہ ایک ہی تھی۔ جب مدجلین اُس وقت وفادار رعایا رہے کہ جب سلطنت سپین پر سخت بوجھ پڑ رہا تھا، وہ تباہی کے کنارے پر پہنچ گیا تھا اور اُن کے دینی بھائی اُس کی سرحد پر اُس کو تباہ کرنے کے درپے تھے، تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ اُس وقت وفادار نہ رہتے کہ جب وہ عیسائیوں کے نرغہ میں تھے، اور منصفانہ سلوک کے اثر سے رفتہ رفتہ مسیحیت کے اثر کو قبول کرتے چلے جا رہے تھے۔ مولدین بلا شبہ اس لئے مار آستین تھے کہ اُن کو اُس مذہب سے نفرت سکھائی گئی تھی، جو زبردستی اُن کے حلقوں میں ٹھونسا جاتا تھا، اور جس کا طغراء امتیاز محکمہ احتساب و محنہ کی ناانصافی، ظلم اور مصایب تھے سپین کی پالیسی پر دینی رنگ غالب آگیا تھا، ایسی صورت میں یہ امید رکھنی بالکل فضول تھی کہ مولدین کے ساتھ مہربانی کی جائیگی، یا اُن سے مسامحت برتی جائیگی، یہی ایک

تدبیر تھی کہ جس سے وہ امن سے رہتے اور صلاح وفلاح حاصل کرتے اور مذہب مسیحی کی طرف بھی اُن کو کشش ہوتی؛ اس تدبیر پر تو عمل کیا نہیں کیا گیا، جتنی تدبیریں اور کی گئیں وہ کشیدگی ہی پیدا کرتی چلی گئیں۔ مولدین سپین کے بیرونی دشمنوں کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنتے چلے گئے، جس سے سیاست دانان ملک ہمیشہ کانپتے رہتے تھے۔ جیسے جیسے سپین کی طاقت کم ہوتی گئی اُس کے بادشاہوں میں اپنے اوپر وہ اعتماد نہیں رہا جو فرڈی نینڈ اور چارلس پنجم میں تھا؛ اب اُن کو سواء اس کے اور کوئی تدبیر نظر نہیں آئی کہ اُس صدی کا خیر مقدم وہ بے ایمانی اور غلط کاری سے کریں اور مولدین کو ملک سے خارج کردیں۔ اُن کے نزدیک ایک عضو اتنا ماؤف ہوچکا تھا کہ اُس کے اچھا ہونے کی کوئی امید نہیں رہ گئی تھی؛ اس لئے مریض کی جان بچانے کے لئے اُس کا کاٹ دینا نہایت ضروری سمجھا گیا؛ اب خواہ اس آخری علاج سے مریض لنگڑا، لولا، اپاہج اور عیب دار ہی کیوں نہ ہوجائے۔ تاریخ عالم شاید ایسے مکافات کی کوئی مثال پیش نہیں کرسکتی جو اتنی مکمل، اور ایسی تباہی انگیز ہو جیسی کہ زیمینیس کے جنون مذہبی کے تقلید میں سپین میں قایم کی گئی ہے۔

اگرچہ اس میں کوئی کلام نہیں کہ زخم بہت ہی شدید تھا، لیکن وہ بہت جلد مندمل ہوجاتا، بشرطیکہ سپین میں وہ قوت حیات موجود ہوتی جو اور سلطنتوں میں تھی؛ کہ اس سے بھی بڑے بڑے صدموں کو سہ کر اپنی زندگی کو قایم رکھ گئیں۔ مصنفین سپین کی کچھ رسم سی ہوگئی ہے کہ اپنے ملک کے مزمن مرض کو تشخیص کرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اُس پر جو فالج گرا اُس کا سبب بیرونی دشمنوں کی لڑائی اور ملک امریکہ کی آبادی کے لئے اس ملک سے آدمیوں کا بھیجا جانا ہے؛ مگر یہ دلیل محض منطقی دھوکا ہے۔ جرمنی تیس برس تک ایک جنگ میں مصروف رہا، جس سے اُس پر اس سے زیادہ تباہی آئی جتنی کہ سپین کو اپنی لڑائیوں میں پیش آئی تھی۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اُس کے نشانات ایک مدت تک جرمنی میں نمایاں رہے؛ مگر آخر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ نشانات بالکل مٹ گئے۔ لوئی چہاردہم اور نیپولین کی لڑائیوں نے فرانس کو اُس سے زیادہ تھکا دیا تھا کہ جتنا چارلس پنجم اور فلپ دوم کی لڑائیوں سے سپین تھکا تھا؛ مگر فرانس میں وہ حرارت غریزی باقی تھی کہ جس کی

وجہ سے وہ اقوام عالم میں پھر ویسا ہی سرفراز و سربلند ہوگیا جیسا کہ ہمیشہ سے تھا۔ انگلستان،
باوجود اس کے کہ چھوٹا سا ملک ہے، اور اُس کی آبادی سپین کی تہائی سے زیادہ نہیں ہے، اُس نے
ایک طرف شمالی امریکہ کو اپنے ہی ملک کے آدمیوں سے آباد کیا، تو دوسری طرف آسٹریلیا کو، باوجود
اس کے اُس کی آبادی بڑھتی رہی، اور بیرون ملک میں بھی وہ قوت و شوکت کو قایم رکھتا رہا۔ جس
ملک میں کہ عقلی و ذہنی زندگی ہو اور اس کے ساتھ ہی معقول صنعت و حرفت ہو، جہاں زراعت اور
دیگر فنون ہوں، وہاں کے آدمیوں کو وطن ہی میں اتنا کام مل جاتا ہے کہ تمام رعایا اُس میں مصروف
ہوجاتی ہے، ملک کے لئے دولت پیدا کرتی ہے، اور اُس قوم میں وہ طاقت بہت زیادہ پیدا ہوجاتی
ہے جس سے وہ اپنے نقصانات کی بہت جلد تلافی کرلیتی ہے، اور جنگ کا جو بوجھ اُس پر پڑجاتا
ہے اُس کو دیکھتے ہی دیکھتے اپنے کندھوں سے اُتار پھینکتی ہے؛ اپنی نوآبادیوں میں جو آدمی وہ
قوم بھیجتی ہے وہ وہ ہوتے ہیں جو اپنے ملک کی ضروریات سے بچے ہوئے ہوتے ہیں، اور آبادی کے
بڑھ جانے کی وجہ سے اُس کو دوسرے ملک میں بسانا ضروری ہوتا ہے۔

سپین کے زوال کا صرف یہی باعث نہ تھا کہ وہاں سے مولدین اور یہودی نکال دیئے گئے؛
یہ نقصان تو ایسا تھا کہ جس کی تلافی بہت جلد ہوسکتی تھی۔ اصل خرابی تو یہ تھی کہ مولدین اور یہودیوں کا
وجود اقتصاداً ملک سپین کے لئے ناگزیر تھا، اور یہ دونوں قومیں اُس کی بیش بہا رعایا تھیں، اور ان ہی
کی دست مزد سے باقی رعایاء ملک کو روٹی ملتی تھی؛ ان ہی کو عیسائیوں نے نکال باہر کیا۔ سپین کو
جو اس غرور کی تعلیم ملی تھی کہ پُرانے عیسائیوں کو کام کرنا سخت عیب ہے اُس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اوباش
لوگ فاقہ کشی کو اس پر ترجیح دیتے تھے کہ دیانت داری سے کچھ کمائیں؛ اُن میں یہ کاہلی پیدا کردی
گئی کہ محنت مزدوری سے بھیک مانگ کھانا یا قزاقی کرنا ہزار درجہ بہتر ہے؛ اُن میں یہ مذہبی دیوانگی
پیدا کردی گئی کہ ملک میں صرف ایک ہی مذہب رہنا چاہئے خواہ اس سے اپنا کتنا ہی نقصان
کیوں نہ ہوجائے؛ اُن میں وہ دینی جذبات پیدا کردیئے گئے کہ جن کی وجہ سے ہزاروں آدمیوں
نے اپنی زندگی تجرد میں گزار دی؛ اُن کے مالیہ کی قابل رحم حالت اس طرح کردی گئی کہ بعض چیز

کے خرچ کرنے والوں کی وہ رعایتیں کی گئیں کہ اُس چیز کی پیداوار کی جڑوں میں کلہاڑی مار دی گئی؛ اُن میں وہ دینی حدت پیدا کر دی گئی کہ جس نے قواءِ عقلی و ذہنی کو پھونک کر رکھ دیا؛ ان سب باتوں نے مل کر وہ گھاؤ کسی طرح نہ بھرنے دیا جو یہودیوں اور مسلمانوں کے نکالنے اور اس باعث سے پیداوار میں کمی آنے سے ملک سپین کو لگا تھا۔

یہ صحیح ہے کہ یہ کوشش کی گئی کہ اُن کی جگہ غیر ملکوں سے آدمی بلا کر رکھے جائیں؛ چنانچہ کچھ تاجر اور کاریگر بلائے بھی گئے۔ ان میں سے بہت سے آدمیوں نے شہر میں کام شروع کیا، اور متمولین کی حماقتوں کو پورا کرتے، اور اُن کو عیش و عشرت کے سامان مہیا کرتے رہے۔ مگر یہ لوگ ہر جگہ تھے کہ دولت جمع کر کے چلتے بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے ملک میں کام کے آدمی رہ بھی کیونکر سکتے ہیں کہ جہاں وہ محنت مزدوری کرنے کی وجہ سے ذلیل سمجھے جائیں، اور جہاں محکمۂ احتساب و محنہ اُن کے کردار، گفتار، رفتار پر دن رات نگرانی کرے؛ کوئی نامناسب لفظ اُن کی زبان سے نکلا، یا کسی مذہبی رسم کے ادا کرنے میں اُن سے غفلت ہوئی کہ شامت آئی۔ جس مذہبی دیوانگی نے یہودیوں اور مولدین کو ملک سے نکلوایا وہ قہرِ الٰہی کی طرح اُن پر مسلط رہی؛ اُن کی قوتِ حیات کو اُس نے مار دیا، اور اُس کی تلافی ناممکن ہو گئی۔ سپین ہی ایک ایسا ملک تھا کہ جہاں کلیسا کو یہ اختیارات حاصل تھے کہ وہ رعایائے ملک کی زندگی اور بلند نظری کو جس سانچے میں چاہتا ڈھال دیتا؛ اس کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ بربادی اور تباہی ہوا، ملک کو اپاہج کر کے بٹھا دیا۔ سولھویں صدی بے شمار امیدوں کو اپنے ساتھ لے کر آئی تھی، مگر بواعث متذکرۂ بالا گویا سپین کے لئے ایک سرنگ تھی کہ اس صدی کے آتے ہی اڑ گئی۔ یورپ کے اور ممالک میں باوجودیکہ لڑائیاں ہو رہی تھیں اور انقلابات کا زور تھا، تاہم وہ ترقی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھے چلے جاتے تھے، مگر ایک ملک سپین تھا کہ اتحادِ مذہبی کے جنون میں اپنا سب کچھ کھو رہا تھا، اور روز بروز افلاس اور مصیبت میں ڈوبا چلا جا رہا تھا۔ یہ ملک محکمۂ احتساب و محنہ کے پادریوں اور راہبوں کے لئے بلا شبہ جنت تھا؛ یہاں قواءِ عقلی و ذہنی کو پیسا جا رہا تھا؛ یہاں بیرونی دنیا کے راستوں کی حفاظت کی جاتی تھی کہ کسی طرح وہاں کی ہوا بھی نہ آ جائے؛

یہاں ہر ایک سوراخ بند کیا جا رہا تھا کہ تہذیب و تمدن کی روشنی بھی نہ آسکے یہاں ہر ممکن کوشش کی جاتی تھی کہ کسی طرح مادی ترقی نہ ہونے پائے۔ نئی دنیا (امریکہ) کی دولت لازوال اُس قوم کے ہاتھ میں دی جاتی تھی کہ جس کی قدرتی قابلیت کسی سے کم نہ تھی مگر سب بیکار، اس سرزمین کے ذرایع ویسے ہی عظیم الشان تھے جیسے کہ مسلمانوں کے زمانہ میں کہ اُنھوں نے اپنی عقل و ہنر سے اسی ملک کو یورپ بھر میں سب سے زیادہ مرفہ الحال بنادیا تھا، مگر سب لاحاصل۔ اس میں کوئی شبک نہیں کہ ازابیلا دی کیتھولک اور کارڈنیل زیمینیس کی خدمات ملکی بہت ہی قابل قدر تھیں لیکن آخر میں جو عیوب پیدا ہو گئے اُنھوں نے ان دونوں کی پیدا کردہ خوبیوں کو محو کر دیا، کیونکہ ان ہی دونوں (ازابیلا اور زیمینیس) نے قوم کو یہ سکھلایا کہ سب سے بڑی چیز جس کو حاصل کرنا چاہئے وہ اتحاد مذہبی ہے، اس کے پیچھے ملک سپین اس طرح دوڑا کہ مادی ترفہ اور عقلی و ذہنی ترقی کو بالکل پائمال کر دیا۔

كُلٌّ إِلَى الرَّحْمٰنِ مُنْقَلِبُهُ

بينا نرى القوم في محلتهم

إذ قيل بادوا وقيل قد ذهبوا

ضمیمہ

ذیل میں محمد بن داؤد (رحمہ اللہ) کے اُس قصیدہ کا ترجمہ ہے جو اُنہوں نے ١٥٦٨ء میں قبل از بغاوت غرناطہ نظم کیا تھا۔ صاحب قصیدہ (رحمہ اللہ) باغیوں کے سرغنہ قرار پائے اور قتل کئے گئے[1]

ہم اپنی اس نظم کو خداء رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کرتے ہیں، جو تمام اقوام کا بادشاہ اور تمام افعال و اعمال کی سزا و جزا دینے والا ہے ۔

وہی خدا ہے جس نے کتاب حکمت عطا فرمائی اور انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ وہی گناہوں کی سزا دیتا ہے، وہی قصوروں کو معاف کرتا ہے، اُسی نے دنیا کو پیدا کیا اور اُس کی تدبیر کرتا ہے ۔

وہی خداء واحد آسمان کا خدا ہے، وہی خداء احد زمین کا خدا ہے۔ وہی ہمارا محافظ و رازق ہے، اُسی سے تمام چیزیں پیدا ہوئی ہیں ۔

وہی خدا ہے جس کا نہ آغاز ہے نہ انجام، آسمان کے سب سے اونچے تخت کا اگر کوئی بادشاہ ہے تو وہی، مقدرات عالم اگر کسی کے ہاتھ میں ہیں، تو اُسی کے، ہر اشیاء اگر کسی کی تابع فرمان ہیں، تو اُسی کی ۔

اُسی نے ہم کو صحیفہاء مقدس عطا فرمائے، آدم (علیہ السلام) کو بنایا، انسان کے نجات کی تدابیر بتلائیں۔ اقوام عالم کو طاقت و قدرت وہی عطا فرماتا ہے۔ اُسی نے انبیا بھیجے، جن میں سے سب سے بڑے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ تمام تعریفیں اُسی ایک خدا کے لئے ہیں، اور تمام رحمتیں اُس کے اولیا کے لئے ہیں، جو شروع سے گزرے اور آخر تک ہوتے رہینگے ۔

میں تمہیں اندلس کی قسمت آخر کی دردناک کہانی سناتا ہوں۔ یہ ملک اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا، اور اُن تمام باتوں میں دنیا بھر میں شہرت رکھتا تھا جو کسی قوم کو عظمت دیتی ہیں ۔

---

[1] مصنف علام نے اس قصیدہ کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے، اور میں انگریزی سے ترجمہ کر رہا ہوں۔ اصل مجھے باوجود تلاش کے نہیں ملا، اور ملتا بھی کیونکر۔ ترجمہ در ترجمہ سے وہ لطف نہیں آ سکتا، نہ مصنف کے جذبات قایم رہ سکتے ہیں۔ مگر اس سے اُس زمانہ کی حالت معلوم ہوتی ہے، اس لئے یہ اہم چیز ہے۔ مجھے امید نہیں پڑتی کہ واقعات میں مبالغہ کیا گیا ہو۔ ترجمہ میں میں نے احتیاطاً اکثر الفاظ سے انحراف کیا ہے ۔ (مترجم)

آج وہی ملک سب سے زیادہ ذلیل ہے، اور کفار اور اُن کی بے رحم فوجوں سے ہر طرف سے گھرا ہوا ہے، اور ہم جو اُسی کی اولاد ہیں، آج اس حالت میں ہیں جیسے بھیڑ بکریاں ہوتی ہیں کہ ماری ماری پھرتی ہیں، یا ایسے سوار ہیں جو بغیر چارجامے کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں +

روزانہ تعذیب و اذیت اُس وقت تک ہماری قسمت میں لکھی گئی ہے، اور ذلیل پیشوں پر اُس وقت تک ہماری روزی منحصر رہ گئی ہے کہ جب تک موت آ کر ہمیں ہمارے مقدر کے پنجہ سے نہ چھڑا دے۔ اس وقت جو کچھ ہم پر گزر رہا ہے وہ موت سے بھی بڑھ کر ہے +

ان کفار نے ہم پر یہودیوں کو بطور چوکیدار کے مقرر کر رکھا ہے، یہودی بھی وہ جو نہ ایمان کو جانتے ہیں، نہ حق کو پہچانتے ہیں +

یہ کفار ہم کو ستانے کے لئے ہر روز نئی ترکیب ایجاد کرتے ہیں۔

ہم کو مجبور کیا جاتا ہے کہ ہم اُن کے ساتھ اُن کی مسیحی ناپاک رسموں کے ساتھ عبادت کریں، منقش بتوں[1] کے سامنے سجدے کریں، یہ اُس خدائے واحد کی ہنسی اُڑاتی ہے، جو نظر نہیں آتا۔ کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ اس معاملہ میں کچھ عرض معروض کرے، یا ایک لفظ بھی زبان سے نکالے +

کون بتلا سکتا ہے کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار کئے گئے ہیں، حالانکہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جو خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں جس وقت گھنٹہ بجتا ہے تو ہم کو حکم ہے کہ ہم نجس ناپاک بت کے سامنے سجدے کرنے کے لئے جمع ہو جائیں گرجا میں ایک واعظ کھڑا ہوتا ہے جس کی آواز ایسی کرخت ہے جیسی ایک چیخیں مارنے والے اُلو کی +

یہ واعظ شراب اور سُور کے گوشت کی تعریفیں کرتا ہے، اور نماز میں شراب ہی ہوتی ہے، وہ افسردہ فریب مسکین بن کر کہتا ہے کہ مذہب حق یہی ہے +

ان سر منڈوں میں سے سب سے مقدس آدمی بھی یہ نہیں جانتا کہ حق و باطل کیا ہے۔ وہ سب لوگ بتوں کے سامنے سر جھکاتے ہیں سب بے شرم ہیں اور بے حیا۔ مجمع پھر ایک پادری ایک روٹی کا ٹکڑا لے کر قربان گاہ پر چڑھتا ہے، اور سب لوگ سینہ کو [illegible] کرتے ہیں، یہی اُن کی ناکارہ نماز ہے +

---

[1] ذرا رومن کیتھولک گرجاؤں کی سیر کیجئے تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں حضرت مسیح اور حضرت مریم عذرا علیہما السلام کے بت کھڑے ہوئے ہیں، اور دھڑا دھڑ پوجے جا رہے ہیں۔ سپین دنیا بھر میں سب سے غالی کیتھولک ملک ہے۔ یہاں تو ہر گرجا میں ان دونوں بتوں کے علاوہ بعض اولیا کے بت ہیں، اور اُن ہی کی طرف یہ گرجا منسوب ہیں۔ ایک عجیب کافرما جرائی نظر آتی ہے۔ اس لئے محمد ابن محمد رحمہ اللہ کے اس قول کو آپ مبالغہ نہ سمجھئے۔ یہ اولیا جن سے یہ گرجا منسوب ہیں، اور جن کے ہزارہا بت پجتے ہیں، کون ہیں اور کہاں سے آئے، اس کا جواب اخبار الاندلس میں ملاحظہ فرمائیے + (مترجم)

ہم سب کے نام ایک فہرست میں درج ہیں، اور بوڑھے اور جوان سب پکڑ بلائے جاتے ہیں۔ ہر چوتھے مہینہ ایک سرکاری افسر تمام مشتبہ لوگوں کے پاس آتا ہے ہم سب کو اپنا اپنا صداقت نامہ کھلانا پڑتا ہے، یا اُس کو اُس کے بدلے میں چاندی دینی پڑتی ہے۔ قلم، دوات، کا غذلے کروہ دربدر پھرتا ہے، جو لوگ زندہ ہیں، یا مر گئے ہیں سب کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے، خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا، امیر ہو یا غریب۔ جو شخص ادا نہیں کر سکتا بس خدا ہی اُس کی مدد کرے! اُس کو وہ عذاب بھگتنا پڑتا ہے جو بیان نہیں ہو سکتا۔

اُنہوں نے ایک جھوٹا مذہب بنا رکھا ہے، بیٹھے بیٹھے بتوں کو پوجا کرتے ہیں۔ سات ہفتوں کے روزے ہوتے ہیں۔ بیلوں کی طرح ہیں کہ دوپہر کو بہت ہی کھاتے ہیں۔

پادری اور اعتراف گناہ، دو ہی چیزیں ہیں جن پر اُن کی بے بنیاد شرع ختم ہو جاتی ہے۔ ہم کو بھی جھوٹ موٹ اس خوف سے عیسائی بننا پڑتا ہے کہ کہیں ہم پر بے رحمی کے ساتھ سختیاں نہ کی جائیں۔

البوٹا دو اور ہورزو[1] ہماری اس طرح حجامت کرتے ہیں جیسے کوئی بھیڑ کی اُون کاٹتا ہے۔ بے رحم حکام ہیں کہ کسی کو بھی نہیں چھوڑتے، اور ہماری چوکیداری کرتے ہوئے کبھی نہیں تھکتے۔

جو کوئی خدا تعالےٰ کا نام لیتا یا اُس کی حمد کرتا ہے اُس کو وہ تباہی کے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ نہ چھپنا کام آتا ہے نہ بھاگنا! کہیں چلے جاؤ اُن کے مخبر سایہ کی طرح ساتھ ہیں۔ اگر کوئی ہزار فرسنگ بھی چلا جائے تو مخبر اُس کے پیچھے پیچھے رہینگے اور اُس کو پکڑ لائینگے۔ اُس کو اپنے مکروہ اور خوفناک قید خانوں میں ڈال دیتے ہیں، ہر گھنٹہ کے بعد اُس کو نئی تعذیب کرتے ہیں، اور اُس کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنا قدیمی دین چھوڑ دے۔ چنانچہ پکارے گلے کہا جاتا ہے کہ مسیح پر ایمان لاؤ۔

اب یہ غریب مصیبت کا مارا روتا ہے، بھاگتا ہے، سر ٹکراتا ہے اور کبھی کچھ سوچتا ہے اور کبھی کچھ؛ مگر ہر حالت میں مایوسی سے سابقہ ہوتا ہے۔

ہماری مثال بالکل اُس تیراک کی سی ہے جو بیچ سمندر میں طوفان سے گھر جاتا ہو۔

---

[1] یہ دونوں مولدین تھے کہ عیسائی ہو گئے تھے ان میں سے ایک پادری بھی ہو گیا تھا۔ ان دونوں کو مولدین سے سخت عداوت تھی۔ سینکڑوں کو ان ہی نے سزائیں دلوائیں۔ ان دونوں کی وہی حالت تھی جو ۱۸۵۷ء کے غدر میں "تیرہ ٹوپی" کی؛ جنھوں نے ہزاروں نہیں تو سینکڑوں مسلمانوں کو پھانسی پر چڑھوا دیا۔ یہ تیرہ آدمی بھی مسلمان ہی تھے۔ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ جو مسلمان بدقسمتی سے عیسائی ہو جاتا ہے، وہ مسلمانوں کا بدترین دشمن ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی غیر مسلم عیسائی ہوتا ہے تو وہ اپنی قوم کا بہت بڑا ہوا خواہ رہتا ہے۔ شاید کوئی عالم علم النفس اس کی وجہ بتلا سکے۔ (مترجم)

تیرہ و تاریک دہشت ناک قید خانوں میں قید کر کے پہلے تو اُس کو سڑاتے ہیں، پھر اُس کی اس طرح تعذیب کرتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا جوڑ جوڑ الگ ہو جائیگا[۵۱]۔ پھر اُس کو سوق الحطابین[۵۲] کے میدان میں لے جاتے ہیں۔ یہاں ایک سولی گڑی ہوتی ہے اور یہ روز قیامت کا میدان معلوم ہوتا ہے کہ جہاں سزائیں ہی ملتی ہیں ‌•

جس کو وہ چھوڑ دیتے ہیں اُس کو وہ زرد لباس پہننے پر مجبور کرتے ہیں[۵۳]۔ اور باقیوں کو آگ میں ڈال کر اپنے منقش بتوں پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں ‌•

یوں ہمارے چار طرف آگ جل رہی ہے اور ہم بیچ میں بیٹھے ہیں۔ جو غلط کاریاں ہم سے پہلے ہو چکی ہیں اُن کی گٹھڑیاں باندھ کر ہمارے سر پر رکھ دی جاتی ہیں، اور اُن کو بڑھا بڑھا کر دکھلایا جاتا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہم یکشنبہ اور دیگر تیوہاروں کا احترام کرتے ہیں، پھر بھی وہ اپنے احکام کا ایسا بوجھ ہم پر ڈالتے ہیں کہ ہماری کمریں دوہری ہوئی جاتی ہیں ‌•

جمعہ اور سنیچر کے دن ہم روزے بھی رکھتے ہیں، پھر بھی ہمیں امن نصیب نہیں ہوتا۔ اُن میں سے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا ظالم یہ سمجھتا ہے کہ وہ قانون بنا سکتا ہے؛ اور ہر شخص نیا ظلم ہمارے لئے ایجاد کر ہی لیتا ہے؛ اور پھر ایک تیز تلوار لے کر ہمارے سر ہو جاتا ہے ‌•

ابھی نوروز کو اُنھوں نے ایک نیا قانون ایجاد کیا، اور باب البنوت[۵۴] کے میدان میں اس کا اعلان کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوتے ہوئے لوگوں کو اُنھوں نے جگا اٹھایا، اور ہمارے تمام مکانوں کے دروازے کھول کر پھینک دیئے ‌•

ہمارے آبا و اجداد کے قدیمی مراسم ممنوع قرار دے دیئے گئے؛ چنانچہ نہ ہم اپنے طرز کا لباس پہن

---

۵۱ محکمۂ احتساب و محنہ جس طرح اپنے ملزمین کی تعذیب کرتا تھا اُس کا صحیح حال دنیا کو نہیں معلوم ہوا، نہ ہو سکتا ہے۔ کہیں کہیں سے کسی طرح کچھ معلوم ہو جاتا ہے تو اُس کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس محکمہ کی یہ تعذیب معلوم ہے کہ ملزم کو ایک تختہ پر چت لٹا دیا جاتا تھا، پھر اُس کے ہاتھ پیر باندھ کر شکنجہ میں اس طرح کھینچا جاتا تھا کہ اُس کا بند بند الگ ہو جاتا تھا ‌• (مترجم)

۵۲ غرناطہ کا ایک بازار تھا کہ وہاں لکڑیاں بکتی تھیں۔ اس بازار کے درمیان میں ایک چوک تھا۔ ملزمین کو اکثر یہیں زندہ جلایا جاتا تھا ‌• (مترجم)

۵۳ اس لباس کا حال آپ پہلے پڑھ چکے ہیں ‌• (مترجم)

۵۴ لیسین کا ایک دروازہ تھا۔ یہاں بھی ایک جزو میدان تھا ‌• (مترجم)

سکتے ہیں، نہ حمام کر سکتے ہیں ۔

ہمیں یہودیوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے؛ وہ بھی ہم کو خوب ہی لوٹتے ہیں۔ اوّل تو پادری ہی ہمارے پاس کچھ نہیں چھوڑتے؛ اس پر یہ ظالم تو ہمارا خون ہی پی جاتے ہیں ۔

ہماری بالکل اُس فاختہ کی سی کیفیت ہے جو گِدھ کے پنجوں میں ہوتی ہے کہ وہ اُس کو نوچے کھاتا ہے ۔

انسان کی مدد سے تو ہم بالکل مایوس ہیں؛ اب ہم خدا ہی کی امداد چاہتے ہیں کہ وہ بطفیل انبیا (علیہم السلام) کے ہماری فریاد رسی کرے۔ ہم کو اُن وعدوں کا اعتقاد ہے جو ہمارے بزرگ زمانۂ قدیم سے لکھتے چلے آرہے ہیں ۔

ہمارے حکمائے نے ہم کو یہ بتلایا ہے کہ ہم خدا ہی پر بھروسہ کریں اُسی سے دُعائیں مانگیں اور اُسی کے لئے روزے رکھیں ۔

اگرچہ کسی پر ایسی مصیبت پڑی ہو کہ وہ باوجود جوان ہونے کے وہ بڈھا معلوم ہونے لگے مگر آخر وہ اپنا رحم اور فضل کریگا ۔

مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ مگر جو مصایب ہم پر پڑ رہے ہیں اُن کو تفصیل وار بیان کرنے کے لئے ہماری تمام عمر بھی مکتفی نہیں ہوسکتی۔ حضرات! آپ میری اس کمزوری کو نظرانداز کر دیجئے کہ میں ان تمام مصایب کو نہ اُٹھا سکا اور چیخ ہی پڑا ۔

جو حضرات اس کج مج نظم کو پڑھیں اُن سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ خدا تعالےٰ کے حضور میں یہ دُعا کریں کہ میرا خاتمہ بخیر ہو جائے اور مجھے جنت نصیب ہو ۔

آمین ثم آمین۔

خدا تعالےٰ نہ صرف قایل کو، بلکہ اُن تمام مولدین کو جنہوں نے اُس کی راہ میں ناقابل برداشت تکالیف اُٹھائی ہیں، جنہوں نے اپنے مصایب میں بھی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن مبارک نہیں چھوڑا اور جنہوں نے باوجود کفار کی تعذیب کے کلمہ محمّدی علی صاحبہا التحیتہ والسلام پر جان دی ہے، اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اپنی مغفرت سے سرفراز کرے۔ آمین ۔

اس کتاب کے ناظرین سے بھی میں اسی دُعا کا امیدوار ہوں ۔ (مترجم)

خاتمہ

سرگذشت بلاکشاں آپ نے سن لی۔ اگر اس کے بعد آپ کے پاس ان مسلمانوں کے مصایب پر دو آنسو بہانے کو نہیں ہیں تو کاش دو کلمے دعاء مغفرت ہی آپ کی زبان سے نکل آئیں +

میری آخری تمنا یہ ہے کہ آپ اس کتاب کو محض افسانہ اور ڈراما کے نگاہ سے نہ دیکھئے؛ بلکہ اس سے وہ فایدہ اٹھائیے جو زندہ رہنے والی اقوام تاریخ سے اٹھاتی ہیں کاش یہ ٹریجڈی خواب گراں سے آپ کی آنکھ کھول دے؛ کاش آپ کو یہ خیال آجائے کہ آپ نے غیرت و حمیت نہیں کھوئی بلکہ سب کچھ کھویا؛ کاش آپ کو یہ یاد آجائے کہ قرآن مجید میں یہ کہا گیا ہے کہ

فی القصاص حیاۃ یا اولوا الالباب

